سپنس ڈائجسٹ کا
قبول ترین سلسلہ
دیوتا
حصہ
45
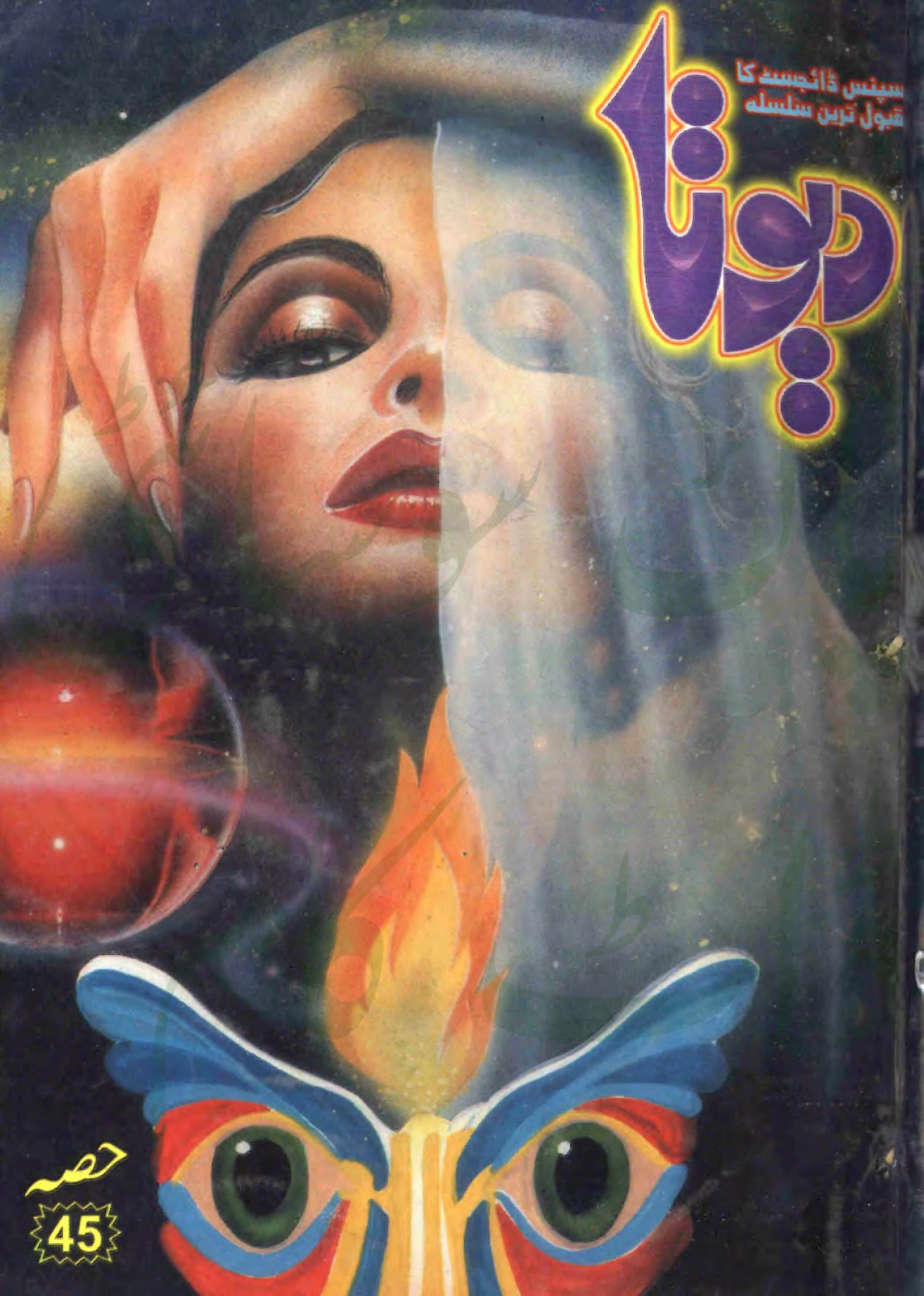
ایک ایسے انسان کی داستان، جو سوچ کی انگلیوں سے دوسروں کے دماغ ٹٹولتا اور لوگوں کو اپنی سوچ کے اشاروں پر نچاتا ہے

"پتا جی آپ کہتے ہیں تو میں راضی ہوں۔ مجھے بتاؤ آگے کیا کرنا ہوگا؟"

چنڈال جوگیا نے کہا "تمہارے سامنے جو انیل شرما ہے۔ اس سے مقابلہ کرو۔ وہ تمہیں ہلاک کرے گا۔"

"کیا وہ خوامخواہ مجھ سے لڑے گا؟ لڑائی شروع کرنے کا کوئی تو بہانہ ہونا چاہیے۔"

"تم نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے انیل شرما کو قتل کیا تھا۔ تم اس کے قاتل بن چکے ہو۔ اس بار بھی اس سے کہو۔ اگر وہ تمہاری بہن سے شادی نہیں کرے گا تو تم ابھی اسے مار ڈالوگے۔ اس بہانے لڑائی شروع ہو جائے گی۔"

ہنس راج جوگیا نے اعلیٰ بی بی اور فرمان کو دیکھا پھر کہا۔ "ہمارے پتا جی ہم سے باتیں کر رہے ہیں۔"

فرمان اور اعلیٰ بی بی اب تک خاموش تھے۔ فرمان نے کہا "اپنے باپ سے کہو، ہم سے بھی بات کرے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ چنڈال جوگیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "جے مہا کالی۔ میں چنڈال جوگیا بول رہا ہوں۔ اس وقت تم میری آواز اپنے کانوں سے سن رہے ہو۔"

فرمان نے ہنستے ہوئے کہا "عالی! یہ چنڈال ہے بڑا فراڈ۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ پر قبضہ جماتا ہے اور اپنے زیر اثر آنے والے کو یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ کسی پراسرار علم کے ذریعے کانوں میں بول رہا ہے۔ اب میں اسے بھگا رہا ہوں۔"

فرمان نے سانس روکی۔ چنڈال جوگیا نے اپنے بیٹے کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تم یوگا جانتے ہوگے۔ میری ایک غلطی سے تم نے سمجھ لیا کہ یہ جادو نہیں، ٹیلی پیتھی ہے۔ کیا یہ لڑکی بھی یوگا جانتی ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میرے دماغ میں آکر دیکھ لو۔ یوگا کی ٹھوکر کھا کر جاؤ گے۔"

"لڑکی! اتنے غرور سے مت بول، تو نہیں جانتی، کس چنڈال جوگیا سے تم دونوں کا پالا پڑا ہے۔"

ہنس راج جوگیا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت چنڈال جوگیا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما رکھا تھا۔ اس نے فرمان پر چھلانگ لگائی۔ فرمان اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ برتھ پر سے لڑھک کر نیچے آگیا۔ اسے سنبھلنے میں دیر نہیں لگی۔ اس نے جوگیا کو دونوں پیروں پر رکھ کر اچھال دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔

اعلیٰ بی بی بلا کی خطرناک فائٹر تھی لیکن وہ ایک جگہ کھڑی ہو کر تماشا دیکھنے لگی۔ انیتا نے کہا "تم بول رہی تھیں کہ انیل کا دل جیتنے کے لیے مجھے ایک بار مرنا پڑے گا مگر میرے پتا جی نے ایسے منتروں کا جاپ کیا ہے کہ اب میرے بدلے بھیا اپنی جان دے گا تو پھر میں نہیں مروں گی۔ انیل ابھی تھوڑی دیر بعد میرے پاس کھنچا چلا آئے گا۔ پتا جی بہت بڑے گیانی ہیں۔"

فرمان اسے زیر کر چکا تھا۔ اسے لاتوں اور گھونسوں سے مار رہا تھا اور وہ مار کھاتا جا رہا تھا پھر اس نے پیچھے ہٹ کر حیرانی سے پوچھا "تم مار کھاتے جا رہے ہو۔ مجھ پر حملے کیوں نہیں کر رہے ہو؟ کیا تمہارا باپ تمہارے اندر سے جا چکا ہے؟"

"میرے باپ کی بات نہ کرو۔ مجھے مار ڈالو۔ میں نے تمہارے پچھلے جنم میں تمہیں قتل کیا تھا۔ تم بدلہ لو۔"

فرمان نے اعلیٰ بی بی اور انیتا کو حیرانی سے دیکھا پھر کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ میرے ہاتھوں سے مرنا چاہتا ہے۔"

انیتا نے کہا "انیل! تعجب نہ کرو۔ بھیا نے تمہیں قتل کیا تھا۔ میرے بھائی کو جان سے مار ڈالو۔"

اعلیٰ بی بی نے مسکراتے ہوئے کہا "چنڈال جوگیا نے کوئی ایسا کالا عمل کیا ہے کہ ہنس راج جوگیا کے مرتے ہی تم انیتا کی طرف مائل ہو جاؤ گے۔ چنڈال کی ٹیلی پیتھی کام نہیں آئی۔ وہ اس طرح کالے جادو کے ذریعے تمہیں اپنی بیٹی کے نام کرنا چاہتا ہے۔"

فرمان نے پیچھے ہٹ کر کہا "پھر تو میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

جوگیا نے غصے سے کہا "تم مجھے قتل کرو گے۔ تمہیں قتل کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ میں تمہاری کزن کو مار ڈالوں گا۔"

فرمان نے آگے بڑھ کر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا "تم کتے کی طرح مار کھاتے رہو گے لیکن ہم تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔"

وہ چیخ کر بولا "میں مروں گا۔ اپنی بہن کے لیے جان دوں گا۔ مجھے بھی ایک نئی زندگی ملے گی۔ میں ایک خوب صورت راج کمار کے روپ میں دوسرا جنم لوں گا۔ تم نہیں مارو گے تو کیا ہوا؟ میں آتما ہتیا کروں گا مگر ضرور مروں گا۔"

وہ فرمان کو دھکا دے کر کیبن کا دروازہ کھول کر تیزی سے باہر گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "فرمان اسے روکو۔"

وہ دونوں بھی دروازہ کھول کر باہر آئے۔ وہ دوڑتا ہوا جا رہا تھا۔ انہوں نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ اسے پکارا "جوگیا! رک جاؤ۔ ہماری بات سنو۔ خود کشی نہ کرو۔"

فرمان نے کہا "تمہارا باپ فراڈ ہے۔ تمہاری موت کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میں انیتا سے نہ محبت کروں گا نہ شادی کروں گا۔"

وہ اسے آوازیں دیتے ہوئے قریب پہنچ رہے تھے لیکن قریب پہنچ کر بھی اسے پکڑ نہ سکے۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ ٹرین آندھی کی رفتار سے جا رہی تھی۔ باہر اس کی مختصر سی چیخ سنائی دی۔ آہنی پل کے ستونوں سے ٹکرا کر اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے دروازے کو بند کر دیا۔ فرمان نے پلٹ کر دیکھا۔ انیتا بھی پیچھے پیچھے دوڑتی آئی تھی پھر کچھ فاصلے پر رک گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "پاگل کے بچے نے خواہ مخواہ جان دے دی۔ بڑی خوش فہمی تھی کہ تم انیتا کو چاہنے لگو گے۔"

فرمان نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ وہ کبھی انیتا کو دیکھ رہا تھا اور کبھی اس سے نظریں چرا رہا تھا۔ دل کی حالت کچھ عجیب تھی۔ وہ اچانک ہی اچھی لگنے لگی تھی۔ دل چاہ رہا تھا' اسے دیکھتا رہے۔ اس کے پاس جائے۔ وہ پلٹ کر کیبن میں چلی گئی۔

فرمان نے سر جھکا لیا۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "کیا بات ہے؟ اچانک بہت ہی سنجیدہ سے لگ رہے ہو؟"

"آں۔۔۔؟ کچھ نہیں۔ میں ذرا اور تیزی سے دوڑتا تو اسے پکڑ لیتا۔ اسے مرنے نہ دیتا۔"

وہ اس کا بازو تھام کر بولی "کیبن میں چلو۔ وہ حرام موت مرنا چاہتا تھا۔ مر گیا۔ خس کم' جہاں پاک!"

انیتا کیبن میں آ گئی تھی۔ اسے اپنے اندر چنڈال جوگیا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ کیبن چھوڑ دو۔ آگے جس اسٹیشن پر بھی ٹرین رکے' تم اتر جاؤ۔"

"پتا جی! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں انیل شرما کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

وہ ڈانٹ کر بولا "میں جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو۔ وہ خود ہی تمہارے پیچھے آئے گا۔"

وہ اپنا سامان سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھنے لگی۔ اعلیٰ بی بی اور فرمان کیبن میں آئے۔ اس نے فرمان کو دیکھا۔ فرمان چور نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر بولی۔ "تمہارے کارن میرا بھیا مر گیا۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر چلی گئی۔ فرمان کا دل کہہ رہا تھا کہ آگے بڑھ کر اسے روک لے مگر اندر کی ہلچل کو برداشت کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی سے کہتے ہوئے جھجک رہا تھا کہ اس کا دل انیتا

کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ وہ اسے ہرجائی سمجھنے لگتی۔

اعلیٰ بی بی اپنے بیگ میں سے صابن اور تولیہ نکالتے ہوئے بولی "اچھا ہوا کم بخت چلی گئی۔ زہر لگ رہی تھی۔"

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ وہ ٹرین میں سوار ہو کر منہ ہاتھ دھو کر فریش ہونا چاہتی تھی مگر ان بہن بھائی نے اپنے معاملات میں الجھا دیا تھا۔ اب اسے فریش ہونے کا موقع مل رہا تھا۔

ٹرین کسی اسٹیشن پر رک گئی۔ وہ سمجھ رہی تھی۔ یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوگا۔ چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کی خاطر فرمان کو ٹریپ کرنا چاہے گا۔ وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ انہیں آئندہ بہت محتاط رہنا ہوگا۔

ٹرین پھر چل پڑی۔ وہ تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتی ہوئی ٹائلٹ سے باہر آئی۔ فرمان کیبن میں نہیں تھا۔ اس نے سوچا' یہ کہاں چلا گیا ہے؟ وہ اسے آواز دیتی ہوئی دروازہ کھول کر کیبن سے باہر آئی۔ کوریڈور میں دائیں بائیں دیکھا۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے کیبن میں آ کر خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کرنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔

وہ حیران رہ گئی۔ اس نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچتے ہی کہا "فرمان! میں ہوں عالی۔ تم سانس کیوں روک رہے ہو؟ کہاں ہو تم؟"

اس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے چند سیکنڈ تک اس کے دماغ میں رہ کر دیکھا تھا۔ وہ پہلے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر انیتا کے روبرو کھڑا ہوا تھا۔ ٹرین نہ جانے کتنے کلو میٹر آگے نکل چکی تھی۔

وہ سمجھ گئی۔ بیٹی کا نہیں' باپ کا جادو اس کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر برتھ پر بیٹھ گئی۔

○☆○

سیکرٹ سروس کے ڈی جی رگھو ناتھ سہائے اور ویڈو مارکس بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھے۔ انہیں یقین تھا کہ انہوں نے میرے بیٹے کبریا کو اپنا قیدی بنا رکھا ہے۔ ایسے وقت انہیں اطلاع ملی تھی کہ رگھو ناتھ سہائے کا بیٹا سومنات سہائے لاپتا ہو گیا ہے۔ وہ میرے بیٹے پر مصیبت لا رہا تھا۔ اس کے بیٹے پر بھی مصیبت آ پڑی تھی۔

ویڈو مارکس نے کہا تھا کہ وہ سومنات سہائے کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر معلوم کرلے گا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے؟ ایک سپاہی رگھو ناتھ کے بنگلے میں گیا تھا تاکہ اس کے بیٹے کی تصویر لے آئے۔ وہ اس تصویر کا انتظار کر رہے تھے۔

رگھو ناتھ نے ویڈو مارکس سے پوچھا "کیا یہ فرہاد کی چال نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتی ہے۔ وہ ہمیں بھی کمزور بنانے کے لیے ہمارے جیسی چال چل سکتا ہے؟"

"ہے بھگوان! یہ بات پہلے میرے دماغ میں کیوں نہیں آئی؟ میں اپنے بیٹے کے لیے ایسے انتظامات کرتا کہ کوئی اسے چھو بھی نہ سکتا۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ جب تک کبریا ہماری قید میں ہے فرہاد آپ کے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"میں اس پہلو سے مطمئن ہوں لیکن وہ میرے بیٹے کے بدلے اپنے بیٹے کی رہائی چاہے گا۔"

"اور ہمیں کبریا کو رہا کرنا پڑے گا۔ ہم جیتی ہوئی بازی ہار جائیں گے۔"

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولا "شٹ۔ ہمیشہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ وہ کیسی تقدیر لے کر آیا ہے کبھی قابو میں کیوں نہیں آتا؟"

اس وقت سپاہی نے آ کر کہا "سر! میں تصویر لے آیا

ہوں۔"

رگھوناتھ نے تصویر لے کر ویٹومارکس کو دی۔ اس نے تصویر کو لے کر دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اچانک ذہنی طور پر غافل ہوگیا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو اس تاریک بند کمرے میں دیکھ رہا ہے۔

اس نے کہا "سومنات! میں تمہارے ڈیڈی کا جاسوس ہوں۔ تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ میرے سوالوں کے جواب دو۔ کیا تمہارے دماغ میں آکر کوئی بولتا ہے؟"

"تم بول رہے ہو۔ تم سے پہلے میں نے اپنے اندر کوئی آواز سنی۔"

"جب تم غافل ہوئے تو کیا اس وقت شملہ میں تھے؟ اور کیا تنہا تھے؟"

"میں دہلی میں تھا۔ اپنی ایک گرل فرینڈ سے ملنے جارہا تھا۔ اس کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی غافل ہوگیا۔"

"تم نے کل سے اب تک کھایا پیا ہوگا۔ کوئی تمہارا کھانا وہاں پہنچاتا ہوگا؟"

"ہاں ایک شخص ایک گن مین کے ساتھ آتا ہے۔ میری ضرورت کی چیزیں مجھے دے کر دروازہ بند کرکے چلا جاتا ہے۔"

"ابھی دروازہ پیٹ کر آوازیں دو۔ کوئی آئے گا تو اس سے بات کرو پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ویٹومارکس کو اس کے اندر ایک اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "میں آگیا ہوں۔ مجھ سے نمٹ لو۔"

وہ بولا "تمہاری آواز جانی پہچانی نہیں ہے۔ تم کون ہو؟ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں کون ہوں؟ ہاہاہا۔۔۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب ہی میرا نام جانتے ہیں۔ تم نے بھی ایک بار نہیں بار بار سنا ہوگا۔ میں فرہاد جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہاڑ سے ٹکرا چکا ہوں۔"

"تم پہیلیاں بجھوا رہے ہو۔ پلیز اپنے بارے میں صاف صاف بولو۔ کیا تم راسپوٹین ہو؟"

"کیا ٹیلی پیتھی کی گھاس کھاتے رہے ہو؟ اتنا بھی نہیں جانتے راسپوٹین جہنم میں پہنچ چکا ہے۔"

"تم وقت ضائع کررہے ہو۔ اپنا نام بتاؤ پھر کام بتاؤ۔ سومنات سہائے کو اغوا کیوں کیا ہے؟"

"میرا نام ژاؤ کوم کوبرا ہے۔ بہت عرصے تک خاموش رہنے کے بعد کچھ کرنے ہندوستان آیا ہوں۔"

"اچھا تو تم کوبرا ہو۔ اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ ہم سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"رگھوناتھ سہائے ٹاپ سیکرٹ سروس کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ حکومت کے اور آرمی کے ایک ایک گہرے راز کو جانتا ہے۔ جو راز ویڈیو، آڈیو اور تحریر میں بھی نہیں لائے گئے۔ وہ ایسے تمام راز جانتا ہے۔ میں اس سے بہت کچھ حاصل کروں گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ رگھوناتھ ایسا کوئی راز نہیں جانتا ہے۔ وہ صرف ریکارڈ روم کے راز معلوم کرتا ہے۔"

"وہ تمہارا باس ہے۔ تم اس کی حمایت میں جھوٹ بول رہے ہو۔ میں اس کے دماغ میں جاکر سچ معلوم کروں گا۔"

"وہ اپنے دماغ میں کبھی کسی کو نہیں آنے دیتا۔ یہ مجھے بھی اپنے خیالات پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔"

"یہ اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے پہلے مجھے باپ بولے گا پھر مجھے اپنے اندر خوش آمدید کہے گا۔"

ویٹومارکس اس سے ہونے والی باتیں رگھوناتھ کو بتاتا جارہا تھا۔ اس نے کہا "نہیں میں کوبرا کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔ اس سے کہو، میرے بیٹے کے لیے کوئی ایک نہیں دس مطالبات منوالے۔ میں مان لوں گا۔"

"میرے مطالبات دس نہیں ایک ہے۔ وہ بیٹے کی زندگی اور سلامتی کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھولے گا۔ میں ابھی ایک معاملے میں مصروف ہوں۔ اب دو گھنٹے بعد آؤں گا۔ اس سے کہو اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے سوچتا رہے۔"

رگھوناتھ سہائے کے ہوش اڑ رہے تھے۔ جوان بیٹے کی موت دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کبریا کو بھول کر اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہورہا تھا۔ وہ ہر قیمت پر اس کی سلامتی چاہتا تھا لیکن کوبرا کا مطالبہ ناقابل قبول تھا۔

کوئی اس کے دماغ میں آئے، یہ اسے منظور نہیں تھا اور اکلوتے جوان بیٹے کی موت بھی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

ایسے وقت اس کی بیوی وہاں آکر بولی "میرا بیٹا مل گیا؟ کیا نہیں ملا؟ کہاں ہے وہ؟"

رگھوناتھ نے پریشان ہوکر کہا "تم یہاں کیوں آئی ہو؟ یہ آفس ہے۔ گھر نہیں ہے۔ مجھ سے پوچھ کر آنا چاہیے تھا۔"

"چولہے میں جائے آفس۔ یہاں سیکڑوں جاسوسوں کو جمع کررکھا ہے اور ایک بیٹے کو ڈھونڈ نہیں پارہے ہیں۔"

"اس کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ ایک دشمن کی قید میں ہے۔ ان سے لین دین کی بات ہورہی ہے۔"

"تو پھر جلدی دے دلا کر میرے بیٹے کو کیوں نہیں لاتے؟ وہ کتنی رقم مانگ رہا ہے۔"

"وہ رقم نہیں مانگ رہا ہے۔ میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

وہ تعجب سے بولی "اس کا مطلب کیا ہوا؟ اتنا بڑا آدمی تمہارے دماغ میں کیسے آئے گا؟"

وہ جھنجلا کر بولا "تم جاہل ہو۔ میں ٹیلی پیتھی کی بات کررہا ہوں۔ وہ خیال خوانی کے لیے میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

"اچھا اب سمجھی۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمہارے اندر کی باتیں معلوم کرے گا کہ تم کتنی عورتوں کے ساتھ منہ کالا کرتے رہتے ہو۔ تم مجھ سے تو چھپا لیتے ہو۔ اس سے نہیں چھپا سکو گے۔ اسی لیے اسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دینا چاہتے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "کلاونتی! میری دھرم پتنی! وہ میرے اندر آکر میرے دیس کے بہت سے اہم راز معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟ تم دیس بھگت ہو مگر میں ایک ماں ہوں۔ اپنے بیٹے کو دیس پر قربان نہیں ہونے دوں گی۔ کیا یاد نہیں ہے، ڈاکٹروں نے صاف کہہ دیا تھا کہ آئندہ میں ماں نہیں بن سکوں گی۔ یہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے۔ اسے اپنے دماغ میں بلاؤ۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے، جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ وہ میرے اندر آتے ہی مجھے اپنا غلام بنالے گا۔ مجھے اپنا کتا بنا کر رکھے گا۔ میرے گھر کی میرے ملک کی ایک ایک اہم بات معلوم کرتا رہے گا۔ ہمارے حکمرانوں کو بلیک میل کرتا رہے گا۔"

"میری بلا سے حکمرانوں کو بلیک میل کرتا رہے۔ میرے بیٹے کو واپس لانے کی بات کرو۔"

اس نے بیزاری سے بیوی کو دیکھا پھر اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "اری بھاگ وان! جب وہ میرے اندر آئے گا تو تمہارے اندر بھی آئے گا۔ تمہاری وہ تمام باتیں معلوم کرے گا، جنہیں تم مجھ سے اور دنیا والوں سے چھپاتی ہو۔"

"ہائیں۔۔" وہ گھبرا کر بولی "نہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں اسے اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

"تم یوگا نہیں جانتیں۔ اسے روک نہیں سکو گی۔ روکنے کا یہی طریقہ ہے کہ وہ میرے دماغ میں نہ آئے۔"

"اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو' اس کا کوئی دوسرا مطالبہ پورا کرو اور بیٹے کو جلدی لاؤ۔"

"یہی تو میں کر رہا ہوں۔ اس سے یہی کہہ رہا ہوں کہ وہ مجھ سے دس مطالبات منوالے مگر میرے اندر آنے کی بات نہ کرے۔"

"وہ راضی نہیں ہوگا تو میرے بچے کو کیسے لاؤ گے؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دو گھنٹے بعد آئے گا۔ میں اسے راضی کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں' وہ راضی نہیں ہوگا تو کیا کرو گے؟ بیٹے کو کیسے لاؤ گے؟"

"میں کیا بتاؤں کیسے لاؤں گا؟ سوچ سوچ کر الجھ رہا ہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولی "سمجھنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ تمہیں ایک ہی بات کو سمجھنا ہے کہ ہمارا بیٹا ابھی واپس آئے گا۔ میں یہاں بیٹھی رہوں گی۔ وہ دو گھنٹے بعد آئے گا۔ میرے سامنے اس سے بیٹے کو یہاں لانے کی بات کرو۔ میں یہاں سے نہیں ہلوں گی۔"

وہ مشکل میں پڑ گیا۔ اپنے دماغ کے دروازے کھولنا نہیں چاہتا تھا لیکن زبردست شکنجے میں آگیا تھا۔ اپنے ایک ہی بیٹے کی خاطر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے آگے جھکنے کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ وہ غلام بننے والا تھا۔

یہ مشکلات میں نے پیدا کی تھیں اور ایک خاموش تماشائی کی طرح ایک باپ کی تڑپ اور بے چینی اپنے بیٹے کے لیے دیکھ رہا تھا۔ انسان بہت ہی بے حس اور خود غرض ہوتا ہے۔ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو صرف اپنی ہی اولاد کا درد سمجھتے ہیں اور دوسروں کی اولاد پر قیامت بھی گزر جائے تو بے حسی سے تماشا دیکھتے ہیں۔ بلکہ خود ان پر قیامت ڈھاتے رہتے ہیں۔

میں نے اس کے ہی ایک جاسوس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ رگھوناتھ سہائے کا بیٹا سومنات سہائے ہے۔ سومنات کی آواز اور لہجہ بھی اس کے دماغ میں نقش تھا۔ ویٹو مارکس اس کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر پہلے صحیح سومنات کے اندر پہنچا تھا لیکن اس سومنات کو کبریا بنایا گیا تھا۔ اس کا لب ولہجہ کبریا کا تھا۔ لہٰذا میں نے ویٹو مارکس کو خیال خوانی کے ذریعے سومنات کا لب ولہجہ سنایا تو وہ ڈمی سومنات کے اندر پہنچ گیا۔

میں یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میری طرف سے یہ تماشے ہو رہے ہیں۔ اس لیے میں ایک فرضی ژاؤ کوم کوبرا کو پیش کر رہا تھا۔ رگھوناتھ کو دو گھنٹے تک سوچنے سمجھنے کی مہلت دے کر اسے ذہنی انتشار میں مبتلا کر رہا تھا۔

ویٹو مارکس نے ڈمی کبریا پر تنویمی عمل کرکے اسے سلا دیا تھا۔ وہ کبریا نیند سے بیدار ہوگیا تھا۔ رگھوناتھ اور ویٹو مارکس اس کمرے میں آئے۔ وہ بستر پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر بولا "میرے پاپا میرے اندر بول رہے ہیں۔ وہ تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ میرے اندر رہ کر باتیں کریں گے؟ یا تم پاپا کے دماغ میں جانا چاہو گے؟"

رگھوناتھ نے کہا "ہم ایک فون نمبر بتا رہے ہیں۔ اس فون پر ہماری باتیں ہوں گی۔"

اس نے فون نمبر بتایا۔ میں نے ایک موبائل فون پر وہ نمبر پنچ کیے۔ اس خفیہ بنگلے کے تہ خانے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ رگھوناتھ نے اس فون کا ایک بٹن دبا کر "ہیلو" کہا پھر دوسرے بٹن کو دبا کر اس کے وائڈ اسپیکر کو آن کیا۔ تاکہ ویٹو مارکس بھی ہماری باتیں سنتا رہے۔ میں نے کہا "ہیلو۔ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

رگھوناتھ نے کہا "ہم امن و امان اور شانتی چاہتے ہیں۔ تم ہمارے دیس سے چلے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے' چلا جاؤں گا مگر تنہا نہیں' اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

"تمہارا بیٹا امن و امان کی ضمانت بن کر ہمارے پاس رہے گا۔ اسے رہائی ملے گی تو تم کبھی یہاں سے نہیں جاؤ گے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اپنے لختِ جگر کو یہاں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ کیا دن کے وقت بھی پیتے ہو؟"

"میں کبھی کوئی نشہ نہیں کرتا۔ تم اپنے بیٹے کو زندہ سلامت رکھنا چاہتے ہو تو اگلی کسی بھی فلائٹ سے چلے جاؤ۔"

"مجھ سے کوئی سمجھوتا کرو۔ کبریا کی رہائی کے بدلے بڑے سے بڑے مطالبات منوالو۔"

"ہمارا صرف ایک ہی مطالبہ ہے۔ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ چلے جاؤ۔"

"رگھوناتھ! ضد نہ کرو۔ تم پر بھی کوئی مصیبت آسکتی ہے۔ میں مصیبت کے وقت تمہارے کام آسکتا ہوں۔"

وہ انکار کر رہا تھا۔ ویٹو مارکس نے میری مرضی کے مطابق کہا "انکار نہ کرو۔"

پھر اس نے رگھوناتھ کے کان میں کہا "یہ بہت زبردست ہے۔ ژاؤ کوم کوبرا سے تمہارے بیٹے کو چھین کر لاسکتا ہے۔"

رگھوناتھ سوچ میں پڑ گیا پھر ویٹو مارکس کے کان میں بولا۔ "فرہاد کو بتانا ہوگا کہ میرا بیٹا کوبرا کی قید میں ہے۔ اس طرح فرہاد کو میری ایک کمزوری معلوم ہو جائے گی۔ ہوسکتا ہے وہ میرے بیٹے کو کوبرا سے چھین کر اپنا قیدی بنالے۔"

"فرہاد اسے قیدی بنا کر اپنے بیٹے کے بدلے اسے رہا کرے گا۔ وہ کوبرا کی طرح تمہارے اندر آنے کی ضد نہیں کرے گا۔"

"بے شک! اس فکر اور پریشانی سے نجات مل جائے گی۔ کوبرا مجھے اپنا غلام نہیں بنا سکے گا۔"

اس نے فون پر کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! تم میرے ایک کام آکر اپنے بیٹے کو حاصل کرسکتے ہو۔"

"میں بیٹے کی رہائی کے لیے تمہارا ایک نہیں' دس کام کروں گا' بولو کیا کام ہے؟"

"کیا تم ژاؤ کوم کوبرا کو گرفتار کرکے میرے حوالے کرسکتے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا کوبرا تمہیں کسی معاملے میں پریشان کر رہا ہے؟"

"کوبرا سے میری ذاتی دشمنی ہے۔ تم اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ میرے سوال کا جواب دو۔"

"مسٹر! تم عقل سے پیدل ہو۔ جب میں کوبرا کو گرفتار کروں گا تو پھر اس کے اندر گھس کر بہت کچھ معلوم کرلوں گا۔ ڈاکٹر سے بیماری نہیں چھپتی۔ اس لیے مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ مجھے تمہارے حالات معلوم ہوں گے تو ان کی روشنی میں صحیح قدم اٹھاؤں گا۔"

رگھوناتھ نے سوالیہ نظروں سے ویٹو مارکس کو دیکھا۔ وہ بولا "یہ درست ہے۔ فرہاد تم سے نہ سہی کوبرا سے معلوم کرلے گا۔"

وہ فون پر بولا "میں تمہیں بتانا تو نہیں چاہتا تھا مگر بہت مجبور ہوگیا ہوں۔ میرا بیٹا کوبرا کی قید میں ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "اچھا تو یہ بات ہے۔ تم نے مجھے پھنسایا ہے اور کوبرا نے تمہیں پھنسا رکھا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ ہم دونوں کے حالات ایک جیسے ہیں۔ دونوں کے بیٹے قیدی بنے ہوئے ہیں۔"

"ہوں۔ مجھے معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی کہ تمہارے بیٹے کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ میں کوبرا کا ٹھکانا جانتا ہوں۔"

"پھر تو تم ابھی اسے ٹریپ کرسکتے ہو۔ تم جتنی جلدی میرے بیٹے کو یہاں پہنچاؤ گے اتنی ہی جلدی کبریا تمہیں ملے گا۔"

"میں کوبرا کو ٹریپ کرسکتا ہوں لیکن جلدی میں کام بگڑ سکتا ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد فون کروں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ رگھوناتھ کی بیوی اس خفیہ بنگلے کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس بنگلے میں کوئی تہ خانہ بھی ہے۔ وہ فون پر بولی "تم مجھے یہاں بٹھا کر کہاں چلے گئے ہو؟"

وہ ناگواری سے بولا "میں کہیں کرکٹ کھیلنے نہیں گیا ہوں۔ تمہارے بیٹے کی رہائی کے لیے بھاگ دوڑ میں لگا ہوں۔"

"تم نے کہا تھا' وہ دو گھنٹے بعد تم سے باتیں کرنے والا ہے۔ یہ دو گھنٹے کب پورے ہوں گے؟"

"تھوڑی دیر میں اس سے رابطہ ہو جائے گا۔ تم آرام سے بیٹھو۔ میں ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس آنے والا ہوں۔"

وہ فون بند کرکے گہری سانس لیتے ہوئے بولا "جن شوہروں نے تہ خانے نہیں بنائے ہیں پتا نہیں' وہ اپنی بیویوں سے کیسے چھپتے ہوں گے؟ وہ مجھے ڈھونڈ تو نہیں سکے گی مگر فون کے ذریعے پریشان کرتی رہے گی۔ یہ فون ایجاد نہ ہوا ہوتا تو اچھا ہوتا۔"

ویٹو مارکس نے کہا "میں ابھی تمہارے بیٹے کے دماغ میں گیا تھا۔ کوبرا بہت غصے میں ہے۔ کہہ رہا تھا کہ ہم نے فرہاد کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ وہ کوبرا سے تمہارے بیٹے کو مانگ رہا ہے۔ تمہارے بیٹے کی بہت بڑی قیمت دینا چاہتا ہے۔ کوبرا نے انکار کیا ہے۔ ہم سے کہہ رہا ہے۔ فرہاد کو اس سے دور رکھا جائے۔ ورنہ وہ تمہارے بیٹے کو مار ڈالے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ تو نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ فرہاد کی مداخلت کے باعث وہ میرے بیٹے کو مار ڈالے گا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم معاملے کو جتنا سلجھانا چاہتے ہیں' اتنا ہی یہ الجھتا جا رہا ہے۔ میں فرہاد کے بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ویٹو مارکس نے کہا "ہمارے لیے فرہاد سے زیادہ کوبرا اہم ہے۔ سومنات اس کے شکنجے میں ہے۔ کوبرا کے دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے اسے یقین دلانا ہوگا کہ فرہاد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیونکہ اس کا بیٹا ہماری قید میں ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ میں نے کہا "میں ہوں فرہاد۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولا "میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔

تم کوبرا کے لیے خطرہ بن رہے ہو اور وہ میرے بیٹے کے لیے موت بن جانا چاہتا ہے۔ یہ موت بھولو کہ میں کسی وقت بھی تمہارے بیٹے کے لیے موت بن سکتا ہوں۔"

میں نے کہا "غصہ نہ دکھاؤ۔ تمہارے بیٹے کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں کوبرا کی قید سے اسے نکال لاؤں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم میرے بیٹے کو اس سے چھینا چاہو گے تو وہ اسے مار ڈالے گا۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ میں اپنا یہ ذاتی معاملہ تمہارے سامنے پیش کر کے پچھتا رہا ہوں۔ تم اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے معاملے میں نہ پڑو۔"

وہ فون بند کر کے ویٹو مارکس سے بولا "کوبرا سے رابطہ کرو۔ اسے یقین دلاؤ کہ فرہاد کی بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ فرہاد اسے نقصان پہنچانا چاہے گا تو ہم اس کے بیٹے کو موت کی طرف لے جائیں گے۔ اس لیے کوبرا ہمارے بیٹے کو نقصان نہ پہنچائے۔"

ویٹو مارکس نے کوبرا سے رابطہ کیا۔ دوسرے لفظوں میں مجھے ہی مخاطب کیا۔ میں نے کہا "ہاں میں کوبرا بول رہا ہوں۔"

وہ بولا "میں یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"فرہاد آسمان سے گرنے والی بجلی ہے۔ اس بجلی کو مجھ پر گرنے سے کیسے روک سکو گے؟"

وہ بولا "اس کی ایک بہت بڑی کمزوری' اس کا بیٹا کبریا ہمارے شکنجے میں ہے۔ اس وقت ہمارا قیدی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ کبریا تمہاری قید میں ہے۔ میں کیسے یقین کروں؟"

"فرہاد سے جا کر پوچھو۔ وہ انکار کرے گا تو میں اس کے قیدی بیٹے سے تمہاری بات کراؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم دس منٹ کے بعد مجھ سے رابطہ کرو۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ رگھوناتھ سے بولا "دس منٹ بعد اس سے باتیں ہوں گی۔ وہ فرہاد کے بیٹے میں ضرور دلچسپی لے گا۔ اسے کمزور بنانے کے لیے ہم سے کبریا کا مطالبہ کرے گا۔ مجھے بتاؤ کیا کبریا کے بدلے سومنات کو حاصل کیا جائے؟"

"بے شک! ہماری شرط ہو گی کہ وہ میرے دماغ میں آنے کا مطالبہ نہ کرے۔ تب اسے کبریا ملے گا۔"

دس منٹ کے بعد اس نے رابطہ کیا۔ میں نے کہا۔ "تمہاری بات سچ ہے۔ وہ کبریا کی رہائی کے لیے پریشان ہے۔"

"اب تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہم کبریا کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دیں گے۔"

"کبریا میرے شکنجے میں ہوگا۔ تب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ کیا سومنات سے اس کا تبادلہ کرو گے؟"

"تم ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو لیکن تمہیں اپنے پہلے مطالبے سے باز آنا ہو گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں رگھوناتھ کے دماغ میں پہنچنے کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ تم ابھی کبریا کو میرے حوالے کرو۔"

"تم سومنات کو کہاں پہنچا رہے ہو۔"

"لال قلعہ سے آگے چٹھا چوک ہے۔ وہاں نوبت خانہ کے کھلے گارڈن میں ٹھیک ایک گھنٹے بعد میرا ایک آلہ کار سومنات کو لے کر آئے گا۔ میرا آلہ کار مسلح نہیں ہوگا۔ تمہارے آدمیوں کو بھی نہتا ہونا چاہیے۔ کسی قسم کا دھوکا نہ ہو۔"

"ہمیں سومنات کی زندگی عزیز ہے۔ نہ ہم دھوکا دیں گے اور نہ دھوکا کھائیں گے ہم ایک گھنٹے میں پہنچ رہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ویٹو مارکس نے رگھوناتھ کو تمام باتیں بتائیں۔ اس نے اپنے سراغ رسانوں کو فون پر حکم دیا کہ وہ سب فوراً ہی نوبت خانہ کے وسیع و عریض باغ میں پہنچ جائیں۔ سادے لباس میں رہیں۔ ہتھیار لباس میں چھپا کر رکھیں۔ سیکرٹ سروس کی ایک گاڑی میں ایک قیدی وہاں لایا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ صرف ایک شخص ہو گا۔ دوسری گاڑی میں ایک اور قیدی آئے گا۔ اس قیدی سے قیدی کا تبادلہ ہو گا۔ جب تک دھوکا نہ ہو' گولیاں نہ چلائی جائیں۔

تمام انتظامات کرنے کے بعد ڈمی کبریا کو تہ خانے سے باہر لایا گیا۔ رگھوناتھ کی بیوی نے پوچھا "تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ میرا بیٹا کہاں ہے؟ کیا تم مجھے جھوٹ موٹ کے دلاسے دے رہے ہو؟ میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ بولا "تم نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ تم کیا جانو کہ کتنی ہیرا پھیری کے بعد اپنے بیٹے کو حاصل کر رہا ہوں۔ ابھی میرے ساتھ چلو۔ ہمارا بیٹا ہمیں مل جائے گا لیکن وہاں پہنچ کر بیٹے کو دیکھ کر بے قابو نہ ہو جانا۔ بھگوان کے لیے میرے قابو میں رہنا۔"

ایک جاسوس کبریا کو ایک کار میں بٹھا کر لے گیا۔ وہ

جاسوس نہتا تھا لیکن آگے پیچھے رہنے والے جاسوس مسلح تھے۔ رگھوناتھ سہائے اپنی بیوی کے ساتھ دوسری کار میں بیٹھ گیا۔ ویٹو مارکس اسی خفیہ بنگلے میں تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام معاملات کو کنٹرول کرنے والا تھا۔

میں بھی خیال خوانی کے ذریعے ان کی کمینگی دیکھ رہا تھا۔ یہ غور کرنے کا مقام تھا کہ اگر میرا بیٹا واقعی ان کی قید میں ہوتا تو وہ مجھے کس قدر مجبور اور بے بس بنا چکے ہوتے۔ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ کوبرا میرے بیٹے کے ساتھ کتنا برا سلوک کرے گا۔ ایسے میں مجھے بھی خود غرض بنا چاہیے۔ یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ رگھوناتھ کے بیٹے کے ساتھ جو سلوک ہوگا' وہ جائز ہے یا ناجائز؟"

میں نے وہی کیا' جو ظالم دشمن کو عبرت ناک سبق سکھانے کے لیے ضروری تھا۔ وہ جاسوس کبریا کو لے کر اس گارڈن میں پہنچ گیا۔ وہاں عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے اچھی خاصی تعداد میں تھے۔ سومنات سہائے کسی آلہ کار کے ساتھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ لوگوں کی بھیڑ میں پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ کسی آلہ کار کے ساتھ نہیں تھا۔ ڈی کبریا اس جاسوس کے ساتھ کار سے نکل کر باہر آگیا تھا۔ ایسے ہی وقت میں ڈی سومنات نے آ کر لباس سے ریوالور نکال کر دو فائر کیے۔ دو گولیاں ڈی کبریا کے دونوں گھٹنوں کو توڑتی ہوئی گزر گئیں۔

فائرنگ سے بھگدڑ مچ گئی۔ عورتیں' بچے سب ہی چیختے ہوئے دور بھاگنے لگے۔ سیکریٹ سروس کے سراغ رسانوں نے اس ڈی سومنات کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ رگھوناتھ دوڑتا ہوا وہاں آیا۔ ڈی سومنات مر چکا تھا لیکن ڈی کبریا کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ میں نے رگھوناتھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "پتا جی! میں آپ کا بیٹا سومنات ہوں۔ آپ اب تک دھوکا کھا رہے تھے۔ مجھے کبریا بنا کر آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔"

رگھوناتھ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پوچھ رہا تھا "میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے بیٹے ہو؟"

"پتا جی! میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری نہیں کی گئی ہے۔ آپ کا جو سرجری کرنے والا مجھے چیک کر رہا تھا' اس کے دماغ میں فرہاد گھسا ہوا تھا۔ اس نے فرہاد کی مرضی کے مطابق غلط رپورٹ دی تھی۔ میرے چہرے پر عارضی میک اَپ ہے۔"

رگھوناتھ نے اس کا میک اپ صاف کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ چہرہ دھلنے لگا۔ اس کے پیچھے اس کے اپنے بیٹے سومنات کی صورت دکھائی دینے لگی۔ ماں اسے دیکھتے ہی چیخیں مارتی ہوئی روتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ اس کے دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اسے فوراً ہی اسٹریچر پر ڈال کر اسپتال کی طرف لے جایا گیا۔ ماں باپ بھی ساتھ تھے۔ باپ کا دماغ چکرا رہا تھا۔ بیٹا دونوں پیروں سے اپاہج ہو کر زندگی گزارنے والا تھا۔ ایک تو یہ صدمہ تھا۔ دوسرا اس بات کا غصہ تھا کہ ویٹو مارکس خیال خوانی کرنے اور سومنات کے دماغ کو اچھی طرح پڑھنے کے باوجود کیسے دھوکا کھا گیا؟

یہ مکافاتِ عمل تھا لیکن وہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ یہ سزا کیسے مل رہی ہے۔ آئندہ میں انہیں سمجھانے والا تھا۔

○☆○

سینڈی گرے کے ہوش اڑ گئے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کوئی انسان کا بچہ ہے یا کوئی بلا ہے' کوئی آسیب ہے یا کوئی شیطان ہے جو انسانی بچے کے روپ میں اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پہلے وہ عدنان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اسے اپنے قابو میں کر کے اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا مگر اب اس کے برعکس ہو رہا تھا۔ عدنان اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

پہلے تو عدنان کے دور ہی دور رہنے سے اسے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا تھا پھر وہ یہ دیکھ کر حیران اور پریشان ہوا کہ وہ بچہ اس کے کیسینو کی اوپری منزل کے آفس میں پہنچ گیا تھا۔ سینڈی دیکھ چکا تھا کہ اس کے روبرو جانے والوں کی شامت آ جاتی ہے۔ وہ اپنا آفس چھوڑ کر بھاگ گیا۔ وہ بچہ بنجامن اور اس کی بیوی کے ساتھ آفس میں آ کر اس کے لاکھوں ڈالرز سیف سے نکال کر لے گیا تھا۔ سینڈی ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔

اس نے اتنا سمجھ لیا تھا کہ اس بچے کو درونِ خانہ راز کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس بار بھی یہی ہوا تھا۔ سونیا نے اس سے کہا تھا "جہاں تم جاؤ گے' وہاں میں جاؤں گی۔ جہاں میں جاؤں گی' وہاں تم جاؤ گے۔"

اس نے کہا "میں واشنگٹن اسکوائر کی ففتھ اسٹریٹ میں جاؤں گا۔ وہاں بنگلہ نمبر فائیو۔ بی میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس کے روبرو جاؤں گا۔"

یہ سنتے ہی سینڈی گرے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس بنگلے میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اس غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے بچے نے پھر ایک بار

معلوم کیا تھا کہ وہ کہاں چھپا ہوا خیال خوانی کررہا ہے۔

وہ اپنا بیگ اٹھا کر دوڑتا ہوا بنگلے سے باہر آگیا۔ وہ اس سے جتنی دور جاسکتا تھا۔ چلا جانا چاہتا تھا۔ ملک سے باہر جانے کے لیے پاسپورٹ تھا لیکن ویزا حاصل کرنے میں کچھ وقت لگ سکتا تھا اور ایک منٹ بھی اس شہر میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ایک فلائٹ میں سیٹ مل گئی۔ وہ جہاز برازیل کے مغربی ساحل چلی کی طرف جارہا تھا۔

اس نے جہاز میں سوار ہوکر اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اطمینان کی سانس لی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پتا چلا پھر اس کے اندر مختلف سوچ کی لہریں گڈ مڈ ہورہی ہیں۔ وہ اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ جہاز رن وے پر دوڑتے ہوئے پرواز کرنے لگا۔ اسے نیویارک سے دور اس بچے سے دور لے جانے لگا۔

پوری دنیا میں یوں تو اسلحہ سپلائی کرنے والی بے شمار تنظیمیں تھیں‘ جو مختلف ممالک کے حکمرانوں اور دہشت گرد تنظیموں کو معقول رقم لے کر اسلحہ پہنچاتی تھیں۔ ان میں "دی ٹیرر سپلائرز" کی تنظیم کی شہرت زیادہ تھی۔ ایف بی آئی‘ انٹرپول اور کئی معروف سراغ رسانی کے ادارے "دی ٹیرر سپلائرز" کے سربراہوں تک پہنچنے میں ناکام رہتے تھے۔ کیونکہ اس تنظیم کے تین سربراہ تھے اور تینوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ اپنی طرف آنے والے بڑے بڑے خطرناک دشمنوں اور سراغ رسانوں کا رخ موڑ دیتے تھے یا انہیں ہلاک کروا دیتے تھے۔

پہلی بار ایسا ہورہا تھا کہ دی ٹیرر سپلائرز کا ایک سربراہ سینڈی گرے ایک بچے کو ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں مسلنا چاہتا تھا اور ناکام ہورہا تھا۔ اس کے دو ساتھی سربراہوں میں ایک کا نام جیک کیلر تھا۔ وہ پورے یورپ میں اسلحہ سپلائی کرتا تھا۔ دوسرے سربراہ کا نام مہا دھابی تھا۔ پورے ایشیا میں اسلحہ سپلائی کرنے کے سلسلے میں اسے برتری حاصل تھی۔

سینڈی گرے نے ان دونوں کو اپنے دماغ میں بلا کر کہا۔ "میں پچھلے ایک ماہ سے بہت پریشان ہوں۔ ایک بچہ کئی بار مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا چکا ہے۔ تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ وہ بچہ ناقابل گرفت اور ناقابل شکست ہے۔"

وہ عدنان کے متعلق پوری تفصیل سے بتانے لگا۔ اس کی باتیں سننے کے بعد جیک کیلر نے کہا "یقین نہیں آتا کہ ایک چار پانچ برس کا بچہ تمہیں تگنی کا ناچ نچا رہا ہے۔ کیا تم ہمیں اس کے دماغ میں پہنچا سکتے ہو؟"

"میں نے ابھی کہا ہے۔ اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈ مڈ ہوتے رہتے ہیں۔ جب کبھی اس کا ذہن کسی ایک سوچ کی لہر پر مرکوز ہوتا ہے۔ تب اس کے خیالات پڑھے جاسکتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

"کیا ابھی ہم اس کے اندر نہیں جاسکیں گے؟ تم کوشش تو کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عدنان کے دماغ میں پہنچا۔ دماغ نارمل تھا۔ کئی طرح کے خیالات گڈ مڈ نہیں ہورہے تھے۔ اس کا ایک خیال بتا رہا تھا کہ وہ اپنی دادی جان سونیا کے ساتھ ایک ہوائی جہاز میں سفر کررہا ہے۔ سینڈی نے اپنے ساتھیوں سے کہا "میں اسے نیویارک میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اب یہ پتا نہیں کس طیارے میں سفر کررہا ہے۔"

مہا دھابی نے کہا "یہ کھڑکی کے باہر بادلوں کو دیکھ رہا ہے۔ پریوں کے بارے میں سوچ رہا ہے‘ میں اس کے اندر سوال پیدا کررہا ہوں کہ یہ کہاں جارہا ہے؟ لیکن اس کا دماغ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔ یہ تو واقعی غیر معمولی دماغ ہے۔"

سینڈی نے کہا "یہ بچوں کی طرح کھیل تماشے کی باتیں سوچتا رہتا ہے لیکن ایسے کام کرجاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

اچانک جہاز کو ایک جھٹکا سا لگا پھر وہ معمول کے مطابق پرواز کرنے لگا۔ جیک کیلر نے حیرانی سے کہا "سینڈی! تم نے دیکھا؟ وہ بچہ جس طیارے میں ہے‘ اسے بھی ایسا ہی جھٹکا لگا تھا۔ کیا وہ تمہارے اسی جہاز میں ہے؟"

سینڈی ایک دم سے گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ دائیں بائیں سر گھما کر آگے پیچھے کی سیٹوں کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ سیٹیں پیچھے کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ مسافر نیم دراز ہوکر سو رہے تھے۔ وہ دور سے نظر نہیں آرہے تھے۔ سینڈی اگلی قطاروں کی طرف جاکر دیکھنے لگا۔ سونیا اور عدنان نظر نہیں آئے پھر وہ پچھلی سیٹوں کی طرف جاتے جاتے ٹھٹک گیا۔ دادی اور پوتا دونوں ہی اپنی اپنی سیٹ پر نیم دراز تھے۔ عدنان کی آنکھیں بند تھیں۔ سینڈی کے دل میں آیا کہ آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لے لیکن وہ سوچ کر رہ گیا۔ سونیا ایک محافظ کی طرح جاگ رہی تھی۔ وہ مایوس ہوکر اپنی سیٹ پر واپس آکر بیٹھ گیا۔

اس کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا "یہ بچہ ملک الموت کی طرح پیچھے پڑگیا ہے۔ میں

کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ یہ اس طیارے میں بھی چلا آئے گا۔ اس کا اطمینان دیکھو‘ میرا پیچھا بھی کررہا ہے اور آرام سے سو بھی رہا ہے۔"

مہا دھابی نے کہا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ کیا تمہارے پاس اعصابی کمزوری کی دوا ہے؟"

"ہاں۔ میں احتیاطاً ایسی چیزیں ساتھ رکھتا ہوں۔"

"پھر تو آسانی سے انہیں ٹریپ کرسکتے ہو۔ ائرہوسٹس کو آلہ کار بناؤ اور ان کے کھانے پینے کی کسی بھی چیز میں دوا ملا دو۔"

اس طیارے میں دو ائرہوسٹس تھیں۔ وہ دونوں کے اندر پہنچ گیا۔ وہ پچھلی قطار سے مسافروں کے سامنے لنچ کی ٹرے رکھتی آرہی تھیں۔ اس نے ایک ائرہوسٹس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے پاس بلایا پھر اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی شیشی رکھ دی۔ وہ اس شیشی کو اپنے گریبان میں رکھتی ہوئی چلی گئی۔

جب لنچ کی ٹرالی اس قطار کے پاس آئی‘ جہاں سونیا اور عدنان بیٹھے ہوئے تھے تو اس ائرہوسٹس نے ایک ٹرے کے کھانے میں دوا کے تین چار قطرے ٹپکا دیے۔ شیشی کو پھر گریبان میں رکھ لیا پھر اس ٹرے کو سونیا کی طرف بڑھایا۔

سونیا ہاتھ بڑھا کر اسے لینا چاہتی تھی۔ عدنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سونیا نے پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟"

وہ بولا "یہ کھانا اچھا نہیں ہے۔ آپ دوسری ٹرے لیں۔"

ائرہوسٹس نے کہا "تمام ٹرے کے کھانے ایک ہی جیسے ہیں۔ اس ٹرے کے کھانے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔"

"مجھے یہ ٹرے پسند نہیں ہے۔ گرینڈ مما! آپ دوسری ٹرے کیوں نہیں لے لیتیں۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی میرا پوتا انکار کررہا ہے۔ تم دوسری ٹرے دے دو۔"

ائرہوسٹس نے مجبور ہوکر وہ ٹرے ایک طرف رکھ دی۔ دوسری ٹرے اٹھا کر سونیا کو دی پھر ایک اور ٹرے عدنان کے آگے رکھ کر دوسرے مسافروں کی طرف چلی گئی۔

سینڈی نے جھنجلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا "دیکھ رہے ہو اس شیطان کے بچے کو! اسے کیسے معلوم ہوگیا کہ کھانے میں گڑبڑ ہے؟"

جیک کیلر نے کہا "اس بچے کے دماغ میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے کہ تم یہاں بیٹھے ان کے خلاف سازش کررہے ہو۔ بس اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ سونیا کو اس ٹرے کا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔"

مہا دھابی نے کہا "یہ تعجب کی بات ہے کہ اس کے اندر اچانک یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے اندر سے یہ ہدایت حاصل ہوئی تھی اور یہ اپنے اندر سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرتا رہتا ہے۔"

سینڈی نے کہا "اس کے ساتھ جو بھی ہوتا ہے۔ جو بھی کرتا ہے۔ یہ میرے خلاف کیوں کرتا ہے؟"

"تم نے ابتدا میں اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ اسے ٹریپ کرنا اور ہلاک کرنا چاہا۔ اب یہ انتقاماً تمہارے پیچھے پڑگیا ہے۔ تم کہاں تک بھاگتے رہوگے؟ جہاں جاؤ گے‘ یہ وہاں پہنچ جائے گا۔"

عدنان کے آگے کھانے کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ائرہوسٹسز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مسافروں کو کھانے کی ٹرے پیش کرتی ہوئی آگے جارہی تھیں پھر وہ سینڈی گرے کے پاس رک گئیں۔ ایک ائرہوسٹس نے سینڈی کو مسکرا کر دیکھا پھر اس کی طرف ایک ٹرے بڑھائی۔ سینڈی نے اسے لیتے ہوئے "تھینک یو" کہا پھر کھانا شروع کیا۔ تب عدنان اپنی ٹرے کی طرف متوجہ ہوکر کھانے لگا۔ سونیا نے کہا "میں بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں‘ تم کھانا بھول کر ان ائرہوسٹسز کو دیکھ رہے تھے۔ کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اس کھانا دینے والی کو دیکھتا رہوں۔ اب کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

وہ کھانے میں مصروف ہوگیا۔ سینڈی گرے بھی کھا رہا تھا۔ جیک کیلر کہہ رہا تھا "کچھ ایسا کیا جائے کہ یہ بچہ تمہارا پیچھا چھوڑ دے۔ تم کسی کو آلہ کار بنا کر اسے ہلاک کرسکتے ہو۔"

"یہ کیوں بھولتے ہو کہ اس کے ساتھ سونیا ہے۔ میں ابھی بتا چکا ہوں کہ سونیا نے بھی مجھے لاکھوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ میرے بہترین فائٹروں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ میں کئی بار آلہ کاروں کے ذریعے اس پر حملے کرا چکا ہوں۔ ہر بار مجھے ناکامی ہوئی ہے۔ تم دونوں یہاں سے ہزاروں میل دور ہو۔ تم وہاں سے اپنے آلہ کاروں کو آزماؤ۔"

وہ کھاتے کھاتے رک گیا۔ چند ساعتوں کے لیے اس کا سر چکرا گیا تھا۔ مہا دھابی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دونوں سینڈی کے اندر رہ کر سمجھ رہے تھے کہ وہ آہستہ آہستہ کمزوری محسوس کررہا ہے۔ اس نے کھانا چھوڑ

دیا۔ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہنے لگا "یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ اس کھانے میں۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا پھر ایک دم سے گھبرا کر بولا "وہ کھانا میرے پاس واپس آیا ہے۔ یہ وہی ہے' جس میں دوا ملائی گئی تھی۔ جیک! مہا دھابی! اس شیطان کے بچے کو پکڑلو۔ اسے مار ڈالو۔ نہیں تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔۔۔"

وہ آگے نہ بول سکا۔ انتہائی کمزوری کے باعث بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس نے کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ایک اسٹیوارڈ نے آکر پوچھا "یس۔۔۔؟" جیک کیلر اور مہا دھابی نے اپنی خیال خوانی کی توانائی اس میں پیدا کی۔ اس کی زبان سے کہا "ڈاکٹر۔ مجھے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

اسٹیوارڈ نے فوراً ہی مائیک کے پاس آکر کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اٹینشن پلیز' یہاں ایک مسافر اچانک ہی بیمار ہو گیا ہے۔ آپ میں سے کوئی ڈاکٹر ہو تو پلیز اسے اٹینڈ کرے۔"

ایک ڈاکٹر آکر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے کمزوری دور کرنے کے لیے ایک انجکشن لگایا اور کھانے کے لیے دوائیں دی۔ جیک کیلر کہہ رہا تھا "مائی گاڈ! یہ بچہ نہیں ہے۔ شیطانوں کا شیطان ہے۔ اس نے جادو سے وہ ضرر رساں کھانا سینڈی کے پاس بھیجا تھا۔ اسے بچہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ اسے اسی جہاز میں ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔"

مہا دھابی نے جیک کیلر سے کہا "تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں ایک ضروری بات کہوں گا۔"

وہ سینڈی کے دماغ سے نکل کر مہا دھابی کے پاس آکر بولا "ہاں بولو۔ کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "تم دیکھ رہے ہو۔ وہ بچہ کتنا خطرناک ہے۔ سینڈی اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو اچھی طرح سمجھے بغیر اس سے ٹکرا گیا تھا۔ اس کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ اب وہ بچہ اس کے پیچھے ایسے پڑ گیا ہے جیسے اس کی جان لے کر ہی رہے گا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"ہمیں بھی اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو سمجھے بغیر اور ان صلاحیتوں کا توڑ سیکھے بغیر اس سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ تم اس پر حملہ کرو گے تو وہ تمہارے پیچھے بھی پڑ جائے گا۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ تم بھی اس کے دشمن ہو۔"

وہ قائل ہو کر بولا "تمہاری یہ بات درست ہے کہ پہلے ہمیں اس کی پراسرار صلاحیتوں کا توڑ سیکھنا ہوگا۔"

مہا دھابی نے کہا "ہم آرام سے خیال خوانی کرتے ہیں۔ خاموشی سے دشمنوں کو زیر کرتے ہیں اور اپنے دھندے سے بے انتہا دولت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں اس بچے کو چھیڑنا نہیں چاہیے۔ ورنہ وہ بلا ہمارے سر ہو جائے گی۔"

ان دونوں نے پھر اس کے دماغ میں آکر دیکھا۔ انجکشن اور دواؤں کے اثر سے اتنی توانائی محسوس کر رہا تھا کہ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ آس پاس کے لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ فی الوقت خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔

وہ بڑی کمزور سی سوچ میں پکار رہا تھا "جیک! مہا دھابی! تم کہاں ہو؟ مجھے اس بلا سے نجات دلاؤ۔۔۔"

وہ بول رہا تھا۔ وہ دونوں چپ چاپ اس کے دماغ سے چلے گئے۔ مصیبت کے اندھیرے میں اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ وہ دونوں اپنی سلامتی کے لیے اس بچے سے دور چلے گئے۔ پہاڑ جیسے دشمنوں سے ٹکرانے والے ایک ذرے سے کترا کر چلے گئے تھے۔

ابھی دو گھنٹے کا سفر باقی تھا۔ سینڈی سوچ رہا تھا۔ یہ دو گھنٹے کیسے گزریں گے؟ کب چلی پہنچ کر کسی اسپتال میں داخل ہو سکے گا؟ کیا عدنان اسے اسپتال پہنچنے دے گا؟ اگر وہ زمین پر ہوتا تو عدنان سے دور بھاگنے کی تدبیر کرتا۔ ابھی تو زمین اور آسمان کے بیچ میں تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے پھر اپنے ساتھیوں کو آوازیں دیں۔ وہ دونوں اس کے اندر سے جا چکے تھے اور وہ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ عارضی طور پر ٹیلی پیتھی کی بہت بڑی طاقت سے محروم ہو گیا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں پھر ایک دم سے گھبرا گیا۔ وہ بچہ اس کے سامنے کھڑا ہوا اسے بڑی معصومیت سے دیکھ رہا تھا۔

اس وقت عدنان کی آنکھوں میں غیر معمولی کشش نہیں تھی۔ وہ ایک عام بچے کی طرح تھا پھر بھی سینڈی گرے خوف سے لرز رہا تھا۔ جس سے دور بھاگتا رہا تھا' وہ موت اس کی شہ رگ کے قریب پہنچ گئی تھی۔

سونیا نے عدنان کے پاس آکر پوچھا "تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ چلو اپنی سیٹ پر۔۔۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی سیٹ پر آئی۔ اسے اس کی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا "تمہاری کوئی حرکت سمجھ میں نہیں آتی لیکن ہر حرکت کے پیچھے کوئی بھید چھپا ہوتا ہے۔ مجھے بتاؤ' وہاں کھڑے ہو کر اس شخص کو کیوں دیکھ رہے تھے؟ وہ کون ہے؟"

"وہی ہے۔۔۔"

"وہی کون۔۔۔؟"

وہ ایک انگلی سے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

بولا "یہاں بولتا رہتا ہے۔"

سونیا چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر بولی "کیا یہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو نیویارک میں تمہارے اندر بول رہا تھا؟"

عدنان نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی "تم یہاں بیٹھے رہو۔ سیٹ چھوڑ کر نہ جانا۔"

اس نے بڑی سعادت مندی سے "ہاں" کہا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سینڈی کے پاس آئی۔ اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر سے بولی "پچھلی ایک سیٹ پر میرا پوتا بیٹھا ہوا ہے۔ کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے وہاں جا کر بیٹھنا پسند کریں گے؟ صرف آدھے گھنٹے کے لیے؟"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "آپ جتنی دیر چاہیں۔ یہاں بیٹھ سکتی ہیں۔"

وہ پچھلی قطار کی ایک سیٹ پر چلا گیا۔ سونیا نے خالی سیٹ پر بیٹھ کر سینڈی سے کہا "آنکھیں کھولو۔"

وہ آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔ سونیا نے اس کے بازو میں ایک چٹکی لی۔ اس نے تکلیف پہنچتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ سونیا کو دیکھتے ہی سہم کر بولا "تم۔۔۔؟"

"اچھا تو تم مجھے پہچانتے ہو۔ میں نہیں پہچانتی تھی۔ میرے پوتے نے بتایا کہ تم اس کے اندر جا کر اسے پریشان کرتے رہتے ہو۔"

وہ بڑی نقاہت سے بولا "یہ میری زندگی کی آخری بہت بڑی غلطی ہے۔ میں نے اس بچے کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ میں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ اپنے پوتے سے کہو۔ ایک بار مجھے معاف کر دے۔ میں ہمیشہ کے لیے اس سے دور چلا جاؤں گا۔"

"یہ تم درست کہہ رہے ہو۔ یہ تمہاری زندگی کی آخری بڑی غلطی ہے۔ اس کے بعد غلطیاں کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔ ہمیشہ کے لیے دور بہت دور چلے جاؤ گے۔"

وہ سہم کر بولا "یہ۔ یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں تمہارے قدموں میں غلام بن کر رہوں گا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں تمہارے خاندان والوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میری مت ماری گئی تھی' میں تمہارے پوتے کا مقابلہ کرنے کی حماقتیں کر رہا تھا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "تم میرے خاندان کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا میری پچھلی زندگی کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟"

"میں تو کیا ساری دنیا تمہیں جانتی ہے۔ تم فرہاد علی تیمور کی وائف ہو اور یہ عدنان تمہارا پوتا ہے۔"

"کیا تم فرہاد سے اور میرے بچوں سے مجھے ملا سکتے ہو؟"

"میں تمہارا غلام ہوں۔ یہ جہاز چلی پہنچے گا تو میں وہاں مختلف ذرائع سے معلوم کروں گا کہ مسٹر فرہاد کہاں ہیں؟"

"میں تب تک انتظار نہیں کروں گی۔ ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "افسوس۔ میں اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوں۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔"

"لعنت ہے تم پر۔ ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار رکھ کر مجھ سے اور ایک بچے سے لات جوتے کھاتے رہتے ہو۔"

"تم لوگوں سے ٹکرانے سے پہلے میں شہ زور تھا۔ ٹیلی پیتھی کا ٹاور تھا۔ خود کو سب سے بلند سمجھتا تھا۔ آج تمہاری ٹھوکروں میں پہنچ کر مجھے اپنی اوقات معلوم ہو رہی ہے۔ ایک بار مجھے اپنی خدمت کا موقع دو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"کیا خاک کام آؤ گے؟ میں اپنوں سے ملنا چاہتی ہوں اور تم ٹیلی پیتھی بھول گئے ہو۔"

"میں بھولا نہیں ہوں۔ کمزوری بحال ہونے کے بعد دماغی توانائی حاصل ہوتے ہی خیال خوانی کرنے لگوں گا۔ بس چند گھنٹے انتظار کرو۔ میں خیال خوانی کی پرواز کر کے سیدھا فرہاد صاحب کے پاس پہنچ کر انہیں تمہارے دماغ میں لے آؤں گا۔"

"مجھے صبر کرنا ہوگا۔ تمہاری دماغی توانائی کے بحال ہونے تک انتظار کرنا ہوگا۔ تم میرے شوہر سے اور میرے بچوں سے مجھے ملاؤ گے تو میں تمہاری دشمنی بھول کر تمہیں معاف کروں گی۔ ورنہ سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے' ایک آدھ گھنٹے میں دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔"

وہ بڑے جذباتی انداز میں سوچنے لگی "میرے اپنے کیسے ہوں گے؟ میرے تن من کا مالک کیسا ہوگا؟ ضرور بھرپور چٹان جیسا مرد ہوگا۔ یہی سنتی آ رہی ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ناقابلِ تسخیر ہے۔ ایسا ہی مرد مجھے فتح کر سکتا ہے۔"

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اپنوں سے بچھڑے صدیاں گزر گئی ہیں۔ اب وہ اور زیادہ بھٹکنا نہیں چاہتی تھی۔ جلد از جلد مجھ تک اور اپنے بچوں تک پہنچنا چاہتی تھی اور اب تو اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ عدنان اس کا اپنا پوتا ہے۔

وہ سینڈی گرے سے بولی "میں جارہی ہوں۔ جہاز سے اترتے وقت تم میرے ساتھ رہو گے۔ کہیں بھاگنے کی کوشش کرو گے تو اس بار ہم سے چھپ نہیں سکو گے۔ میرے پوتے کی غیر معمولی صلاحیتوں کو سمجھ رہے ہو۔ وہ پھر تمہیں ڈھونڈ نکالے گا۔"

اس نے کان پکڑ کر وعدہ کیا کہ وہ انہیں دھوکا نہیں دے گا۔ ان کا غلام بن کر رہے گا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر عدنان کے پاس آگئی۔ وہ آنکھیں بند کیے سیٹ پر نیم دراز تھا۔ آخر وہ بچہ ہی تھا۔ یہ اس کے کھیلنے کودنے اور پریوں کو خواب میں دیکھنے کے دن تھے۔ اسے دنیاوی مسائل اور معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ قدرتی حالات ایسے تھے کہ وقتاً فوقتاً آگہی ملتی تھی' وہ اس کے مطابق عمل کرتا تھا پھر بھول جاتا تھا کہ کتنے اہم اور پیچیدہ معاملات سے گزر کر اور دوسروں کو گزار کر آیا ہے۔ اس وقت بھی وہ بڑی بے نیازی سے سو رہا تھا جیسے وہ کسی کو جانتا ہے اور نہ ہی اسے کسی کی پروا ہے۔

سونیا نے اسے بڑے پیار سے دیکھا پھر جھک کر اسے چومنے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر مسکراتے ہوئے بولا "تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔"

"کیوں اچھی لگتی ہوں؟" سونیا نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم اکیلی ہو۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ ماں باپ نے تمہیں پیدا کر کے بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "تم بھی تو بھٹک رہے ہو۔ دشمنوں تک پہنچ جاتے ہو پھر اپنوں کے پاس کیوں نہیں جاتے؟"

"تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تمہیں اور خود کو اپنے رشتے داروں تک لے کر جاؤں گا اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"خدا کرے تم ہی مجھے پہنچاؤ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے کہ تم اپنی ماں کے لیے بھٹکنا چھوڑ دو اور مجھے اپنے پاپا کے پاس لے چلو۔"

وہ سوچنے لگی۔ اب اپنے پوتے کو کبھی جدا نہیں ہونے دے گی۔ پتا نہیں' یہ کب مجھے اپنوں تک پہنچائے گا۔

یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھی۔ جہاز کے اندر کچھ بھی ہو سکتا تھا اور ہونی کو کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

○☆○

فرمان کے اندر اچانک ہی تبدیلی پیدا ہو رہی تھی۔ وہ اس تبدیلی کو نہ چاہتے ہوئے بھی قبول کر رہا تھا۔ پریشان بھی ہو رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی سے یہ بات چھپا رہا تھا کہ اس کا دل بے اختیار انیتا کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔

انیتا اس کیبن سے جا رہی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس جانے والی کو روک لے لیکن اعلیٰ بی بی کے سامنے اسے روک نہ سکا۔ اسے حسرت سے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اعلیٰ بی بی اسے بے وفا اور ہرجائی سمجھے۔

اس کے اندر انیتا کی چاہت آہستہ آہستہ شدید ہوتی جا رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے ٹوائلٹ میں جا کر دروازہ بند کیا تو اس کے اندر اور شدت پیدا ہو گئی۔ دل نے کہا۔ ٹرین رکی ہوئی ہے۔ اسے ٹرین سے اتر جانا چاہیے۔ انیتا اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔ اس کے دماغ پر دھند چھا رہی تھی۔ اسے انیتا کے سوا کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر سامنے دیکھتا ہوا دروازہ کھول کر کیبن سے باہر آگیا۔ یہ بھول گیا کہ اس کے ساتھ اعلیٰ بی بی ہے۔ وہ اسے واش روم میں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اس کے پیچھے وہ تنہا رہ جائے گی۔

وہ کوریڈور سے گزرتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھول کر ٹرین سے اتر گیا۔ گھنٹی بج رہی تھی۔ گارڈ سیٹی بجا رہا تھا۔ سبز جھنڈی دکھا رہا تھا۔ وہ ٹرین چل پڑی۔ پہلے آہستہ آہستہ چلتی رہی پھر تیزی سے گزر گئی۔ اسے پیچھے چھوڑ دیا۔

وہ پلیٹ فارم پر تن تنہا بے سروسامانی کی حالت میں کھڑا ہوا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ چند مسافر آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے پھر دور کھڑی ہوئی انیتا نظر آگئی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف یوں جانے لگا جیسے نیند میں چل رہا ہو۔

انیتا خوشی سے کھل رہی تھی۔ دونوں بانہیں پھیلا کر کہہ رہی تھی "میں جانتی تھی تم آؤ گے۔"

وہ اس کے روبرو آ کر رک گیا۔ انیتا کو والہانہ انداز سے دیکھنے لگا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا' اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر اپنے اندر چھپا لے اور خود اس کے حسین سراپا میں گم ہو جائے۔ ساری دنیا کو بھول جائے۔ اس پر جیسے نشہ طاری ہو رہا تھا۔

انیتا اس کے ارادے کو بھانپ کر ایک قدم پیچھے چلی گئی۔ اپنا سفری بیگ اٹھا کر بولی "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ انیتا سے بیگ لے کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ اسٹیشن کے باہر سائیکل رکشے' آٹو رکشے اور ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیور سے کہا کہ اس ٹاؤن کے سب سے بڑے اور مہنگے ہوٹل میں لے چلے۔

ٹیکسی وہاں سے چل پڑی۔ فرمان نے تھوڑی دیر پہلے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اعلیٰ بی بی کی آواز سنی تھی پھر سانس روک لی تھی۔ ٹیکسی میں جاتے وقت پھر اس نے اعلیٰ بی بی کی آواز سنی "پلیز سانس نہ روکو۔ میری بات سن لو۔"

اس نے سانس روک لی۔ انیتا نے پوچھا "تم سانس روک کر کیوں بیٹھے ہو؟"

"وہ میری کزن ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ بار بار میرے دماغ میں آرہی ہے۔ میں اس سے کترا رہا ہوں۔"

"تم اسے اپنے اندر آنے ہی نہ دو۔ اس کی کوئی بات نہ سنو۔ تمہیں میری قسم ہے اسے اپنے اندر بولنے کا موقع نہ دو۔"

اعلیٰ بی بی نے پھر کوشش کی۔ اس بار فرمان نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ دوسری طرف چنڈال جوگیا نے انیتا سے کہا۔ "بیٹی! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ اس کی کزن ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ تم انیل سے پوچھو' کیا یہ بھی خیال خوانی کرتا ہے؟"

انیتا نے فرمان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ خود کو چھڑا کر بولی "صبر کرو۔ تم بالکل ویسے ہی ہو۔ ایک ذرا نہیں بدلے۔ یہ گھر نہیں ہے۔ کچھ تو خیال کرو۔ یہ بتاؤ' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟ پیار محبت کی باتیں کرو۔ یہاں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ باتیں تو کر سکتے ہیں۔"

"تم میری بات کا جواب دو۔ تمہیں میری قسم ہے۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ چلو سچ بولو۔"

وہ اسے بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے بولا "میں ساری دنیا سے چھپاتا ہوں۔ تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

چنڈال جوگیا بیٹی کے اندر رہ کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔ خوش ہو کر بولا "یہ انیل دوسرے جنم میں ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ ہمارے بہت کام آئے گا۔ میں نے کالے علم سے اسے تمہارا دیوانہ بنایا ہے۔ اب اپنا معمول بھی بناؤں گا۔"

"پتاجی! ابھی اس پر کوئی جادو نہ کرنا۔ یہ برسوں کی جدائی کے بعد ملا ہے۔ مجھے اس کے ساتھ وقت گزارنے دو۔"

اس نے کہا "آج کا دن اور آج کی رات اس کے ساتھ گزارو پھر اسے میرے پاس لے آؤ۔"

وہ باپ بیٹی سوچ کے ذریعے باتیں کر رہے تھے۔ فرمان نے ابھی کہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس بات پر ٹیکسی ڈرائیور نے چونک کر عقب نما آئینے میں اسے دیکھا۔ اس سے پہلے بھی وہ ان دونوں کو چور نظروں سے دیکھتا رہا تھا اور ان کی باتیں توجہ سے سنتا رہا تھا۔ اس نے ایک عالیشان ہوٹل کے سامنے گاڑی روکی۔ انیتا نے اسے کرایہ ادا کیا۔ وہ بولا "میں یہاں سامنے ٹیکسی اسٹینڈ میں رہوں گا۔ آپ کو جہاں بھی جانا ہو' لے جاؤں گا۔ یہاں شہر کے باہر تاریخی کھنڈرات ہیں۔ آپ دیکھیں گے؟"

فرمان نے کہا "ٹھیک ہے۔ اپنی ٹیکسی ہمارے لیے ریزرو رکھو۔ ہم تمہیں توقع سے زیادہ رقم دیں گے۔"

وہ دونوں ہوٹل میں آئے۔ ایک کمرا حاصل کیا پھر اس کمرے میں آ کر فرمان نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ پہلے ایسا جذباتی نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی کے ساتھ نہایت سنجیدگی اور شرافت سے رہتا تھا۔ چنڈال جوگیا کے طلسمی ہتھکنڈوں نے اسے انیتا کا دیوانہ بنا دیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا نام فرمان ہے' وہ خود کو اپنی انیتا کا انیل شرما کہنے لگا تھا۔

انیتا نے سوچ کے ذریعے پوچھا "پتاجی! کیا تم میرے اندر موجود ہو؟"

وہ بولا "ہاں۔ میں تمہاری رکھشا کے لیے ہوں۔"

"ابھی تم جاؤ۔ کچھ تو سمجھا کرو۔ انیل نے دروازہ بند کیا ہے۔"

"اچھا اچھا۔ وہ بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے بھائی ہنس راج جوگیا کی آتما کو ایک دوسرے جسم میں پہنچا دیا ہے۔ اب مجھے اس کی طرف بھی دھیان دینا چاہیے۔ میں دو گھنٹے بعد آؤں گا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ انیل کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔"

اس نے کہا کہ وہ اس کے دماغ سے جا رہا ہے لیکن نہیں گیا۔ اس کے اندر یہ بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ فرمان ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر اپنی قوت میں اضافہ کر سکتا تھا۔ وہ خود ٹیلی پیتھی جانتا تھا پھر کئی طرح کے پراسرار علوم بھی جانتا تھا۔ ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں بہت بڑا شکتی مان کہلاتا تھا۔ فرمان کو اپنا غلام بنا کر وہ اور زیادہ خطرناک شکتی مان کہلانے لگتا۔

اس کے اندر یہ بے چینی تھی کہ فرمان کے بارے میں جلد سے جلد معلومات حاصل کرے۔ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے سیکھا ہے؟ اور اس کی کمزوریاں کیا کیا ہیں؟ اور کیا واقعی اس نے دوسرا جنم لیا ہے؟

یہ اندیشہ بھی تھا کہ فرمان کہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

اس کی کزن عالی اسے ضرور تلاش کرکے اس کے جادوئی اثر سے اپنے کزن کو نجات دلانے کی کوششیں کرے گی۔ وہ اعلیٰ بی بی کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

انیتا سمجھ رہی تھی' وہ جاچکا ہے۔ وہ فرمان کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "ٹرین میں تم میری بات نہیں مان رہے تھے۔ اب کیسے دیوانے ہو رہے ہو؟ یہ بتاؤ میرے اندر کیسی کشش پا رہے ہو؟"

"تم بہت حسین ہو۔ ہندوستانی لڑکیاں ساڑی میں بہت اچھی لگتی ہیں۔ تمہارے ساڑی پہننے کا انداز ایسا ہے کہ تمہارے بدن کا ایک ایک اتار چڑھاؤ نگاہوں کو پکارتا ہے لیکن بند کمرے میں یہ ساڑی دیوار بن گئی ہے۔ یہ دیوار گرا دو۔"

وہ دیوار گرانے لگا۔ چنڈال جوگیا نے انیتا کی زبان سے پوچھا "کیا وہ عالی سچ مچ تمہاری کزن ہے؟"

انیتا اپنی زبان سے یہ سوال کرتے ہی چونک گئی۔ سوچنے لگی "میں ایسے جذباتی لمحات میں یہ بے تکی بات کیوں پوچھ رہی ہوں؟ مجھے صرف اپنی اور انیل کی باتیں کرنی چاہئیں۔ ہائے یہ میرے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ اور میں کیا بول رہی ہوں؟"

فرمان نے اس کے سوال کا جواب دیا "اس سے کوئی رشتے داری نہیں تھی۔ وہ میری دوست تھی۔"

چنڈال جوگیا نے پھر اس کی زبان سے پوچھا "اس نے ٹیلی پیتھی کہاں سے سیکھی ہے؟"

فرمان نے کہا "ٹیلی پیتھی تو اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ناقابلِ تسخیر فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔"

اس بات نے چنڈال جوگیا کو چونکا دیا۔ ادھر انیتا جھنجلا کر بولی "میں کیوں تمہاری کزن کی بات کر رہی ہوں۔ مجھے تو تمہارے پیار میں ڈوب جانا چاہیے۔ اب میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گی اگر کروں تو تم میرا منہ بند کر دو۔"

فرمان نے اس کے رس بھرے لبوں پر چپ کی مہر لگا دی۔ چنڈال جوگیا یہ سن کر پریشان ہو گیا تھا کہ اعلیٰ بی بی میری بیٹی ہے۔ وہ پہلے ہی اپنے ایک پراسرار علم سے یہ معلوم کر چکا تھا کہ میں جزیرہ کلیانی میں رہ کر کس طرح پوجا کی دادی ماں کے طلسم کو خاک میں ملا چکا ہوں۔ پوجا کی دادی ماں بہت ہی خطرناک جادوگرنی سمجھی جاتی تھی۔ اس کی عمر ایک سو دس برس تھی۔ اس نے بڑے ہی خطرناک منتروں کا جاپ کرکے دوبارہ جوانی حاصل کی تھی۔ سولہ برس کی چھوکری بن گئی تھی۔ ایسے منتروں کا جاپ کرنے والے اکثر مر جاتے ہیں مگر وہ بچ گئی تھی۔ ہندوستان کے تمام جادوگروں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ وہ بہت خطرناک ہے اور اس خطرناک عورت کو میری بیٹی اعلیٰ بی بی نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

چنڈال جوگیا کو معلوم تھا کہ فرہاد کی بیٹی نے ایک اور جادوگر کی مدد سے پوجا کی دادی ماں کو ٹھکانے لگایا تھا۔ جوگیا نے یہ طے کیا تھا کہ مجھ سے اور میری بیٹی سے دور رہے گا۔ کبھی اتفاقاً سامنا ہوگا تو چپ چاپ کترا جائے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انیل شرما (فرمان) کے ساتھ میری بیٹی ہوگی اور اس طرح ہم سے ٹکراؤ ہو جائے گا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اعلیٰ بی بی کے خلاف کوئی پراسرار عمل نہیں کرے گا۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرمان سے اس کی رشتے داری نہیں ہے۔ صرف دوستی ہے۔ کیا دوستی اہم ہے؟ کیا اعلیٰ بی بی کے لیے فرمان بہت ضروری ہے۔ کیا وہ فرمان کو غیر ضروری سمجھ کر اس سے دستبردار ہو سکتی؟ اگر ایسا ہوا تو پھر مجھ سے اور میری بیٹی سے ٹکرائے بغیر وہ فرمان کو اپنا غلام بنا سکے گا۔ اب وہ فرمان سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے وہ پھر بیٹی کے دماغ میں آگیا۔

ادھر جذبات کی منہ زور لہریں ساحلی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ آرہی تھیں' جارہی تھیں۔ تڑپ رہی تھیں' مچل رہی تھیں۔ ایسے وقت اس نے انیتا کی زبان سے پوچھا۔ "کیا تمہاری کزن کسی طرح تمہارا پیچھا چھوڑ سکتی ہے؟"

انیتا یہ سوال کرتے ہی جھنجلا کر بولی "لعنت ہے تمہاری کزن پر میں ایسے وقت اس کی بات کیوں کر رہی ہوں؟"

فرمان نے کہا "میں سمجھ گیا۔ تم نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار میری کزن کی بات کر رہی ہو۔ کیا تمہارے دماغ میں کوئی آتا ہے؟ تم یوگا جانتی ہو۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہو۔ کیا تم کچھ محسوس کر رہی ہو؟"

وہ چونک کر بستر پر بیٹھ گئی۔ جلدی جلدی ساڑی سے بدن کو چھپاتے ہوئے بولی "میں پتاجی کو اپنے اندر محسوس نہیں کر پاتی ہوں۔ میں سمجھ گئی۔ پتاجی! تم ابھی میرے اندر ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟ کیا میں شرم سے مر جاؤں؟"

فرمان نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں۔ یہ تمہارا اپنا باپ نہیں ہے۔ اگر سگا ہے تو اسے ڈوب کر مر جانا چاہیے۔"

پھر وہ انیتا کے دماغ میں آکر بولا "چنڈال جوگیا! اگر تم باپ نہیں ہو' تب بھی تمہیں اس وقت یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ میں نے پہلے کبھی کسی خیال خوانی کرنے والے کو ایسی بے حیائی کرتے نہ دیکھا ہے' نہ سنا ہے۔"

وہ بولا "مجھ سے بھول ہوئی۔ میں جا رہا ہوں مگر ایک گھنٹے بعد میں انیتا کے دماغ میں آکر تم سے باتیں کروں گا۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ انیتا سے بولا "شاید وہ چلا گیا ہے۔ چلو ہم وہیں سے شروع کرتے ہیں' جہاں سے کہانی کا سلسلہ ٹوٹا تھا۔"

وہ ٹوٹے ہوئے سلسلے کو جوڑنے لگے۔ اس ہوٹل کے باہر بھی کچھ ہو رہا تھا۔ جو ڈرائیور اپنی ٹیکسی میں انہیں ہوٹل تک چھوڑ گیا تھا۔ وہ اسی وقت تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا شہر کے باہر کھنڈرات کی طرف گیا تھا۔ ایک پہاڑی کے دامن میں وہ کھنڈرات دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس پہاڑی کے ایک غار میں ایک رمتا جوگی تھا۔ وہ جوگی بڑبولا کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں دن رات پراسرار علوم کے مطابق عمل میں مصروف رہتا تھا۔ وہ ڈرائیور اس جوگی کے پاس آکر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا پھر بولا "بڑبولے مہاراج! ابھی میں ایک عورت اور ایک مرد کو ہوٹل مرکری میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہ آدمی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ آپ نے کہا تھا' میری ٹیکسی میں کوئی بھی خاص آدمی آکر بیٹھے تو میں آپ کو اس کے بارے میں ضرور بتاؤں۔ اس لیے بتانے آگیا ہوں۔"

جوگی بڑبولا منتروں کا جاپ کر رہا تھا۔ اس کی بات سنتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ڈرائیور کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر بے یقینی سے بولا "کیا تو سچ بول رہا ہے۔ وہ آدمی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ کیا وہ ابھی ہوٹل میں رہے گا؟"

"ہاں مہاراج! وہ اپنی عورت کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ میں نے صاف صاف سنا ہے۔ وہ اپنی عورت سے بول رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ آج وہ ہوٹل میں رہے گا اور میری ٹیکسی میں گھومنے پھرنے نکلے گا۔"

"پھر تو وہ تیری کھوپڑی میں کسی وقت بھی آکر معلوم کر سکتا ہے کہ تو اس کی خبر دینے کے لیے میرے پاس آیا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے یہ بات معلوم ہو۔ اس لیے میرے سامنے چاروں شانے چت لیٹ جا۔ میں تجھ پر عمل کروں گا۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہیں زمین پر لیٹ گیا۔ جوگی بڑبولا کے آس پاس جنتر منتر کی کئی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک ہانڈی میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر راکھ نکالی پھر منتر پڑھنے کے دوران میں وہ راکھ اس ڈرائیور پر چھڑکتا گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ بڑبولے نے آدھے گھنٹے بعد حکم دیا "چل اٹھ کر بیٹھ جا۔"

وہ اٹھ کر پھر دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ بڑبولے نے کہا "وہ تیرے دماغ سے یہ نہیں معلوم کر سکے گا کہ تو میرے پاس آیا تھا۔ اب یہاں سے جا۔ جب وہ گھومنے پھرنے نکلے تو اسے یہاں لے آ۔ تو میرے لیے بہت بڑا کام کر رہا ہے۔ میں تجھے انعام دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ جوگی بڑبولا ان علاقوں میں بہت بڑا تانترک سمجھا جاتا تھا لیکن وہاں چنڈال جوگیا کی آمد نے اسے کم تر بنا دیا تھا۔ کیونکہ چنڈال جوگیا کالے جادو کے علاوہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا تھا۔ جوگی بڑبولا ٹیلی پیتھی نہیں سیکھ سکتا تھا۔ یہ سوچتا تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے قابو میں کرکے چنڈال جوگیا سے برتر ہو سکتا ہے۔

وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تلاش میں تھا۔ اب وہ تلاش ختم ہو گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح فرمان کو ٹریپ کرے گا۔ اس پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر چنڈال جوگیا پر برتری حاصل کرے گا۔

فرمان ابھی عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ فطرتاً عیاش نہیں تھا۔ بڑے ہی مہذب انداز میں بڑی سنجیدگی سے اعلیٰ بی بی کو چاہنے لگا تھا۔ عالی بھی اس کی طرف مائل تھی۔ آئندہ چھ سات برس کے بعد اس سے شادی کی توقع تھی اور وہ بڑے صبر سے سات برس تک اس کا انتظار کرنے والا تھا۔ وہ اپنے مزاج کے مطابق بھی کسی دوسری سے متاثر نہ ہوتا لیکن حالات نے اسے اس کی عالی سے جدا کرکے انیتا کی آغوش میں لا پھینکا تھا۔

وہ فی الحال عالی کو بھول چکا تھا۔ انیتا کے سحر میں جکڑا بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ انیتا اس کی طرف کروٹ لے کر بولی "دور کیوں ہو گئے؟ کیا میری کشش میں کمی ہو گئی ہے؟ یا دل بھر گیا ہے؟"

وہ بولا "میری زندگی میں اب تک کوئی نہیں آئی تھی۔ تم پہلی لڑکی ہو۔ ایک نشہ بن کر حواس پر چھا گئی ہو۔ تم سے کبھی جی نہیں بھرے گا۔ میں تمہارے ساتھ دن رات اسی کمرے میں گزارنا چاہتا ہوں لیکن تمہارا باپ آنے والا ہے۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر بولی "کیا مصیبت ہے؟ پتاجی کو صبر کرنا اور انتظار کرنا چاہیے۔ انہیں تم سے باتیں کرنے کی جلدی کیوں ہے؟ ابھی وہ آئیں تو کہہ دوں گی' رات کو ڈنر کے وقت آئیں۔ اس وقت باتیں ہوں گی۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "وہ آنے والا ہے۔ اسے شرم

نہیں آتی۔ مجھے تو آتی ہے۔"

وہ اپنا لباس اٹھا کر واش روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شاور سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کا انیل مرنے کے بعد دوسرا جنم لے کر اس کے پاس آگیا تھا اور بیڈ روم کی تنہائی میں اس پر مسرتیں لٹا رہا تھا۔

وہ مسکرانے لگی۔ بھرپور انگڑائی لے کر بستر پر لوٹنے لگی۔ گزرے ہوئے رنگین و سنگین لمحات کو یاد کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت باپ کی آواز سنائی دی "انیل کہاں ہے؟ تم اکیلی کیوں ہو؟ اسے کہیں جانے کیوں دیا؟"

وہ جلدی سے اپنے اوپر چادر ڈال کر جھنجلاتی ہوئی بولی۔ "کیا بیٹی کے پاس اس طرح اچانک آتے ہیں۔ کچھ تو شرم کرنی چاہیے۔ انیل تم سے ناراض ہے۔ تمہیں بے شرم کہہ رہا ہے اور ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ تم ابھی چلے جاؤ۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ کہاں گیا ہے؟ کہیں باہر جا کر گم ہو جائے گا تو میری ساری محنت مٹی میں مل جائے گی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ وہ باتھ روم میں ہے۔ میرا ایسا دیوانہ ہو گیا ہے کہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔"

"تم اپنے باپ کو بے شرم کہہ رہی ہو۔ مجھے مصیبت سمجھتی ہو۔ یہاں سے جانے کو کہہ رہی ہو۔ میرے احسانات بھول رہی ہو۔ اگر میں انیل کے لیے دن رات منتروں کا جاپ نہ کرتا تو یہ کبھی تمہیں نہ ملتا۔ تمہارے بھائی نے بھی تمہارے لیے جان دی ہے۔ ورنہ تمہاری جان جانے والی تھی۔ مرنے کے بعد نہ جانے کتنے برسوں کے بعد جنم لینے والی تھیں۔ تب تک انیل تمہیں نہ ملتا۔"

"کیا بھیا سچ مچ مر چکا ہے؟"

"ہاں۔ ٹرین سے باہر کودنے کے بعد اس کا جسم مر چکا ہے۔ میں نے اس کی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچا دیا ہے۔"

"پتا جی! میں مانتی ہوں۔ تم نے میری خوشیاں لوٹانے کے لیے بڑی محنت کی ہے مگر میری ایک بات مان لیں۔ ابھی چلے جائیں۔ رات کو نو بجے ڈنر کے وقت آجائیں۔"

"ابھی دن کے بارہ بجے ہیں۔ نو گھنٹوں کے بعد رات کے نو بجیں گے۔ میں اتنی دیر انتظار نہیں کروں گا۔ تم نادان ہو۔ یہ سمجھنا نہیں چاہتیں کہ چند گھنٹوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میری کالی شکتی کسی خطرے کا اشارہ کر رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے؟ میرا انیل تو مجھ سے نہیں بچھڑے گا نا؟"

"اگر وہ بچھڑے گا تو اسے کیسے روک سکوں گا۔ تم تو مجھے یہاں سے جانے کو کہہ رہی ہو۔"

"نہیں۔ تم نہیں جاؤ گے۔ ہمارے پاس رہو گے۔ میرے انیل کی رکھشا کرو گے۔"

فرمان غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آیا۔ وہ بولی "پتا جی کہہ رہے ہیں۔ تمہیں کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ آج ہم ہوٹل سے باہر نہیں جائیں گے۔ کل صبح تک اسی کمرے میں رہیں گے اور پتا جی بھی ہمارے ساتھ یہاں رہیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولا "اپنے دوسرے میکے والوں کو بھی بلا لو۔ میں دوسرے کمرے میں چلا جاؤں گا۔"

"تم تو ناراض ہو گئے۔ پتا جی تمہاری رکھشا کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں ہماری بھلائی ہے۔"

"میں مرد ہوں۔ اپنی اور تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔ یہ کیسی شرمناک بات ہے کہ تمہارا باپ خیال خوانی کے ذریعے ہماری تنہائی میں موجود رہے گا۔ تمہارے چنڈال باپ کے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں؟ اسے جانے کو کہو۔"

چنڈال جوگیا نے بیٹی کی زبان سے کہا "تم میری توہین کر رہے ہو۔ اگر میری بیٹی تمہاری دیوانی نہ ہوتی تو میں ابھی کالے منتروں سے تمہیں جلا کر بھسم کر دیتا۔ میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے۔"

"سوری۔ تمہیں ایک بات سمجھا دوں کہ مجھے احمق نہ سمجھنا۔ مجھ سے دور کی دوستی رکھو۔ میں اس لیے دوستی رکھوں گا کہ تم انیتا کے باپ ہو۔ مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی ہے تو انیتا کے اندر رہ کر اسی طرح بولتے رہو۔"

"ایک ضروری بات یہ پوچھنا چاہتا ہوں' کیا فرہاد علی تیمور اور اس کی بیٹی عالی سے کوئی رشتہ رکھو گے؟"

"میری ان لوگوں سے کوئی رشتے داری نہیں تھی۔ عالی سے صرف دوستی رہی تھی؟"

"عالی تمہیں ہم سے چھین لینے کی کوشش کرے گی۔ کیا تم انیتا کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں کوئی کھلونا نہیں ہوں کہ مجھے چھین لیا جائے۔ انیتا میری محبت ہے۔ میں آخری سانس تک اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

انیتا خوش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ چنڈال جوگیا نے اس کی زبان سے کہا "اس کا باپ بہت ہی خطرناک ہے۔ اس کی خیال خوانی کے آگے سبھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں۔ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے گا۔"

"فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کو جبرا

اپنا غلام نہیں بناتے ہیں۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے' اس کے خلاف سخت کارروائیاں کرتے ہیں۔ میں عالی کی دوستی سے انکار کروں گا اور انیتا کے ساتھ خوش رہوں گا تو وہ میری طرف کبھی نہیں آئیں گے۔"

"پتا جی! اپنا سکہ کھوٹا نہیں ہے۔ میرا انیل کسی حال میں میرا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔"

فرمان نے کہا "تم خواہ مخواہ اندیشوں میں مبتلا ہو اور کتنے سوال کرو گے؟"

"کوئی سوال نہیں کروں گا۔ تمہیں سمجھاؤں گا۔ اسی کمرے میں رہو۔ باہر نہ جاؤ۔"

"بند کمرے میں بھی شامت آجاتی ہے۔ میرا باہر جانا ضروری ہے۔ یہ میرا ایک ہی لباس رہ گیا ہے۔ میری ضرورت کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ مجھے خریداری کے لیے بازار جانا ہو گا۔"

انیتا نے کہا "میں ابھی اشنان کر کے آتی ہوں پھر ہم چلیں گے۔ پتا جی! آپ جائیں پھر کسی وقت آجائیں۔"

وہ اپنے بدن کو چادر میں چھپاتی ہوئی باتھ روم میں چلی گئی۔ چنڈال جوگیا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا "بیٹی اور داماد کو کبھی کبھی آزاد چھوڑنا ہی ہو گا۔ یہ مجھے بے شرم کہنے لگے ہیں۔ میری محبت کو نہیں سمجھتے کہ میں ان کی سلامتی کے لیے اور ان کی نگرانی کرنے کے لیے آتا رہتا ہوں۔"

اس کے پاس ایک چھوٹا سا ڈبا رکھا ہوا تھا۔ اس کے اندر ایک پانسا تھا۔ اس نے ڈبے کو اچھی طرح ہلا کر اپنے سامنے پانسا پھینکا۔ اوپر تین کا عدد آیا۔ وہ پریشان ہو کر... بڑبڑانے لگا "انیل کے نام سے جب بھی پانسا پھینکتا ہوں' تین کا عدد آتا ہے۔ تین تگاڑا۔ کام بگاڑا۔ کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ مجھے اس کی رکھشا کے لیے چپ چاپ انیتا کے دماغ میں رہنا ہو گا۔ کم بخت' میری بیٹی کے ساتھ کیسی کیسی حرکتیں کرتا رہتا ہے؟ مجھے وہاں نہیں رہنا چاہیے مگر کیا کروں؟ مجبوری ہے۔"

دوسری طرف پہاڑی کے غار میں جوگی بڑبولا اپنے جنتر منتر میں لگا ہوا تھا۔ وہ بھی پانسا پھینک رہا تھا۔ اس کے سامنے بھی تین کا عدد آرہا تھا۔ وہ زیر لب بڑبڑانے لگا "میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانسنا چاہتا ہوں مگر زبردست رکاوٹیں ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ کیسی رکاوٹیں ہوں گی؟"

ٹیکسی ڈرائیور نے اسے صرف اتنا بتایا تھا کہ ہوٹل میں آنے والا وہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ایک خوب صورت جوان لڑکی کے ساتھ ہے۔ ڈرائیور ان کا نام نہیں جانتا تھا۔ جوگی بڑبولے کو فرمان اور انیتا کا نام معلوم ہوتا تو وہ بدک جاتا' ہوشیار ہو جاتا۔ یہ سمجھ لیتا کہ جس چنڈال جوگیا کے خلاف محاذ آرائی کر رہا ہے اسی کی بیٹی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کے ساتھ ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک طرف رکھے ہوئے ہینڈ بیگ کو اٹھایا پھر تیزی سے چلتا ہوا غار سے باہر آگیا۔ غار کے باہر اس کی دو گھوڑوں والی ایک بگھی کھڑی رہتی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ وہ اس شہر میں اور آس پاس کے علاقوں میں بہت مشہور تھا۔ کبھی کسی ضرورت سے شہر میں آتا تھا اور بڑی شان سے دو گھوڑوں والی خوب صورت سی بگھی میں بیٹھ کر مختلف مقامات سے گزرتا تھا تو اسے دیکھ کر مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے عقیدت سے ہاتھ جوڑ کر جھک جھک کر پرنام کرتے تھے۔

اس وقت بھی وہ شہر کی سڑکوں سے گزر رہا تھا اور لوگ عقیدت سے اس کے سامنے جھک رہے تھے۔ وہ بگھی ہوٹل کے سامنے آکر رک گئی۔ ہوٹل کا مالک دوڑتا ہوا اس کے سامنے آکر ہاتھ جوڑ کر بولا "بڑبولے مہاراج کی جے ہو۔ آپ نے یہاں آنے کا کشٹ کیا۔ آپ حکم دیتے تو میں آپ کے چرنوں میں چلا آتا۔"

وہ بولا "ہم کھلی ہوا میں سانس لینا چاہتے تھے اور تمہارے ہوٹل کی چائے پینے کو جی چاہ رہا تھا۔ اس لیے چلے آئے۔"

اسی وقت وہ ڈرائیور بھی وہاں آگیا۔ اس سے بولا۔ "مہاراج! میں آپ کی کیا سیوا کروں؟"

اس نے کہا "ہمارے ساتھ آؤ۔"

وہ ہوٹل کے مالک کے ساتھ اندر آئے۔ جوگی بڑبولے نے مالک سے کہا "تم چائے کے لیے کہو۔ ہم تھوڑی دیر اکیلے رہنا چاہتے ہیں۔"

ہوٹل کا مالک چلا گیا۔ بڑبولے نے ڈرائیور سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟ اور اس کے ساتھ لڑکی کون ہے؟ ان کے نام معلوم کرو اور مجھے ان کی صورت دکھاؤ۔"

ڈرائیور نے کاؤنٹر گرل کے پاس جا کر کہا "میں آج صبح دس بجے دو پسنجر کو یہاں لایا تھا۔ ایک جوان مرد تھا اور ایک جوان لڑکی ساڑی پہنے ہوئے تھی۔ مہاراج بڑبولے ان کے نام پوچھ رہے ہیں اور وہ کس کمرے میں ہیں؟"

کاؤنٹر گرل نے رجسٹر پر انگلی رکھ کر کہا "آج صبح سے وہی

دونوں آئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام انیل شرما ہے اور لڑکی کا نام انیتا شرما۔ وہ روم نمبر ایک سو تیس میں ہیں۔"

ڈرائیور نے جوگی بڑبولے کے پاس آکر ان کے نام بتائے۔ وہ زیر لب بڑبڑایا "انیتا شرما تو چنڈال جوگیا کی بیٹی کا نام ہے۔ کیا یہ وہی ہے؟ یا کوئی دوسری لڑکی ہے؟ اس کی صورت دیکھنی ہوگی۔ بھگوان کرے یہ چنڈال کی بیٹی نہ ہو۔"

وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے ڈرائیور سے بولا "میرے ساتھ آؤ۔ ان کے دروازے پر جاکر پوچھو وہ باہر گھومنے پھرنے جائیں گے یا نہیں؟ میں تم سے دور کھڑا رہوں گا۔"

وہ لفٹ کے ذریعے دوسری منزل میں آئے۔ ڈرائیور نے روم نمبر ایک سو تیس کے دروازے پر دستک دی۔ جوگی بڑبولا وہاں سے دور جاکر کھڑا ہوگیا۔ دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ انیتا نے ڈرائیور کو دیکھ کر کہا "اچھا ہوا تم آگئے۔ ہم شاپنگ کے لیے مارکیٹ جانا چاہتے ہیں اور کہیں گھومنے پھرنے کی خوب صورت جگہ ہو تو وہاں بھی ہمیں لے چلو۔ کم آن انیل!"

فرمان اس کے ساتھ باہر آیا۔ وہ دروازہ لاک کرکے ڈرائیور کے ساتھ نیچے جانے لگے۔ جوگی بڑبولا' انیتا کو دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا۔ اب سمجھ میں آرہا تھا "پانسا پھینکنے سے بار بار نمبر تین کیوں آرہا تھا؟ میرے راستے میں یہ کمینی چنڈال کی بیٹی آگئی ہے۔ جوگیا اس کے اور انیل کے اندر آتا رہتا ہوگا۔ میں کوئی دشمنی کروں گا تو اسے خبر ہوجائے گی۔"

اس نے فون کے ذریعے اپنے ایک چیلے سے کہا "ٹیکسی ڈرائیور گنگو ایک سواری لے کر بڑی مارکیٹ کی طرف جارہا ہے۔ اس کی ٹیکسی میں ایک مرد کے ساتھ ایک نوجوان خوب صورت لڑکی ہے۔ اس لڑکی کو ختم کردو۔"

اس کے چیلے نے کہا "بڑبولے مہاراج کی جے ہو۔ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ ابھی بڑی مارکیٹ جارہا ہوں۔ اسے گولی سے اڑا دوں گا۔"

"بہت ہوشیاری سے کام کرنا۔ اس معاملے میں کبھی میرا نام زبان پر نہ لانا۔ پولیس کے ہاتھ نہ لگنا۔"

"مہاراج! آپ چنتا نہ کریں۔ میں مرجاؤں گا مگر کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ آپ کے لیے وہ واردات کی ہے۔"

وہ فون بند کرکے ہوٹل سے باہر آیا پھر دو گھوڑوں کی بگھی میں بیٹھ کر بڑی مارکیٹ کی طرف جانے لگا۔ انیتا اور فرمان مارکیٹ میں تھے اور اپنی ضرورت کی چیزیں خرید رہے تھے۔ ڈرائیور گنگو پارکنگ میں ٹیکسی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

وکرم دادا اپنے چار غنڈوں کے ساتھ آیا' گنگو سے بولا۔ "ہمیں بڑبولے مہاراج نے بھیجا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تمہاری گاڑی میں ایک مرد اور جوان لڑکی بیٹھے ہیں۔ یہ تو خالی ہے۔ وہ دونوں کہاں گئے ہیں؟ کیا وہ واپس آئیں گے؟"

"ہاں۔ ابھی وہ خریداری کرکے آئیں گے۔ مہاراج نے تمہیں ان سے ملنے کو کہا ہے؟"

"ہاں۔ اس لڑکی کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "وکرم دادا! یہ کیا بول رہے ہو؟ کیا ایسا مہاراج نے کہا ہے؟"

"اور کیا۔۔؟ کیا تو نہیں جانتا' خوب صورت لڑکیاں میری کمزوری ہیں؟ پہلے میں ان کی سندرتا کی ایسی کی تیسی کرتا ہوں پھر انہیں ٹھکانے لگاتا ہوں لیکن یہ مہاراج کا شکار ہے۔ میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ دور سے چھپ کر گولی مار دوں گا۔"

وکرم دادا نے اپنے حواریوں سے کہا "تم لوگ یہاں ٹیکسی کے قریب اِدھر اُدھر انجان بن کر رہو۔ وہ میرے نشانے سے بچے تو تم اسے چھرا گھونپ دینا۔"

وہ سب ادھر ادھر چلے گئے۔ وکرم دادا مارکیٹ کی اس عمارت کے اندر آیا پھر دوسری منزل کی ریلنگ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ وہاں سے ٹیکسی صاف نظر آرہی تھی۔ وہ مطلوبہ لڑکی کو وہاں سے نشانہ بناکر فرار ہوسکتا تھا۔ وہ انیتا اور فرمان کو نہیں پہچانتا تھا۔ فی الوقت پہچان یہی تھی کہ وہ گنگو کی ٹیکسی میں آکر بیٹھنے والے تھے۔ گنگو بھی ان سے بات کرتا تو تصدیق ہوجاتی کہ وہی مطلوبہ لڑکی ہے۔

وکرم دادا فائر کرنے کے بعد دوسری منزل سے باآسانی فرار ہوسکتا تھا لیکن اس کے ستارے گردش میں تھے۔ انیتا اور فرمان دوسری منزل پر آکر ایک دکان سے کچھ چیزیں خرید رہے تھے۔ ایسے ہی وقت ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کچھ سامان اٹھائے ہوئے اس ٹیکسی کے پاس آیا پھر ڈرائیور گنگو سے بولا "ہمیں ٹھاکر کی حویلی میں جانا ہے۔"

گنگو نے کہا "صاحب! یہ ٹیکسی ریزرو ہے۔ آپ کسی دوسری ٹیکسی میں چلے جائیں۔"

ریلنگ کے پاس کھڑے ہوئے وکرم دادا نے جم کے نشانہ لیا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی زوردار آواز کے ساتھ اس عورت کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ پیچھے جاکر ٹیکسی سے ٹکرائی پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔

وکرم دادا فوراً ہی وہاں سے پلٹ کر بھاگنے لگا۔ شہر میں اس قاتل بدمعاش کو سب ہی جانتے تھے اور اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ اس فرار ہونے والے کو آگے بڑھ کر پکڑلیتا۔ وہ دوڑتا ہوا زینے کے

پاس آیا پھر اچانک ہی لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر زینے کے ایک ایک پائیدان سے گرتا ہوا نیچے چلا گیا۔

فرمان نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری تھی۔ وہ گرتے ہی فوراً اٹھنے لگا تو اس کے منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ الٹ کر پھر گر پڑا۔ اس بار لڑھکتا ہوا ذرا دور جاکر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے غرا کر فرمان کو دیکھا۔ آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ کوئی اس سے آنکھیں ملا کر بات کرتا۔ کجا یہ کہ ایک اجنبی نے اس کے منہ پر لات ماری تھی۔ وہ غصے سے دہاڑتا ہوا حملہ کرنے آیا۔ فرمان نے اچھل کر فضا میں گھومتے ہوئے اس کے منہ پر ایک کک ماری۔ وہ پیچھے کی طرف لڑھک کر ریلنگ سے ٹکرا گیا۔ اس بار سمجھ میں آگیا کہ مقابلہ کرنے والا کوئی زبردست فائٹر ہے۔ اگر وہ مقابلہ کرتا رہے گا تو پولیس آجائے گی۔ اس اجنبی سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ فی الحال جائے واردات سے فرار ہوجانا چاہیے۔

وہ ریلنگ پر چڑھ کر نیچے کود گیا۔ فرمان نے بھی ریلنگ پر سے چھلانگ لگائی۔ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی پھر اس کے سر پر پہنچ کر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ اس کے حواریوں نے اپنے دادا کو مار کھاتے دیکھا تو اس کی مدد کے لیے دوڑے چلے آئے۔ انیتا بھی دوسری منزل سے بھاگتی ہوئی نیچے آگئی۔ اس کا انیل تنہا پانچ غنڈوں سے مقابلہ کررہا تھا۔ انہیں مار رہا تھا لیکن اب مار بھی کھاتا جارہا تھا۔

انیتا چیخ چیخ کر لوگوں سے کہہ رہی تھی "تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔ ایک اکیلے آدمی کا ساتھ کیوں نہیں دے رہے ہو؟ ان بدمعاشوں کو مارو۔ انہیں پکڑو۔ انہیں پولیس کے حوالے کرو۔ یہ کب تک اکیلا لڑے گا؟ اس کی مدد کرو۔"

وکرم دادا نے اپنے ایک چیلے سے کہا "ابے! یہی ہے وہ لڑکی۔ میں نے بھول سے دوسری عورت کو گولی ماری ہے۔ گنگو! تو بولتا کیوں نہیں؟ سالے! نہیں بولے گا تو تیرے کو نرک میں پہنچا دوں گا۔ بول یہی لڑکی ہے نا؟"

گنگو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ایک غنڈا چھرا لے کر انیتا کی طرف لپکا۔ وہ سہم کر بھاگنے لگی۔ دو غنڈوں نے فرمان کو پیچھے سے جکڑ لیا تھا۔ آگے سے وکرم دادا اور اس کا ایک چیلا حملے کررہے تھے۔ وہ انیتا کو بچانے کے لیے خود کو ان سے چھڑانے کی کوششیں کررہا تھا' کامیاب ہورہا تھا لیکن وہ چاروں طرف سے حملے کررہے تھے۔ وہ حملوں کے جواب میں ڈٹ کر مقابلہ کررہا تھا۔ اس طرح نرغے سے نکل نہیں پا رہا تھا۔

انیتا اس چھرے والے سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی۔ چنڈال جوگیا اس کے دماغ میں تھا۔ اسے بچانے کے لیے پریشان ہورہا تھا۔ اس کے اندر چیخ کر بول رہا تھا "بیٹی! اس بدمعاش کو بولنے پر مجبور کرو۔ اس سے کچھ بولو' تب وہ بھی بولے گا۔ میں فوراً اس کے دماغ میں آکر تمہیں بچالوں گا۔"

وہ بھاگتے ہوئے بول رہی تھی "مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم کون ہو؟ کچھ تو بولو' مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

لیکن وہ نہیں بول رہا تھا۔ اس بات پر جھنجلا رہا تھا کہ لڑکی اس کے ہاتھ نہیں آرہی ہے۔ فرمان کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا۔ اس نے وکرم دادا کی باتیں سننے کے بعد اس کے اندر آنا چاہا تھا لیکن اس نے سانس روک لی تھی۔ باقی تین چیلے جیسے گونگے ہوگئے تھے' کچھ نہیں بول رہے تھے۔

بکرے کی ماں کب تک خیر مناسکتی ہے؟ انیتا کب تک بھاگتی رہتی؟ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ ایک جگہ لڑکھڑا کر گر پڑی۔ وہ درندہ فضا میں چھرا لہراتے ہوئے اس کے پاس آیا پھر اس پر جھک کر چھرے کا وار کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کرسکا۔ اس کے منہ پر ایک زوردار ٹھوکر پڑی۔ وہ چیختا ہوا پیچھے کی طرف پلٹ گیا۔ دوسری ٹھوکر اس کے ہاتھ پر پڑی' چھرا ہاتھ سے نکل کر دور جاگرا۔ اس نے جھنجلا کر اٹھتے ہوئے دیکھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے سامنے پینترا بدل رہی تھی۔

ایک لڑکی سے مار کھا کر وہ طیش میں آگیا۔ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر اس پر حملہ کرنے کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ مقابلے کے وقت غصے میں آنے والے لڑائی کی تکنیک بھول جاتے ہیں پھر اعلیٰ بی بی نے تو بابا صاحب کے ادارے میں زبردست ٹریننگ حاصل کی تھی۔ وہ غنڈا اس کے سامنے ایک تنکے کی طرح تھا۔ وہ اسے پھونکوں میں اڑانے لگی۔ اس کے دو ساتھیوں نے دور سے اپنے ساتھی کو مار کھاتے دیکھا تو دوڑتے ہوئے وہاں آگئے۔ ان کی بھی شامت آگئی۔ وہ سونیا کی بیٹی تھی۔ بجلی کی طرح ادھر سے ادھر لپکتی تھی۔ اس نے دو چار حملوں میں ہی ان کے ہوش اڑا دیے۔ ادھر فرمان کے مقابلے میں اب دو ہی دشمن رہ گئے تھے۔ وہ ان دونوں پر بھاری پڑنے لگا۔

•

پولیس ہمیشہ دیر سے پہنچتی ہے۔ وہاں بھی دیر سے پہنچی مگر پہنچ گئی۔ وکرم دادا اور اس کے چیلوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ جوگی بڑبولا دور اپنی بگھی میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا تھا کہ اب اس کا داؤ وہاں نہیں چلے گا۔ چنڈال کی بیٹی بچ گئی ہے۔ اب وہ چنڈال غنڈوں کے اندر جاکر معلوم کرلے گا کہ اس کی

بیٹی پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا گیا تھا؟ اور کس نے یہ حملہ کرایا تھا؟ اب یہ بات چھپنے والی نہیں تھی۔ یوگا جاننے والا وکرم دادا مار کھاتے کھاتے بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ وہ چنڈال کو اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکا۔ اس کے چور خیالات نے بتا دیا کہ جوگی بڑبولا انیتا کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

اس نے طیش میں آکر جوگی بڑبولے کے اندر آنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ ادھر انیتا نے احسان مندی سے اعلیٰ بی بی کو کہا "تم نہ آتیں تو وہ مجھے جان سے مار ڈالتا۔ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں؟"

فرمان نے کہا "عالی! میں سمجھ رہا تھا' تم خیال خوانی کے ذریعے انیتا کو نقصان پہنچاؤ گی لیکن تم نے اس کی جان بچا کر دوستی اور محبت کا ثبوت دیا ہے۔"

عالی نے کہا "یہ انیتا نہ ہوتی' کوئی اور ہوتی۔ تب بھی میں اس کی جان بچاتی۔ اب تمہاری جان بچانا بھی میرا فرض ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

"تمہارے لیے تو خطرہ ہی خطرہ ہے لیکن تم سمجھ نہیں پا رہے ہو۔ میں تمہیں سمجھاؤں گی یہاں سے چلو۔"

اسی وقت جوگی بڑبولا دوڑتا ہوا آیا پھر عالی سے بولا "بیٹی! تم بہت بہادر ہو۔ میں دیکھ رہا تھا۔ تم تنہا تین غنڈوں سے لڑ رہی تھیں۔ بھگوان کے لیے مجھے بھی بچاؤ۔"

عالی نے پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"چنڈال جوگیا سمجھ رہا ہے کہ میں نے اس کی بیٹی پر قاتلانہ حملہ کرایا ہے۔ میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔"

عالی اور فرمان سچائی معلوم کرنے بیک وقت اس کے دماغ میں آئے۔ وہ سانس روک کر فرمان سے بولا "میں جانتا ہوں' تم خیال خوانی کرتے ہو۔ میرے دماغ میں نہ آؤ۔ وہ چنڈال بھی میرے اندر آکر زلزلے پیدا کرے گا۔"

فرمان نے کہا "تم چنڈال سے نہ ڈرو۔ میں اسے دشمنی سے روک دوں گا۔ مجھے اپنے خیالات پڑھنے دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میرے اندر آنے کی ضد نہ کرو۔ تم نہیں جانتے' چنڈال میرا جانی دشمن ہے۔"

عالی نے پوچھا "تم سیدھی طرح دماغ میں آنے دو گے یا تمہاری پٹائی کروں؟ بولو لات جوتے کھاؤ گے؟"

اس نے بے بسی سے عالی اور فرمان کو دیکھا۔ ان دونوں نے اس کے اندر آکر مختصر سے خیالات پڑھے۔ فرمان نے کہا۔ "اچھا تو تم نے وکرم دادا کو انیتا کے قتل کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ یہ سارے فسادات کی جڑ تم ہو۔ تمہیں انیتا سے کیا دشمنی ہے؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے عالی نے کہا "یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تم چنڈال جوگیا کے دشمن ہو۔ بس اب تم بے فکر رہو۔ وہ میرا بھی دشمن ہے۔ میرے ہوتے ہوئے اس کا باپ بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ تمہیں کچھ ہوا تو انیتا کو نقصان پہنچے گا۔"

فرمان نے تعجب سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے انیتا کی جان ابھی بچائی ہے اور اب اس کے خلاف بول رہی ہو۔"

عالی نے کہا "انیتا کی بہتری اسی میں ہے کہ یہ تمہیں چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس چلی جائے۔ میں اس کا جادو تم پر چلنے نہیں دوں گی۔"

وہ بولا "عالی! میں تم سے صاف صاف کہہ دوں۔ میں نے تم سے صرف دوستی کی تھی۔ انیتا میری محبت ہے میری جان ہے۔ میرے ساتھ رہے گی۔"

"یہ تم نہیں بول رہے ہو۔ اس کے باپ کا جادو بول رہا ہے۔ جب یہ جادو سر سے اتر جائے گا تو تم خود ہی انیتا کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو گے۔ تب تک میں اس کے جادو کا توڑ کرتی رہوں گی۔ بہتر ہے بحث نہ کرو۔ یہاں سے چلو اور اسے ہوٹل میں چھوڑ دو۔"

چنڈال جوگیا نے عالی سے کہا "میں بہت دیر سے تمہاری بکواس سن رہا ہوں۔ تم مرنے کے لیے یہاں آئی ہو اب واپس نہیں جا سکو گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی عالی نے ایک زوردار ہاتھ انیتا کے منہ پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ چکرا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔ فرمان نے غصے سے تلملا کر عالی پر حملہ کیا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہو گئی پھر بولی "میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔"

"تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا؟" اس نے پھر حملہ کیا۔ وہ پھر بچتے ہوئے بولی "اب وہ چنڈال اس کے دماغ میں آکر مجھے چیلنج نہیں کر سکے گا۔ ہم اسے ہوٹل میں چھوڑ کر یہاں سے جائیں گے۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔" اس بار فرمان نے فضا میں اچھل کر فلائنگ کک مارنی چاہی۔ اس نے جھک کر اسے اپنے سر پر سے اچھال کر دوسری طرف پھینکتے ہوئے کہا "تمہیں پتا ہے کہ میں نے بابا صاحب کے ادارے میں کیسی ٹریننگ حاصل کی ہے۔ تم تھک جاؤ گے۔ ہانپنے لگو گے لیکن مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔ میری مجبوری یہ ہے کہ

تمہیں زخمی نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح تمہارا دماغ کمزور ہو گا تو چنڈال جوگیا تمہارے اندر آجائے گا۔ ہماری آپس کی لڑائی میں اسے فائدہ پہنچے گا۔ وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔"

"میں مانتا ہوں' میں نے باقاعدہ ٹریننگ حاصل نہیں کی ہے پھر بھی ایسا گیا گزرا نہیں ہوں کہ تم سے مات کھا جاؤں گا۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں' مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ میں انیتا کے ساتھ خوش رہوں گا۔"

"جب تم جادو کے اثر سے نکلو گے اور یہی بات کہو گے تو میں مان لوں گی۔ ابھی تو وہی ہو گا جو میں چاہوں گی۔"

فرمان نے اس بار اچانک حملہ کیا لیکن وہ غافل نہیں تھی۔ اس نے پہلی بار فرمان کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ عالی نے الپا کو مخاطب کیا "سسٹر! تھوڑی دیر کے لیے آجاؤ۔ فرمان کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ تاکہ دشمن اس پر حاوی نہ ہو سکے۔ تم اس کے اندر آکر ہمارے تمام حالات معلوم کر سکو گی۔ میں اسے کمزور بنا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے فرمان پر حملے شروع کر دیے۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ عالی کے اندر جیسے بجلی بھری ہوئی تھی۔ کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے وہ بجلی فرمان پر گر رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے اپنا بچاؤ کرے۔ کچھ سمجھنے سے پہلے ہی وہ چکرا کر گر پڑا۔ چنڈال جوگیا اس کے دماغ میں آیا لیکن الپا اس سے پہلے اس کے اندر پہنچ چکی تھی۔

○☆○

طیارے میں خاموشی تھی۔ سکون تھا۔ کچھ مسافر نیم دراز ہو کر آرام سے سو رہے تھے۔ کچھ خاموش بیٹھے ہوئے تھے یا اخبار اور رسالے پڑھ رہے تھے اور کچھ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ سونیا سر جھکائے اپنے حالات پر غور کر رہی تھی۔ عدنان سے ملاقات ہونے کے بعد یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ جلد ہی اپنے شوہر اور بچوں تک پہنچ جائے گی۔ یہی کیا کم تھا کہ وہ اپنے پوتے تک پہنچ گئی تھی اور وہی پوتا اس کی راہنمائی کرنے والا تھا۔

اس نے سر گھما کر اس ننھے فرشتے کو دیکھا۔ وہ سیٹ پر نیم دراز تھا۔ اتنی سی عمر میں دشمنوں کے درمیان رہ کر بھی بڑی بے فکری سے سو رہا تھا۔ اسے نہ فکر تھی' نہ پریشانی تھی کہ دشمن اس کے خلاف کیسے کیسے جان لیوا اقدامات کریں گے؟ نیند میں اس کی معصومیت اتنی پرکشش تھی کہ سونیا اسے چومنے کے لیے جھکنے لگی۔ ایسے ہی وقت اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کہا "گرینڈ مما... ! خطرہ..."

عدنان کی زبان سے خطرے کا لفظ سنتے ہی سونیا الرٹ ہوگئی۔ وہ اپنے پوتے کے بارے میں یہ یقین کرچکی تھی کہ اسے آگہی حاصل ہوتی ہے اور اسی کے مطابق وہ بڑے بڑے کام کر گزرتا ہے پھر ایک بچے کی طرح نارمل ہوجاتا ہے۔

"سونیا اس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "بیٹے! کس قسم کا خطرہ ہے؟"

"ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے۔ میں پھر خواب دیکھوں گا۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر آگے پیچھے دور تک دیکھنے لگی۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ سکون تھا۔ اس کے پوتے نے کہا تھا کہ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ کیا وہاں ایک یا ایک سے زیادہ مسافروں نے اپنے پاس ہتھیار چھپا رکھے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو تمام مسافروں کو تاڑنا چاہیے اور اگر وہ نظروں میں آجائیں تو ان پر فوراً قابو پانا چاہیے۔

وہ مسافروں پر نظریں ڈالتے ہوئے' ایک ایک قطار سے گزرتے ہوئے ایسے دیکھ رہی تھی' جیسے اس کی آنکھیں ایکسرے مشین ہوں اور وہ ان سب کو اندر تک دیکھ رہی ہو۔ جہاز میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بیٹھنے والوں کے پاس کچھ نہیں تھا۔

وہ ایک ایک کی جامہ تلاشی نہیں لے سکتی تھی۔ ان کے چہروں سے ان کی گفتگو سے اور ان کے اٹھنے بیٹھنے سے اندازہ کررہی تھی کہ وہ سب عام سے پُرامن شہری ہیں۔ وہاں تقریباً ڈیڑھ سو مسافر تھے۔ ہر ایک کے بارے میں اندازہ درست نہیں ہوسکتا تھا۔

اس نے پائلٹ کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری طرف خاموشی رہی۔ دوسری دستک پر دروازہ ذرا سا کھلا۔ ایک اسٹیوارڈ نے جھانک کر پوچھا "یس میڈم؟"

وہ بولی "جہاز کیسے اڑائے جاتے ہیں' میں اندر آکر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"سوری میڈم! ابھی ہم پرواز کے سلسلے میں پریشان ہیں۔ پلیز آپ ڈسٹرب نہ کریں۔"

"آپ پریشان کیوں ہیں؟ کیا پرواز نارمل نہیں ہے؟ کیا کسی طرح کا خطرہ پیش آسکتا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہمارا ایک ٹیکنیکل مسئلہ ہے۔ ہم آپ کو سمجھا نہیں سکتے۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔"

اس نے پہلے کی طرح دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر کچھ سوچتی ہوئی آہستہ آہستہ چل کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے عدنان کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا' اس نے اپنی دادی سے کہا تھا' وہ اپنی ممی کو تلاش کررہا ہے۔

سونیا نے کہا تھا "بیٹے! تمہاری ممی اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔ اللہ کو پیاری ہوگئی ہے۔"

اس نے انکار کیا تھا "نہیں۔ میری ممی زندہ ہیں۔ وہ میرے اندر آکر بولتی ہیں۔"

سونیا نے اسے بے یقینی سے دیکھ کر پوچھا تھا "کیا تم اپنی ماں کو تصور میں یا خوابوں میں دیکھتے ہو؟"

"میں نے ان کی صورت نہیں دیکھی مگر وہ میرے اندر بولتی ہیں اور جو بولتی ہیں' اس پر میں عمل کرتا رہتا ہوں۔"

"کیا تمہاری ممی کہتی ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ اگر زندہ ہیں تو تمہارے پاس کیوں نہیں آتیں؟"

"وہ آئیں گی۔ انہوں نے کہا ہے' وہ ایک دن مجھ سے ضرور ملیں گی۔ اسی لیے میں ان کی تلاش میں بھٹک رہا ہوں۔"

اس نے پچھلی بار پورس سے کہا تھا۔ "ایک خاتون اپنوں کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں۔ میں ان سے ملنے والا ہوں اور انہیں ان کے گھر پہنچانے والا ہوں۔" اس کی بات سچ ثابت ہوئی۔ وہ بھٹکنے والی دادی جان کے پاس پہنچا ہوا تھا۔

پھر یہ حقیقت بھی پیش نظر تھی کہ وہ دو بار سینڈی گرے کے خفیہ اڈوں تک پہنچ گیا تھا۔ جہاں بھی سینڈی چھپتا تھا' وہ پہنچ جاتا تھا۔ تیسری بار اس طیارے میں اس کے بالکل قریب پہنچا ہوا تھا۔ ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا تھا کہ یا تو اسے قدرتی طور پر آگہی حاصل ہوتی ہے یا پھر سچ مچ اس کی ماں شیوانی زندہ ہے اور وہ ضرورت کے وقت اپنے ننھے بیٹے کے اندر بولتی رہتی ہے۔

ایسا سوچتے وقت سونیا چونک گئی۔ اس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا "میں اپنا ماضی بھول چکی ہوں۔ خود اپنے بارے میں کچھ یاد نہیں آتا ہے پھر میں پوتے سے یہ کیوں کہہ رہی ہوں کہ اس کی ماں مرچکی ہے؟ مجھے کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کیسے کہہ دیا کہ وہ زندہ نہیں ہے؟ سب کچھ بولنے کے باوجود ذہانت اور حاضر دماغی سلامت ہے اور اپنی دفاعی صلاحیتیں یاد ہیں۔ اسی طرح ذہن کے کسی گوشے سے یہ بات نکل آئی کہ میرے پوتے کی ماں' میری بہو مرچکی ہے۔"

سونیا اپنے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس سے چند قطار آگے سینڈی گرے اپنی سیٹ پر سہما ہوا بیٹھا تھا۔ خوف زدہ ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ عدنان اس کی شہ رگ تک پہنچا ہوا تھا۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگیا تھا۔ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے پکار نہیں سکتا تھا۔

اس کے دونوں ساتھی جیک کیلر اور مہادھالی اس کے اندر آئے تھے۔ انہوں نے عدنان کی غیر معمولی حرکتوں کے سلسلے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا اور اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس بچے کے ساتھ کوئی روحانی یا ایسی انجانی قوت ہے' جو ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ جب ان کی ٹیلی پیتھی ناکام ہورہی ہے اور وہ اس بچے کے دماغ کو اپنے قبضے میں نہیں لے پارہے ہیں تو دانش مندی یہی ہے کہ وہ اس ننھی خطرناک بلا سے دور رہیں۔ ورنہ وہ بلا سینڈی گرے کی طرح ان کے پیچھے بھی پڑجائے گی۔ انہیں بھی بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔

ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہوجاتا ہے۔ اچانک ہی طیارے کی پرسکون فضا میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ پائلٹ کیبن کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص گن لیے مسافروں کے سامنے آگیا۔ ایک ائرہوسٹس نے مائیک پر کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اس طیارے کو ہائی جیک کرکے ہمیں یرغمال بنالیا گیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ حوصلے اور صبر سے کام لیں' اپنی سیٹوں پر خاموش بیٹھے رہیں۔ یہ لوگ آپ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

عدنان نے پہلے ہی خطرے کی گھنٹی بجادی تھی۔ سونیا ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آخری قطار کے پیچھے دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے اسے للکارا "اے! بیٹھ جاؤ۔ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہوجائے گا۔"

وہ بولی "میں ٹائلٹ جانا چاہتی ہوں۔"

"اب منہ کھولوگی تو جہنم کے ٹائلٹ میں پہنچ جاؤگی۔"

عدنان نے آنکھیں کھول کر دادی کو دیکھا پھر اس کی شرٹ پکڑ کر کھینچی۔ وہ بیٹھ گئی۔ اس سے بولی "تم نے درست کہا تھا' ان کے ہاتھوں میں ہتھیار ہیں۔ تم نے خواب میں اور کیا دیکھا ہے؟ کیا تمہاری ماں تم سے کچھ کہہ رہی ہے؟"

"ہاں۔ آپ کچھ نہیں کریں گے۔ کسی سے جھگڑا نہیں کریں گی۔ اچھے بچے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر سر اٹھائے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ آگے پائلٹ کیبن کی طرف دو گن مین تھے اور پیچھے آخری قطار کے پاس دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ تمام مسافر سہمے ہوئے تھے۔ دو چار عورتیں اور بچے رونے لگے تھے۔ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش رہنے کا حکم دیا جارہا تھا۔ وہ سب اغوا کرنے والے برازیل کی مقامی زبان بول رہے تھے۔

سینڈی گرے پہلے نڈھال سا بیٹھا ہوا تھا لیکن ہائی جیک کرنے والوں کو دیکھتے ہی سیدھا ہوکر بیٹھ گیا تھا۔ طیارے کے ایک ڈاکٹر نے اسے ایک انجکشن لگایا کر کھانے کے لیے دوائیں دی تھیں۔ جس کے نتیجے میں وہ کسی حد تک توانائی محسوس کررہا تھا لیکن خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ اب یہ اندیشہ تھا کہ نہ جانے ہائی جیکرز مسافروں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟

اسے اپنی فکر تھی۔ وہ لوگ اپنے مطالبات منوانے کے لیے دو چار مسافروں کو گولی مار کر ہلاک کرسکتے تھے۔ اسے بھی گولی مارسکتے تھے۔ اگر وہ خیال خوانی کے قابل ہوتا تو اپنا بچاؤ بھی کرسکتا تھا اور اغوا کرنے والوں کو اپنے زیر اثر لاسکتا تھا۔

ایک شخص نے ایک گن مین سے پوچھا "کچھ معلوم تو ہو' طیارے کو ہائی جیک کیوں کیا جارہا ہے؟"

ان وہشت گردوں کا سرغنہ پائلٹ کیبن سے باہر آکر مسافروں کو دور تک دیکھ رہا تھا۔ وہ کیم شحیم قد آور پہلوان دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے کہا "ہمارا تم سے نہیں' برازیل کی حکومت سے جھگڑا ہے۔ انہوں نے میرے ایک بھائی اور میرے دو جانبازوں کو گرفتار کیا ہے۔ انہیں موت کی سزا دینے والے ہیں اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ ایک ہاتھ میں بھاری سی گن اٹھائے مسافروں کے درمیان سے بولتا ہوا گزر رہا تھا "ابھی حکومت سے ہمارے مذاکرات ہورہے ہیں۔ اس طیارے کو برازیل کے ایک گھنے جنگل میں اتارا جارہا ہے۔ اپنے اپنے حفاظتی بیلٹ باندھ لو۔"

وہ بولتا ہوا سونیا کے قریب سے گزرنے لگا۔ ایسے وقت اسے الٹا دینا سونیا کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ وہ اس سے گن چھین کر اسے نشانے پر رکھ کر ان تمام دہشت گردوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرسکتی تھی لیکن پوتے نے منع کیا تھا۔

وہ جھک کر پوتے سے بولی "یہ بولتا ہوا گیا ہے۔ ابھی واپس یہیں سے گزرے گا۔ میں اسے لڑھکا سکتی ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں۔"

"تم منع کیوں کررہے ہو؟ کوئی خاص وجہ ہے تو بتاؤ۔ ورنہ میرے ہاتھوں میں کھجلی ہورہی ہے۔"

وہ بولا "پلیز گرینڈ مما! اس آدمی کی باتیں سنو۔"

وہ آخری قطار تک جاکر وہاں سے واپس بولتا آرہا تھا

"یہاں کسی کے پاس ہتھیار ہے تو وہ ہمارے سامنے لا کر رکھ دے۔ ہم اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اگر کوئی چالا کی دکھائے گا تو معلوم ہونا چاہیے کہ گورنر برازیل کا ایک آٹھ سالہ بیٹا اس جہاز میں ہمارے نشانے پر ہے۔ ہم اس بچے کو گولی مار دیں گے پھر برازیل کی حکومت اس چالا کی دکھانے والے کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ لہٰذا کوئی ہیرو بننے کی کوشش نہ کرے۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر عدنان کو دیکھا۔ اس کا پوتا طیارے میں بیٹھے ہوئے ایک بچے کی جان بچانے کے لیے دادی جان کو کسی ایکشن سے منع کر رہا تھا۔ وہ اس کے سر پر فخر سے ہاتھ پھیر کر بولی "یُو آر ونڈر فل۔"

وہ سرغنہ اگلی قطار تک پہنچ کر بول رہا تھا "برازیل کے جنگل میں اترنے کے بعد حکومت نے میرے بھائی اور میرے جانبازوں کو رہا نہ کیا تو ہر ایک گھنٹے بعد اس طیارے کے دو مسافروں کو گولی ماردی جائے گی۔ آخری مسافر تک گورنر کے بیٹے کو زندہ رکھا جائے گا۔ تاکہ وہ آخر تک ہمارا مطالبہ پورا کرسکیں۔"

اس کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ مطالبہ ماننے تک ایک ایک مسافر کی شامت آتی رہے گی۔ یہ سن کر تمام مسافروں کو اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی۔ سینڈی گرے بار بار خیال خوانی کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور ناکام ہو رہا تھا۔ وہ "ٹیرر سپلائرز" تنظیم کا سربراہ تھا۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک دہشت گردوں اور باغیوں کو اسلحہ سپلائی کیا کرتا تھا۔ برازیل کے دہشت گرد بھی اس سے اسلحہ خریدتے تھے۔ سینڈی گرے اس سرغنہ کو بھی پہچان رہا تھا۔ اس کا نام کنگ بوگارٹا تھا۔ وہ اب تک لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ سینڈی سے خرید چکا تھا لیکن سینڈی کو چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ صرف خیال خوانی کے ذریعے ایسے خطرناک لوگوں سے لین دین رکھتا تھا۔ کبھی ان کے روبرو نہیں آتا تھا۔ تمام جرائم پیشہ افراد اور ان کے سرغنہ سینڈی گرے کو ایس۔جی کے مخفف نام سے جانتے تھے۔

اب وہ اس سرغنہ کنگ بوگارٹا سے کہتا کہ وہ ٹیرر سپلائرز کا سربراہ ایس۔جی ہے تو کبھی یقین نہ کرتا۔ اس سے مطالبہ کرتا کہ وہ ہمیشہ کی طرح اس کے دماغ میں آکر باتیں کرے اور فی الوقت وہ اس قابل نہیں رہا تھا۔

اس نے ایک کاغذ پر لکھا "ڈیئر کنگ بوگارٹا! میں ٹیرر سپلائرز کا سربراہ ایس۔جی ہوں۔ بیمار ہونے کا ثبوت بھی دوں گا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت سے تمہارا مطالبہ بھی منواؤں گا۔ تمہارے بھائی کو سزائے موت نہیں ہوگی۔"

اس نے کاغذ کو تہ کر کے کنگ بوگارٹا کی طرف ہاتھ لہرایا۔ اس نے اپنے ماتحت سے کہا "دیکھو وہ کیا کہتا ہے؟"

ماتحت نے سینڈی کے پاس آکر اس کا نشانہ لے کر پوچھا "ہاتھ کیوں ہلا رہے ہو؟"

وہ تہ کیا ہوا کاغذ اسے دیتے ہوئے بولا "اسے لے جاؤ اور اپنے باس کو دو۔"

اس نے وہ کاغذ لے جا کر باس کو دیا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھا پھر تیزی سے چلتا ہوا سینڈی کے پاس آکر اسے توجہ سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم واقعی ایس۔جی ہو؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا "میں بہت بیمار ہوں۔ میری مدد کرو۔ میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"تم جب تک ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کرو گے، میرے قیدی بن کر رہو گے۔ تمہیں طبّی امداد ملتی رہے گی۔ جہاں اس جہاز کو اتارا جا رہا ہے، وہاں ہمارا کیمپ لگا ہوا ہے۔ کھانا پینا اور طبی امداد سب کچھ ملے گی۔ تم جھوٹے نکلے تو گولی مار دی جائے گی۔"

"میں جلد ہی خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کروں گا۔ ابھی تم سے اور بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی کچھ نہیں سنوں گا۔ طیارے کو اتارا جا رہا ہے۔ بعد میں تم سے باتیں ہوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ اسپیکر کے ذریعے ائر ہوسٹس کہہ رہی تھی کہ جہاز کو اتارا جا رہا ہے۔ تمام مسافر سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ سینڈی گرے اس وقت کنگ بوگارٹا سے کہنے والا تھا کہ وہ اتنے مسافروں کے ساتھ ایک خطرناک بچے کو بھی یرغمال بنا رہا ہے۔ اس کی دادی فرہاد علی تیمور کی بیوی سونیا ہے۔ اسے ان دادی پوتے سے ہوشیار رہنا چاہیے ورنہ شامت آجائے گی۔

لیکن کنگ بوگارٹا نے اس کی یہ باتیں نہیں سنی تھیں۔ سینڈی کو اگرچہ بہت بڑا سہارا مل گیا تھا۔ اس کے باوجود یہ دھڑکا باقی تھا کہ دوسری بار کنگ بوگارٹا سے باتیں کرنے تک وہ دادی پوتا اس کی شامت لا سکتے ہیں۔

دنیا میں بہت سے گھنے جنگلات ہیں۔ ان میں برازیل کے جنگلات بھی بہت گھنے اور زہریلے حشرات الارض سے بھرے ہیں اور اتنے پیچیدہ ہیں کہ وہاں پہنچنے کے بعد کسی مقامی گائیڈ کے بغیر جنگل سے باہر آنا ممکن نہیں ہوتا۔ ان جنگلات کے ایک حصے سے ایک کشادہ پختہ سڑک گزرتی تھی۔ اس سڑک پر طیارے کو اتار لیا گیا۔

اس وقت دوپہر کے دو بجے تھے لیکن وہاں اتنے اونچے اور گھنے درخت تھے کہ سورج کی روشنی زمین تک نہیں پہنچتی تھی۔ پورے جنگل میں دن کے وقت نیم تاریکی رہتی تھی اور رات کو اس قدر تاریکی ہوتی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ طیارے سے تمام مسافروں کو اترنے کا حکم دیا گیا۔ ایک لانبی مضبوط سیڑھی لگائی گئی تھی۔ وہ سب اپنا اپنا ہینڈ بیگ اور سفری بیگ لے کر اترنے لگے۔ باہر مشعلوں کی روشنی میں کچھ دور تک دکھائی دے رہا تھا۔ آگے دھند اور تاریکی تھی۔ تقریباً دو درجن مسلح افراد دور دور تک نظر آرہے تھے وہ تمام مسافروں کو گن پوائنٹ پر وہاں سے لے جانے لگے۔

کچھ بتایا نہیں جا رہا تھا کہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے۔ راستہ ناہموار تھا۔ لانبی خاردار گھاس تھی۔ گھاس کے نیچے زمین کہیں خشک اور کہیں دلدلی تھی۔ سونیا نے عدنان کو اپنی پشت پر اسکول بیگ کی طرح لاد لیا تھا۔ تقریباً چھ کلومیٹر تک چلتے رہنے کے بعد تیز روشنی دکھائی دی۔ درختوں کے سائے میں کیمپ لگے ہوئے تھے۔ جنریٹر کے ذریعے بجلی کی روشنی پیدا کی گئی تھی۔ دور تک بڑے بڑے خیمے لگے ہوئے تھے۔ ہر خیمے میں چھ چھ مسافروں کو رہنے کا حکم دیا گیا۔

سینڈی نے کنگ بوگارٹا کو دیکھا۔ وہ بہت مصروف تھا۔ کبھی اپنے جاں نثاروں کو طرح طرح کے ضروری احکامات دے رہا تھا۔ کبھی فون پر برازیل کے اعلیٰ حکام سے باتیں کر رہا تھا۔ سینڈی اندر سے گھبرایا ہوا تھا۔ وہ کنگ بوگارٹا کو جلد سے جلد عدنان اور سونیا کے خلاف آگاہ کرنا چاہتا تھا لیکن موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر ستانے کے لیے ایک خیمے میں آیا۔ وہاں دادی پوتے کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ واپس جانے لگا۔ سونیا نے کہا "کہاں جا رہے ہو؟ آؤ یہاں بیٹھو۔"

وہ ناگواری سے بولا "میں تم دونوں کے سائے سے بھی دور رہوں گا۔ تم دونوں یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

وہ بولی "اچھا! جہاز میں تو چوہے بنے ہوئے تھے۔ کیا دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے؟"

"میں ٹیلی پیتھی کے بغیر بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں ان دہشت گردوں کو ہتھیار سپلائی کرتا رہتا ہوں۔ ان کے باس کنگ بوگارٹا سے میری دوستی ہے۔ میں ابھی جا کر اسے بتاؤں گا کہ تم دونوں صرف میرے لیے ہی نہیں اس کے لیے بھی خطرناک ہو۔ اسے بھی کسی وقت نقصان پہنچا سکتے ہو۔ اسے معلوم ہوگا کہ تم دونوں کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔ تم بیوی اور یہ پوتا ہے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ تیزی سے پلٹ کر چلا گیا۔ سونیا پریشان ہو کر سوچنے لگی پھر عدنان سے بولی "تم نے میرے ہاتھ باندھ دیے ہیں۔ اگر میں نے اسے نہ روکا اور اسے ختم نہ کیا تو وہ کنگ بوگارٹا کو ہمارا جانی دشمن بنا دے گا۔ اسے روکنا چاہیے۔"

"پلیز مما! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ کسی سے کچھ نہیں بول سکے گا۔"

"بیٹے! وہ ابھی بولنے گیا ہے۔"

"ہاں گیا ہے۔ تم جا کر دیکھ سکتی ہو۔ وہ بول نہیں سکے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "سوری بیٹے! پانی سر سے اونچا ہو جائے گا تو پھر میں کچھ کر نہیں پاؤں گی۔"

وہ خیمے سے باہر چلی گئی۔ عدنان اس کے پیچھے چلتا ہوا باہر آیا۔ دور ایک بڑے خیمے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ خیمہ کنگ بوگارٹا کے لیے مخصوص تھا۔ سینڈی گرے وہاں اندر جا کر ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ بوگارٹا فون پر باتیں کر رہا تھا۔ اس کے قریب دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، کسی بھی شرط کے بغیر میرے بھائی اور میرے جانبازوں کو رہا کر دو۔ جب تک وہ رہائی پا کر میرے پاس نہیں آئیں گے۔ تب پندرہ منٹ تک میں ہر ایک گھنٹے بعد ایک مسافر کو گولی ماروں گا۔ پہلا ایک گھنٹا پورا ہونے والا ہے۔ پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔ پندرہ منٹ تک مطالبہ پورا نہ ہوا تو تم پہلے فائر کی آواز سنو گے۔"

پھر وہ فون بند کرتے ہوئے غصے سے بڑبڑانے لگا "کتے! کمینے! مطالبہ پورا کرنے میں دیر کر رہے ہیں۔ انہیں یقین ہو گا کہ وہ ہمیں ڈھونڈ کر چاروں طرف سے گھیر کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیں گے۔ مجھے نادان سمجھ کر بارہ گھنٹے کی مہلت مانگ رہے ہیں۔ اے! تم جاؤ اور ایک مسافر کو میرے خیمے کے سامنے لاؤ۔ پندرہ منٹ بعد اسے گولی ماری جائے گی۔"

ایک گن مین وہاں سے جانے لگا۔ بوگارٹا نے سینڈی کو دیکھ کر پوچھا "تمہیں میڈیکل ایڈ مل رہی ہے؟"

وہ بولا "ابھی میں ڈاکٹر کے پاس جاؤں گا۔ اس سے پہلے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ سخت لہجے میں بولا "میرے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تمہیں دماغی توانائی ملے اور تم خیال خوانی کرو۔ میرے کام آؤ۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے برازیل کے حکمرانوں

کو میرے آگے جھکا سکو گے۔ جاؤ ڈاکٹر سے توانائی کی دوائیں لو۔"

"میں ابھی جاتا ہوں مگر آپ میری ضروری باتیں سن لیں۔ نہیں تو آپ کو نقصان پہنچے گا۔"

"تم بڑی دیر سے ضروری باتوں کی رٹ لگا رہے ہو۔ آخر کیا بات ہے۔ بولو۔"

"بات یہ ہے کہ..." وہ اچانک ہنسنے لگا۔ بوگارٹا نے ڈانٹ کر پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

اس نے پریشان ہو کر سوچا "یہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں اچانک کیوں ہنسنے لگا؟"

وہ بولا "وہ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔ بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں کتوں کی طرح بھونک سکتا ہوں۔"

وہ کتے کی آواز نکال کر بھونکنے لگا۔ اندر ہی اندر گھبرانے لگا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ کیا اس کے دماغ میں کوئی گھسا ہوا ہے؟ اسے ہنسنے پھر بھونکنے پر مجبور کر رہا ہے۔ وہ بوگارٹا سے یہ کہنا چاہتا تھا۔ اسی وقت اس کے اندر زلزلہ سا پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اچھل کر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ بوگارٹا سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے ماتحت سے بولا "دیکھو اسے کیا ہو رہا ہے؟ یہ جہاز سے بکواس کرتا آ رہا ہے۔ ابھی بھونکتے بھونکتے اسے کیا ہو رہا ہے؟"

وہ گن مین اس سے پوچھ رہا تھا کہ اسے کیا ہو رہا ہے لیکن اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ کچھ بولنے کے اور اپنا دکھڑا سنانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ سونیا خیمے کے باہر کھڑی دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اس کے پوتے نے درست کہا تھا کہ سینڈی ان کے خلاف کچھ بول نہیں سکے گا۔ وہ ننھا فرشتہ کبھی غلط پیش گوئی نہیں کرتا تھا۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ جیک کیلر اور مہادھابی اپنے اس ساتھی کو مصیبت میں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ سینڈی گرے امریکا کے شمال سے جنوب تک تمام علاقوں میں اسلحہ فروخت کر کے خوب کما رہا ہے۔ اگر اس سے وہ تمام علاقے چھین کر اپنے کسی آلۂ کار کو وہاں کا سربراہ بنا دیں تو پورے امریکا کی مارکیٹ ان کے ہاتھوں میں رہے گی اور خوب منافع حاصل ہوتا رہے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے تمام علاقوں میں پہنچ کر وہاں کے کاروباری حالات اور منافع کی شرح معلوم کر رہے تھے۔ جب وہ سینڈی کے دماغ میں آئے تو پتا چلا کہ کنگ بوگارٹا جہاز کے تمام مسافروں کو اغوا کر کے جنگل میں لے آیا ہے۔

انہوں نے بوگارٹا کے اندر پہنچ کر اس کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ سینڈی سے وہ کس طرح اسلحہ خریدتا ہے اور وہ دونوں رابطے کے لیے کون سے کوڈ ورڈز استعمال کرتے ہیں۔ مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد انہوں نے سینڈی کو اس عذاب میں مبتلا کر دیا۔

دوسری طرف پورس کا ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والا عبداللہ وقفے وقفے سے عدنان کے اندر آتا رہا۔ اس نے پورس کو بتایا "سر! اس طیارے کو اغوا کیا گیا ہے۔ میڈم اغوا کرنے والوں سے نمٹنا چاہتی ہیں لیکن عدنان بابا انہیں روک رہے ہیں۔"

پورس نے کہا "جب مما عدنان کی بات مان رہی ہیں تو تم بھی انتظار کرو اور دیکھو کیا ہونے والا ہے؟"

جب سینڈی نے سونیا کو چیلنج کیا اور بوگارٹا کو ان کے خلاف بھڑکانے گیا تو پورس نے کہا "اسے مخالفت میں بولنے نہ دو۔"

عبداللہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بولنے سے روکنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ بے اختیار ہنسنے، پھر کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ عبداللہ نے سمجھ لیا کہ اس کے اندر کوئی اس کا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ وہ چپ چاپ تماشا دیکھنے لگا۔

سینڈی دماغی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ عبداللہ اسے چھوڑ کر بوگارٹا کے اندر آیا۔ وہاں جیک کیلر اس سے کہہ رہا تھا "میں سینڈی گرے عرف ایس جی ہوں۔ تمہارے کوڈ ورڈز ہیں "برازیل" فٹ بال کا عالمی چیمپئن ہے اور ہمارے کوڈ ورڈز ہیں۔ ہم فٹ بال میں بھی بارود بھر کر کاروبار جاری رکھ سکتے ہیں۔"

کنگ بوگارٹا نے کہا "بے شک یہی کوڈ ورڈز ہیں۔ تم سچے ہو۔ یہ بہروپیا ہے۔ برازیل کے گورنر کو دھمکی دیے ہوئے ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ اس بہروپیے کو باہر لے جا کر گولی مار دو۔ یہ کتا بھونک رہا تھا۔ مجھے دھوکا دے رہا تھا۔"

سینڈی نے گڑگڑاتے ہوئے کہا "میرا یقین کرو۔ میں ایس جی ہوں۔ بوگارٹا! تمہیں میرے خلاف کوئی بہکا رہا ہے۔"

جیک کیلر نے اس کے اندر آ کر کہا "تمہارے چیخنے چلّانے کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ میں سینڈی گرے بن کر اسے قائل کر چکا ہوں۔ اب باہر جاؤ اور گولی کھاؤ۔ پورے امریکا کی مارکیٹ اب ہمارے ہاتھوں میں رہے گی۔"

وہ عاجزی سے بولا "جیک کیلر! تم پوری مارکیٹ اور میری تمام دولت لے لو مگر ایسی جان لیوا سازش نہ کرو۔"

ان کی باتوں سے عبداللہ کو معلوم ہوا کہ سینڈی سے دشمنی کرنے والے اس کے اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی جیک کیلر اور مہادھابی ہیں۔

دو گن مین سینڈی کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے خیمے کے باہر لے گئے۔ وہاں سونیا کے ساتھ عدنان کھڑا ہوا تھا۔ کنگ بوگارٹا نے باہر آ کر تمام مسافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرا مطالبہ اب تک تسلیم نہیں کیا گیا ہے اور ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ میں اپنی دھمکی کے مطابق پہلے مسافر کو گولی مار رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی گن سے سینڈی کا نشانہ لیا۔ سینڈی نے آخری بار عدنان کی طرف دیکھا پھر کہا "تو نے پیچھا کرتے کرتے آخر میری جان لے ہی لی۔"

"ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے سینے میں آ لگی۔ وہ زمین پر گر کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

کنگ بوگارٹا نے فون کے ذریعے برازیل کے گورنر کو مخاطب کیا تھا پھر کہا تھا "تو پہلی فائرنگ کی آواز سنو۔"

اس نے گورنر کو آواز سناتے ہوئے سینڈی کو گولی ماری تھی پھر کہا تھا "اب میں چالیس منٹ کے بعد فون کروں گا۔ تم نے مطالبہ تسلیم نہ کیا تو دوسرے مسافر کی جان جائے گی۔ تمہارے بیٹے کو آخر میں گولی ماری جائے گی۔"

وہ فون بند کر کے خیمے میں آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے آگے ایک میز پر شراب کی بوتل اور گلاس کے ساتھ بھنا ہوا گوشت لا کر رکھا گیا۔ عبداللہ اس کے دماغ میں تھا۔ جیک کیلر کہہ رہا تھا "بوگارٹا! تم گدھے ہو۔"

وہ غصے سے بولا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"ایک گدھے سے بھی گئے گزرے ہو۔ تم نے جسے گولی ماری ہے، وہی دراصل تمہارا اسلحہ سپلائر سینڈی گرے عرف ایس جی تھا۔"

"یہ کیا بول رہے ہو؟ نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو تم نے اسے میرے ہاتھوں کیوں ہلاک کرایا؟"

"امریکا کی مارکیٹ اب میرے اور مہادھابی کے کنٹرول میں رہے گی۔"

وہ شراب کی بوتل کھولنا بھول گیا۔ اس نے پوچھا "اسے تم بھی ہلاک کر سکتے تھے؟ پھر خود ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"اس طرح تمہیں معلوم ہو گیا کہ تم اپنے اسلحہ سپلائر کو قتل کر چکے ہو۔ آئندہ تم ہم سے اسلحہ خریدو گے۔ میرا نام جیک کیلر ہے۔"

اسے دوسری آواز سنائی دی "اور میرا نام مہادھابی ہے۔ ہم دونوں تمہارے بھائی کو اور جانبازوں کو رہا کرا سکتے ہیں۔"

وہ ایک گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے بولا "سپلائر کوئی بھی ہو۔ مجھے اسلحہ چاہیے۔ میرے بھائی اور جانبازوں کے لیے کیا کر سکتے ہو؟ جو کرنا ہے۔ جلدی کرو۔ سنا ہے انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے بڑی درندگی سے ٹارچر کیا جا رہا ہے۔"

"ان کی رہائی کے سلسلے میں ہم پچیس لاکھ ڈالرز لیں گے۔ تمہارے لوگ کل صبح تک اس کیمپ میں پہنچ جائیں گے۔"

"پچیس لاکھ بہت ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو، گورنر کا بیٹا ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم خود ہی صبح تک انہیں رہا کرا لیں گے۔"

"ہاں۔ وہ اپنے بیٹے کی موت نہیں چاہے گا لیکن ہم اس بچے کو مار ڈالیں گے۔ دوسرے مسافروں کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے پھر تم اپنے لوگوں کو کیسے رہا کراؤ گے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم میرے اپنوں کی رہائی میں رکاوٹیں کیوں پیدا کرو گے؟"

"ہمارا مطالبہ ہے پچیس لاکھ ڈالرز۔ یہ تم نہیں دو گے تو ہم برازیل کے گورنر سے لیں گے اور اس کے بیٹے کو بخیریت یہاں سے وہاں پہنچا دیں گے۔ تم اس بچے کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو ہم تمہیں اور تمہارے تمام جانبازوں کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

"یہ سراسر زیادتی ہے۔ ہم تمہارے اسلحے کے مستقل خریدار ہیں۔ تمہیں ہمارے برے وقت میں ساتھ دینا چاہیے۔ اس کے برعکس تم ہمیں نقصان پہنچانے کی باتیں کر رہے ہو۔ پلیز دوستانہ رویہ اختیار کرو۔"

"یہ دوستانہ رویہ ہی ہے۔ ورنہ تمہارے خلاف برازیل کے گورنر سے بھی سودے بازی ہو سکتی ہے۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ کوئی جلدی نہیں ہے۔"

بوگارٹا نے طیارے کو ہائی جیک کیا تھا۔ مسافروں کو یرغمال بنا رہا تھا۔ اپنا مطالبہ منوانے کے لیے ایک مسافر کو گولی مار چکا تھا۔ یہ یقین تھا کہ صبح تک اس کا مطالبہ مان لیا جائے گا۔ برازیل کا گورنر اپنے بیٹے کی سلامتی ضرور چاہے گا۔ بوگارٹا کوئی رقم خرچ کیے بغیر اپنے بھائی اور جانبازوں کو رہا کرانے ہی والا تھا۔ ایسے میں جیک کیلر اسے پچیس لاکھ کا دھکا لگا رہا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقم کی ادائیگی خواہ مخواہ ہوتی۔

مجبوری یہ تھی کہ وہ ادائیگی سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے زبردست نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسے جان سے مار سکتے ہیں اور اس کے بھائی کی رہائی کو روک سکتے ہیں۔

وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس نے کہا "مجھے سوچنے کی مہلت دے رہے ہو۔ میری التجا ہے کہ میری مجبوری کا خیال کرو اور پچیس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ نہ کرو۔ میں اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کرسکوں گا۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ لاکھ دے سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں، ابھی پندرہ دے دو۔ باقی قسطوں میں ادا کرتے رہو۔ اب ان مسافروں کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور نہ ہی برازیل کے گورنر سے اس سلسلے میں کوئی بات کرو۔ اب میں ان سے تمام معاملات طے کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

عبداللہ یہ باتیں پورس کو بتا رہا تھا۔ پورس نے کہا "جیک کیلر اور مہادھابی فی الوقت لاکھوں ڈالرز کمانے کی دھن میں ہیں۔ وہ ابھی عدنان اور مما کو نظرانداز کررہے ہیں۔ بعد میں ان کے لیے مصیبت بن سکتے ہیں۔ تم پاپا کو ان کے حالات بتاؤ اور ہمارے دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہدایات دو کہ وہ کنگ بوگارٹا اور اس کے تمام ماتحتوں کے دماغوں میں جگہ بنالیں۔"

عبداللہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ اس نے مجھے بھی وہاں کے مختصر حالات بتائے پھر مجھے بوگارٹا کے اندر پہنچا دیا۔ گویا اس نے مجھے میری سونیا کے قریب پہنچا دیا۔ وہ اسی کیمپ میں تھی۔ عبداللہ نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تھا۔ اس نے اسے بھگا دیا تھا۔ یہ سمجھتی رہی تھی کہ وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر میں نے عدنان کے اندر پہنچ کر کہا "عدنان! میری جان! میں تمہارا دادا ہوں۔ تم میرے پوتے ہو۔"

اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟"

"میں نے سنا ہے، تمہیں آگہی حاصل ہوتی ہے۔ کیا تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے اپنے دادا کو پہچان نہیں سکتے؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا "غیر معمولی صلاحیتیں کیا ہوتی ہیں؟ تم میرے دادا ہو تو میری دادی سے بات کرو۔"

"تم ان سے کہو گے تو وہ ضرور مجھ سے باتیں کریں گی۔ پلیز میری سفارش کرو۔"

اس نے سونیا سے کہا "مما! میرا دل کہتا ہے، تمہیں اس سے بولنا چاہیے۔"

"تم کس کی بات کررہے ہو؟"

"وہ کہتے ہیں کہ وہ میرے دادا ہیں۔ تم ان سے باتیں کرو۔ ان کے جھوٹ سچ کو سمجھو۔"

"تم کہتے ہو تو میں اسے دماغ میں آنے دوں گی لیکن کسی ثبوت کے بغیر اس کے رشتے کو تسلیم نہیں کروں گی۔"

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا "شکریہ۔ جب تم مجھ سے اور اپنے بچوں سے ملو گی تو تمہیں یقین ہوتا رہے گا اور پچھلی باتیں یاد آتی رہیں گی پھر تم کوئی ثبوت نہیں مانگو گی۔ مجھے اپنا مان کر میری دھڑکنوں سے لگ جاؤ گی۔"

ایسا کہتے وقت میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ میری آواز اور لہجے سے متاثر ہو رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے میں پہلے بھی اس کے کانوں میں بولتا رہا ہوں اور اس کے اندر بھی رس گھولتا رہا ہوں۔ اس کے دل کی دھڑکنیں ایک ذرا تیز ہوگئی تھیں۔ وہ ضدی تھی۔ سخت مزاج کی حامل تھی۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی لیکن میری باتیں سن کر ایک انجانی سی اپنائیت محسوس کررہی تھی۔

اس نے پوچھا "کیا تمہارا نام فرہاد ہے اور تم عدنان کے دادا ہو؟"

"ہاں میرا نام فرہاد علی تیمور اور تمہارا نام سونیا فرہاد ہے۔ کیا تم خود کو بھول جانے کے باوجود عدنان کو اپنا پوتا مان رہی ہو؟"

"ہاں میرا دل دھڑک دھڑک کر کہتا ہے، میرا اس سے گہرا رشتہ ہے اتنی بڑی دنیا میں یہی ایک بچہ میرا اپنا ہے۔"

"یہ قدرتی کشش ہے۔ تم ایسی ہی کشش مجھ میں بھی محسوس کرو گی۔ مجھے اپنے پاس آنے دیا کرو اور مجھے پہچاننے کی کوشش کیا کرو۔"

"کیا تمہیں میرے اور عدنان کے موجودہ حالات معلوم ہیں؟ ہم اس وقت برازیل کے جنگل میں قیدی بنے ہوئے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "سونیا! تم اور قیدی؟ آج تک ہوا کو کسی نے قید کیا ہے؟"

"تم میری فطرت اور میری ضدی طبیعت کی بات کررہی ہو۔ واقعی مجھے اندر سے سمجھتے ہو لیکن میرا پوتا مجھے کچھ کرنے سے روک رہا ہے۔"

"تم نے اس کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں دیکھی ہیں اسی لیے اس کی بات مان رہی ہو۔"

"بے شک میں دیکھتی آرہی ہوں۔ یہ جس بات کی پیش گوئی کرتا ہے، وہ درست ہوجاتی ہے۔"

"تو پھر اپنے پوتے سے پوچھو کیا میں تمہاری زندگی میں کوئی اہمیت رکھتا ہوں؟ دیکھیں یہ کیا جواب دیتا ہے۔"

سونیا نے عدنان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا "بیٹے! یہ شخص جو میرے دماغ میں موجود ہے، یہ میرا کوئی لگتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کیا لگتا ہے؟ میں نے کہا تھا، تمہیں تمہارے گھر تک پہنچاؤں گا اور میں نے پہنچا دیا ہے۔"

"کیا میں اس شخص کے ذریعے اپنے گھر تک پہنچ سکتی ہوں؟"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ تھوڑی دیر چپ رہا پھر آنکھیں کھول کر بولا "ہاں..."

میں نے خوش ہو کر کہا "سونیا! میری جان! اب تو تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"میں اپنے پوتے کی ہر پیش گوئی کو پہلے آزماتی ہوں۔ تمہیں بھی آزماؤں گی۔"

میں نے سرد آہ بھر کر کہا "چلو یہی سہی۔ اتنا ہی کافی ہے کہ تم مجھے اپنے اندر آنے دو گی۔ میں تمہارا دل جیتنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"کام کی بات کرو۔ کیا میں اپنے معصوم پوتے کے ساتھ اس جنگل میں قیدی بنی رہوں گی۔"

"میں ابھی جا کر کنگ بوگارٹا کے خیالات پڑھتا ہوں۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی بوگارٹا کے تمام جانبازوں کے اندر پھیل رہے ہیں۔ میں تمہیں کسی وقت بھی ایکشن میں آنے کا موقع دوں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

عبداللہ نے آکر کہا "سر! جیک کیلر اور مہادھابی دوہری چالیں چل رہے ہیں۔ موجودہ حالات میں دونوں طرف سے مالی منافع حاصل کررہے ہیں۔ بوگارٹا سے قسطوں میں پچیس لاکھ ڈالرز وصول کرنے والے ہیں۔ ادھر برازیل کے گورنر سے کہہ رہے ہیں کہ اس کے بیٹے کو اسی شرط پر صحیح سلامت رہنے دیں گے۔ جب وہ گورنر دس لاکھ ڈالرز ادا کرے گا۔ ورنہ وہ گورنر اور بوگارٹا کے درمیان لین دین کا کوئی سودا نہیں ہونے دیں گے۔ وہ گورنر کے بیٹے اور بوگارٹا کے بھائی کو مار ڈالیں گے۔"

میں نے کہا "مجھے جیک کیلر اور مہادھابی کے بارے میں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ ان میں سے ایک یورپ میں اور دوسرا ایشیا میں دہشت گردوں اور حکومت کے باغیوں کو بڑے پیمانے پر ہتھیار سپلائی کرتا ہے اور اب دونوں مل کر پورے امریکا میں سینڈی گرے کی جگہ لے رہے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ہم عدنان اور سونیا کو ان کے شر سے کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں؟"

عبداللہ نے کہا "وہ دونوں عدنان بابا اور میڈم کے بارے میں جانتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ وہ بوگارٹا کے کیمپ میں ہیں۔"

میں نے بوگارٹا کے خیالات پڑھے ہیں۔ ابھی وہ نہیں جانتا ہے کہ عدنان اور سونیا کا تعلق مجھ سے ہے لیکن جلد ہی اسے معلوم ہوجائے گا۔ ان دونوں کے پاس ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موجود رہنا چاہیے لیکن سونیا کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ مجھے مسلسل اس کے پاس رہنا ہوگا۔ ذرا ٹھہرو۔ میں سونیا کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے پھر اس کے پاس آکر کہا "میری جان! حالات بہت سنگین ہیں۔ مجھے خیال خوانی کے ذریعے دوسری طرف بھی مصروف رہنا ہوگا۔ ایسے وقت مجھ پر بھروسا کرو اور مجھ سے تعاون کرو۔"

اس نے کہا "تم بہت پریشان لگ رہے ہو۔ بات کیا ہے؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"جس طرح مجھ پر بھروسا کررہی ہو۔ اسی طرح اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی اور بیٹے کبریا پر بھروسا کرو۔ انہیں اپنے اندر آنے دو۔"

"کیا میری ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے؟"

"ویسے تو تین بیٹے ہیں۔ باقی دو کے نام پارس اور پورس ہیں لیکن تم نے اعلیٰ بی بی اور کبریا کو اپنے بطن سے جنم دیا ہے۔"

"اگر تم کہتے ہو کہ میں انہیں جنم دینے والی ماں ہوں تو انہیں میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "یو آر سو سویٹ، سو ڈارلنگ۔ میں انہیں ابھی بلا رہا ہوں۔"

پھر میں نے اعلیٰ بی بی اور کبریا سے کہا "چند گھنٹوں کے لیے اپنی مصروفیات کو بھول جاؤ۔ اپنی مما کے پاس آؤ۔"

سونیا سے زیادہ کوئی مصروفیت اہم نہیں ہوسکتی تھی۔ ان دونوں نے آکر اسے سلام کیا۔ اپنی بھرپور محبت ظاہر کرتے رہے۔ میں نے ان دونوں سے کہا "اپنی مما سے باتیں کرو اور وہاں کے حالات معلوم کرو۔ کوئی مسئلہ پیدا ہو تو مجھے

مخاطب کرتا۔"

میں برازیل کے گورنر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دوسرے اعلیٰ حکام سے موجودہ حالات پر گفتگو کر رہا تھا۔ ایک حاکم کہہ رہا تھا "بوگارٹا کے آدمیوں کو رہا کرنا ہی ہوگا۔ اس نے آپ کے بیٹے کے علاوہ تقریباً ڈیڑھ سو مسافروں کو یرغمال بنا رکھا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کررہے ہیں۔ یہ یقین دلا رہے ہیں کہ وہ آپ کے بیٹے سمیت کسی بھی مسافر کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ کل صبح تک انہیں بوگارٹا کی قید سے نکال لائیں گے۔"

تیسرے حاکم نے کہا "لیکن وہ بوگارٹا کے آدمیوں کی رہائی بھی چاہتے ہیں۔ جبکہ ہم انہیں رہا کررہے تھے اور کوئی رقم ادا نہیں کررہے تھے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے لیے مصیبت بن گئے ہیں۔ خوامخواہ ہمارے درمیان آکر دس لاکھ روپے بھتا مانگ رہے ہیں۔"

"ہم ٹیلی پیتھی کے آگے مجبور ہیں۔ وہ ہمیں بوگارٹا سے رابطہ کرنے نہیں دے رہے ہیں۔ ادھر بوگارٹا بھی مجبور ہوگیا ہوگا۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہاں کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ کی زبان سے انہیں مخاطب کیا "ہیلو ایوری باڈی!"

انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس گارڈ کو دیکھا۔ وہ بولا "مسٹر فرہاد علی تیمور اس وقت میرے اندر ہیں۔"

انہوں نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "یہ درست ہے۔ میں تمہارے اس مسلح گارڈ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم سب ایک دہشت گرد اور تخریب کار کنگ بوگارٹا اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان الجھے ہوئے ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

گورنر نے کہا "ہاں۔ پہلے بوگارٹا اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اب تم آگئے ہو۔ تم ہمیشہ امریکی پالیسیوں کے خلاف بہت کچھ کرتے رہتے ہو۔ آج بھی تم موقع سے فائدہ اٹھانے آئے ہو۔ بولو، اب تم ہمارے لیے کون سا نیا مسئلہ پیدا کرو گے؟"

"میں تم لوگوں کی بے جا مخالفت نہیں کرتا ہوں۔ جب تکلیف پہنچتی ہے۔ تب ہی ردِ عمل ظاہر کرتا ہوں۔"

"اب ہم سے کیا تکلیف پہنچ رہی ہے۔ تمہاری آمد نے ہمیں پریشان کردیا ہے۔"

"اپنے دلوں سے اندیشے نکال دو۔ میں ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔"

ایک حاکم نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ ہمارے کانوں کو یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یقین نہ آئے۔ تب بھی وہی کروں گا۔ تم اپنے دس لاکھ ڈالرز بچا کر رکھو۔ کسی کو ادا نہ کرو۔ تمہارا بیٹا اور دوسرے تمام مسافر بھی بخیریت اپنے اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔ تم ان کے مطالبات ماننے کا وعدہ کرو مگر انہیں صبح تک ٹالتے رہو۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

گورنر نے کہا "وہ تم سے مات کھائیں گے تو انتقاماً میرے بیٹے کو مار ڈالیں گے۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ تمہارے بیٹے کو اور کسی بھی مسافر کو جانی نقصان نہیں پہنچے گا۔ انہیں صبح تک ٹالتے رہو۔"

اعلیٰ بی بی اور کبریا اپنی زندہ دلی سے سونیا اور عدنان کا دل بہلا رہے تھے۔ سونیا کہہ رہی تھی "تم دونوں ہنستے بولتے مجھے یقین دلا رہے ہو کہ میں نے تمہیں جنم دیا ہے۔ خدا کرے، یہ سچ ہو۔ ویسے تم دونوں بہت اچھے، بہت پیارے ہو۔ مجھے ماضی کی باتیں یاد دلاتے رہو۔ مجھے کچھ یاد تو نہیں آرہا ہے لیکن جو کہہ رہے ہو، وہ باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔ میں بھول گئی ہوں کہ یہاں قیدی بنی ہوئی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "یہ کوئی قید نہیں ہے مما! آپ تو فولادی دیواریں توڑ کر نکل جاتی ہیں۔"

کبریا نے کہا "آپ یہاں کچھ نہ کریں۔ کچھ نہ سوچیں۔ ہم آپ کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

مجھے ان کی باتیں سن کر اطمینان ہوا کہ سونیا ان کے ساتھ گھل مل رہی ہے۔ میں بوگارٹا کے اندر آگیا۔ وہاں جیک کیلر اس سے بول رہا تھا "کل صبح بینک کھلے گا تو تم پہلی پے منٹ پندرہ لاکھ روپے ہمارے ایک آلہ کار کو دو گے۔ ہم تمہارے بھائی اور دوسرے جانبازوں کو رہائی دلا کر وہاں پہنچا دیں گے، جہاں تم چاہو گے۔ یہاں قیدی بنے ہوئے تمام مسافر ہماری کسٹڈی میں رہیں گے۔ ہم تمام مسافروں کے رشتے داروں سے کہیں گے کہ وہ اپنے اپنے عزیزوں کی سلامتی اور رہائی کے لیے ایک ایک لاکھ ڈالرز ادا کریں۔ تم نے طیارے کو ہائی جیک کرکے ہمارے لیے کروڑوں ڈالرز کمانے کے راستے ہموار کردیے ہیں۔"

مہادھابی نے کہا "کیلر! ہم لین دین میں اس قدر مصروف ہوگئے ہیں کہ دو اہم بچوں کو بھول رہے ہیں۔ ایک تو گورنر کا بیٹا ہے۔ ہمیں اس کے دماغ کو گرفت میں رکھنا چاہیے۔ دوسرا فرہاد علی تیمور کا پوتا ہے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا بچہ کسی وقت بھی ہمارے لیے پرابلم بن سکتا ہے۔ اس پر دوہری مصیبت یہ ہے کہ اس کی دادی سونیا اس کے ساتھ ہے۔"

جیک کیلر نے کہا "او گاڈ! میں منافع سمیٹنے کی دھن میں اس خطرناک بچے کو بھول گیا تھا۔ دیکھا جائے تو عدنان نے ہی سینڈی گرے کو دوڑاتے دوڑاتے یہاں مرنے کے لیے پہنچایا تھا۔ وہ تو مرگیا لیکن اب اس بچے کو کسی بھی صورت سے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

انہوں نے بوگارٹا کو حکم دیا "دونوں بچوں کو یہاں بلاؤ۔ ان میں سے ایک زندہ رہنا ہے اور دوسرے کو مرنا ہے۔"

بوگارٹا نے حکم کی تعمیل کی "اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ان بچوں کو خیمے کے باہر لایا جائے۔ بوگارٹا بہت بڑی دہشت گرد تنظیم کا سرغنہ تھا۔ پورے برازیل میں اس کے نام سے دہشت طاری ہوجاتی تھی۔ اب وہی کنگ بوگارٹا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے آگے جھک رہا تھا۔

گورنر کے بیٹے اور عدنان کو وہاں لایا گیا۔ عدنان کے ساتھ سونیا تھی۔ بوگارٹا خیمے سے باہر آکر انہیں دیکھ کر سوچنے لگا "یہ دونوں عام سے بچے ہیں پھر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں اہمیت کیوں دے رہے ہیں؟ ان میں فرہاد کا پوتا کون ہے؟"

مہادھابی نے ایک آلہ کار کے ذریعے گورنر کے بیٹے سے نام پوچھا۔ اس نے کہا "میرا نام ٹونی اسٹینلے ہے۔"

مہادھابی اس کے بچے کے اندر پہنچ گیا۔ میں بھی اس کے اندر آیا۔ مجھے عدنان کی طرف سے اطمینان تھا۔ جیک کیلر نے عدنان کے دماغ میں پہنچ کر کہا "سینڈی نے بتایا تھا تم ایک خطرناک بچے ہو اور ہم نے جہاز میں دیکھا تھا۔ سینڈی نے جو زہریلا کھانا تمہاری دادی کے پاس پہنچانا چاہا تھا، اسے تم نے سینڈی کے پاس پہنچا دیا تھا۔ اسے مرنے کے لیے آخری دم تک اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھا تھا۔"

عدنان خاموش رہا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی آواز اور لہجے میں سوچ کے ذریعے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "تم قیدی بنے ہوئے ہو۔ ایسے مجبور اور بے بس تو نہیں ہوسکتے۔ کیا تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے دادا کو نہیں بلایا ہے؟"

عدنان نے کہا "میں ضروری نہیں سمجھتا۔ مجھے تم لوگوں کا یہ تماشا اچھا لگ رہا ہے۔ میں مزے سے دیکھ رہا ہوں۔"

"تمہاری دادی ان حالات میں خاموش نہیں رہتی ہے۔ کچھ نہ کچھ کر گزرتی ہے۔ یہ مطمئن کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم خود ہی پوچھ لو۔"

جیک کیلر نے بوگارٹا کی زبان سے کہا "میڈم سونیا! ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اسے اندر آنے دو۔"

وہ خاموش رہی۔ جیک کیلر نے اس کے اندر آکر کہا۔ "تھینک یو میڈم! میں نے جہاز میں رابطہ کرنا چاہا تھا۔ تم نے سانس روک کر مجھے بھگا دیا تھا۔ اب تمہارا رویّہ بدل گیا ہے۔ تم بڑی خاموشی سے قیدی بنی ہوئی ہو۔ اس اطمینان کی وجہ معلوم کرسکتا ہوں؟"

سونیا نے کہا "تعجب ہے، میں کچھ کرتی تو پریشان ہوتے۔ خاموش ہوں۔ کچھ نہیں کررہی ہوں پھر بھی پریشان ہو۔"

"طوفان کی آمد سے پہلے سمندر کی لہریں پرسکون ہوجاتی ہیں۔ تمہارا پرسکون رہنا بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

"میں اس لیے مطمئن ہوں کہ مجھے اور میرے پوتے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مجھے کوئی اندیشہ ہوتا تو تمہارے بارہ بجا دیتی۔"

"میں واقعی تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تم خیمے کے اندر جاکر آرام سے لیٹ جاؤ اور مجھے تنویمی عمل کرنے دو۔"

"اب تم اپنے مرنے کی بات کررہے ہو۔ یہ خوش فہمی دل سے نکال دو کہ ہزاروں میل دور یورپ کے ایک علاقے میں محفوظ ہو اور موت تمہاری شہ رگ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ کیا تم اپنی موت سے پہلے اپنی تباہی کا تماشا دیکھنا چاہو گے؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "تم۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ کیا کرنا چاہتی ہو؟ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔"

یہ ہم سب جانتے تھے کہ ایشیا، یورپ اور امریکا میں ہتھیار بیچنے والے کتنے مجرم ہیں اور وہ کس طرح روپوش رہتے ہیں۔ صرف وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے سینڈی گرے، جیک کیلر اور مہادھابی نظروں میں نہیں آتے تھے۔ ویسے وہ چھپ جاتے تھے لیکن اپنے اسلحے کے گوداموں کو چھپا نہیں پاتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی گودام انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آجاتا تھا اور وہ خیال خوانی کے ذریعے قانون کے محافظوں کو روکتے تھے۔ انہیں مصائب میں مبتلا کرتے تھے۔ جب وہ باز نہ آتے تو انہیں مار ڈالتے تھے۔

ان کے کچھ گودام بابا صاحب کے ادارے کے سراغ رسانوں کی نظروں میں تھے۔ کبریا نے ان سے ایک گودام کی تفصیل معلوم کی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے وہاں دھماکے کے انتظامات کرچکا تھا۔ اس وقت وہ اپنی مما کے دماغ میں

تھا۔ سونیا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "یورپ کے کئی ممالک میں تمہارے اسلحے کے کئی گودام ہیں۔ میں فی الحال تمہیں اٹلی پہنچا رہی ہوں۔ وہاں کے ایک جزیرے کیپری میں تمہارا ایک قلعہ نما محل ہے۔ اس محل کے ایک حصے میں اسلحے کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ وہاں کم از کم پانچ کروڑ ڈالرز کے ہتھیار ہیں۔ اگر تم نے پانچ منٹ میں وہاں پہنچ کر ان کی حفاظت نہیں کی تو وہاں چھٹے منٹ میں ایک تنکا بھی نہیں رہے گا۔"

جیک کیلر نے ایک دم سے بوکھلا کر مہا دھابی سے کہا "جزیرہ کیپری چلو۔ میں بری طرح برباد ہونے والا ہوں۔"

مہا دھابی نے پوچھا "کیا بات ہے۔ اسی جزیرے میں تمہیں کیا نقصان پہنچنے والا ہے۔ میں تمہارے اندر آرہا ہوں۔ مجھے وہاں لے چلو۔"

وہ دونوں کیپری محل کے اسی حصے میں پہنچے' جہاں اسلحے کا ذخیرہ تھا۔ وہاں کا انچارج ایک کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ انہوں نے اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے بڑے ہال میں گیا تھا' جہاں ہر طرح کے ہتھیار اور گولا بارود کا ذخیرہ تھا۔ اس نے اس ہال میں ایک بڑی قوت کا ٹائم بم رکھا ہے اور وہ بم دو منٹ کے بعد پھٹنے والا ہے۔

وہ اسے گالیاں دیتے ہوئے دوڑاتے ہوئے اس ہال کے دروازے پر لے آئے۔ دروازہ مقفل تھا۔ اس بڑے دروازے کو کھولنے میں کچھ وقت لگا۔ ہال میں پہنچنے تک ایک منٹ رہ گیا۔ جیک کیلر نے چیخ کر پوچھا "تم نے وہ ٹائم بم کہاں رکھا ہے؟ اسے فیوز کرو۔"

انچارج دوڑتا ہوا ادھر گیا لیکن بم کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی کبریا نے اسے اوندھے منہ فرش پر گرا دیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ جیک کیلر اور مہا دھابی نے اسے اٹھایا۔ اسے بم کی طرف بڑھایا۔ وہ اس پر جھک کر سوچنے لگا "اسے کس طرح فیوز کیا جاتا ہے؟"

وہ فیوز کرنا جانتا تھا لیکن کبریا اسے سمجھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ ان دونوں نے اسے سمجھایا لیکن وقت گزر چکا تھا۔ ایک زوردار دھماکے کے ساتھ ہی کبریا' جیک کیلر اور مہا دھابی مردہ دماغ سے نکل گئے۔ جیک کیلر کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ اگر وہ جزیرے میں ہوتا تو آنکھوں سے دیکھتا کہ کروڑوں ڈالرز کے اسلحے کے ساتھ وہ محل کس طرح تباہ ہو کر کھنڈر بن رہا ہے۔

جیک کیلر وہاں سے بہت دور سوئزر کے ایک شہر بیسل میں تھا۔ اپنے بنگلے کے بیڈ روم میں نڈھال سا بیٹھا ہوا تھا۔

مہا دھابی نے کہا "میرے دوست! میں تمہارے دلی صدمات کو سمجھ رہا ہوں۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ ہم نے جہاز میں فیصلہ کیا تھا کہ اس بچے سے دور رہیں گے۔ جس پر ٹیلی پیتھی اثر نہیں کرتی اور جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اس بچے سے دور ہی رہنا چاہیے لیکن ہم بوگارٹا سے پچیس لاکھ ڈالرز اور گورنر سے دس لاکھ ڈالرز حاصل کرنے کے لالچ میں اس بچے کو بھول گئے۔"

جیک کیلر نے کہا "سونیا اسی لیے خاموش اور مطمئن تھی۔ اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بہت بڑی قوت ہے۔ پتا نہیں وہ ہمارے بارے میں کیسی کیسی معلومات رکھتے ہیں اور ہمارے خلاف کہاں کہاں بارود بچھا رکھا ہے۔ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ ہم ان سے بہت دور رہیں۔ کبھی انہیں معلوم نہ ہونے دیں کہ ہم کہاں ہیں؟ زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ تب ہی زندہ رہ سکیں گے۔"

مہا دھابی نے کہا "اتنے بڑے نقصان سے تمہیں ذہنی صدمہ پہنچا ہے۔ اسی لیے تم ان سے خوف زدہ ہو گئے ہو۔ سب سے پہلے تمہیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ ہمارے دماغوں تک کبھی پہنچ نہیں پائیں گے۔ وہ ہمیں کبھی دماغی اور جانی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ہمارا کمزور پہلو یہ ہے کہ ہم ان سے اسلحے کا کاروبار نہیں چھپا سکیں گے لیکن اسے بھی چھپانے یا کاروبار تبدیل کرنے کی کوئی تدبیر کی جاسکتی ہے۔ آج تمہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا ہے۔ اس کا ماتم نہ کرو۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اربوں ڈالرز کماتے رہیں گے۔"

"اہم سوال یہ ہے کہ ابھی ہمیں کیا کرنا ہے؟ کیا سونیا اور اس کے پوتے کے خلاف انتقامی کارروائی کرنا دانش مندی ہو گی؟ ہم نہیں جانتے کہ وہ دوسرا دھماکا کہاں کریں گے اور ہمیں کتنا نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تمہاری طرف بھی آسکتے ہیں۔"

"ہاں۔ ان سے کچھ بعید نہیں ہے۔ انہوں نے میرے بارے میں بھی بہت سی معلومات حاصل کی ہوں گی۔ مجھے بھی تباہ کرنے کے لیے نہ جانے کہاں کہاں بارود بچھایا ہو گا۔ ان کے خلاف کچھ کرنے سے پہلے ہمیں یورپ اور ایشیا کے تمام علاقوں کے تمام گوداموں کو چیک کرنا ہو گا۔ اس کام میں کئی ہفتے لگیں گے۔ تب تک ان سے سمجھوتا کرتے رہیں تو بہتر رہے گا۔"

وہ دونوں سونیا کے دماغ میں آئے۔ جیک کیلر نے کہا "میڈم! تمہاری خاموشی اور اطمینان کی وجہ سمجھ میں آگئی ہے۔ ہم اپنا مزید نقصان نہیں چاہتے۔ ہمیں آپس میں سمجھوتا کر لینا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "سمجھوتا ایک شرط پر ہو گا۔ تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔ برازیل کے گورنر سے اور بوگارٹا سے کوئی مطالبہ نہ کرو۔ یہاں کسی مسافر کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ورنہ آگے کیا ہونے والا ہے' یہ تم سوچ بھی نہیں سکو گے۔"

"میڈم! ہمیں اور زیادہ نقصان پہنچانے کی بات نہ کرو۔ ہمیں پھر لاکھوں ڈالرز کا خسارہ ہو گا۔ ہم آپ کو پوتے سمیت سلامتی سے کسی قریبی شہر میں پہنچا دیں گے۔ یہ ہمارا تیم ہے۔ ہمیں کھیلنے دیں۔ آپ کوئی دوسری شرط پیش کریں۔"

"کوئی دوسری شرط نہیں ہے۔ یہاں سے جاؤ۔ ورنہ اس بار سوئزرلینڈ کے ایک گودام میں دھماکا ہو گا۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولا "نہیں نہیں۔ تمہاری شرط ہمیں منظور ہے۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

وہ دونوں بزدل نہیں تھے لیکن پہلے اپنے تمام گوداموں کو اور وہاں کے عملے کو چیک کر کے مطمئن ہونا چاہتے تھے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ وہ اپنی تمام کمزوریاں دور کرنے کے بعد ہی ہم سے مقابلہ کرنے کی جرأت کر سکتے تھے۔

وہ بہت بڑی بازی ادھوری چھوڑ کر جیسے چلے گئے لیکن بوگارٹا اور دوسرے آلہ کاروں کے اندر موجود رہے یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہم وہاں کیا کرنے والے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ بازی ان کے حق میں پلٹ سکتی ہے۔ وہ کسی سنہرے موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ہاری ہوئی بازی جیت سکتے ہیں۔

میں نے بوگارٹا سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ جیک کیلر اور مہا دھابی تم سے پچیس لاکھ ڈالرز وصول کرنا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں بھگا دیا ہے۔ اب وہ کوئی مطالبہ کرنے نہیں آئیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا واقعی؟ وہ جا چکے ہیں؟ یہاں اب نہیں آئیں گے۔ بے شک آپ کا نام ایسا ہے کہ بڑے بڑے سورما میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"تمام مسافروں کو لے جا کر آرام سے جہاز پر سوار کراؤ اور انہیں ان کی منزل تک جانے دو۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں۔ یہاں کا گورنر صبح تک میرا مطالبہ مان لے گا۔ میرے بھائی کو اور میرے جانبازوں کو رہا کر دے گا۔ میرا بھائی جیسے ہی یہاں پہنچے گا۔ میں تمام مسافروں کو جہاز پر بٹھا کر روانہ کر دوں گا۔"

"تمہارا بھائی اور تمہارے جانباز تمہاری طرح دہشت گرد اور قاتل ہیں۔ ان سزائے موت پانے والوں کی خاطر عورتوں' بچوں' جوانوں اور بوڑھوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ انہیں ابھی جانے دو۔ مجھ سے بحث نہ کرو۔ ورنہ تم اپنے تمام حواریوں کے ساتھ مارے جاؤ گے۔"

"پلیز آپ ایسی دھمکی نہ دیں۔ آپ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میرے درجنوں جانبازوں کے دماغوں میں کیسے جاسکیں گے۔ یہ میرے ایک اشارے پر تمام مسافروں کو گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔ یہ نہ بھولیں یہاں آپ کا پوتا بھی ہے۔"

"اچھا تو تم اپنے درجنوں مسلح حواریوں کا انجام دیکھو۔ ابھی تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا کہ وہ ان حواریوں کا صفایا کریں۔ ایک منٹ کے بعد ہی ایک حواری نے اچانک اپنے دو ساتھیوں کو گولی ماری۔ تیسرے نے گولی مارنے والے کو گولی ماری پھر تو ایک دوسرے پر فائرنگ کا سلسلہ چل پڑا۔ وہ حواری اپنے ہی ساتھیوں کی فائرنگ سے بچ رہے تھے اور ان پر جوابی فائر کر رہے تھے۔ بوگارٹا چیخ چیخ کر انہیں فائرنگ روکنے کا حکم دے رہا تھا لیکن یہ خون خرابا اس وقت رکا۔ جب صرف ایک حواری رہ گیا۔ باقی مر گئے۔

اس حواری نے گن سیدھی کر کے بوگارٹا کا نشانہ لیا۔ وہ ایک دم سے بدحواس ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "یہ۔ یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ بولا "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے تمام جانباز ایک دوسرے کو مارتے اور مرتے رہے۔ اب ہم دو رہ گئے ہیں۔ ہم دونوں میں سے کوئی ایک رہے گا۔ اپنا ریوالور نکالو۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حکم ہے۔ مارو یا مر جاؤ۔"

وہ اپنا ریوالور نکالتے ہوئے بولا "مسٹر فرہاد! مجھے معاف کر دیں۔ میں سمجھ رہا تھا۔ آپ اکیلے ہیں۔ میرے تمام جانبازوں کے اندر نہیں جاسکیں گے۔ آپ نے تو دس منٹ کے اندر سب ہی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک رہا ہوں۔"

اس نے زمین پر دونوں گھٹنے ٹیک دیے۔ میں نے کہا۔ "تمام مسافروں کو ابھی جہاز کی طرف لے جاؤ۔ یہ سب سلامتی کے ساتھ اپنے گھروں تک پہنچیں گے تو تم بھی سلامت رہو گے۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "خدا کا شکر ہے۔ کسی مسافر کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچا۔ تم خوش ہو؟"

"میں اپنے پوتے سے بہت خوش ہوں۔ مجھے اس پر فخر ہے۔ میں بوگارٹا اور سینڈی گرے کے خلاف جب بھی کچھ کرنا چاہتی تھی۔ عدنان مجھے روک دیتا تھا۔ اسے آگہی مل چکی تھی کہ سینڈی مرنے والا ہے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور بوگارٹا گھٹنے ٹیک دے گا۔ میرا یہ پوتا جانتا تھا۔ اسی لیے مجھے ان معاملات میں مداخلت کرنے سے باز رکھتا رہا۔"

اس نے اپنے پوتے کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر چوم لیا۔ کبریا نے کہا "ممّا! ہم انڈیا میں ہیں۔ پاپا بھی یہاں ہیں۔ آپ ہمارے پاس آرہی ہیں نا؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اب ہم آپ کو کہیں نہیں جانے دیں گے۔ آپ سیدھی ہمارے پاس آئیں گی۔"

میں نے کہا "تمہاری ممّا کو پہلے بابا صاحب کے ادارے میں جانا چاہیے۔ ہم اپنے پوتے کو جناب علی اسد اللہ تبریزی کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے۔ وہ عدنان کی پرورش، تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں ہدایات دیں گے۔"

وہ دو گھنٹے بعد طیارے میں سفر کررہے تھے۔ وہ طیارہ چلی کی طرف جارہا تھا۔ سونیا اور عدنان کو وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جانا تھا۔ ہم یہی چاہتے تھے۔ تقدیر کیا چاہتی تھی، یہ ہم نہیں جان سکتے تھے۔

○☆○

فرمان کو حاصل کرنے کے لیے بڑی رسہ کشی ہورہی تھی۔ اعلیٰ بی بی اسے انیتا سے چھین رہی تھی۔ چنڈال جوگیا اسے اپنی بیٹی کے لیے چھین لینا چاہتا تھا۔ تیسرا فریق جوگی بڑبولا تھا۔ اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ وہ چنڈال جوگیا کا مقابلہ کرنے کے لیے فرمان کی ٹیلی پیتھی سے استفادہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے غار والے استھان میں پہنچ کر ایک ایسا منتر پڑھ رہا تھا۔ جس کے اثر سے فرمان تمام رکاوٹیں توڑ کر اس کی طرف کھنچا چلا آتا۔ ماضی میں پوجا کی دادی ماں نے ایسا ہی منتر پڑھ کر کالے عمل کے ہتھکنڈوں سے کبریا کو اپنا معمول بنایا تھا۔ وہ منتروں کے اثر سے اس کے پاس دوڑا چلا آیا تھا۔

عالی نے فرمان کو مقابلے میں زخمی کرکے الپا کو اس کے اندر پہنچا دیا تاکہ چنڈال جوگیا اس کے دماغ پر قبضہ نہ کرسکے۔ اس کے بعد وہ اپنی کار میں بٹھا کر اسے وہاں سے لے جانے لگی۔ فرمان انیتا کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا مگر الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا۔ اسے زبردستی عالی کے ساتھ کار میں بٹھایا تھا۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا۔ بہت مجبور ہو کر عالی کے ساتھ جارہا تھا۔ جھنجھلا کر کہہ رہا تھا "میری انیتا ٹیکسی کے پاس بے ہوش پڑی ہے۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

عالی نے کہا "انیتا کو اس کا باپ چنڈال لے جائے گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"اس کی فکر میں کیوں نہ کروں۔ وہ میری ہونے والی دلہن ہے۔ میری جان ہے۔"

وہ ہونے والی دلہن ہے۔ ابھی ہوئی نہیں ہے۔ جب دلہن بن جائے گی تو اسے جان سے لگا کر رکھنا۔ کبھی تم مجھے اپنی جان کہتے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کبھی تمہیں جان کہا تھا۔ انیتا پچھلے جنم سے میری محبوبہ ہے۔"

"اچھا تو تمہارے دماغ میں یہ بات نقش ہوگئی ہے کہ تم ایک بار مرنے کے بعد یہ دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آئے ہو؟"

"بے شک یہی بات ہے۔ انیتا سے میرا پیار سچا تھا۔ میں صرف اسی کے لیے دوبارہ اس دنیا میں آیا ہوں۔ مجھے جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پھر تو تمہارا نام اور تمہارا مذہب بھی بدل گیا ہوگا! کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام انیل شرما ہے۔ تم خوامخواہ مجھے فرمان کہتی ہو۔ یہ بتاؤ اس وقت میرے اندر کون ہے؟ کون مجھے جانے سے روک رہا ہے؟"

الپا نے اس کے اندر کہا "میں ہوں تمہاری سسٹر الپا۔ تم نے تو مجھے بھی بھلا دیا ہوگا؟"

"سسٹر! مجھ سے زبردستی کیوں کررہی ہو؟ مجھے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے سے کیوں روکا جارہا ہے؟"

"فرمان! ہم تم پر جبر نہیں کررہے ہیں۔ انیتا کے باپ چنڈال نے تم پر کالا عمل کیا ہے۔ وہ زبردستی تمہیں ہم سے چھین رہا ہے۔"

"مجھ پر کسی نے جادو نہیں کیا ہے۔ تم میری دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہی ہو۔ میں توانائی حاصل کرتے ہی شکنجے سے نکل جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ جب توانائی حاصل ہو تو چلے جانا۔ ابھی خوامخواہ بحث نہ کرو۔ خاموش رہو۔"

عالی نے الپا سے کہا "سسٹر! میں چاہتی ہوں، آگے کسی شہر میں چند گھنٹوں کے لیے قیام کروں۔ وہاں کسی ہوٹل کے کمرے میں رہ کر فرمان پر تنویمی عمل کیا جائے۔ تم اس طرح عمل کرو کہ اس کے ذہن سے جادو کا اثر ختم ہوجائے۔ اس کا برین واش ہوگا تب ہی یہ انیتا اور چنڈال کے شکنجوں سے نکل پائے گا۔"

چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کو ہوش میں لانے اور اسے ہوٹل کے کمرے میں پہنچانے میں مصروف تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ عالی کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کے ذریعے فرمان کے دماغ پر قبضہ جما چکی ہے اور اسے کہیں دور لے جارہی ہے پھر اس نے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ جوگی بڑبولا اس کی بیٹی انیتا کو ہلاک کرکے فرمان کو اپنے قبضے میں لانا چاہتا تھا۔ جوگی بڑبولے کا منصوبہ ناکام رہا تھا۔ انیتا ہلاکت سے بچ گئی تھی۔ بڑبولا ہر حال میں فرمان کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اپنے استھان میں جاکر منتر پڑھنے اور کالے عمل میں مصروف ہوگیا تھا۔

چنڈال نے انیتا کو ہوٹل کے کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ ہوش میں آکر فرمان کا پوچھ رہی تھی "میرا انیل کہاں ہے؟"

وہ بولا "بیٹی! تمہارے ستارے گردش میں ہیں۔ انیل اس جنم میں تم سے مل کر پھر بچھڑ گیا ہے۔ تم چنتا نہ کرو۔ میں اسے واپس لاؤں گا۔ وہ فرہاد کی بیٹی بہت ہی ضدی اور زبردست ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بازی لے جارہی ہے۔ میں کالے جادو کے ذریعے بازی پلٹ دوں گا۔ تمہاری طبیعت بحال ہوجائے تو ہوٹل چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ۔"

"میں ہوٹل نہیں چھوڑوں گی۔ انیل یہاں آئے گا تو مجھے نہیں پائے گا۔ مجھے تلاش کرے گا۔"

"وہ اب وہاں نہیں آئے گا۔ میں کالا عمل کررہا ہوں۔ ایسا منتر پڑھ رہا ہوں کہ کہ سب کچھ بھول کر میرے پاس دوڑا چلا آئے گا۔"

"ایسا ہے تو میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔ تم کچھ بھی کرو، اسے فوراً اپنے پاس بلاؤ۔"

چنڈال بیٹی کے دماغ سے نکل کر فرمان کے اندر آیا۔ اس وقت عالی اور الپا خاموش تھیں۔ اس نے کہا "انیل! میں چنڈال جوگیا بول رہا ہوں۔ مجھے انیتا نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تمہاری جدائی میں رو رو کر ہلکان ہورہی ہے۔"

وہ تڑپ کر بولا "میں کیا کروں؟ کیسے اپنی انیتا کے پاس جاؤں؟ سسٹر الپا نے میرے دماغ پر قبضہ جمار کھا ہے۔"

"پھر تو وہ تمہارے اندر اب بھی موجود ہوگی۔"

الپا نے کہا "ہاں۔ میں موجود ہوں۔ بہتر ہے تم چلے جاؤ۔ ورنہ اسے سانس روکنے پر مجبور کروں گی تو تم دماغ سے نکل جاؤ گے۔"

"کیا مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟ یہ سانس روکے گا تو تم بھی اس کے دماغ سے نکل جاؤ گی اور میں یہی چاہتا ہوں۔ نکل جاؤ۔ چلی جاؤ۔"

"مجھے یہاں سے نکالنے کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔ جاؤ اپنی بیٹی کو سچ بتاؤ کہ یہ فرمان ہے۔ انیل نہیں ہے۔"

"یہ انیل ہے۔ ہم ہندو ہیں۔ آواگون کو مانتے ہیں۔ انسان مرنے کے بعد سات بار جنم لیتا ہے۔"

"دو چار جنم اور بڑھالو۔ ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ فرمان ہے۔ مسلمان ہے۔ مسلمان ہی رہے گا۔"

"یہ ہندو ہے۔ ہمارا ہے۔ ہمارے پاس آکر ہی رہے گا۔ ابھی تم دیکھو گی کہ یہ کیسے تیر کی طرح میری طرف آئے گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنے استھان میں حاضر ہوگیا۔ مدراس شہر سے پہلے رستم پلی نامی ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ وہاں سے دس کلومیٹر دور صدیوں پرانے کھنڈرات تھے۔ وہیں ایک کھنڈر کو اس نے اپنا استھان بنا رکھا تھا۔ وہاں بیٹھ کر کالے جادو کے عمل میں مصروف رہا کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ کالے عمل کی تیاری کرنے لگا۔ اپنا مطلوب چاہے ہزاروں میل دور ہو، اسے بلانے کے لیے ایک خاص منتر پڑھا جاتا ہے اور ایک خاص کالا عمل کیا جاتا ہے وہ وہی منتر پڑھنے لگا۔ وہی مخصوص عمل کرنے لگا۔

دوسری طرف جوگی بڑبولا بھی بالکل وہی عمل کررہا تھا اور وہی منتر پڑھ رہا تھا۔ ایسے وقت چنڈال جوگیا ایک طرف عالی اور الپا کے خلاف تھا۔ دوسری طرف جوگی بڑبولے کے مقابلے پر منتر پڑھ رہا تھا۔ ان سب کے درمیان زبردست جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ کس کی جیت اور کس کی ہار ہونے والی تھی۔ اس کا نتیجہ چند گھنٹوں میں سامنے آنے والا تھا۔

عالی نے کبریا کو مخاطب کیا پھر اسے اپنے دماغ میں آنے کو کہا۔ اس نے آکر پوچھا "خیریت ہے؟"

"خیریت نہیں ہے۔ فرمان کالے جادو سے متاثر ہے۔ میں تمہیں ایک لڑکی انیتا کے اندر پہنچا رہی ہوں۔"

"یہ انیتا کون ہے؟"

"تم اس کے خیالات پڑھو گے تو بہت کچھ معلوم ہوگا۔ تم اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردو۔"

اس نے کبریا کو انیتا کے دماغ میں پہنچا کر الپا سے کہا۔ "کبریا انیتا کے دماغ کو لاک کرنے گیا ہے۔ اس کے بعد نہ تو

چنڈال اپنی بیٹی کے دماغ میں پہنچ سکے گا اور نہ ہی فرمان اس سے دماغی رابطہ کر سکے گا۔ ان دونوں کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ انیتا کہاں گم ہو گئی ہے۔"

الپا نے کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ ایک کام اور کرو۔ چنڈال جوگیا اور جوگی بڑبولے کے درمیان دشمنی ہے۔ انہیں آپس میں لڑا دو۔"

"ہوں سمجھ گئی۔ اگر انیتا کو بڑبولے کے پاس پہنچا دیا جائے تو ان دونوں جادوگروں میں ٹھن جائے گی۔"

وہ کبریا کے پاس آکر بولی "ایک ضروری بات یہ ہے کہ اس کے جادوگر باپ کے خلاف ایک اور جادوگر جوگی بڑبولا ہے۔ تم اس کے ذہن میں نقش کردو کہ یہ اپنے باپ اور اپنے انیل کو بھول کر جوگی بڑبولے کے پاس جائے گی اور اس کے زیر اثر رہا کرے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تنویمی عمل کے دوران میں یہ باتیں اس کے ذہن میں نقش کردوں گا۔"

جب کبریا' انیتا کے اندر پہنچا تو وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ اپنا اور فرمان کا تمام سامان سمیٹ کر وہاں سے جانے والی تھی۔ کبریا نے اس کے اندر کمزوری اور سستی پیدا کی۔ وہ سفری بیگ کو ایک طرف رکھ کر تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی "بے ہوشی کے باعث کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ مجھے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد جانا چاہیے۔"

وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ فرمان کو یاد کرتے ہوئے انگڑائی لینے لگی۔ کبریا اس کے ذہن کو آہستہ آہستہ تھپکنے لگا۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ جلد سے جلد باپ کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ وہاں فرمان سے اپنے انیل سے ملنے کی توقع تھی۔ وہ نیند سے لڑنے لگی۔

ٹیلی پیتھی کے ذریعے لائی جانے والی نیند اس پر حاوی ہو گئی۔ وہ تنویمی عمل کرنے سے پہلے اس کی ہسٹری پڑھنے لگا۔ اس کی کہانی بڑی دلچسپ تھی۔ وہ فرمان کو اپنا وہ محبوب سمجھ رہی تھی' جو مر چکا تھا لیکن اس کے عقیدے کے مطابق وہ دوسرا جنم لے کر پھر اس دنیا میں اس سے محبت کرنے آیا تھا۔

کبریا بڑی دلچسپی سے اس کے تمام حالات پڑھ رہا تھا۔

پھر اس نے تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد ہوٹل سے نکل کر سیدھی جوگی بڑبولا کے پاس جائے گی۔ اپنے باپ چنڈال جوگیا اور اپنے انیل شرما کو بھول جائے۔ دوسری بات یہ نقش کی کہ وہ صرف اعلیٰ بی بی کی آواز کو محسوس نہیں کرے گی۔ دو گھنٹے کے بعد تنویمی نیند پوری کر کے جوگی بڑبولے کے پاس جائے گی۔

وہ چلا گیا۔ اس وقت اعلیٰ بی بی' فرمان کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "فرمان کو یہاں سلاؤ اور تنویمی عمل کے ذریعے اس کا واش کرو۔ میں جوگی بڑبولے سے رابطہ کر رہی ہوں۔ اس دماغ کو جلد ہی لاک کرو۔"

اس نے ایک صوفے پر بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز بڑبولے کے اندر پہنچی تو اس نے سانس روک لی۔ عالی تین بار اسے مخاطب کیا مگر وہ کچھ سننے سے پہلے ہی روک رہا تھا۔ اس وقت اس کا کالا عمل بڑی اٹھان پر اس کے خاص منتر کا اثر فرمان پر ہونے والا تھا۔ وہ اس پیتھی جاننے والے کو اپنے قدموں تک آنے پر مجبور کرنے والا تھا۔ اس لیے اعلیٰ بی بی کو نظر انداز کر رہا تھا۔

دوسری طرف چنڈال جوگیا بھی بالکل اسی عمل مصروف تھا۔ اسے بھی یقین تھا کہ فرمان جلد ہی اس کی آنے والا ہے۔

فرمان بیڈ پر لیٹنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس پر عمل کرنے والی ہے لیکن الپا نے اس کے دماغ پر طرح قبضہ جمالیا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لیٹ گیا۔ شانے چت ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ میں جھانک دیکھا۔ وہ الپا کے زیر اثر تھا۔ وہ مطمئن ہو کر غسل کرنے لیے باتھ روم میں چلی آئی۔ لباس اتار کر شاور کھول کر ہو گئی۔ ٹھنڈے پانی میں بھیگنے لگی۔

الپا آہستہ آہستہ فرمان کے ذہن کو تھپک رہی تھی۔ وقت اس نے محسوس کیا کہ فرمان کے دماغ پر دھند چھا ہے۔ دور بہت دور سے کسی کی آواز سنائی دے رہی الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ الپا نے اندازہ لگا دشمن منتر پڑھ رہا ہے۔ اس کے اثر سے فرمان کا ذہن د رہا ہے۔ وہ خیال خوانی کی پوری قوت سے اس پر حاوی ہو کی کوشش کرنے لگی۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی کی لہریں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ الپا حیران ہوئی اس کے دماغ میں گئی پھر نکل آئی۔ اس کا دماغ جیسے ہو گیا تھا۔ سوچ کی لہروں کو راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اب اسے دیکھ نہیں سکتی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ بیڈ پر ہے یا و سے اٹھ گیا ہے؟

اس نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا "عالی! مع

ہوتا ہے' چنڈال کا جادو اثر کررہا ہے۔ فرمان کا ذہن میری گرفت سے نکل گیا ہے۔ فوراً باہر آکر دیکھو' وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "او گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا جادو' ٹیلی پیتھی پر حاوی ہو جائے گا۔"

وہ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے فرمان کے دماغ تک پہنچی مگر سوچ کی لہروں کو راستہ نہیں ملا۔ لباس پہننے میں کچھ وقت لگا پھر وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر کمرے میں آئی۔ وہاں فرمان نہیں تھا۔ وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی لفٹ میں پہنچی۔ وہاں سے گراؤنڈ فلور پر آئی۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے پارکنگ ایریا میں آکر دیکھا۔ اس کی کار نہیں تھی۔ فرمان اسے لے گیا تھا۔ الپا نے پوچھا "یہ کہاں گیا ہوگا؟"

"میں اتنا جانتی ہوں کہ چنڈال جوگیا رستم پلی نامی ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں رہتا ہے۔ مجھے اسی طرف جانا چاہیے۔"

فرمان کا تعاقب کرنے کے لیے دوسری کار کی ضرورت تھی۔ اس نے الپا سے کہا "سسٹر! تم جاؤ۔ میں دوسری کار لے کر اس کے تعاقب میں جارہی ہوں۔"

الپا چلی گئی۔ ہوٹل کا ایک کاؤنٹر رینٹڈ کار حاصل کرنے کے لیے مخصوص تھا۔ اسی وقت میں نے اسے مخاطب کیا "بیٹی! کہاں ہو؟ کیا کررہی ہو؟"

"پاپا! فرمان ایک خطرناک جادوگر کے چکر میں پڑ گیا ہے۔ سحر زدہ ہو کر کہیں چلا گیا ہے۔ میں اس کے تعاقب میں جارہی ہوں۔"

"بیٹے! اسے جانے دو۔ ہم بعد میں اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ تمہاری مما اور عدنان برازیل کے ایک جنگل میں ہیں۔ میں نے کبریا کو تمہاری مما کے دماغ میں پہنچایا ہے۔ آؤ تمہیں بھی پہنچا دوں۔"

وہ میرے اندر آئی۔ میں نے اسے سونیا کے اندر پہنچا دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے' جب سونیا اور عدنان نے رہائی حاصل نہیں کی تھی۔ عالی ہوٹل کے کمرے میں آکر اپنی ماں کے پاس پہنچ گئی۔ ماں ایک عرصے سے بچھڑی ہوئی تھی اور اپنوں کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ عالی کے جذبات ماں کے لیے امنڈ آئے تھے۔ اس نے فی الحال فرمان کو نظر انداز کردیا۔ اس یقین کے ساتھ کہ بعد میں اسے ڈھونڈ نکالے گی۔

فرمان پر بے خودی کا عالم طاری تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں پہنچنا ہے۔ نہ جاننے کے باوجود وہ راستوں کو پہچان رہا تھا۔ دماغ راہنمائی کررہا تھا کہ اسے کن راستوں سے گزرتے رہنا ہے۔

جوگی بڑبولے کو پورا یقین تھا کہ اس کا مطلوب اس کی طرف کھنچا آرہا ہے۔ چنڈال جوگیا کو بھی یقین تھا۔ اس کا یہ کالا عمل کبھی ناکام نہیں رہتا تھا۔ وہ پہلے بھی ایسے عمل میں کامیاب ہوتا رہا تھا۔ دونوں کا عمل ایک جیسا تھا۔ دونوں کو کامیابی کا یقین تھا اور معمول نہیں جانتا تھا کہ وہ کس عامل کی طرف جارہا ہے؟ وہ بڑی تیز رفتاری سے اندھا دھند ڈرائیو کررہا تھا۔

اندھی رفتار اکثر منہ کے بل گراتی ہے۔ ایک جگہ اس کی کار ایک گاڑی سے ٹکرا گئی۔ اسٹیئرنگ ہاتھوں سے بہک گیا۔ وہ پہاڑی راستہ تھا۔ خیریت ہوئی کہ کار ڈھلان کی طرف نہیں گئی۔ دوسری گاڑی ادھر گئی پھر سیکڑوں فٹ کی گہرائی میں لڑھکتی چلی گئی۔ اس کی کار دو بھاری پتھروں کے درمیان جاکر پھنس گئی۔ اسٹیئرنگ سے ٹکرانے کے باعث پیشانی لہولہان ہو گئی تھی۔ اس نے دوبارہ کار اسٹارٹ کی۔ پتا چلا کہ گیئر باکس بیٹھ گیا ہے۔ گاڑی آگے جاسکتی تھی' نہ پیچھے ہوسکتی تھی۔ وہ ایک کپڑے سے لہو پونچھتا ہوا کار سے باہر آگیا۔

کالے عمل کے اثر سے اس کے اندر آگے بڑھتے رہنے کی تڑپ تھی۔ وہ آگے ویران راستے پر دوڑتا ہوا جانے لگا۔ ادھر ان دونوں کو اس وقت تک منتر پڑھتے رہنا تھا' جب تک کہ وہ ان کے سامنے پہنچ نہ جاتا۔ پتا نہیں وہ کس کے سامنے حاضر ہونے والا تھا۔ چونکہ کار میں نہیں تھا۔ دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ اس لیے انہیں اب دیر تک پڑھنے میں مصروف رہنا تھا۔ ان میں سے جو مسلسل پڑھنے والا تھک جاتا' وہ ناکام ہو جاتا۔ فی الحال یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کون ناکام ہونے والا ہے۔

وہ دوڑتے دوڑتے تھک رہا تھا۔ ہانپ رہا تھا۔ پتا نہیں آگے اور کتنے کلومیٹر تک دوڑنا تھا۔ اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ کچھ فاصلے پر آگے ایک کار کھڑی ہوئی دکھائی دی۔ ایک شخص کار کا بونٹ اٹھائے اس کی کوئی خرابی دور کررہا تھا۔

فرمان وہاں پہنچ کر ہانپنے لگا۔ اس شخص نے بونٹ کو گرا کر اس سے پوچھا "کون ہو تم؟"

فرمان نے اس کے منہ پر ایک گھونسا جڑ دیا۔ وہ اچانک حملے سے بوکھلا گیا۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے کئی ہاتھ پڑ گئے۔ وہ مقابلے پر ٹھہر نہ سکا۔ سڑک پر گر پڑا۔ فرمان نے دروازہ

کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھاتا ہوا پہلے کی طرح تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ ذرا آگے جاکر اسے گاڑی کو روکنا پڑا۔ پچھلی سیٹ سے ہنسی کی آواز ابھری تھی۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پیچھے ایک موٹی تگڑی عورت بیٹھی تالیاں بجاتے ہوئے ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تونے بہت اچھا کیا۔ اس کو مار کے بھگا دیا۔ وہ میرا پتی تھا۔ مجھے پاگل خانے لے جارہا تھا۔ تم سچ سچ بولو۔ میں پاگل تو نہیں ہوں نا؟"

وہ ناگواری سے اسے دیکھ کر پھر گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ پیچھے سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "ہم اس کار میں سوئزر لینڈ جائیں گے۔ وہاں ہنی مون منائیں گے۔ جب سے شادی ہوئی ہے' ہنی مون کے انتظار میں کنواری بیٹھی ہوں۔"

اس نے فرمان کی گردن کو بڑی محبت اور بڑی قوت سے جکڑ لیا تھا۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس نے کار سڑک کے کنارے روک دی۔ گردن چھڑا کر باہر آیا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ تکلیف سے چیخنے لگی۔ وہ اسے کار کے باہر کھینچ کر ایک طرف پھینک کر وہاں سے جانا چاہتا تھا لیکن وہ باہر نکلتے ہی اس سے لپٹ گئی۔

وہ خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بہت تگڑی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اچھی طرح پہلوانی کرنے کے بعد اسے دبوچنے آئی ہو۔ فرمان شاید خود کو چھڑا نہ پاتا لیکن دونوں طرف سے پڑھے جانے والے منتر اسے جنون میں مبتلا کررہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچنے لگا تو وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ اس نے اچھی طرح اس کی پٹائی کرتے ہوئے اسے زمین پر گرایا پھر فوراً ہی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا اس پاگل عورت سے دور ہوتا چلا گیا۔

وہ دونوں منتر پڑھنے والے پریشان ہو رہے تھے۔ ان کا مطلوب ان کے سامنے حاضر نہیں ہو رہا تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے دیر کیوں ہو رہی ہے؟ چنڈال جوگیا نے سوچا "خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرنا چاہیے۔"

اس نے تھوڑی دیر کے لیے منتر پڑھنا چھوڑ دیا۔ فرمان کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں کھنڈرات اور ایک پہاڑی میں ایک غار دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے سوچا "یہ میرا استھان نہیں ہے۔ یہ انیل کہاں جارہا ہے؟"

جوگی بڑبولا بازی لے جارہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے بہت پہلے سے منتر پڑھنا شروع کیا تھا۔ اس وقت چنڈال اپنی بے ہوش بیٹی انیتا کو ہوٹل میں لے گیا تھا۔ اسے تحفظ فراہم کرنے کے چکر میں کافی وقت گزر گیا تھا۔ جوگی بڑبولے کا منتر فرمان کو بہت پہلے سے متاثر کررہا تھا۔ وہ اسی کی طرف دوڑا چلا آیا تھا۔

چنڈال نے گرج کر پوچھا "انیل! تم کہاں جارہے ہو؟ میں منتر پڑھ رہا ہوں اور عمل کررہا ہوں۔ میرے پاس آؤ۔"

اس کی آواز فرمان تک نہیں پہنچ رہی۔ اس کی سوچ کی لہریں بھی کمزور پڑ رہی تھیں۔ جوگی بڑبولے کا منتر حاوی ہو رہا تھا۔ چنڈال سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے جادو کا توڑ کون کررہا ہے؟ اس نے گرج کر پوچھا "کون ہے؟ کون میرا توڑ کررہا ہے؟"

اس کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی پھر اس کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ بڑبولے کا منتر پوری طرح حاوی ہو گیا تھا۔

فرمان نے کھنڈرات میں کار چھوڑ دی تھی۔ وہاں سے دوڑتا ہوا پہاڑی غار میں آیا۔ وہاں ایک جگہ الاؤ روشن تھا۔ جوگی بڑبولا آگ کے سامنے پالتھی مارے منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے آس پاس مٹی کے برتنوں میں ماش کی دال' سندور' راکھ اور کسی مردے کی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ الاؤ کے ایک طرف سر کٹا بکرا پڑا ہوا تھا۔ اس کا خون بہتا ہوا الاؤ کی طرف آرہا تھا۔ ماضی میں پوجا کی دادی نے کبریا پر جیسا عمل کیا تھا' جوبلی بڑبولا ٹھیک اسی طرح فرمان پر عمل کررہا تھا اور اسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی برازیل کے جنگل میں اپنی مما اور عدنان کے ساتھ مصروف تھی۔ اسے یاد تھا کہ انیتا دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گی پھر ہوٹل چھوڑ کر جوگی بڑبولے کے پاس جائے گی۔ اس نے الپا سے کہا "سسٹر! میں بہت مصروف ہوں۔ تم انیتا کے پاس چلی جاؤ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے والی ہے۔ ہوٹل سے نکل کر بڑبولے کے پاس جائے گی۔ بڑبولا ان باپ بیٹی کا جانی دشمن ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ انیتا کو جانی نقصان پہنچے۔"

"میں سمجھ گئی۔ ہماری پلاننگ یہ ہے کہ انیتا بڑبولے کی قید میں رہے۔ تاکہ وہ دونوں جادوگر آپس میں لڑتے رہیں۔ چنڈال نے اپنے منتروں کے زور سے فرمان کو تم سے چھین لیا ہے۔ ہم اس کی بیٹی کو اس سے چھین کر اس کے دشمن کے سائے میں رکھیں گے۔"

وہ انیتا کے پاس آئی۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگئی تھی۔ کبریا نے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ وہ صرف اعلیٰ بی بی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھی۔ الپا اسی کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔

انیتا بیدار ہونے کے بعد بیڈ پر پڑی رہی۔ سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے اور کن حالات سے گزر رہی ہے؟

اسے یاد آیا۔ وہ ایک ہوٹل میں ہے۔ آج ایک مارکیٹ میں دشمنوں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ وہ حملے سے بچ گئی تھی لیکن عالی نے اسے ایک ایسا ہاتھ مارا تھا کہ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس بے ہوشی کے بعد شاید اب ہوش میں آئی ہے۔

وہ بہت کچھ یاد کررہی تھی لیکن فرمان یاد نہیں آرہا تھا۔ کبریا کے تنویمی عمل کے مطابق وہ فرمان کو اور اپنے باپ چنڈال جوگیا کو بھول چکی تھی۔ اس کا ذہن کہہ رہا تھا' مجھے ایک بہت بڑے تانترک جوگی بڑبولے کے پاس جانا چاہیے۔

وہ اٹھ کر شاور لینے گئی۔ الپا آدھے گھنٹے کے لیے اس کے دماغ سے چلی گئی پھر واپس آئی تو وہ لباس پہن کر اپنا سفری بیگ اٹھا رہی تھی۔ ایک طرف فرمان کا بیگ رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر سوچنے لگی۔ اس کے اندر مردانہ کپڑے اور شیونگ وغیرہ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا "یہ بیگ میرے کمرے میں کیوں ہے؟ کیا میرے ساتھ یہاں کوئی اور بھی تھا؟"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں۔ بھلا میرے ساتھ کون ہوسکتا ہے؟ اس کمرے میں مجھ سے پہلے کوئی مسافر آیا تھا۔ وہ اپنا یہ بیگ بھول کر چلا گیا ہے۔ اسے یاد آئے گا تو وہ آکر اسے لے جائے گا۔ مجھے یہ سوچنا ہے کہ جوگی بڑبولا کہاں ملے گا؟"

وہ سوچتی ہوئی اپنا بیگ اٹھا کر نیچے کاؤنٹر پر آئی۔ وہاں ہوٹل کا بل ادا کرنے لگی۔ کاؤنٹر گرل سے کہنا چاہتی تھی کہ کوئی مسافر اپنا بیگ اس کمرے میں بھول کر چلا گیا ہے لیکن الپا نے اسے ایسا کہنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ بیگ اٹھا کر ہوٹل کے باہر آئی۔ وہاں کئی ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈرائیور گنگو اسے دیکھتے ہی دوڑتا ہوا آیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میڈم! آیئے۔ کہاں جائیں گی؟"

اس نے پوچھا "کیا تم جوگی بڑبولے مہاراج کا استھان جانتے ہو؟"

وہ اس کے ہاتھ سے بیگ لے کر بولا "جانتا ہوں میڈم! میں تو ان کا چیلا ہوں۔ ابھی وہاں پہنچا دوں گا۔"

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گنگو اسے لے کر شہر سے باہر کھنڈرات میں آیا۔ وہاں گاڑی روک دی۔ اس کا بیگ اٹھا کر بولا "یہاں سے گاڑی کا راستہ نہیں ہے۔ پیدل جانا ہوگا۔ زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ سامنے پہاڑی کے غار میں جانا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ کھنڈرات کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی غار میں آئی۔ وہاں کا منظر دیکھ کر گھبرا گئی۔ ایک جگہ الاؤ روشن تھا۔ اس کے آس پاس کسی مردے کی کھوپڑی تھی۔ ایک طرف کٹا ہوا بکرا پڑا تھا اور اس کے قریب فرمان آنکھیں بند کیے زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ انیتا اسے دیکھ کر پہچان نہ سکی کہ وہ اس کا انیل شرما ہے۔ وہ اپنے محبوب کو بھول چکی تھی۔

جوگی بڑبولے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میرے دشمن کی بیٹی آئی ہے۔ گنگو تو نے اسے یہاں لا کر مجھے خوش کردیا ہے۔"

گنگو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "مہاراج! یہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔ تمہارا پتا پوچھ رہی تھی۔ میں اسے یہاں لے آیا۔"

جوگی بڑبولے نے تعجب سے انیتا کو دیکھ کر پوچھا "تم میرا پتا کیوں پوچھ رہی تھیں؟"

وہ بولی "میں نہیں جانتی۔ میرا دل تمہارے پاس آنے کے لیے مچل رہا تھا۔ میں بے اختیار چلی آئی ہوں۔"

وہ غرا کر بولا "ہوں۔ تیرا باپ تجھے یہاں لایا ہے۔ دیکھ تیرا یار میرا غلام بن چکا ہے۔ ابھی آنکھیں کھولنے کے بعد سب کچھ بھول جائے گا۔ صرف میرا غلام بن کے رہے گا۔"

اس کی باتوں نے الپا کو چونکا دیا۔ وہ اور اعلیٰ بی بی سمجھ رہی تھیں کہ چنڈال نے فرمان کو اپنے جادو سے جکڑ رکھا ہے لیکن جوگی بڑبولے نے اسے جکڑ رکھا تھا۔ اسے اپنا معمول بنا چکا تھا۔ اعلیٰ بی بی چاہتی تھی کہ چنڈال نے فرمان کو ٹریپ کیا ہے تو جوابی کارروائی کے طور پر انیتا کو بڑبولے کے پاس پہنچایا جائے۔ اس طرح دونوں جادوگروں میں ٹھن جائے گی۔

انیتا اس طرح فرمان سے دور رہے گی۔ اسے بہت زیادہ دور رکھنے کے لیے اس کے ذہن سے انیل شرما کو مٹا دیا گیا تھا۔

لیکن جو بازی کھیلی گئی تھی' وہ کچھ سے کچھ ہوگئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے منصوبے کے خلاف انیتا اور فرمان پھر قریب آگئے تھے۔

○☆○

انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈی جی رگھوناتھ سہائے نے بڑی تیزی دکھائی تھی۔ وہ اپنے شعبے میں بہت ہی ذہین اور مکار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے بڑی مکاری سے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ویٹو مارکس کو اپنا مطیع بنالیا تھا اور امریکی حکام سے الٹا یہ شکایت کررہا تھا کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک انڈین لڑکی کلپنا کو اغوا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے انڈین آرمی کی راجپوت بٹالین کے سپاہی اور افسران باغی ہوگئے ہیں۔

اس نے ویٹو مارکس اور کلپنا کو ایک تہ خانے میں چھپا رکھا تھا اور یہ ظاہر کررہا تھا کہ ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی پیدا ہوگیا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ جھوٹ سدا چلتا رہے گا۔ امریکا نے میرے خلاف محاذ بنانے اور بھارت سرکار کی مدد کرنے کے لیے اپنے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ان کے حوالے کیا تھا۔ انہوں نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنالیا۔ ایک تو انہوں نے اپنے محسن امریکا کو دھوکا دیا۔ دوسرا یہ کہ ویٹو مارکس کو میرے پیچھے لگا دیا۔ ایسا کرنے میں رگھوناتھ سہائے نے بڑی تیزی دکھائی پھر اپنی تیز رفتاری کے نتیجے میں منہ کے بل یوں گرا کہ پھر اٹھنے کے قابل نہیں رہا۔

اس نے میرے بیٹے کو اغوا کرنا چاہا تھا۔ میں نے اسی کے بیٹے کو کبریا بنا کر اس کے پاس پہنچا دیا تھا۔ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ جس ٹیلی پیتھی جاننے والے ویٹو مارکس کو اس نے اپنا معمول بنایا ہے' وہ اپنی لاعلمی میں میرا فرماں بردار بنا ہوا ہے۔

میں نے رگھوناتھ کے ساتھ جو ڈراما پلے کیا۔ اس کا ذکر گذشتہ اقساط میں ہوچکا ہے۔ میں نے اس کے بیٹے سومنات کو اس کے حوالے کرتے وقت گولیاں مار کر اس کے دونوں گھٹنے توڑ دیے۔ رگھوناتھ بیٹے کو فوری طبی امداد پہنچانے کے لیے اسپتال لے گیا۔ وہ مر نہیں سکتا تھا۔ ڈاکٹروں نے صاف کہہ دیا کہ وہ ساری زندگی اپاہج بن کر وہیل چیئر پر گزارے گا۔

سومنات کی ماں' رگھوناتھ کی بیوی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ کہنے لگی "وہ مجرم کون ہے؟ وہ تمہارا دشمن تھا۔ اس کی دشمنی تم سے تھی۔ اس نے میرے بیٹے کو اپاہج کیوں بنا دیا ہے؟"

رگھوناتھ نے غصے سے کہا "اس کا نام فرہاد ہے۔ وہ بہت ہی کم ظرف ہے۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے میرے بیٹے کو نقصان پہنچایا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

رگھوناتھ اپنی بیوی کے ساتھ اسپتال کے ایک کمرے میں تھا۔ سومنات کے دونوں گھٹنوں پر پلاسٹر چڑھایا گیا تھا۔ وہ بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ ماں ایک چاقو سے سیب کاٹ کر اسے کھلا رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے وہ چاقو رگھوناتھ سہائے کے بازو میں گھونپ دیا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے سے روک دیا کرتا تھا۔

اس کی بیوی نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "اب بولو فرہاد کم ظرف ہے یا تم کمینے ہو۔ پہلے تم نے اس کے بیٹے کو اغوا کیا تھا۔ تم نے اسے دشمنی پر مجبور کیا۔ اس نے جواباً ہمارے بیٹے کا یہ حال کیا ہے۔ اس کی تباہی کے ذمہ دار تم ہو۔"

سومنات نے بیڈ پر سے چیخ کر کہا "ممی! کیا پاگل ہوگئی ہیں۔ آپ نے ڈیڈی کو زخمی کیوں کیا ہے؟"

میں نے رگھوناتھ کے دماغ میں پہنچ کر کہا "بڑی خوش فہمی تھی کہ تمہارے اندر نہیں آسکوں گا۔ اب بیوی اور بیٹے کے سامنے بولو۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنے زخمی بازو کو تھام کر کرسی پر بیٹھ گیا پھر بولا "بیٹے! تمہاری ماں نے مجھے زخمی کیا۔ اچھا ہی کیا۔ میں تمہارا مجرم ہوں۔ اگر میں فرہاد کے بیٹے کو اغوا نہ کرتا تو وہ بھی تمہیں اغوا نہ کرتا۔ جیسے کو تیسا کے مطابق اس نے مجھے یہ سزا دی ہے۔ میں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ میرے بیٹے کو زندگی بھر کے لیے اپاہج بنا دے گا۔"

اس کی بیوی چاقو سے حملہ کرنے کے بعد پریشان ہوگئی تھی۔ زخم معمولی تھا۔ وہ اس کی مرہم پٹی کرتے ہوئے بول رہی تھی "یہ مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں بیٹے کی حالت دیکھ کر پاگل ہوگئی ہوں۔ ایسا بھی کیا پاگل پن ہے۔ میں نے ایسا کیوں کیا؟"

وہ بولا "تم نہیں سمجھو گی۔ فرہاد نے تمہارے دماغ میں گھس کر حملہ کرایا ہے۔ تاکہ وہ میرے دماغ میں آئے اور میں سچ بولنے پر مجبور ہوجاؤں اور میں مجبور ہو کر سچ بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "میں مانتی ہوں۔ آپ نے اس کے بیٹے کو اغوا کیا۔ آپ سے غلطی ہوگئی۔ اس نے بھی ہمارے سومنات کو اغوا کیا لیکن آپ نے اس کے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا پھر اس نے سومنات کی زندگی کیوں برباد کردی؟"

وہ بولا "سچ تو یہ ہے کہ وہ سومنات کو اغوا نہ کرتا تو میں اس کے بیٹے کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا وفادار کتا بنا کر رکھتا اور فرہاد کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتا۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ میں اس کے بیٹے کو کتا نہ بنا سکا۔ اس نے اسے اپاہج بنادیا ہے۔"

میں نے کہا "رگھوناتھ! تمہیں یہ غرور تھا کہ فولاد ہو' کوئی تمہیں توڑ سکے گا' نہ موڑ سکے گا۔ ہم بھی طاقت ور ہیں لیکن مغرور ہو کر دوسروں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ تمہاری دشمنی مجھ سے تھی مگر تم میرے بچوں تک پہنچ رہے تھے۔ اب تم اپنی سروس رپورٹ میں لکھو کہ فرہاد علی تیمور سے ایسی دشمنی نہ کی جائے۔ تمہارے ساتھ جو ہوا ہے' تمہارے اکابرین اس سے عبرت حاصل کریں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ وہ ٹاپ سیکرٹ سروس کا ڈی جی تھا۔ بہت بڑا سرکاری عہدے دار تھا۔ اس کے بیٹے کی عیادت کے لیے بڑے بڑے سرکاری عہدے دار آرہے تھے۔ بھارتی اکابرین اس سے دلی ہمدردی کا اظہار کررہے تھے۔ سختی سے یہ احکامات جاری کیے جارہے تھے کہ کسی بھی طرح آکاش اور پاتال میں جاکر مجھے تلاش کیا جائے۔ جس پر بھی فرہاد علی تیمور کا شبہ ہو' اسے فوراً گولی ماردی جائے۔ اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی وژن کے مختلف چینلز کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ فرہاد ہندی زبان روانی سے بولتا ہے لیکن اس کی بیٹی اور بیٹا اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے صحیح طرح ہندی بول نہیں پاتے ہیں۔ وہ غیرملکی مسلمان اور عیسائی بن کر رہتے ہیں۔ لہٰذا جتنے بھی غیرملکیوں پر شبہ ہو تو فوراً ان کے متعلق قریبی تھانے میں اطلاع دی جائے۔

ایک بار پھر ہمیں تلاش کرنے کے لیے زور و شور سے مہم شروع ہوئی۔ وہاں کاروبار کے لیے اور سیاحت کے لیے آنے والے غیرملکیوں کی شامت آگئی۔ معمولی شبہے کی بنا پر انہیں گرفتار کیا جانے لگا۔ ان ملکوں کے سفارت خانے بھارت سرکار کے خلاف شور مچانے لگے۔ سفارتی تعلقات ختم کرنے کی دھمکیاں دینے لگے۔

ایسے وقت انٹیلی جنس والوں نے ایک انفارمیشن منسٹر کی فون کال کو ریکارڈ کیا۔ وہ منسٹر بڑے رازدارانہ انداز میں کسی سے فون پر کہہ رہا تھا کہ وہ اصل منسٹر کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی جگہ لے کر بالکل محفوظ ہے۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرے گا۔

یہ فون کال سنتے ہی آرمی کے مسلح جوانوں نے اس منسٹر کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔ آرمی کے دو افسران اور چند جوان بنگلے کے اندر آئے۔ انہوں نے منسٹر کو حراست میں لے کر اس کے چہرے اور گردن کا اچھی طرح معائنہ کیا پھر کہا "آج کل اتنی صفائی سے پلاسٹک سرجری کی جاتی ہے کہ بدلے ہوئے چہروں پر شبہ نہیں ہوتا۔ بہتر ہے تم اپنی اصلیت ظاہر کردو۔"

منسٹر نے کہا "آپ لوگ خوامخواہ مجھ پر شبہ کررہے ہیں۔ میں دیش بھگت ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔"

اسے اس کی فون کال سنائی گئی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میں نے فون پر ایسی باتیں نہیں کی ہیں۔ معلوم ہوتا' کسی نے میرے بنگلے میں آکر چوری چھپے میرا فون استعمال کیا ہے اور میری آواز بنا کر بولتا رہا ہے۔"

آرمی افسر نے کہا "تم باتیں بنا رہے ہو لیکن ہم تمہیں بے نقاب کرنا جانتے ہیں۔ بڑے بڑے مجرم اپنے چہرے تبدیل کرلیتے ہیں لیکن اپنی انگلیوں کے نشانات تبدیل نہیں کرپاتے۔ ہم تمہارے فنگر پرنٹس لے کر ماہرین کے پاس بھیجیں گے۔ وہ تمہارے ریکارڈ کے فنگر پرنٹس سے اس کا موازنہ کریں گے پھر تمہاری اصلیت سامنے آجائے گی۔"

منسٹر نے گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "نہیں۔ میں اپنی انگلیوں کے نشانات نہیں دوں گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

ایک افسر نے ریوالور سے اس کا نشانہ لے کر کہا "چپ چاپ یہاں آکر بیٹھو۔ تمہاری انگلیوں کے پرنٹس لیے جائیں گے۔"

اس نے بولتے بولتے اچانک چیخ ماری۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر جھک گیا۔ منسٹر نے کہا "خبردار! کوئی میرے قریب آئے گا تو میں اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مارڈالوں گا۔ ہاں میں فرہاد ہوں۔ فرہاد ہوں۔"

اس کا اعتراف سنتے ہی مسلح جوانوں نے فائرنگ شروع کردی۔ اسے گولیوں سے بھون ڈالا۔ بے چارے فرہاد علی تیمور کو مارڈالا۔ تھوڑی دیر تک سب خاموش رہے۔ اسے دور سے دیکھ کر یقین کرتے رہے کہ فرہاد واقعی مرچکا ہے۔

قریب جاکر اسے ٹٹولا گیا۔ وہ گولیوں سے چھلنی ہوگیا تھا۔ سب کو یقین ہوگیا کہ وہ مرچکا ہے۔

ایک افسر اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پرنٹس لینے لگا۔ دوسرے افسر نے اپنے اعلیٰ افسران سے فون پر رابطہ کرنے کے بعد کہا "سر! ہمارا شبہ درست نکلا۔ فرہاد ہمارے منسٹر کے بھیس میں یہاں چھپا ہوا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا اور اعتراف کیا تھا کہ وہ فرہاد ہے۔ ہم نے اسے گولی ماردی ہے۔ اس کی انگلیوں کے پرنٹس لیے جارہے ہیں۔"

ان کے اکابرین نے یہ حکم دیا تھا کہ جس پر فرہاد ہونے کا شبہ ہو۔ اسے گولی ماردو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی تھی لیکن چند گھنٹوں کے بعد فنگر پرنٹس کے ماہرین نے بتایا کہ وہ ان کے ہی دیس کے منسٹر کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ انہوں نے فرہاد کے دھوکے میں اپنے منسٹر کو مارڈالا تھا۔

یہ فریب خوردگی یہیں ختم نہیں ہوئی۔ مدراس میں سیاحت کے لیے آنے والی ایک لڑکی نے خود کو فرہاد علی تیمور کی بیٹی اعلیٰ بی بی کہا۔ گجرات میں بھی ایک یہودی لڑکی نے یہی کہا۔ ان دونوں کو انہی لمحات میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بہار' یوپی اور مہاراشٹر میں تین غیرملکیوں پر کبریا ہونے کا شبہ ہوا۔ انہیں بھی گولی ماردی گئی پھر تو اس دیس میں جیسے قیامت آگئی۔ سیاحت کے لیے' سیاسی اور کاروباری معاملات کے لیے آنے والے غیرملکی بھارت چھوڑ کر بھاگنے لگی۔ روسی' اسرائیلی' جرمنی اور امریکی سفارت خانے والے سختی سے بھارت سرکار کو آخری دھمکی دینے لگے کہ وہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے غیرملکیوں کے قتل سے باز نہ آئے تو وہ سفارتی تعلقات ختم کردیں گے۔

بھارتی حکام نے ان ممالک سے معافی مانگی اور احکامات جاری کیے کہ آئندہ کسی غیرملکی کا محاسبہ نہ کیا جائے۔ انہیں کسی بھی معاملے میں روک ٹوک کر پریشان نہ کیا جائے۔ دور ہی دور سے اپنے طور پر ان کے متعلق صحیح معلومات حاصل کی جائیں اور ہر حال میں ان کی جان و مال کی حفاظت کی جائے۔

ان کی سمجھ میں آگیا تھا کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے کس کس طرح انہیں الو بنا سکتے ہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اور نہ ہی اپنے ملک سے نکال سکتے تھے۔ ہم ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں نہ نگل سکتے تھے' نہ ہی اگل سکتے تھے۔

میں نے رگھوناتھ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب وہ اتنی جلدی میرے خلاف کچھ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ میں دن رات ویٹو مارکس کے اندر جاکر اس کے منصوبے معلوم کیا کرتا تھا۔ اب طے کیا کہ دن میں ایک ہی بار اس کے خیالات پڑھوں گا تو بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔

ویسے میں اسے آسانی سے سستا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ میں نے امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر سے کہا "تمہارے لیے ایک اچھی خبر یہ ہے کہ انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کا ڈی جی رگھوناتھ سہائے زخمی ہے۔ تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خیالات پڑھ سکتا ہے اور تمہارے گمشدہ خیال خوانی کرنے والے ویٹو مارکس کا سراغ لگا سکتا ہے۔"

میں یہ شوشا چھوڑ کر اس کے دماغ سے چلا آیا۔ امریکی اکابرین ویٹو مارکس کی گمشدگی سے پریشان تھے۔ انہوں نے فوراً اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو رگھوناتھ کے پاس بھیجا۔ وہ اس کے اندر آکر خیالات پڑھنے لگا۔ چوری چھپ نہ سکی۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ ویٹو مارکس پر تنویمی عمل کراکر اسے بھارت دیس کا وفادار بنایا گیا ہے۔ ان کے دیس میں کوئی ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ ویٹو مارکس کو ایک خفیہ بنگلے کے تہ خانے میں کلپنا کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔

یہ اتنی اہم معلومات تھیں کہ امریکی حکام فوراً ہی بھارت سرکار پر چڑھ دوڑے۔ انہیں سختی سے وارننگ دی کہ ایک گھنٹے کے اندر ویٹو مارکس سے ان کا رابطہ نہ کرایا گیا تو وہ بھارت کے خلاف بہت بڑی کارروائی کرسکتے تھے۔

بھارتی حکمران پریشان ہوگئے۔ انہوں نے باتیں بنائیں کہ ویٹو مارکس ان کی قید میں نہیں ہے۔

انہوں نے اسی بنگلے کا پتا بتایا' جس کے تہ خانے میں اسے کلپنا کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا تھا۔

بھارتی انٹیلی جنس والوں نے فوراً ہی ویٹو مارکس اور کلپنا کو دوسری جگہ منتقل کرکے معصومیت سے کہا "فرہاد آپ لوگوں کو ہمارے خلاف بہکا رہا ہے۔ آپ کے سفارت خانے والے اس بنگلے میں جاکر دیکھ سکتے ہیں۔ وہ تہ خانہ خالی ہے۔"

انہوں نے کہا "ہمیں نادان نہ سمجھو۔ ویٹو مارکس کو تم نے دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے تمہارے ڈی جی رگھوناتھ کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں اور چور خیالات ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔"

انہیں جواب دیا گیا "آپ فرہاد کی مکاریوں کو سمجھیں۔ اس نے رگھوناتھ پر تنویمی عمل کیا اور جو باتیں اس کے اندر نقش کی ہیں۔ وہی اس کے چور خیالات بتا رہے ہیں۔"

بھارتی حکمرانوں کی ڈھٹائی مشہور ہے۔ چوری پکڑی جانے کے باوجود وہ خود کو چور تسلیم نہیں کررہے تھے۔ سارا الزام مجھ پر دھر رہے تھے۔ امریکی اکابرین میری چالبازیوں کو بھی سمجھتے تھے۔ وہ کشمکش میں مبتلا ہوگئے۔ بھارتی چالبازوں پر شبہ کم تھا۔ مجھ پر زیادہ تھا کہ میں انہیں بھارت کے خلاف بھڑکا رہا ہوں۔

رگھوناتھ کو فوراً ہی ڈی جی کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ ایک یوگا کے ماہر ارجن چوپڑا کو اس کی جگہ لایا گیا۔ ویٹو

مارکس کو ایک خفیہ اڈے میں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ ارجن چوپڑا نے ڈی.جی کا عہدہ سنبھالتے ہی ویٹو مارکس کا محاسبہ کیا۔ اسے اپنے سامنے بٹھا کر بولا "تم جب بھی فرہاد علی تیمور کے خلاف خیال خوانی کرتے ہو' بری طرح ناکام رہتے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ فرہاد کس طرح مجھ سے سبقت لے جاتا ہے؟"

"پہلی بار تم اس کے دماغ میں گئے تو وہ ایک غار میں زخموں سے چور تھا۔ وہاں سے کہیں جانے کے قابل نہیں تھا۔ تم نے یہ سب کچھ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا۔ کیا چور خیالات گمراہ کرتے ہیں۔ سچ نہیں بتاتے؟"

"چور خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولتے لیکن فرہاد ٹیلی پیتھی کا سب سے پرانا کھلاڑی ہے۔ وہ چور خیالات کے ذریعے بھی دھوکا دیتا ہے۔"

"چلو مان لیتا ہوں کہ اس نے پہلی بار دھوکا دیا لیکن دوسری بار اس کے بیٹے کبریا کو اغوا کیا گیا۔ وہ کبریا نہیں تھا۔ دراصل رگھو ناتھ کا بیٹا سومنات تھا۔ تم سومنات کے چور خیالات پڑھ کر بھی دھوکا کھا گئے۔ اس کی اصلیت معلوم نہ کر سکے۔"

"فرہاد نے تنویمی عمل کے ذریعے سومنات کو کبریا بنا دیا تھا۔"

"میں پوچھتا ہوں' جب ایک بار چور خیالات پڑھ کر دھوکا کھا چکے تھے تو تم نے اور رگھو ناتھ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ فرہاد چور خیالات کے ذریعے بھی دھوکا دیتا ہے۔ تم خیال خوانی سے یہ بھی معلوم نہ کر سکے کہ سومنات کو میک اپ کے ذریعے کبریا بنایا گیا ہے۔ تم اس کا میک اپ بھی صحیح طرح چیک نہ کر سکے۔ مجھے شبہ ہے کہ فرہاد تمہارے اندر آتا ہے اور تمہیں صحیح خیال خوانی سے باز رکھتا ہے۔"

ویٹو مارکس نے کہا "میں نہیں مانتا۔ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں۔ وہ میرے اندر نہیں آتا ہے۔"

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔ میں اپنا شبہ دور کروں گا۔ ابھی تم پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

"آپ خوامخواہ اپنا وقت ضائع کریں گے۔ میں دوبارہ یہ عمل نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ عامل اس کمرے میں آیا۔ جس نے پہلے اس پر عمل کیا تھا۔ ویٹو مارکس اس کا معمول تھا۔ اس کے سامنے تنویمی عمل سے انکار نہ کر سکا۔ اس نے حکم دیا "دوسرے کمرے میں جاؤ اور بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق دوسرے کمرے میں آ گیا۔ وہ عامل ارجن چوپڑا سے ہدایات حاصل کر رہا تھا کہ تنویمی عمل کے دوران میں ویٹو مارکس پر کون کون سی اہم بات نقش کی جائے۔ ادھر وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ عامل کی تابعداری میں پہلے جیسی شدت نہیں ہے۔ اس کا ذہن جبری تنویمی عمل کے خلاف تھا۔ عامل نے تقریباً بیس دن پہلے اس پر عمل کیا تھا۔ اس عمل کے اثرات کمزور ہو رہے تھے۔ دوبارہ عمل کے بعد ان میں پہلے جیسی پختگی آ سکتی تھی۔

ویٹو مارکس نے دل میں ٹھان لی کہ اس بار وہ تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔ وہ چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ دونوں رانوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ عامل نے کمرے میں آ کر اسے دیکھا پھر اس کے دائیں طرف کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولنے لگا۔ اسے ہپناٹائز کرنے لگا۔ وہ ساکت پڑا ہوا بظاہر اس کا معمول بن رہا تھا لیکن چپکے سے اپنی بائیں ران میں زور کی چٹکی بھر رہا تھا۔ اس طرح تکلیف ہو رہی تھی اور اس کا ذہن بٹ رہا تھا۔ عامل سے متاثر نہیں ہو رہا تھا۔

جب بھی تکلیف کم ہوتی اور وہ عامل سے متاثر ہونے لگتا تو بائیں ران میں ایک چٹکی زور سے لیتا اور عامل کے جواب میں اس کی باتیں اسی طرح سحر زدہ ہو کر مانتا جیسے اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہو۔ اس طرح وہ تنویمی عمل آدھا تیتر آدھا بٹیر ہو کر رہ گیا۔

عامل اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں ارجن چوپڑا کے پاس آیا۔ اس سے بولا "میں نے اس پر بھرپور عمل کیا ہے۔ پہلے عمل کو مٹا کر خاص طور پر یہ بات اس کے ذہن میں نقش کی ہے کہ وہ فرہاد یا کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا کرے گا۔"

ارجن چوپڑا نے پوچھا "تم نے اسے میرا معمول بنایا یا نہیں؟"

"سر! میں نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کا غلام بن کر رہے گا۔"

ویٹو مارکس نے لیٹے ہی لیٹے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ عامل دروازہ بند کر کے گیا تھا۔ وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے میں دو الماریاں تھیں۔ جن میں اسلحہ رکھا جاتا تھا۔ اس نے ایک الماری کو کھول کر ایک ریوالور نکال کر اسے لوڈ کیا پھر ایک سائیلنسر اس میں لگایا۔ کچھ فاضل گولیاں جیب

میں رکھ لیں پھر دروازے کے پاس آ کر اسے چھو کر دیکھا۔ وہ دوسری طرف سے مقفل نہیں تھا۔ اس نے اسے ذرا سا کھول کر دیکھا۔ وہ عامل ارجن چوپڑا کے سامنے صوفے پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ وہ دونوں اس کی تنویمی نیند پوری ہونے کے منتظر تھے۔

آہٹ سنتے ہی دونوں نے سر گھما کر دیکھا پھر ایک دم سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ویٹو مارکس سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ دونوں اس کے نشانے پر تھے۔ عامل نے بوکھلا کر کہا "تم۔ تم تو تنویمی نیند سو رہے تھے؟"

"تم نے مجھے سلایا تھا۔ میں تم دونوں کو سلانے آیا ہوں۔ سائیلنسر لگا ہوا ہے۔ فائرنگ کی آواز باہر نہیں جائے گی۔"

ارجن چوپڑا نے اپنے تمام ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بنگلے کے اندر نہ آئیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تنویمی عمل کے دوران میں کسی طرح کی مداخلت ہو۔ اب اپنا یہ حکم اسے مہنگا پڑ رہا تھا۔ اس نے کہا "تم ہمیں مار کر پچھتاؤ گے۔ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے کہ میں باہر کیسے جاؤں گا۔ تم اپنی بات کرو۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گے یا تمہیں زخمی کر کے آؤں؟"

وہ تھوک نگل کر بولا "تم۔ تم میرے اندر کیوں آنا چاہتے ہو۔ پلیز مجھ سے کوئی سمجھوتا نہ کرو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پیچھے آیا پھر ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ کر اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا کر بولا "جو مجبور ہوتے ہیں۔ وہ سمجھوتا کرتے ہیں۔ میں مکھن کے بال کی طرح یہاں سے نکلوں گا۔ تم بولو میں اندر آؤں یا گولی اندر آئے؟"

"نن۔ نہیں تم آ سکتے ہو۔ آ۔ آ جاؤ۔"

اسے جگہ مل گئی۔ اس نے اندر پہنچتے ہی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں کو سختی سے بند کر دیا۔ تاکہ اس کی چیخیں نہ ابھریں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے ہونٹ خیال خوانی کے ذریعے سختی سے بند تھے۔ وہ چیخنے کے بھی قابل نہیں رہا تھا۔ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا۔ عامل کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے ویٹو مارکس کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے پوچھا "کیا تم میری سوچ کی لہروں کو روکو گے؟ اور زخمی ہونا چاہو گے؟"

"نہیں۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ تم میرے اندر آ سکتے ہو مگر پلیز مجھے ایسی دماغی تکلیف نہ پہنچاؤ۔"

وہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی اس کی بھی شامت آ گئی۔ وہ یک بارگی اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اس کی بھی وہی حالت ہوئی۔ اس کے بھی دونوں ہونٹ خیال خوانی کے ذریعے بند ہو چکے تھے۔ وہ بڑی خاموشی سے تڑپتے ہوئے دماغی تکلیف کو برداشت کر رہا تھا۔ ویٹو مارکس نے کلپنا کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اسے اس بنگلے کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بولا "ہائے میری جان!"

وہ خوش ہو کر بولی "شکر ہے تم نے یاد تو کیا۔ کتنی دیر میں آ رہے ہو؟"

"میں یہاں بہت مصروف ہوں۔ تم چلی آؤ۔"

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ اندر آ گئی۔ دروازہ پھر اندر سے بند ہو گیا۔ کلپنا نے عامل اور ارجن چوپڑا کو فرش پر تکلیف سے کراہتے ہوئے دیکھا۔ حیرانی سے پوچھا "یہ کیا؟ یہ۔ یہ کسی تکلیف میں مبتلا ہیں؟"

"ہاں۔ ان کی تکلیف کا دور شروع ہو رہا ہے۔ انہوں نے میری مجبوریوں سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ اب یہ اپنا انجام دیکھیں گے۔"

وہ خوش ہو کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "کیا تم ان کے شکنجے سے آزاد ہو گئے ہو؟"

"تھینکس گاڈ۔ آزاد ہو گیا ہوں۔ یہاں سے نکلنے سے پہلے اپنے کمزور دماغ کو پوری طرح مستحکم بنانا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں فرش پر بیٹھے اپنا اپنا سر سہلا رہے تھے۔ دماغی تکلیف کسی قدر کم ہو چکی تھی۔ اس نے حکم دیا "دوسرے کمرے میں چلو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے اٹھ کر اس کمرے میں آئے۔ جہاں عامل نے ویٹو مارکس پر ناکام تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ کلپنا کے ساتھ وہاں آ کر بولا "تم پھر مجھ پر تنویمی عمل کرو گے اور میں جیسا کہوں گا' ویسا ہی کرو گے۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔"

اس نے کلپنا کو ریوالور دیتے ہوئے کہا "تم عمل کے دوران اس کی باتیں توجہ سے سنو گی۔ یہ دو اہم باتیں میرے دماغ میں نقش کرے گا۔ ایک تو یہ کہ میرے دماغ سے پچھلا تنویمی عمل ختم ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ فرہاد علی تیمور یا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا کوئی بھی لب و لہجہ اختیار کر کے آئے تو میرا ذہن اسے محسوس کر لے اور آنے والے کو سانس روک کر بھگا دے۔ عمل کے اختتام پر یہ صرف

آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دے گا۔"
وہ بولی "میں سمجھ گئی۔ ان تین باتوں سے زیادہ یہ ایک لفظ بھی بولے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"
"شاباش۔ چوکس رہنا۔ اسے ذرا بھی چھوٹ نہ دینا۔ میں ذرا اس ڈی جی سے نمٹ لوں۔"
اس نے اسٹور روم کا دروازہ کھول کر وہاں سے ایک رسی لاکر ارجن چوپڑا سے کہا "کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"
وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ویٹو مارکس اسے رسیوں سے باندھنے لگا۔ چوپڑا کچھ نہیں بول رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ بحث کرے گا تو وہ پھر اسے دماغی جھٹکے دے گا۔ اسے اچھی طرح باندھنے کے بعد اس نے اس کے منہ پر ایک ٹیپ چپکا دیا پھر کہا "چوپڑا! میری تنویمی نیند کے دوران میں تم کچھ گڑبڑ کرسکتے ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ کلپنا کا دھیان دو طرف بٹا رہے۔ اس لیے..."
اس نے بات ادھوری چھوڑ کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا اور کرسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ کیونکہ وہ تڑپ رہا تھا۔ کرسی سمیت گر سکتا تھا۔ اس کی حالت عجیب سی ہوگئی تھی۔ نہ چیخ سکتا تھا۔ نہ آزادی سے تڑپ سکتا تھا۔ ویٹو مارکس نے پانچ منٹ کے بعد پھر ایک زلزلے کا جھٹکا دیا۔ یہ زلزلہ ناقابل برداشت تھا۔ وہ ایک دم سے لرز کر بے ہوش ہوگیا۔
وہ کلپنا سے بولا "اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ یہ گھنٹے دو گھنٹے تک بے ہوش رہے گا۔ تم صرف عامل پر نظر رکھو۔"
وہ بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ عامل سے بولا "پھر ایک بار وارننگ دے رہا ہوں۔ جتنا کہا ہے اتنا ہی عمل کرو گے ورنہ مارے جاؤ گے۔" پھر اس نے مسکرا کر کلپنا سے کہا "او کے ڈارلنگ! محتاط رہو۔"
اس نے چاروں شانے چت لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر عامل سے کہا "کم آن..."
عامل اس کے قریب آکر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے ٹرانس میں لانے لگا پھر اس پر عمل کرنے لگا۔ اس نے اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ پچھلا تنویمی عمل بھول جائے۔ دوسرا حکم یہ دیا کہ فرہاد یا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا کوئی بھی لب و لہجہ اختیار کرکے آئے تو وہ اسے محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دے۔ اس نے یہ دو باتیں اس کے ذہن میں نقش کیں پھر حکم دیا کہ وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہو جائے گا۔
اس عمل کو ختم کرنے کے بعد کلپنا سے کہا "تم مطمئن ہو نا؟ میں نے اتنا ہی کیا ہے' جتنا کہا گیا تھا۔"
"میں مطمئن ہوں۔ اس کے بیدار ہونے تک فرش پر اوندھے منہ لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کرلو۔"
اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی طرف دیکھا۔ وہ بولی "فوراً لیٹ جاؤ۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔"
وہ اوندھے منہ لیٹ گیا۔ ایک کرسی پر بے ہوشی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ دوسرا اوندھے منہ لیٹ کر رام نام لے رہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد ویٹو مارکس بیدار ہوگیا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مسکرا کر کلپنا سے بولا "شاباش۔ تمہارے تعاون سے مجھے اس فکر سے نجات مل گئی ہے کہ فرہاد میرے اندر آسکتا ہے۔ اب کوئی مجھے زیر کرنے نہیں آئے گا۔"
کلپنا نے اسے اپنے اندر بلا کر سوچ کے ذریعے پوچھا "ہم یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے؟"
وہ بولا "یہ ہمارا اہم مسئلہ ہے۔ میں ہندی بولتا ہوں مگر لہجہ غیر ملکی ہوتا ہے۔ فی الحال ہم کسی دوسرے بڑے شہر کے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں رہیں گے۔ وہاں غیر ملکی زیادہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر میں خیال خوانی کے ذریعے اپنا اور تمہارا پاسپورٹ اور ویزا بنواؤں گا پھر ہم کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں گے۔"
انہیں ارجن چوپڑا کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ اس لیے باتیں کرتے ہوئے اور آئندہ کی پلاننگ کرتے ہوئے وقت گزار رہے تھے۔ وہ ایک گھنٹے بعد ہوش میں آیا۔ چہرے سے بہت کمزور اور بیمار دکھائی دے رہا تھا۔ ویٹو مارکس نے اس کی رسیاں کھول کر کہا "واش روم میں جاؤ اور منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ۔ ابھی یہاں سے باہر جائیں گے۔"
وہ واش روم میں چلا گیا۔ ویٹو مارکس اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا "اس ظالم نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ میرا دماغ اب بھی پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ اس سے کیسے نجات حاصل کروں؟ اب یہ دماغی جھٹکا دے گا تو میں مر جاؤں گا۔"
ویٹو مارکس نے اس کے اندر کہا "میرا حکم مانتے رہو گے۔ کوئی چالاکی نہیں دکھاؤ گے تو میں دماغی جھٹکے نہیں پہنچاؤں گا۔"
وہ منہ ہاتھ دھو کر واش روم سے باہر آکر بولا "میں تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟"
"تم اپنی گاڑی میں مجھے اور کلپنا کو لے جاؤ گے۔ یہ عامل بھی ساتھ رہے گا۔ یہاں جتنی بھی رقم ہے' اسے ایک بیگ میں ڈال کر مجھے دو۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرنے لگا۔ ایک بیگ میں نوٹوں کی گڈیاں بھر کر لے آیا۔ ان کے ساتھ باہر آکر اپنے خاص ماتحت سے بولا "میں کلپنا اور ویٹو مارکس کو دوسرے خفیہ اڈے میں لے جارہا ہوں۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو۔ سب یہی سمجھیں کہ ویٹو مارکس یہیں ہے۔"
وہ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عامل اگلی سیٹ پر آیا۔ کلپنا اور ویٹو مارکس پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔

○☆○

کبریا ممبئی میں تنہا تھا اور کچھ عرصے تک وہاں تنہا رہ کر اس صدمے کو سہنا چاہتا تھا' جو پیار کے حوالے سے پہلی بار ملا تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایک لڑکی میرا سے محبت کی تھی۔ وہ علم نجوم کے پروفیسر دینا ناتھ کی بھتیجی تھی۔ دہلی میں پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ تب سے وہ کبریا کے ساتھ رہ کر دشمنوں کی سازشوں اور عداوتوں سے گزرتی رہی تھی۔ محبت میں ہمیشہ ثابت قدم رہی تھی۔
میرا کی محبت اس وقت گردش میں آئی۔ جب پوجا کی دادی ماں نے کبریا کو ٹریپ کیا تھا اور اسے اپنے پاس بلا کر غلام بنالیا تھا۔ وہ تنہا رہ گئی۔ چونکہ کبریا اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتا تھا۔ اس لیے وہ میری ہونے والی بہو تھی۔ میں نے اسے ڈھیر ساری محبتیں دیں۔ اس کی دل جوئی کرتا رہا پھر میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں جاکر رہے۔ اس کا دل بہلتا رہے گا۔
وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کے لیے تربیت حاصل کرسکتی تھی لیکن وہاں پہنچ کر وہ بیمار ہوگئی۔ وہ بیماری کے دوران میں اپنے انکل دینا ناتھ کے پاس رہنا چاہتی تھی۔ لہٰذا ہندوستان واپس آگئی۔ اپنے انکل کے پاس پہنچنے کے ایک ہفتے بعد ہی وہ اس دنیا سے چل بسی۔
کبریا نے پوجا کی دادی ماں سے نجات حاصل کرنے اور یادداشت واپس آنے کے بعد سب سے پہلے میرا کو یاد کیا تھا پھر خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ وہ اسے محبتیں دینے کے لیے اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔ تب سے وہ کم سے کم خیال خوانی کررہا تھا۔ ہمارے کسی معاملے میں سنجیدگی سے ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ ہم اسے ضرورت کے وقت بلاتے تو وہ ہمارے کام آتا تھا پھر چلا جاتا تھا۔
صدمات کتنے ہی گہرے ہوں' انہیں تنہا جھیلنا پڑتا ہے اور وہ رفتہ رفتہ خود ہی کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے ہم نے کبریا کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ اس عرصے میں اس نے اچھی خاصی ہندی سیکھ لی تھی۔ ایک چھوٹے سے بنگلے میں کرائے دار کی حیثیت سے رہتا تھا۔ ایک غیر ملکی دواؤں کی کمپنی میں شیئر ہولڈر بن گیا تھا۔ اس کمپنی کے مالک کو خیال خوانی کے ذریعے اپنا معمول بنا چکا تھا۔ اس نے کاروباری معاہدے کے کاغذات پر دستخط کرکے یہ اعتراف کیا تھا کہ امیر حمزہ (کبریا) ایک ہندوستانی مسلمان ہے۔ وہ جرمنی میں پیدا ہوا تھا۔ وہیں تعلیم حاصل کی تھی اور اپنے باپ کے کاروبار کو سنبھالتا رہا تھا۔ اب دواؤں کی ایک کمپنی کا شیئر ہولڈر بن کر ہندوستان آگیا تھا۔
اس کے پاس ایک بزنس مین امیر حمزہ ہونے کے اتنے ٹھوس ثبوت تھے کہ پولیس اور انٹیلی جنس والے اس پر شبہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس نے دواؤں کی سول ایجنسی ایک ہندو بنیے کو دی تھی۔ اس لیے اس علاقے کے ہندو بھی اس کے حمایتی تھے۔
ہر ترقی پذیر ملک میں سیاسی غنڈا گردی ضروری ہوتی ہے۔ بڑی بڑی سیاسی پارٹیوں کے غنڈے اپنے اپنے علاقوں میں بے تاج بادشاہ بن کر بھتا وصول کرتے پھرتے ہیں۔ کبریا مالا بار ہل کے مہنگے علاقے میں رہتا تھا۔ وہاں حکمران پارٹی کے ایک بہت ہی درندہ صفت لیڈر کی حکمرانی تھی۔ وہ اس علاقے کے سرمایہ داروں سے ماہانہ پچیس ہزار اور کسی سے پچاس ہزار روصول کیا کرتا تھا۔
وہ گوپی راجا کے نام سے مشہور تھا۔ مسلمانوں سے زیادہ بھتا لیا کرتا تھا۔ کبریا سے کہتا تھا "ہمجا بھائی! (حمزہ بھائی) تم تو کروڑ پتی سیٹھ ہو۔ دواؤں کے کاروبار میں اندھی کمائی ہے۔ تم سے تو میں ہر مہینے پچاس ہزار لیا کروں گا۔"
کبریا ایک بزدل بیوپاری کی طرح ہاتھ جوڑ کر بولتا تھا "گوپی راجا! مجھ سے جتنی رقم چاہو' لے جاؤ۔ بس تمہارا ہاتھ میرے سر پر رہے گا تو یہاں کوئی مجھے ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھے گا۔"
وہ اپنا سینہ ٹھونک کر بولتا تھا "جب تک یہ گوپی جندہ ہے' کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرے گا۔"
وہ کبریا سے پچاس ہزار لے گیا تھا پھر غائب دماغ ہو کر اس نے ایک لاکھ روپے اسے لاکر دیے تھے۔ جب اس نے مہینے بھر کی آمدنی کا حساب کیا تو ایک لاکھ روپے کم پڑ رہے تھے۔ وہ حیرانی سے سوچتا رہا کہ اتنی بڑی رقم کہاں چلی گئی؟ جبکہ وہ ہر ایک سے رقم وصول کرتے ہی بینک میں جمع کردیا کرتا تھا۔ جمع کرنے والی رسید بک میں ایک لاکھ روپے درج

نہیں ہوتے تھے۔ یعنی بینک میں جمع کرنے سے پہلے ہی ایک لاکھ روپے گم ہوجاتے تھے۔ یہ معمّا اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور نہ ہی کبھی آسکتا تھا۔

وہاں اپوزیشن پارٹی کا بھی ایک غنڈا تھا۔ اس کا نام مرلی دھر تھا۔ گوپی اور مرلی دھر کسی نہ کسی معاملے میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ کبریا نے مرلی دھر کے خاص آدمیوں کے اندر جگہ بنائی۔ ایک روز گوپی راجا نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس اپنی کار میں لے جارہا تھا۔ مرلی دھر کے آدمیوں نے ماسک پہن کر اس پر حملہ کیا پھر اسے زخمی کرکے اس کا بریف کیس لے جاتے ہوئے ایک نے کہا "ہم بڑی چالاکی سے تمہارے ایک لاکھ روپے گائب (غائب) کردیتے تھے۔ آج چھین کر لے جارہے ہیں۔"

گوپی راجا نے مرلی دھر کے خلاف فساد برپا کردیا۔ پولیس میں بھی اس کے خلاف رپورٹ لکھوائی لیکن کوئی ثبوت نہیں تھا کہ وہ واردات مرلی دھر کے آدمیوں نے کی تھی۔ ویسے گوپی کی سمجھ میں آگیا تھا کہ اس کے ایک لاکھ جادو سے غائب نہیں ہوتے ہیں۔ مرلی دھر کے آدمی کسی چالاکی سے چرا لیتے ہیں۔ اس طرح کسی موقع پر یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ چوری ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتی رہتی ہے۔

چونکہ مرلی دھر اپوزیشن پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے حکومت کے خلاف امن و امان کا مسئلہ پیدا کرتا رہتا تھا۔ کبھی ہندو مسلم فساد برپا کردیتا تھا۔ کبھی نامعلوم دہشت گردوں کے نام سے بموں کے دھماکے کرتا رہتا تھا۔

نریمان پوائنٹ پر ممبئی کا سب سے مشہور اور سب سے مہنگا اوبرائے ہوٹل ہے۔ یہ ہندوستان کی سب سے اونچی پینتیس (۳۵) منزلہ عمارت ہے۔ مرلی دھر نے ایک دہشت گرد بن کر اس اوبرائے ہوٹل کے ارب پتی مالک سے فون پر کہا "تمہارے ہوٹل کی اس سب سے اونچی عمارت کو بم کے ایک دھماکے سے اڑا دینے کی پلاننگ پر عمل ہورہا ہے۔ اس عمارت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو پورے ایک کروڑ روپے ادا کرو۔ ورنہ آج رات کسی وقت بھی ہوٹل میں اوپر سے نیچے تک دھماکے ہوسکتے ہیں۔"

پریشان ہوکر پوچھا گیا "تم کون ہو؟ اور ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

"تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ یہ ہمارا دھندا ہے۔ ہم ایسی تخریب کاری سے لاکھوں کروڑوں کماتے ہیں۔"

"میں ایسی گیدڑ بھبکیوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ میرے ہوٹل کے اندر اور باہر جدید الیکٹرانک آلات نصب ہیں۔ میں ابھی سیکیورٹی اور سخت کروں گا۔ گرفتار ہونا اور مرنا چاہتے ہو تو ضرور آؤ۔"

کبریا دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ہوٹل کے مالک زرین اوبرائے نے ایک کروڑ روپے ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ تاہم اندر ہی اندر پریشان ہوگیا تھا۔ ہوٹل کے سیکیورٹی افسران کو صورتِ حال بتا کر تاکید کررہا تھا کہ وہ الرٹ رہیں۔ ہوٹل کے اندر آنے والوں کا ایک ایک سامان چیک کریں۔ جاسوسی آلات کے ذریعے پورے ہوٹل کے گوشے گوشے میں دیکھا جائے کہیں بم چھپا کر نہ رکھے گئے ہوں۔ اس نے پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو بھی طلب کیا تھا۔ وہ ہوٹل کو دہشت گردوں سے محفوظ رکھنے کی کوششیں کررہا تھا۔

گوپی راجا کا ایک رشتے دار نارائن راؤ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ مرلی دھر کے علاقے میں رہتا تھا۔ وہ گوپی کا چچا تھا۔ الیکشن کے دنوں میں اپنے بھتیجے گوپی راجا کی حمایت کرتا تھا۔ مرلی دھر نے اس کے گھر میں گھس کر اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "تم گوپی کے لیے کام کرتے ہو۔ آج میرے لیے ایک کام کروگے۔"

نارائن نے پوچھا "تم چاہتے کیا ہو؟"

"بہت معمولی سا کام ہے۔ دہلی سے ایک سیٹھ آرہا ہے۔ اسے ایک سندر جوان چھوکری کی جرورت ہے۔ وہ ایک رات کے لیے اسے اوبرائے ہوٹل میں لے جائے گا۔ صبح اسے دس ہزار دے کر چھٹی کردے گا۔"

"تو میں کیا کروں؟ تم یہ باتیں مجھ سے کیوں کررہے ہو؟"

"تمہاری بیٹی جرورت سے جیادہ سندر ہے بھرپور جوان ہے۔ یہ ابھی میرے ساتھ جائے گی۔"

وہ غصے سے بولا "کبھی نہیں۔ میں اپنی جان دے دوں گا مگر ایسی بے شرمی کا کام نہیں کروں گا۔"

مرلی دھر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ بولا "مرلی! تم جانتے ہو۔ یہ لڑکی ہے مگر لڑکی ہے نہ لڑکا ہے۔ یہ اپنے جنم سے پوتر (پاکیزہ) ہے۔ برائی اور گندگی اسے چھو کر نہیں گزرتی۔ اس کی شادی کبھی نہیں ہوگی۔ اس لیے اسے سدا سہاگن کہتے ہیں۔"

کبریا نے تعجب سے یہ باتیں سنیں پھر اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ بظاہر لڑکی ہے۔ اس کا بدن لڑکی کی طرح خوب صورت اور دلکش ہے لیکن قدرتی طور پر اس کا وجود نامکمل ہے اس لیے نہ کبھی اس کی شادی ہوگی اور نہ ہی اسے کسی مرد سے دلچسپی تھی۔ ایسی لڑکیاں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں اور سدا سہاگن کہلاتی ہیں۔

نارائن راؤ کی بیٹی کو بھی سب ہی سہاگن کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

ایسا ساری دنیا میں ہوتا ہے۔ کبھی ایسا کوئی بچہ جنم لیتا ہے اسے دیکھ کر پتا نہیں چلتا کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ پھر جیسے جیسے مہینے اور سال گزرتے ہیں تو اس کی باتوں سے' اداؤں سے اور بدن کے نشیب و فراز سے پتا چلتا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔

کبریا کے لیے یہ عجیب سی بات تھی۔ وہ بہت حیران ہورہا تھا۔ مرلی دھر کہہ رہا تھا "نارائن راؤ میرے آدمی یہاں رہیں گے۔ یہ سہاگن میرے ساتھ جائے گی۔ تم شور مچاؤ گے تو یہ تمہیں گولی ماردیں گے۔"

پھر اس نے سہاگن سے کہا "اچھی سی ساڑی پہنو اور اپنا ہینڈ بیگ لے کر میرے ساتھ چلو۔"

وہ اندر ہی اندر بہت پریشان تھی۔ دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کررہی تھی۔ دوسرے کمرے میں آکر لباس تبدیل کرتے ہوئی دل میں کہہ رہی تھی "اے بھگوان! یہاں کے تمام مرد میری عزت کرتے ہیں۔ مجھے پوتر (پاکیزہ) کہتے ہیں۔ جوان ہوں یا بوڑھے سب میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ میں ان کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کروں۔ بھگوان میری سنتے ہیں۔ میں دوسروں کے لیے جو مانگتی ہوں' وہ انہیں مل جاتا ہے۔ ہے بھگوان! آج میں اپنے لیے عزت و آبرو کی سلامتی چاہتی ہوں۔"

وہ بلاؤز اور ساڑی پہن کر اپنے بھگوان کی مورتی کے سامنے آکر ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے بولی "میں تیرے بھروسے پر جارہی ہوں۔ تو ہی میری عزت و آبرو رکھے گا۔"

کبریا نے اس کے دماغ میں رہ کر ایک گہری سانس لی۔ اس نے سر اٹھا کر بھگوان کی مورتی کو دیکھا اور سوچا "ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے میرے اندر سانس لی ہو۔ کیا بھگوان میری سن رہے ہیں۔"

"ہاں...." کبریا نے ایک لمبی سانس کے ساتھ ہاں کہی۔ وہ حیرانی سے کرشن بھگوان کو تکنے لگی۔

وہ سرگوشی کے انداز میں بولا "میں تمہارے اندر ہوں۔ یہ نہ پوچھو' کون ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ بھگوان کا اوتار ہوں۔"

وہ بڑے جذبے سے مورتی کے پاؤں چھو کر بولی "تمہارا اوتار میرے اندر ہے۔ بس اب مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔"

اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یہ کبھی کسی سے نہ کہنا کہ میں تمہارے اندر رہتا ہوں۔ بولوگی تو چلا جاؤں گا۔"

وہ جلدی سے انکار میں ہاتھ ہلا کر بولی "نہیں۔ میں کبھی کسی سے نہیں بولوں گی۔"

"میں تمہارے اندر کبھی آتا رہوں گا۔ کبھی جاتا رہوں گا۔ اب تم اس پاکھنڈی کے ساتھ جاؤ۔"

وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر دوسرے کمرے میں آئی۔ مرلی دھر کے دو غنڈے ہاتھوں میں گن لیے نارائن راؤ کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بولی "باپو! میری چنتا نہ کرو۔ میں گنگا جل کی طرح پاک ہوں اور پاک رہوں گی۔"

وہ مرلی دھر کے ساتھ مکان سے باہر آکر ایک کار میں اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پچھلی سیٹ پر دو غنڈے بیٹھے ہوئے تھے۔ مرلی دھر نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اپنا بیگ میرے آدمیوں کو دو۔ اس میں کچھ چیزیں رکھی جارہی ہیں۔ تم اسے کھول کر نہیں دیکھو گی۔"

اس نے اپنا بیگ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے غنڈے کو دیا پھر آگے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ایک بھاری قوت والا بم اس بیگ میں رکھ دیا۔ دوسرے نے مرلی دھر سے پوچھا "بھائی! ہم بھی ہوٹل تک جائیں گے؟"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا پھر کبریا کی مرضی کے مطابق بولا "تم دونوں نہیں جاؤ گے۔ میں جاؤں گا۔"

انہوں نے وہ بیگ سہاگن کو دے دیا۔ وہ ایک بہت عالیشان بنگلے میں آئے۔ وہاں سیٹھ دیانند ان کا منتظر تھا۔ اس نے سہاگن کے حسن و شباب کو دیکھا تو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ مرلی دھر سے بولا "ماں کسم بڑی بھرپور ہے۔ تم تو کہتے تھے یہ لڑکی نہیں ہے۔ لڑکا بھی نہیں ہے۔ بیچ کی چیج (چیز) ہے۔"

"میں نے جیسا کہا ہے یہ ویسی ہے۔ آپ ایسی چیج دیکھنے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ میں پورے پچاس ہجار لوں گا۔"

"دوں گا۔ جرور دوں گا۔ پہلے کُھشی تو ہونے دو۔ میرے سے صبر نہیں ہورہا ہے۔ میں ہوٹل نہیں جاؤں گا۔ اسے یہیں بنگلے میں چھوڑ کے جاؤ۔"

"نہیں سیٹھ صاحب! میری یہی شرط تھی کہ تم اسے اوبرائے ہوٹل لے جاؤ گے۔"

"اچھا چلو' ابھی چلو۔ ماں کسم میرے سے صبر نہیں ہورہا ہے۔"

وہ دیانند کے ساتھ اس کی کار میں آکر بیٹھ گئے۔ مرلی دھر کے آدمی جاچکے تھے۔ وہ کار وہاں سے روانہ ہوئی۔ وہ دل میں کہہ رہی تھی "ہے بھگوان! تیرا اوتار کہاں ہے؟ پتا نہیں

ان لوگوں نے میرے بیگ میں کیا رکھا ہے؟"

کبریا نے اس کے اندر گہری سانس لی۔ وہ خوش ہو گئی۔ وہ سرگوشی میں بولا "انہوں نے بیگ میں کچھ بھی نہیں رکھا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارا رکھشک (محافظ) ہوں۔"

سیٹھ دیانند کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ بار بار للچائی ہوئی نظروں سے پاس بیٹھی ہوئی سہاگن کو دیکھ رہا تھا اور وہ بڑی الجھن محسوس کر رہی تھی۔ کبریا نے کہا "تمہیں سہاگن کہا جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شادی شدہ ہو اور کئی بچوں کی ماں ہو۔"

"مجھے بچپن سے ہی سدا سہاگن کہا جاتا ہے۔ اسے نام سمجھ لو' یا پہچان سمجھ لو کہ نہ میں ادھر کی ہوں' نہ ادھر کی۔"

"میں تمہیں سہاگن نہیں کہوں گا۔ بولو تمہیں کس نام سے پکارو؟"

"تم بھگوان کے اوتار ہو' جس نام سے بھی پکارو گے' مجھے اچھا لگے گا۔"

"کیا تم لمبی عمر جینا چاہتی ہو؟"

"تم میرے رکھشک بن کے رہو گے تو میں جینا چاہوں گی۔"

"تو پھر آج سے تمہارا نام جینا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "عجیب سا نام ہے مگر اچھا لگ رہا ہے۔"

"جینا! تم اس بات سے پریشان ہو کہ یہ سیٹھ تمہیں بھوکی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

"ہاں' مجھے اس سے الجھن ہو رہی ہے۔"

"اب یہ ہوٹل پہنچنے تک تمہیں نہیں دیکھے گا۔ اسے مخاطب کرو گی۔ تب بھی سامنے دیکھتا رہے گا۔"

کبریا' سیٹھ دیانند کے اندر چلا گیا۔ وہ سیدھا ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا۔ جینا نے چور نظروں سے کئی بار اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں جیسے ونڈ اسکرین سے چپک گئی تھیں۔ اسے خوشی بھی ہوئی اور حیرانی بھی۔ اس نے آگے کو جھک کر اسے دیکھا۔ اسے مخاطب کرنے کے لیے کھنکارا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس کی طرف جیسے دیکھنا ہی بھول گیا۔

وہ خوش ہو کر بولی "اوتار! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے جو کہا تھا' وہی ہو رہا ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس وقت وہ سیٹھ دیانند کے دماغ میں تھا۔ وہ کار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو کر پارکنگ ایریا میں آکر رک گئی۔ وہ تینوں کار سے باہر آئے۔

کبریا نے مرلی دھر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ جینا سے بیگ لے کر بولا "تم سیٹھ جی کے ساتھ جاؤ۔ میں یہ بیگ لے آؤں گا۔"

وہ دیانند کے ساتھ جانے لگی۔ کبریا' مرلی دھر کی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ جب وہ دونوں ہوٹل کے اندر چلے گئے تو اس نے مرلی دھر کو آگے بڑھایا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا "میں یہ بیگ اٹھا کر کیوں جا رہا ہوں۔ اس میں بھاری قوت کا ٹائم بم رکھا ہوا ہے۔ مجھے ہوٹل کے اندر نہیں جانا چاہیے۔ مین دروازے پر مسلح پولیس ہے۔ اندر جانے والوں کا سامان چیک کیا جا رہا ہے۔"

وہ سمجھ رہا تھا کہ اسے نہیں جانا چاہیے۔ وہ بے اختیار ہوٹل کے بڑے داخلی دروازے پر پہنچ گیا۔ ایک پولیس آفیسر نے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بیگ یہاں رکھو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "یہ ... اس میں کچھ نہیں ہے۔ آپ کو اس سے کچھ نہیں ملے گا۔"

"یہی ہم دیکھیں گے کہ اس میں سے کچھ نکلتا ہے یا نہیں؟ بیگ یہاں لاؤ۔"

وہ بیگ کو سینے سے لگا کر اسے دونوں ہاتھوں سے بھینچ کر بولا "نہیں میں اسے چیک نہیں کرنے دوں گا۔"

ایک سپاہی نے اس سے بیگ کو چھین لیا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر بھاگنے لگا۔ دو سپاہیوں نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ کبریا نے اسے اوندھے منہ گرا دیا۔ دونوں سپاہیوں نے آکر اسے دبوچ لیا۔ ادھر بیگ سے ایک ٹائم بم برآمد ہوا۔ وہ بم موٹے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ اس میں سے ٹک ٹک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کپڑا ہٹاتے ہی ٹک ٹک کی آواز زیادہ شدت سے ابھرنے لگی۔ بم اسکواڈ کا ماہر وہاں موجود تھا۔ اس نے بم کے متعلقہ تاروں کو الگ کر کے اسے ناکارہ بنا دیا۔ مرلی دھر کو ہتھکڑی پہنادی گئی۔

اس کا انجام معلوم تھا۔ کبریا' جینا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جسمانی طور پر اسی ہوٹل میں تھا۔ سیٹھ دیانند جس کمرے میں جینا کو لے کر گیا تھا۔ وہ لفٹ کے ذریعے اسی کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ دیانند نے دروازے کو اندر سے بند کیا تھا پھر غائب دماغ ہو کر کھول دیا تھا۔ جینا سے کہہ رہا تھا "میری جان! جب سے سنا ہے کہ تم بیچ کی چیز ہو۔ تب سے تم کو اندر سے دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔"

وہ اس کی ساڑی کا آنچل پکڑ کر کھینچنا چاہتا تھا لیکن ہلکی سی دماغی تکلیف محسوس کرتے ہی پیچھے چلا گیا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "یہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

جینا ہنسنے لگی سمجھ گئی' اس کا اوتار اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ دیانند نے پھر آگے بڑھ کر اس کی ساڑی تک پہنچنا چاہا تو اوندھے منہ گرتا ہوا اس کے قدموں میں آگیا۔ جینا نے اس کے سر کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "تم لوگ کتنے پاپی اور لالچی ہو۔ لڑکیوں کو کمزور بنا کر ان کی عزت سے کھیلتے ہو مگر تم مجھے چھو بھی نہیں سکو گے۔"

جینا نے اس کے سر کو لات ماری تھی۔ وہ غصے سے تلملا کر فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ چند لمحوں تک اسے گھور کر دیکھتا رہا پھر اچانک ہی جھپٹ پڑنا چاہتا تھا۔ اسی لمحے دماغ کے اندر جیسے زلزلہ آگیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

کبریا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ جینا' دیانند کی طرف متوجہ تھی۔ کبریا نے پہلی بار جینا کو دیکھا تو چند لمحوں تک دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایک تو وہ مختلف مخلوق تھی۔ عام لڑکیوں سے الگ ایک عجوبہ تھی۔ اوپر سے ایسی اجلی اجلی' گلابی گلابی تھی کہ بدن کی چکناہٹ پر نظریں پھسل پھسل رہی تھیں۔ چہرے کے نقوش مصورانہ تھے۔ ساڑی اتنے سلیقے سے پہنی ہوئی تھی کہ بدن کے نشیب و فراز پکارنے لگے تھے۔ وہ گم صم کھڑا پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

جینا نے اسے دیکھا پھر آگے بڑھ کر پوچھا "تم کون ہو؟ کمرے میں کیوں آئے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "وہ میں نے چیخنے کی آوازیں سنی تھیں اس لیے خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔"

جینا کو یوں لگا جیسے اس نے یہ آواز اور یہی لہجہ کہیں سنا ہے۔ وہ بولی "آپ پریشان نہ ہوں۔ یہاں خیریت ہے۔"

کبریا پلٹ کر کمرے سے باہر آگیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے جاتے ہوئے سیٹھ دیانند کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی دماغی تکلیف دور ہو رہی تھی۔ وہ فرش سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے جینا کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ تمہارے اندر کوئی شکتی چھپی ہوئی ہے۔ وہ شکتی مجھے تمہارے پاس آنے سے روکتی ہے۔"

"میں جہاں رہتی ہوں' وہاں کے مرد' عورتیں' بچے اور بوڑھے سب ہی میری عزت کرتے ہیں۔ میرے اندر کوئی ہے تو ہی وہ میرے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ میں دن رات پوجا پاٹ میں مصروف رہتی ہوں۔ بھگوان سے لو لگائے رہتی ہوں۔ تمہارے جیسے پاپی کبھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔ اب بھی حسرت رہ گئی ہے تو آؤ میرے پاس پھر مجھے چھونے کی کوشش کرو۔"

وہ کان پکڑ کر پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میرا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میرے ساتھ چلو میں تمہیں گھر تک پہنچا دوں گا۔"

وہ دیانند کے ساتھ کمرے سے باہر جانے لگی۔ کبریا نے اس کے اندر آکر کہا "میں ہوں تمہارا اوتار۔ بولو میں نے تمہاری رکھشا (حفاظت) اچھی طرح کی ہے؟ تم مطمئن ہو؟"

اسے ایک دم سے یاد آیا۔ ابھی جو خوبرو نوجوان کمرے میں آیا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ بالکل یہی تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم ... تم ابھی کمرے میں میرے پاس آئے تھے۔"

"ہاں' آیا تھا۔ تمہیں دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ تم حسن کا شاہکار ہو۔ بھگوان نے تمہیں بڑی فرصت سے بنایا ہے۔"

اب سے پہلے کئی لوگوں نے اس کے حسن کی تعریفیں کی تھیں۔ اس نے بری طرح انہیں جھڑک دیا تھا۔ اسے عشق و محبت اور جذباتی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ اس کا کوئی آئیڈیل تھا نہ کبھی کوئی اس کا پتی بن سکتا تھا۔ وہ مرد ذات میں کبھی کوئی کشش محسوس نہیں کرتی تھی۔

پہلی بار کبریا کی زبان سے اپنے حسن کی تعریف سن کر اسے عجیب سے لگا اور اچھا بھی لگا لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کے مقدر میں کبھی کسی مرد کے ساتھ زندگی گزارنا نہیں لکھا ہے۔ اس نے دبی زبان سے کہا "اوتار! مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"رک جاؤ۔ ابھی نہ جاؤ۔ یہ بتاؤ تم نے کمرے میں آکر یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم ہی اوتار ہو؟"

"تم نے مجھے کیوں نہیں پہچانا۔ اچھا ہوا میں نے نہیں بتایا۔ تمہیں میری باتیں اچھی نہیں لگیں پھر میں کیسے اچھا لگتا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ مجھے عشق و محبت' حسن و شاعری پسند نہیں ہیں۔ ایسی جذباتی باتیں گناہ اور غلاظت کی طرف لے جاتی ہیں۔ میں پیدائشی طور پر پاکیزہ ہوں اور مرتے دم تک پاکیزہ رہوں گی۔"

"جینا! تمہارا مزاج اور ہے۔ میرا مزاج اور ہے۔ تم ایک معصوم اور صاف ستھری ہستی ہو۔ محبت کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہو۔ اس لیے میں محبت کروں گا۔ تم کیا چاہتی ہو' تم سے کوئی محبت نہ کرے؟"

"محبت ضرور کرے مگر پاکیزہ..."

"محبت کبھی میلی نہیں ہوتی چونکہ میلی نہیں ہوتی اس لیے خدا سے بھی محبت کی جاتی ہے۔"

"میں خدا سے اور بھگوان سے کی جانے والی محبت چاہتی ہوں۔"

"لیکن تم انسان ہو، تمہیں انسانوں جیسی محبت ملے گی۔"

"پلیز، مجھے اس مسئلے میں نہ الجھاؤ۔ مجھ سے دوسری باتیں کرو۔ سچ بات یہ ہے کہ مجھے محبت سے ڈر لگتا ہے۔ مجھے نہ ڈراؤ۔"

دیانند نے اس کے مکان کے سامنے کار روک دی۔ اس سے کہا "آج سے میں بھی تمہاری عجت کروں گا۔ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا رہوں گا۔ میں تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں۔ اس سے انکار نہ کرنا۔"

اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی "یہ بچاس ہجار روپے ہیں۔ انہیں رکھ لو۔"

وہ رقم لے کر بولی "میرے پاس ضرورت مند آتے رہتے ہیں، یہ روپے ان کے کام آئیں گے۔"

وہ کار سے باہر آگئی۔ دیانند نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے اسے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ مکان کے اندر آئی۔ وہاں اس کا باپ دو مسلح افراد کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک نے مرلی دھر کے بارے میں پوچھا "بھائی کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ میرا بیگ لے کر کہیں چلا گیا ہے۔"

دوسرے نے اس کے ہاتھوں میں نوٹوں کی گڈی دیکھ کر کہا "بھائی بیگ لے کر گیا ہے۔ ہم یہ نوٹ لے کر جائیں گے۔"

وہ دل میں بولی "اوتار! یہ لوگ کیسے پیچھا چھوڑیں گے؟"

"فکر نہ کرو۔ یہ بھی چلے جائیں گے۔"

دوسرے ہی لمحے میں ایک گن مین نے دوسرے سے کہا۔ "تو بہت کمینہ ہے۔ نوٹوں کو دیکھ کر رال ٹپک رہی ہے۔"

دوسرے نے اس کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ "کتے! تو نے مجھے کمینہ کہا ہے۔ میں تجھے گولی مار دوں گا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف گن سیدھی کی پھر ایک نے کہا "یہاں نہیں۔ باہر چل۔ میں تجھ سے نمٹ لوں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر گیا۔ دوسرا بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔ وہ دونوں مکان کے باہر ایک گلی سے گزر کر دوسری گلی میں پہنچے۔ ایک نے دوسرے کو گولی مار دی۔ دوسرے نے دم توڑتے توڑتے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کبریا نے جینا کے پاس آکر پوچھا "تم نے فائرنگ کی آواز سنی؟ وہ اپنی سانسیں پوری کر چکے ہیں۔ اب کبھی نہیں آئیں گے۔"

"اوتار! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے میرے اندر شکتی بھر دی ہے۔ ایسا لگتا ہے آئندہ کوئی دشمن میرے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکے گا۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"پلیز نہ جاؤ۔ تم ہوٹل کے کمرے میں آئے تھے۔ کیا یہاں نہیں آسکتے؟ پلیز آجاؤ۔"

"وہاں تمہارے باپو ہیں۔ میں کسی کی موجودگی میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا اور یہ بات پھر تمہیں سمجھاتا ہوں، اپنے سائے سے بھی یہ نہ کہنا کہ میں تمہارے اندر آکر بولتا ہوں اور تمہاری رکھشا کرتا ہوں۔"

"ایک بات سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔"

"مگر تم میرے اندر ایسے آئے جیسے بھگوان نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیجا ہے۔"

"دنیا میں سب کچھ بھگوان کی مرضی سے ہوتا ہے۔ یہ اسی کی مرضی ہے کہ میں تمہارے کام آتا رہوں۔"

"پہلے ایسا لگا جیسے میرے اندر بھگوان بول رہے ہیں اور یہ بھگوان کا ایک کرشمہ ہے۔ اب سمجھ رہی ہوں یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں نے اخبار میں پڑھا تھا اور کئی چینلز پر دیکھا تھا اور سنا تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دیس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہماری پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو پریشان کر رہے ہیں۔ کیا تم ان ہی میں سے ایک ہو۔"

"میں وہی ہوں جسے یہاں کی پولیس اور انتظامیہ والے تلاش کر رہے ہیں لیکن دشمن نہیں ہوں۔ جب تک مجھے کسی سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے، میں اس کا دوست رہتا ہوں۔ کوئی مجھے تکلیف پہنچائے تو میں جوابی کارروائی کرتا ہوں۔ اگر جوابی کارروائی کرنے والے کو دشمن کہا جائے تو پھر یہی سہی۔"

"اخبار میں لکھا تھا کہ تمہارا نام کبریا ہے اور تم پاکستان سے آئے ہو۔ اس کا مطلب ہے تم مسلمان ہو؟"

"الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔"

"تم نے ہندو بن کر مجھے دھوکا کیوں دیا؟"

"میں نے یہ نہیں کہا کہ ہندو ہوں۔ تم نے مجھے بھگوان کا اوتار سمجھا۔ ہندو، مسلمان، عیسائی کوئی بھی بھگوان کا اوتار ہو سکتا ہے۔ میں کبھی تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آکر تمہارا جواب معلوم کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی "کیا وہ جا چکا ہے؟"

اس نے آواز دی "اوتار! نہیں ۔۔۔ کبریا ۔۔۔ تم موجود ہو؟ کیا جا چکے ہو؟"

وہ خاموش رہا۔ اس نے دوسری بار پکارا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ اس کا دل جیسے ڈوبنے لگا۔ وہ سوچنے لگی "وہ چلا گیا' چلا جائے لیکن اس کا جانا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ ابھی چند گھنٹوں میں وہ میرے لیے کتنا اہم ہوگیا ہے۔ یوں لگ رہا ہے کہ میں اکیلی اور بے سہارا ہوگئی ہوں مگر میں پہلے بھی اکیلی تھی۔ پہلے کسی کا سہارا نہیں تھا۔ میں کیوں اسے اہمیت دے رہی ہوں؟"

وہ منفی انداز میں سوچنے لگی "اسے اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ اس سے دور رہنا بہتر ہے۔ وہ ہمارے دیس کا دشمن ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو کبھی معلوم ہوگا کہ وہ میرے اندر آتا ہے تو مجھے بھی دیس دشمن ہی سمجھا جائے گا۔ مجھے اور باپو کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"

اسے یاد آیا کہ کبریا نے اس کے مزاج کے خلاف اس کے حسن کی تعریف کی تھی اور کہا تھا "وہ محبت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہے اور وہ اس سے محبت کرتا رہے گا۔ اس وقت اس کی یہ باتیں کچھ کچھ اچھی لگ رہی تھیں۔ اب سوچ بدل گئی "محبت کرنا تو دور کی بات ہے' اس سے تو میل جول بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ میں ہندو ہوں۔ وہ مسلمان ہے اور دھوکے باز ہے۔ اس نے بھگوان کا اوتار بن کر دھوکا دیا ہے۔"

وہ خیالات سے چونک گئی۔ اس کا باپ کہہ رہا تھا "بیٹی! تم آتے ہی کمرے میں بند ہو گئی ہو۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"باپو! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مرلی دھر کی دشمنی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ ایک عیاش آدمی بھی میرے آگے ہاتھ جوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ مجھ پر بھگوان کی کرپا ہے۔"

وہ آگے کہتے کہتے رک گئی۔ دل نے کہا "بھگوان کی کرپا ہے کہ اس نے کبریا کو مدد کے لیے بھیجا۔ کبریا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس کے باپو نے باہر کا دروازہ کھولا۔ گوپی راجا آیا تھا۔ اس نے اندر آکر کہا "میں نے سنا مرلی دھر آیا تھا اور سہاگن کو جبردستی کہیں لے گیا تھا۔"

اس نے جینا کے پاس آکر پوچھا۔ "وہ تجھے کہاں لے گیا تھا؟"

وہ سر جھکا کر بولی "کیا بتاؤں۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ وہ مجھ سے پیشہ کرانا چاہتا تھا۔"

گوپی راجا نے چونک کر اسے دیکھا پھر گرج کر بولا "میں اس کو جندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تو میلی ہو گئی ہے تو تجھے بھی مار ڈالوں گا۔"

وہ بولی "اتنا گرجتا کیوں ہے؟ بھگوان نے مجھ کو سدا پوتر (پاکیزہ) رہنے کے لیے پیدا کیا۔ میں میلی نہیں ہو سکتی۔"

گوپی راجا نے اپنے باپ کو ایک ہزار کا نوٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا "چاچا! میرے کو بھوک لگی ہے۔ شیرٹن ہوٹل یہاں سے دور ہے مگر میں ادھر کا ہی کھانا کھاؤں گا۔ تم جا کے لے آؤ۔"

اس کا باپ روپے لے کر چلا گیا۔ گوپی راجا نے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا "تو سچ بول رہی ہے؟ کسی نے تیرے کو ہاتھ نہیں لگایا؟"

"میں کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ میں شرم والی ہوں۔ میلی ہونے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ کر بولا "میں ہر مہینے تیرے باپو کو دس ہجار دیتا ہوں۔ ان روپوں سے تم باپ بیٹی کا کھرچا پانی چلتا ہے۔ میں تیرے باپو سے بول دیا ہوں کہ تو سولہ برس کی ہو جائے گی تو تیرے ساتھ رات بتاؤں گا۔"

وہ اٹھ کر اس سے دور ہو کر بولی "مجھ سے ایسی گندی بات مت کر۔ تو جانتا ہے' میں سدا سہاگن ہوں۔"

"جانتا ہوں۔ پرانا پاپی ہوں۔ تجھے پکی سہاگن بنا دوں گا۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ تو پوتر رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔"

"اس نے ایک بازو کو پکڑ کر اپنی طرف گھمایا پھر کہا "وہ کتا تیرے کو پیشہ کرانے لے گیا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو تو میرے کو جھوٹے کھانے کی طرح ملتی۔ کیا میں جھوٹا کھانے کے لیے ہر مہینے دس ہجار روپے دیتا ہوں۔"

اس نے اپنی طرف کھینچ کر اس کے دوسرے بازو کو بھی جکڑ لیا "آج میری آنکھ کھل گئی ہے۔ میں نے دیر کی تو کوئی دوسرا مجا لوٹ لے گا۔ میں تیرے کو اپنے بنگلے میں لے جاؤں گا۔ ابھی تھوڑا مجا چکھنے کو دے۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹنا چاہتا تھا۔ وہ ایک جھٹکے

سے خود کو چھڑا کر دور ہو گئی۔ اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر بے اختیار پکارا "اوتار! کہاں ہو؟ مجھے بچاؤ...."

گوپی راجا غصے سے بولا "تیرے کتنے یار ہیں؟ یہ اوتار کون ہے؟ کیا تیرے بلانے سے وہ آجائے گا؟ باہر کا درواجا بند ہے۔"

"وہ بند کمرے میں تو کیا پاتال میں بھی میری رکھشا کے لیے آسکتا ہے۔ بھگوان اسے میری مدد کے لیے بھیجتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پھر تو میں دیکھوں گا کہ بھگوان کیسے بھیجتا ہے اور وہ بند کمرے میں کیسے آتا ہے؟"

وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی "دیکھ گوپی! میرے پاس مت آ۔ مجھے ہاتھ مت لگا۔ نہیں تو پاپ ہوگا۔"

وہ ہنستا ہوا آگے بڑھا۔ وہ پیچھے دیوار سے لگ گئی۔ پیچھے راستہ رک گیا۔ وہ دونوں بازو اس طرح پھیلائے ہوئے تھا کہ وہ دائیں یا بائیں طرف جھکتی تو وہ پکڑ لیتا۔ وہ بھگوان کو یاد کر رہی تھی اور بے اختیار بھگوان کے اوتار کو پکار رہی تھی۔ گوپی نے آگے بڑھ کر اسے دبوچ لیا۔ وہ چیخنے لگی۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

پھر اس نے اچانک ہی اسے چھوڑ دیا۔ وہ دروازے کی طرف بھاگنا چاہتی تھی۔ اس نے پھر ہاتھ پکڑ کر کہا "رک جا۔ میرے کو سوچنے دے۔ میں نے تیرے کو دبوچ کے کیوں چھوڑ دیا؟"

وہ اسے کھینچ کر بستر پر لے آیا پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں تیرے ساتھ کچھ نہیں کروں گا۔ تو میری بہن ہے...."

یہ کہہ کر وہ حیران ہوا' پریشان ہوا پھر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا "یہ میں کیا بول رہا ہوں؟ میرے کو کیا ہو گیا ہے؟ کبھی پکڑ کے چھوڑ دیتا ہوں۔ کبھی الٹی بات کرتا ہوں۔ اب نہیں بولوں گا۔"

اس نے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر اس ہاتھ کو نچانے لگا۔ ہاتھ کے ساتھ اس کے پاؤں بھی ناچنے لگے۔ وہ کمر مٹکانے لگا۔ جینا خوش ہو کر بولی "دیکھ... دیکھ میرے بھگوان کا اوتار آگیا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو آکر مجھے ہاتھ لگا..."

وہ ناچتے ناچتے رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا "کیا تو جادو جانتی ہے؟ نہیں۔ میں نہیں مانتا...."

وہ اچانک اس پر جھپٹ پڑا لیکن راستہ بدل گیا۔ وہ دیوار سے آکر ٹکرا گیا۔ صرف ٹکرانا کافی نہیں تھا۔ اس نے سر سے دیوار کو ٹکر ماری۔ ایک کے بعد دوسری' پھر تیسری پھر چوتھی سے پھر سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ فرش پر گر کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سر سے بہنے والا لہو چہرے کو اور گردن کو بھگو رہا تھا۔

وہ بولی "دیکھ' میں نے تجھ کو ہاتھ نہیں لگایا اور تو خو[ن] میں نہا رہا ہے۔"

وہ فرش پر پڑا بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ اس [کے] اندر غصہ بھرا ہوا تھا۔ وہ جھنجلا کر سوچ رہا تھا کہ جینا [کے] ساتھ من مانی کیوں نہیں کر پا رہا ہے؟ اس کا سلگتا ہوا ح[سن] اور چیختی ہوئی جوانی اسے بھڑکا رہی تھی۔ وہ اپنے علاقے کا [زور] زور تھا۔ ایک معمولی لڑکی سے مات نہیں کھانا چاہتا تھا۔ [اس] بار اس نے لباس کے اندر سے ریوالور نکال لیا۔

جینا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہو[ئے] اٹھ کر بیٹھ گیا۔ فرش پر ہاتھ ٹیک کر آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ڈگمگاتا ہوا ایک قدم آگے بڑھ کر بولا "تیرے او[تار] کی ایسی کی تیسی.... ساڑی اتار' نہیں تو گولی مار دوں گا۔"

اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "اتارتی ہے یا مار[وں] گولی۔"

اس نے سہم کر آواز دی "اوتار! تم کہاں چلے گئے اسے روکو۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

وہ رک گیا پھر بولا "تیرا یہ اوتار ہے کہاں؟ ایک [بار] سامنے آجائے تو پہلے اسے گولی ماروں گا۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ بولا "اچھا تو وہ باہر [سے] اب آیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں سالے کو دروازے پر ہی گو[لی] ماروں گا۔"

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر تیزی سے چلتا ہوا باہر وا[لے] دروازے پر آیا پھر اسے ایک جھٹکے سے کھولا۔ باہر جینا کا باپ ہاتھوں میں کھانے کی پلیٹیں اٹھائے کھڑا تھا۔ گوپی راجا کو خو[ن] میں لہولہان دیکھ کر حیرانی سے بولا "یہ کیا ہو گیا ہے؟"

جینا بھی دروازے پر آگئی تھی۔ گوپی راجا نے اسے دیکھ کر کہا "یہ پوتر ہے۔ میں اسے میلی کرنا چاہتا تھا...."

وہ مکان سے باہر آکر چیخ چیخ کر بولا "لوگو... یہاں آؤ۔ میرے کو دیکھو۔ میں پاپی ہوں۔ یہ سہاگن دیکھنے میں ایک لڑکی ہے مگر ہماری سمجھ سے بھی اونچی ہے۔ یہ دیوی ہے دیو[ی]۔"

گلی میں عورتوں اور مردوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ [وہ] ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر جاتے آتے بول رہا تھا "میری بہنو اور بھائیو! تم سب نصیب والے ہو کہ یہ دیو[ی] تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ میں نے اسے ہاتھ لگانا چاہا۔ [اسے] میلا کرنا چاہا۔ دیکھو میری کیا حالت ہوئی ہے۔ بھگوان [نے] اس اپرادھ کی سجا (سزا) دی ہے۔ میں اپنے ہی خون میں [نہا] رہا ہوں۔ میں کمینہ ہوں۔ کتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو سجا (سزا) دوں گا۔ تم لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اسپتال جاؤں گا۔"

کہتے ہی اس نے اپنے ایک بازو میں گولی ماری پھر ایک ٹانگ میں گولی ماری۔ اس کے بعد کھڑا نہ رہ سکا۔ زمین پر گر کر تکلیف سے تڑپنے لگا۔ مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے سب ہی حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ گوپی راجا کے حواری اسے اٹھا کر فوری طور پر طبی امداد کے لیے اسپتال لے جا رہے تھے۔

جینا اپنے دروازے پر گم صم کھڑی ہوئی تھی۔ مرد اور عورتیں ہاتھ جوڑ کر اس کے قریب آرہے تھے اور کہہ رہے تھے "ہم جانتے ہیں۔ تم اپنے جنم سے پوتر ہو۔ آج یقین ہو گیا کہ تم ایک لڑکی کے روپ میں دیوی ہو...."

سب ہی اس کی تعریف میں کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے اور بڑی عقیدت سے اس کے آگے سر جھکا رہے تھے۔ وہ سوچ کے ذریعے پکار رہی تھی "اوتار! تم کہاں ہو؟ مجھ سے بولو۔ خاموش کیوں ہو؟"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ اپنے اندر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ بار بار ہوس پرستوں سے اس کی آبرو بچانے والا' اسے اپنے لوگوں کی نظروں میں مان مرتبہ بڑھانے والا' اسے انسان سے دیوی بنا دینے والا' اس کے اندر گم ہو گیا تھا۔ اس کے دماغ میں خاموشی تھی۔ دل میں سناٹا تھا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

ارے نادان....!
جب راستے میں کوئی سایہ نہ پائے گا۔
یہ آخری درخت بہت یاد آئے گا۔

○☆○

ساری تدبیریں الٹی ہو گئیں۔ اعلیٰ بی بی کی پلاننگ تھی کہ فرمان کو چنڈال جوگیا جادو کے ذریعے اپنے پاس بلا رہا ہے لہٰذا انیتا کو اس کے دشمن جوگی بڑبولے کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اس طرح انیتا اور فرمان کے درمیان دوری قائم رہے گی۔ وہ جوگی بڑبولے کے شکنجے میں رہ کر کبھی فرمان کی صورت نہیں دیکھ سکے گی۔

لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اعلیٰ بی بی یہ نہیں جانتی تھی کہ جوگی بڑبولا بھی فرمان کو اپنے پاس بلانے کے لیے وہی منتر بہت پہلے پڑھ رہا ہے اس لیے اس کے منتروں نے فرمان کو پہلے متاثر کیا ہے۔ جب وہ بڑبولے کے پاس پہنچ کر اس کا غلام بن گیا تب الپا کو معلوم ہوا کہ انیتا اور فرمان بچھڑنے کے بعد پھر

ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے ہیں۔
الپا نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر کہا "عالی! گڑبڑ ہوگئی ہے۔ ہماری تدبیر الٹ گئی ہے۔"
"کیا ہوگیا سسٹر؟"
"ہماری سمجھ میں یہ آرہا تھا کہ چنڈال جوگیا' اپنے کالے عمل کے ذریعے فرمان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے لیکن ایسا نہیں تھا جوگی بڑبولا اسے اپنی طرف بلا کر اپنا غلام بنا چکا ہے۔ ایسے ہی وقت انیتا وہاں پہنچ گئی۔ ہم اسے فرمان سے دور رکھنا چاہتے تھے لیکن وہ توقع کے خلاف پھر اس کے قریب پہنچ گیا ہے۔ وہ دونوں اس وقت ایک غار میں بڑبولے کے سامنے ہیں۔"
عالی نے کہا "یہ تو واقعی گڑبڑ ہوگئی۔ سوچا کیا تھا اور ہو کیا گیا! فرمان کو انیتا سے دور رہنا چاہیے۔"
"ہم نے انیتا پر تنویمی عمل کرایا تھا جس کے نتیجے میں وہ وہاں پہنچ گئی ہے۔ بڑبولا سمجھ رہا کہ چنڈال نے اپنی بیٹی کو وہاں بھیجا ہے اور بیٹی کے ذریعے اس کے خلاف کچھ کرنے والا ہے۔"
"ان دونوں جادوگروں کو آپس میں لڑانا ہوگا۔ تم انیتا کے دماغ میں رہ کر کچھ کرسکتی ہو۔"
"ہاں' ایک انیتا ہی ذریعہ رہ گئی ہے۔ وہ بڑبولا فرمان کے دماغ کو لاک کرچکا ہے۔ میں اس کے اندر نہیں جاسکوں گی۔"
"میں یہاں مما اور عدنان کے معاملات میں بہت مصروف ہوں۔ پلیز تم انیتا کے اندر جاؤ اور اسے فرمان سے دور کرو۔"
الپا وہاں سے انیتا کے اندر آگئی۔ غار کے اندر جوگی بڑبولا جلتے ہوئے الاؤ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے قدموں کے پاس فرمان گہری نیند میں تھا۔ اس کے سر کے قریب کسی مردے کی کھوپڑی بہت ہیبت ناک لگ رہی تھی۔ اس سے ذرا فاصلے پر ایک سرکٹا بکرا دکھائی دے رہا تھا۔ انیتا ایک طرف کھڑی یہ سارا منظر دیکھ کر پریشان ہورہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ وہاں کیوں آئی ہے؟ بڑبولا یہ شبہ کررہا تھا کہ چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کو وہاں بھیج کر اس کے خلاف کوئی زبردست کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا "اپنے باپ سے بول کے وہ تیرے اندر رہ کر مجھ سے باتیں کرے۔"
کبریا نے انیتا پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے ذہن سے اس کے باپ اور اس کے محبوب انیل (فرمان) کی پہچان مٹادی تھی۔ اس کے دماغ اعلیٰ بی بی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ الپا اس وقت عالی کا لب ولہجہ اختیار کرکے اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔
چنڈال اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے باپ کو اپنے دماغ میں بلائے۔ وہ معصومیت سے بولی "میں نہیں جانتی' میرا کوئی باپ ہے۔ پتا نہیں تم کس کی بات کررہے ہو۔"
وہ قہقہہ لگا کر بولا "مجھے اُلو بناتی ہے۔ سالی اپنے باپ کو نہیں پہچانتی۔ اپنے اس یار کو تو پہچانتی ہے؟"
اس نے فرمان کی طرف اشارہ کیا۔ انیتا نے فرمان کو دیکھ کر پوچھا "یہ کون ہے؟ اسے میرا یار کیوں کہہ رہے ہو؟"
"سالی بہت بنتی ہے۔ ایکٹنگ کررہی ہے۔ اس کے ساتھ ہوٹل میں رہ کر جوانی لٹا رہی تھی۔ اب اسے پہچاننے سے انکار کررہی ہے۔ کیا تیرے باپ نے تجھ پر کوئی عمل کیا ہے۔ تیرے یار کو تیرے دماغ سے مٹا دیا ہے؟ یہ چکر کیا ہے؟"
انیتا کو یاد آرہا تھا کہ اس نے ہوٹل کا کمرا چھوڑتے وقت وہاں ایک بیگ دیکھا تھا۔ اس بیگ میں مردانہ ضرورت کا سامان اور کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑبولے سے کہا "بھگوان کے لیے میری باتوں کو سچ مانو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ہوٹل کے کمرے میں یہ آدمی میرے ساتھ تھا مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں تو اسے پہچانتی نہیں ہوں۔"
جوگی بڑبولا اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ کچھ یقین ہونے لگا کہ انیتا درست کہہ رہی ہے۔ وہ محبوب کو بھول گئی ہے لیکن یہ یقین نہیں آرہا ہے کہ اپنے باپ کو بھی بھول چکی ہے۔ دشمنی یہ سوچنے پر مجبور کررہی تھی کہ چنڈال جوگیا اپنی بیٹی انیتا کو آلۂ کار بنا کر غار میں اس کے پاس لایا ہے اور اس کے ذریعے کوئی زبردست جادو کرکے فرمان کو وہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔
فرمان نے آنکھیں کھول دیں۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ پڑا سوچتا رہا کہ وہ کہاں ہے۔ اسے ایک غار دکھائی دے رہا تھا۔ سب سے پہلے اس کی نظر جوگی بڑبولے پر گئی۔ وہ اسے نہیں جانتا تھا لیکن دماغ اس سے متاثر ہوچکا تھا۔ اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بڑبولے کے سامنے سر جھکاتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ خوش ہوکر بولا "جے ہو' کالی ماتا کی۔ یہ میرا سیوک بن چکا ہے۔ اب چنڈال کا باپ بھی اسے یہاں سے نہیں لے جاسکے گا۔ آج میری جیت ہوئی ہے۔"
وہ دل کھول کر قہقہے لگانے لگا۔ فرمان ایک مردے کی کھوپڑی کو اور سرکٹے بکرے کو دیکھ رہا تھا پھر الاؤ کے لپکتے ہوئے شعلوں کے آرپار اس کی نظر انیتا پر گئی۔ وہ ایک دم چونک کر کھڑا ہوگیا۔ جوگی بڑبولے نے اپنے کالے عمل سے فرمان کو اپنا غلام بنایا تھا۔ اس کے دماغ کو مقفل کیا تھا چونکہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا اس لیے اس کے اندر گھس کر اس کے حافظے کو نہیں مٹا سکتا تھا۔ اس کے کالے جادو کا عمل بہت محدود تھا اس لیے فرمان کو پچھلی تمام باتیں یاد تھیں۔
اس نے حیرانی سے انیتا کو دیکھا پھر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "انیتا۔۔۔! تم یہاں؟"
وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ میں سمجھنا چاہتی ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ یہ جوگی کہہ رہا ہے' تم میرے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں تھے جبکہ میں نے پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا ہے۔"
فرمان نے کہا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں تمہارا انیل ہوں۔ تمہارے بھائی نے مجھے قتل کیا تھا۔ میں نے مرنے کے بعد یہ دوسرا جنم لیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں تھا پھر ہم شاپنگ کے لیے گئے تھے۔ وہاں تم پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا پھر عالی میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے تم سے دور لے گئی تھی۔"
"تمہاری یہ ساری باتیں درست ہیں۔ مجھے یہ سب کچھ یاد ہے لیکن یہ نہیں مان سکتی کہ تم میرے پچھلے جنم کے ساتھی ہو اور میں تمہارے ساتھ ہوٹل میں وقت گزار چکی ہوں۔ میں تو یہاں پہلی بار تمہیں دیکھ رہی ہوں۔"
"او گاڈ! معلوم ہوتا ہے تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ مجھے تمہارے دماغ سے مٹا دیا گیا ہے۔"
وہ جوگی بڑبولے کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا "مہاراج! کیا آپ نے اس پر عمل کیا ہے؟"
"نہیں' یہ اسی کے باپ کی کوئی چال ہے۔ وہ تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ اسی نے کوئی عمل کیا ہے۔"
"نہیں مہاراج! اس کا باپ چاہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ زندگی گزاروں۔ اس سے شادی کروں۔ میں اس کا ہونے والا داماد ہوں۔ وہ مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا۔"
انیتا نے کہا "تم دونوں کہہ رہے ہو' میرا کوئی باپ ہے۔ اگر ہے تو میں اسے کیسے بھول سکتی ہوں؟"
فرمان نے حیرانی سے اسے اور پھر بڑبولے کو دیکھا پھر کہا۔ "یہ اپنے باپ کو بھی بھول چکی ہے۔ اب میری سمجھ میں آرہا ہے۔ یہ سب عالی کا کیا دھرا ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ میں اپنی انیتا کے ساتھ رہوں۔ اسی لیے وہ مجھے اس سے دور لے گئی تھی۔ ایک ہوٹل میں مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی مگر میں وہاں سے بھاگ کر مہاراج آپ کے پاس آگیا۔"
جوگی بڑبولے نے عالی کو اس مارکیٹ میں دیکھا تھا جہاں انیتا پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ عالی نے تنہا دشمنوں کی پٹائی کی تھی۔ انیتا کو ایک ہاتھ مار کر بے ہوش کیا تھا۔ پھر فرمان کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ یہ باتیں یاد آئیں تو بڑبولے نے کہا۔ "انیل! تم میرے سیوک ہو۔ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس لڑکی عالی نے انیتا کی کھوپڑی گھمائی ہے۔ اس کی کھوپڑی سے اس کا باپ اور تم کو مٹا دیا گیا ہے اور میں بے وجہ چنڈال پر شبہ کررہا تھا۔"
فرمان سر جھکا کر بولا "مہاراج! آپ حکم دیں گے تو میں اس کے اندر جاکر اپنے عمل سے عالی کے عمل کو مٹا دوں گا۔"
وہ سوچنے لگا پھر بولا "نہیں' تم عمل کرو گے تو یہ اپنے بھولے ہوئے باپ کو پہچان لے گی۔ یہ نہ پہچانے تو اچھا ہے۔"
"لیکن میں چاہتا ہوں' یہ مجھے پہچان لے۔ یہ میری محبت

ہے۔ میری جان ہے۔"

"پہلے میں اپنے عمل سے اس کو اپنی داسی بناؤں گا پھر اس کو حکم دوں گا تو یہ تم سے محبت کرنے لگے گی۔"

فرمان نہیں چاہتا تھا کہ بڑبولا اسے اپنی داسی بنائے لیکن وہ خود اس کا داس یعنی غلام تھا۔ اس کی مرضی کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا اور اس کا غلام ذہن اس سے بغاوت نہیں کرسکتا تھا اس نے مجبوراً سر جھکالیا۔

الپا نہیں چاہتی تھی کہ فرمان یا بڑبولا انیتا پر عمل کرے اور انیتا پھر فرمان کی طرف مائل ہوجائے۔ بڑبولے نے انیتا کو زمین پر لیٹنے کا حکم دیا۔ اس نے الپا کی مرضی کے مطابق کہا "مجھ پر کوئی عمل نہ کرو۔ پتا نہیں تم دونوں میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تو سندر ہے۔ تیرا جوبن بڑا متوالا ہے۔ میں تیرے کو داسی بنا کے دل بھر کے مجالوں گا پھر تیرے کو انیل کے حوالے کروں گا۔"

فرمان نے تڑپ کر کہا "مہاراج! ایسا مت بولو۔ انیتا صرف میری ہے۔ اسے ہاتھ لگانے کی بات نہ کرو۔"

وہ گھور کر بولا "اے کھبردار! تو میرا کتا ہے۔ کیا میرے اوپر بھونکے گا؟ کیا میرے سامنے دم ہلائے گا؟"

اس نے تابعدار کی طرح سر جھکایا لیکن اس کا دل انیتا کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ بڑبولا اس کی محبوبہ کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ وہ بہت مجبور تھا۔ غصہ نہیں دکھا سکتا تھا۔ اپنے آقا کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا۔

الپا کو اس کے اندر جانے موقع ملتا تو وہ اس کے دماغ سے غلامی کو ختم کرنے کی کوشش کرتی لیکن بڑبولے نے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔ اس نے انیتا کو اس کی طرف مائل کیا۔ وہ فرمان کے قریب آکر بولی "میرے اندر آؤ۔"

فرمان اس کے اندر آیا۔ الپا نے انیتا کے لہجے میں کہا۔ "اگر تم میرے سچے پریمی ہو تو اس بدمعاش سے میری عزت بچاؤ۔"

بڑبولے نے ڈپٹ کر کہا "اے انیل! یہ تجھے اپنے اندر بلا رہی ہے۔ یہ کیا بول رہی ہے۔"

انیتا کی سوچ نے کہا "تمہیں میری قسم ہے۔ اس سے جھوٹ بولو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "تمہارا داس ہوں۔ تمہاری اجازت کے بغیر اس کے اندر نہیں جاؤں گا۔"

"شاباش! اب اس کو پکڑ کے جبردستی جمین پر لٹا دے اس کو پکڑ کے رکھ میں منتر پڑھوں گا۔"

یہ سنتے ہی انیتا نے الاؤ کی ایک جلتی ہوئی لکڑی پکڑ کر کھینچ لی۔ اس آگ سے بڑبولے پر حملہ کیا۔ وہ بھاگتا ہوا چیخ ہوا بولا "انیل! میں حکم دیتا ہوں۔ اسے پکڑلے' اس سے آگ چھین لے۔ یہ سالی بہت جور دکھا رہی ہے۔"

فرمان اسے پکڑنے کے لیے آیا۔ اس نے جلتی ہوئی لکڑی سے اس پر بھی حملہ کیا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بھاگتی ہوئی غار سے باہر جانے لگی۔ بڑبولا چیخنے لگا "اسے پکڑو' اس کو بھاگنے مت دو۔ نہیں تو سالی اپنے باپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

فرمان اس کے پیچھے دوڑتا ہوا غار سے باہر آیا۔ وہ ہاتھ میں جلتی ہوئی لکڑی لیے دور کھڑی تھی۔ اس سے بولی "میں بھاگتی رہوں گی۔ تم میرے پیچھے آہستہ آہستہ دوڑو۔ ہم اس پاکھنڈی سے دور ہوجائیں گے۔"

وہ پھر بھاگتی ہوئی بولی "میرے دماغ میں آتے رہو۔ میری باتیں سنتے رہو۔"

وہ دونوں آگے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بول رہا تھا "انیتا! واپس آجاؤ۔ میں اس کا تابعدار ہوں۔ اسے دھوکا نہیں دوں گا۔"

"تم کیسے پریمی ہو؟ میری عزت بچانے کے لیے میری سی بات نہیں مانو گے؟"

"تم کوئی ایک بات منالو۔ اس کے بعد پھر کوئی بات نہیں مانوں گا۔ تمہیں پکڑ کر غار میں لے جاؤں گا۔"

"چلو میری ایک بات مان لو۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"اس کا مطلب ہے' تمہارے اندر عالی بول رہا ہے؟"

"میرے اندر کوئی بھی بولے۔ ابھی تمہیں میری عزت بچانا ہے۔ اگر عالی تمہارے اندر آکر میری عزت بچائے گا کیا تم اسے آنے نہیں دوگے؟ کیا میری عزت لٹنے دوگے؟"

وہ دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ ہانپتے ہوئے بولا "تم نہیں جانتی' وہ پھر مجھے تم سے چھین کرلے جائے گی۔"

"ابھی وہ شیطان میری عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتا ہے۔ کیا تم یہی چاہتے ہو؟"

"اچھا آؤ' عالی سے بولو۔ وہ ہم دونوں سے دشمنی نہ کرے۔"

الپا نے اس کے اندر آتے ہی زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ بڑبولا غار سے نکل کر انہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ فرمان کی چیخیں سن کر وہ آواز کی سمت دوڑتا ہوا جانے لگا۔ الپا نے کہا "انیتا! وہ دشمن آرہا ہے۔ اسے آنے دو مگر غار میں واپس نہ جانے دو ورنہ وہ پھر کالے منتر پڑھ کر تمہارے انیل کو اپنا غلام بنالے گا۔"

بڑبولا دوڑتا ہوا فرمان کے پاس آیا۔ اسے زمین پر تکلیف سے تڑپتا دیکھ کر پریشان ہوکر بولا "ارے! تم کو کیا ہوا ہے؟ کیا مرد ہوکے ایک لڑکی سے مار کھارہے ہو؟ اٹھو اور اس سالی کو پکڑو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر کی تکلیف میں کچھ کمی ہوئی تھی۔

الپا نے پوچھا "کیا تم اب بھی اس کے جادو سے متاثر ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے ہلکی ہلکی تکلیف محسوس کررہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا "ہاں میں بڑبولے کا غلام بنا ہوا تھا۔ کیا اب بھی اس کے زیر اثر ہوں۔"

بڑبولا اس کی خیریت معلوم کرنے قریب آنا چاہتا تھا۔ انیتا نے جلتی ہوئی لکڑی سے حملہ کیا۔ وہ دور بھاگ کر ایک جگہ رک گیا پھر بولا "میں تجھے یہاں سے بھاگنے نہیں دوں گا۔ اس آگ سے کیا ڈراتی ہے۔ ابھی تیرا یار تجھے پکڑ کر میرے استھان میں لے جائے گا۔ انیل میں حکم دیتا ہوں' اسے پکڑلو۔"

فرمان نے اچانک ہی دوڑتے ہوئے اس پر چھلانگ لگائی پھر اسے زمین پر گرا کر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ مار کھاتے ہوئے چیخ رہا تھا "تو میرا داس ہے۔ میرا کتا ہے۔ اور مجھے کاٹ رہا ہے۔ میں اپنے منتروں سے تجھے بھسم کردوں گا۔"

فرمان نے کہا "کتا تو ہے۔ تیرے جادو کا توڑ ہوچکا ہے۔ اب میں تجھے توڑ مروڑ کر رکھ دوں گا۔"

وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "چھوڑ دے مجھے۔ مجھے اپنے استھان میں جانے دو۔"

اس نے انیتا کے ہاتھ سے جلتی ہوئی لکڑی لے کر کہا۔ "اب تو غار میں جاکر بھی منتر نہیں پڑھ سکے گا۔"

اس نے جلتی ہوئی لکڑی کی آگ اس کے منہ میں ٹھونس دی۔ وہ تکلیف اور جلن سے تلملانے لگا۔ وہ زمین پر دیدے پھیلائے پڑا تھا۔ فرمان نے ایک بہت بھاری پتھر دونوں ہاتھوں سے کسی طرح اٹھایا' پھر اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ وہ تھوڑی دیر تک تڑپنے کے بعد ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔

الپا نے کہا "انیتا! یہ تمہارا انیل ہے۔ اس کے پاس جاؤ۔"

وہ دوڑتے ہوئے آکر فرمان سے لپٹ گئی۔ الپا نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر ان کے حالات بتائے پھر کہا "تم فرمان کو اس سے دور کرنا چاہتی ہو۔ میں ایسا کرسکتی تھی لیکن میرے اور تمہارے اندر کی عورت یہ گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ انیتا کی عزت آبرو دو کوڑی کی ہوجائے۔ میں نے اس کی عزت رکھنے کے لیے دونوں کو پھر سے ملا دیا ہے۔"

عالی نے کہا "سسٹر! تم بہت عظیم ہو۔ ہم انیتا کی مخالفت کررہے تھے لیکن اس کی عزت کے دشمن نہیں تھے۔ دونوں کو ایک جان دو قالب ہونے دو۔ میں فرمان کی خوشی اور سلامتی چاہتی ہوں۔ آئندہ انیل بن کر اسے یا ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا تو میں اسے اس کے حال پر چھوڑ دوں گی۔"

○☆○

جہاز کے تمام مسافر اس جنگل سے نکل کر بہ خیریت چلی پہنچ گئے۔ برازیل کا گورنر اپنے بیٹے کو گلے لگا کر چومنے لگا۔ میرا شکریہ ادا کرنے لگا۔ جیک کیلر اور مہادھالی اس گورنر سے دس لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کررہے تھے اور دہشت گردوں کا سرغنہ کنگ بوگارٹا اپنے بھائی اور جانبازوں کی رہائی کا مطالبہ کررہا تھا۔ میں نے ان سب کے مطالبات کو خاک میں ملا دیا تھا۔

گورنر کو نہ تو دس لاکھ ڈالرز ادا کرنے پڑے اور نہ ہی سزائے موت پانے والے قیدیوں کو رہا کرنا پڑا۔ اس نے تمام مسافروں کو صحیح سلامت ان کی منزل تک پہنچادیا تھا۔ ان کے رشتہ دار انہیں گلے لگا کر خوشی سے رو رہے تھے اور مجھے دل سے دعائیں دے رہے تھے۔ سونیا اور عدنان بھی چلی پہنچ کر ایک ہوٹل میں قیام کررہے تھے۔ پارس اور پورس فلائنگ کمپنی کے ایک ہیلی کاپٹر میں انہیں لینے آرہے تھے۔

اعلیٰ بی بی اور کبریا بہت خوش تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ پارس اور پورس کے آنے تک وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی مما اور اپنے بھتیجے عدنان کے پاس رہیں گے۔ سونیا نے مجھ سے کہا "ایک طویل عرصے کے بعد میں اپنے بچوں سے مل رہی ہوں۔ دن رات بھٹکنے کے بعد مجھے اپنوں کی محبتیں مل رہی ہیں۔ میں کتنی خوش ہوں' یہ بیان نہیں کرسکتی۔"

"میری جان! میں تمہارے اندر رہ کر تمہاری بے حد و حساب مسرتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ بچوں سے تو تم مل ہی رہی ہو' یہ بتاؤ' میری آغوش میں کب آرہی ہو؟"

وہ شرماتے ہوئے بولی "بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔ ابھی

میں نے پورے یقین کے ساتھ تمہیں اپنا مجازی خدا تسلیم نہیں کیا ہے۔ پہلے میں بچوں سے ملوں گی پھر بابا صاحب کے ادارے میں جاکر جناب علی اسد اللہ تبریزی سے ملاقات کا شرف حاصل کروں گی۔ جب وہ تصدیق کریں گے کہ تم میرے مجازی خدا ہو تب میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

"یعنی پانچویں دن آؤ گی۔ کسی سے سن لیا ہو گا زندگی چار دن کی ہوتی ہے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اعلیٰ بی بی نے آکر کہا "برادرز (پارس اور پورس) کے پاس گئی تھی۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان کا ہیلی کاپٹر پہنچنے والا ہے۔ کیا آپ انہیں ریسیو کرنے جائیں گی؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی "ہاں' میں انہیں دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔ ابھی یہاں سے نکلتی ہوں۔"

وہ سوئٹ کے بیڈ روم میں آئی۔ عدنان کو ساتھ لے جانا چاہتی تھی لیکن وہ سو رہا تھا۔ وہ بولی "پتا نہیں سو رہا ہے یا یونہی آنکھیں بند کیے پڑا ہے۔ بیٹے عدنان!"

اس نے آواز دی۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا "سونیا! یہ واقعی سو رہا ہے۔ اسے سونے دو۔"

"میں اسے تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

کبریا نے کہا "ہم میں سے کوئی نہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کرتا رہے گا۔"

سونیا نے کہا "اب میں چینج کرنے جا رہی ہوں۔ یہاں سے جاؤ۔"

اعلیٰ بی بی اور کبریا میرے پاس آگئے۔ کبریا نے کہا "پاپا! مجھے ایک ضروری کام ہے۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

میں نے پوچھا "آج کل کہاں مصروف ہو؟ انڈین پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے ہوشیار رہا کرو۔"

"میں جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی میں شیئر ہولڈر ہوں۔ ممبئی میں کبھی کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔"

عالی نے کہا "پاپا! یہ ایک عجیب و غریب لڑکی کے چکر میں ہے۔ ذرا پوچھیں تو وہ کون ہے؟"

"پاپا! یہ عالی یوں ہی بکواس کرتی ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ... بات یہ ہے کہ... کہ..."

عالی نے کہا "وہ لڑکی ہے نہ لڑکا' اسے سدا سہاگن کہتے ہیں۔"

"اوہ...!" میں نے سنجیدگی سے کہا "ہماری دنیا میں کبھی کبھی ایسی ہستیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تم اس لڑکی کے بارے میں کس حد تک جانتے ہو؟ کیا پیدائش کے بعد بچپن میں ہی اس کا آپریشن کرایا گیا تھا۔"

"میں نے اس سلسلے میں اس سے کچھ نہیں پوچھا ہے
اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ ایسی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی کہ کبھی اس کا آپریشن کیا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے' اسے اپنے بچپن کی باتیں یاد نہ ہوں
اس کے بزرگوں کے خیالات پڑھ کر معلوم کرو۔"

"میں معلوم کروں گا۔ ویسے کیا آپریشن ضروری ہوتا ہے؟"

"ہونا چاہیے ورنہ جوان ہونے کے بعد اس کی شادی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا نامکمل وجود شوہر کے لیے بے مصرف ہوتا ہے۔" "ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا لباس بدل کر آئی۔ میں عدنان کے خوابیدہ دماغ میں تھا۔ اس نے پوچھا "کوئی میرے پوتے کے پاس ہے یا نہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہم موجود ہیں۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ پاپا عدنان کے پاس رہیں گے۔ یہ کہیں جانا چاہیں گے تو میں عدنان کے پاس چلی آؤں گی۔"

سونیا ایک پرس اٹھا کر سوئٹ کا دروازہ کھول کر چلی گئی۔ وقت کچھ زیادہ نہیں گزرا۔ صرف پندرہ منٹ گزرے اور میں چونک گیا۔ عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اس کا ذہن کسی ایک خیال یا خواب پر مرکوز نہیں تھا۔ میں نے آواز دی "عدنان بیٹے!"

ایک نہیں کئی بار آوازیں دیں۔ میری سوچ کی لہریں اسے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ ایسے وقت کوئی بھی اس کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "فوراً واپس آؤ۔ عدنان کے اندر مختلف خیالات ایک دوسرے سے الجھ رہے ہیں۔ اب اس کی کوئی ایک سوچ کی لہر بھی پڑھی نہیں جا رہی ہے۔"

وہ فوراً ہی کار کو واپس موڑ کر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل کے اس سوٹ میں آئی۔ وہاں بیڈ روم خالی تھا۔ وہ بستر پر نہیں تھا۔ باتھ روم میں بھی نہیں تھا۔ وہ آوازیں دیتی ہوئی ہر جگہ ڈھونڈ رہی تھی۔ میرے پوتے کے پاؤں میں چکر تھا۔ ایک جگہ ٹھہرتا نہیں تھا۔"

اب پتا نہیں' وہ کہاں بھٹکنے والا تھا؟ ہمیں کہاں کہاں بھٹکانے والا تھا اور کیا گل کھلانے والا تھا؟

عدنان کسی ایک جگہ نہیں ٹک رہا تھا۔ اس کے پیروں میں چکر تھا۔ اس کا باپ پورس اس کے پیچھے دوڑتے دوڑتے پریشان ہو گیا تھا۔ کبھی وہ باپ سے ملتا تھا' کبھی بچھڑ جاتا تھا۔ اب اس بار اس کی دادی سونیا کی باری تھی۔ وہ اسے بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔

ویسے وہ اپنی دادی اور دادا کو جان بوجھ کر پریشان نہیں کر رہا تھا۔ وہ بے مقصد نہیں بھٹک رہا تھا۔ اس کے بھٹکنے اور اچانک کہیں چلے جانے کے پیچھے ایسی کوئی بات ہوتی تھی جو فوراً سمجھ میں نہیں آتی تھی' لیکن بعد میں پتا چلتا تھا کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کرتا رہتا ہے۔

سونیا اسے ہوٹل کے اندر اور باہر اچھی طرح ڈھونڈ چکی تھی۔ وہ کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ میں اور اعلیٰ بی بی سونیا کے اندر تھے۔ ہم نے خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے اندر مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں ہو رہا تھا۔ اس طرح ہم یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! سمجھ میں نہیں آتا' یہ اچانک ہی کہیں بھٹکنے کے لیے کیوں چلا جاتا ہے؟"

سونیا نے کہا "جہاں تک میں سمجھتی ہوں' وہ بے مقصد نہیں بھٹکتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کی ماں زندہ ہے اور وہ اسے ضرور ملے گی۔ اسی لیے وہ بے اختیار اسے ڈھونڈنے نکل پڑتا ہے۔"

میں نے کہا "اگرچہ ہمارا پوتا بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے لیکن وہ ذہنی طور پر بچہ ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کی ماں مرچکی ہے اور مرنے والے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آتے۔"

سونیا نے کہا "میں نے اس سے کہا تھا کہ اس کی ماں مرچکی ہے۔ واپس نہیں آئے گی لیکن وہ بضد ہے۔ اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ وہ اپنے اندر اس کی آوازیں سنتا ہے اور وہ جو کہتی ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔"

یہ بات عجیب سی تھی' ناقابل یقین تھی۔ پتا نہیں وہ اپنے اندر کس کی آوازیں سنتا تھا! کون اس کے اندر بولتی تھی۔ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے اندر بولتی ہے اور اسے کسی ایک جگہ نہیں رہنے دیتی۔ اپنی مرضی سے ادھر سے ادھر پہنچاتی رہتی ہے۔

اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی تھی اور اس کے اندر بولتی رہتی تھی تو اس کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔ وہ ایک بچے کو کیوں خواہ مخواہ بھٹکا رہی تھی۔ اس سے کیا حاصل کرنا چاہتی تھی؟

دیکھا جائے تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کچھ حاصل نہیں کر رہی تھی بلکہ عدنان کو فائدہ ہی پہنچا رہی تھی۔ اسے دشمنوں سے محفوظ رکھتی تھی اور اس کے ذریعے ہمارے بھی کام آرہی تھی۔ کیا واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے اندر آتی تھی۔

ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا عبداللہ کئی بار عدنان کے اندر جاکر اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ میں نے اسے بلا کر پوچھا "جب تم اس کے اندر جاتے ہو تو کیا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی آواز سنتے ہو؟"

"نو سر! میں نے عدنان بابا کے اندر رہ کر کبھی کسی کو بولتے نہیں سنا۔ میں نے ایک آدھ بار سینڈی گرے کی آوازیں سنی تھیں۔ میں بھی عدنان بابا کے اندر کئی بار بولتا رہا لیکن ہماری آوازیں جیسے دیوار سے ٹکرا کر رہ جاتی تھیں۔ عدنان بابا نہ تو ہماری بات سنتے تھے اور نہ ہی ان پر کسی کی خیال خوانی کا اثر ہوتا تھا۔"

سونیا نے کہا "میں نہیں مانتی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی میرے پوتے کے اندر آتی ہے۔ میرا پوتا عام بچوں سے مختلف ہے۔ وہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ قدرتی حالات کے زیر اثر رہتا ہے۔ اسے آگہی حاصل ہوتی ہے اور وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! جب آپ ہوٹل سے نکل کر ائر پورٹ کی طرف جا رہی تھیں۔ تو اس وقت عدنان گہری نیند میں تھا۔ میں نے اور پاپا نے بھی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا وہ اطمینان سے سو رہا تھا۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اچانک اٹھے گا اور کہیں چلا جائے گا۔ ایسا لگتا ہے' وہ سو نہیں رہا تھا' ہمیں دھوکا دے رہا تھا۔ آپ کے ہوٹل سے باہر جاتے ہی وہ بھی اٹھ کر کہیں چلا گیا۔"

میں نے تائید کی "ہاں۔ ایسا ہی لگتا ہے۔ جیسے وہ ہمیں دھوکا دے رہا تھا۔ پتا نہیں وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟ اگر وہ ہم سے کہتا کہ اسے کہیں جانا ہے تو میں اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرتا رہتا۔ یہ اس کے لیے بہتر ہوتا لیکن وہ تو ہم سب سے بے نیاز ہے۔ ہم میں سے کسی کی مدد حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔"

یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اگر وہ گہری نیند میں نہیں تھا تو ہم خیال خوانی کے ذریعے دھوکا کیسے کھا گئے۔ ویسے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اس کے چور خیالات پڑھے

نہیں جاسکتے مگر ہمارا پوتا عجیب ہے۔ ہمارے لیے بھی پراسرار بنا ہوا ہے۔

یہ بعد میں معلوم ہونے والا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ بہتر ہے کہ یہ حقیقت میں ابھی بیان کردوں۔ تاکہ میری یہ داستان ایک تسلسل سے جاری رہے۔

جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں' جیک کلر' مہا دھالی اور سینڈی گرے دی ٹیرر سپلائرز کے تین سربراہ تھے۔ یہ ایشیا' یورپ اور امریکا میں تمام دہشت گردوں کو جدید اسلحہ سپلائی کرکے خوب مال کماتے تھے۔ سینڈی گرے کی شامت آئی تو اس نے اپنے غلط مقاصد کے لیے عدنان کو ٹریپ کرنا چاہا پھر خود ہی عدنان کے ہاتھوں پریشان ہونے لگا۔ حتیٰ کہ وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ جیک کلر اور مہا دھالی یہ چاہتے تھے کہ سینڈی گرے کسی طرح مارا جائے اور وہ پورے امریکا کی مارکیٹ پر اپنا قبضہ جمالیں اور وہاں کے دہشت گردوں اور باغیوں کو اسلحہ سپلائی کرکے زیادہ سے زیادہ منافع کماتے رہیں اور منافع ایسی چیز ہے جو دوستوں کو دشمن بنادیتا ہے۔

وہ دونوں اگرچہ سینڈی گرے کے بہت گہرے دوست تھے اور کاروبار میں برابر کے شریک تھے لیکن زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لالچ میں انہوں نے دوست کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا تھا۔ انہوں نے اس کے بدترین حالات میں ساتھ نہیں دیا تھا۔ اس بے چارے کو موت کی دہلیز پر پہنچا کر منہ پھیرلیا تھا۔

ایسے وقت وہ دونوں سونیا اور عدنان کے لیے بھی مصیبت بن سکتے تھے۔ اس سے پہلے ہی میں نے ان دونوں کو وارننگ دی کہ وہ برازیل کے جنگل سے چلے جائیں۔ وہ کنگ بوگارٹا اور برازیل کے گورنر سے لاکھوں ڈالرز کا مطالبہ نہ کریں۔ پہلے تو انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ جب میں نے انہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا اور ان کے اسلحے کے گودام کو تباہ کردیا۔ تب وہ توبہ کرنے لگے۔ جہاز کے تمام مسافروں کو ہلاک کرنے اور لاکھوں ڈالرز کا مطالبہ کرنے سے باز آگئے۔

میں نے جہاز کے تمام مسافروں کو کنگ بوگارٹا سے بھی نجات دلائی۔ ان سب کو بخیریت چلی شہر پہنچا دیا۔ سونیا اور عدنان نے اسی شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ پارس اور پورس ان سے ملنے کے لیے وہاں پہنچنے والے تھے اور سونیا ان کا انتظار کررہی تھی۔ بظاہر سب ہی زندہ سلامت وہاں پہنچ گئے تھے۔ سونیا اور عدنان بھی خطرات سے نکل آئے تھے لیکن درپردہ کچھ ہو رہا تھا۔

جیک کلر نے کئی لاکھ ڈالرز کا نقصان اٹھایا تھا۔ مہا دھالی نے اسے مشورہ دیا "فی الحال فرہاد کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے جائیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اور کتنے گوداموں کا پتا جانتے ہیں؟ اگر تم دل پر پتھر رکھ کر اتنا بڑا نقصان برداشت کرلو تو ہمارے دوسرے گودام محفوظ رہ سکیں گے۔"

اس نے واقعی صبر کیا' اپنے دل پر جبر کیا۔ میرے مقابلے پر میدان چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ دونوں بزدل نہیں تھے۔ پہلے یہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے تمام گوداموں کا پتا ٹھکانا جانتے ہیں یا نہیں۔ وہ اپنا تمام مال دوسری جگہ منتقل کرکے اور اپنی تمام کمزوریاں دور کرنے کے بعد ہم سے مقابلہ کرنے کی جرأت کرسکتے تھے۔

وہ بظاہر وہاں سے چلے گئے تھے لیکن چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے کنگ بوگارٹا اور دوسرے مسافروں کے اندر رہ کر یہ دیکھ رہے تھے کہ ہم وہاں کیا کررہے ہیں؟ ان کے شیطانی دماغ میں یہ بات گھسی ہوئی تھی کہ بازی ان کے حق میں پلٹ سکتی ہے۔ وہ کسی سنہرے موقع سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

جیک کلر اندر ہی اندر تپ رہا تھا۔ مجھ سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس نے مہا دھالی سے کہا "ہمیں براہِ راست اس کے مقابلے پر نہیں آنا چاہیے لیکن ہم درپردہ اس کے خلاف بہت کچھ کرسکتے ہیں۔"

مہا دھالی نے کہا "پھر تمہارے دماغ میں کیڑا کلبلا رہا ہے۔ تم اپنا کروڑوں کا نقصان برداشت نہیں کرپا رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم درپردہ کیا کرسکو گے؟"

"اس وقت فرہاد کی بہت بڑی کمزوری ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ چلی کے کس ہوٹل میں قیام کررہی ہے؟ ہم براہِ راست ان دادی پوتے سے دشمنی نہیں کریں گے لیکن دوسروں کو آلۂ کار بنا کر انہیں اس طرح مصیبت میں مبتلا کریں گے کہ فرہاد تلملا تا رہ جائے گا۔"

مہا دھالی نے تائید کی "ہاں! اگر فرہاد کو پتا نہ چلے کہ ان پر ہماری وجہ سے مصیبتیں آئی ہیں تو پھر ہم اس کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔ ہم اپنا دامن بچا کر ایسا کرسکتے ہیں۔"

جیک کلر نے کہا "فرہاد اور اس کے خاص فیملی ممبر کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے اور جب کبھی آتے ہیں تو مختلف بہروپ میں ہوتے ہیں۔ انہیں پہچاننا ناممکن سا ہوجاتا ہے۔ اس بار سونیا اور اس کا پوتا کھلی کتاب کی طرح پہچانے جارہے ہیں۔ لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھالینا چاہیے۔"

وہ دونوں سوچنے لگے کہ فوری طور پر کیا کیا جاسکتا ہے۔ بڑی سوچ بچار کے بعد جیک کلر نے کہا "امریکا اور فرہاد کی دشمنی بڑے عرصے سے چلی آرہی ہے۔ اگر امریکی اکابرین کو معلوم ہوجائے کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ چلی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے تو وہ فرہاد کو کمزور بنانے کے لیے ان دونوں کو ضرور ٹریپ کرکے اپنا قیدی بنانے یا پھر انہیں مار ڈالنے کی کوشش کریں گے۔"

مہا دھالی نے کہا "یہ بہترین آئیڈیا ہے۔ فرہاد کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا کہ یہ سب کچھ ہماری سازشوں کے باعث ہوا ہے۔ وہ امریکی اکابرین کو ہی اپنا دشمن سمجھے گا۔"

جیک کلر نے خیال خوانی کے ذریعے امریکی اکابرین کے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا "ہیلو۔ کرنل مارٹن! تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تم سب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے تمام اکابرین کے دماغوں میں اڑتا پھرتا ہوں۔ تم میں سے کوئی مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔"

کرنل مارٹن نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ بس اتنا جان لو کہ دشمن نہیں ہوں' دوست ہوں اور تمہیں بہت بڑا فائدہ پہنچانے آیا ہوں۔"

"تم نے پہلے کبھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ میرے لیے اجنبی ہو اور پہلی بار میرے پاس آتے ہی بہت بڑا فائدہ پہنچانے کی بات کررہے ہو۔ مجھے یقین تو نہیں آرہا ہے پھر بھی معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم مجھے کس نوعیت کا فائدہ پہنچانا چاہتے ہو؟"

"مجھے سونیا کا موجودہ پتا ٹھکانا معلوم ہے۔ وہ اپنے پوتے کے ساتھ ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہے۔"

"مسٹر! تمہاری نظریں دھوکا کھاسکتی ہیں۔ ایسا بارہا ہوچکا ہے کہ ہم نے فرہاد اور سونیا کو کہیں نہ کہیں ٹریپ کیا ہے۔ کبھی انہیں قیدی بنایا' کبھی انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ اصلی نہیں تھے۔ سونیا کی یا فرہاد کی ڈمی تھے۔"

"تم یقین کرو۔ اس بار دھوکا نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ سورج مشرق سے نکل کر مغرب میں ڈوب جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ثابت ہوگی کہ جسے تم ٹریپ کرو گے' قیدی بناؤ گے یا موت کے گھاٹ اتارو گے۔ وہ اصلی سونیا ہوگی اور اس کا پوتا بھی اصلی ہوگا۔"

"جب تم کہہ رہے ہو تو ہم یقین کرلیں گے۔ سونیا اور اس کے پوتے کو گھیر کر گرفتار کرلیں گے لیکن تم ایک سوال کا جواب دو۔"

"بولو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"تم فرہاد سے دشمنی کررہے ہو۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی آلۂ کار بنا کر سونیا اور اس کے پوتے کو ہلاک کرسکتے ہو پھر خود ایسا کیوں نہیں کررہے ہو؟"

"ہم فرہاد کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے اور نہ ہی یہ چاہتے ہیں کہ اسے کسی بھی طرح ہم پر شبہ ہو۔ اسی لیے ہم آلۂ کار کے طور پر تمہیں اتنی بڑی خبر سنا رہے ہیں۔ جو کچھ کرنا ہے' تم کرو۔ کیونکہ فرہاد کے ساتھ تمہاری دشمنی برسوں سے چلی آرہی ہے۔"

"بے شک۔۔۔ تمام دشمن اس کے مقابلے میں میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ صرف ایک امریکا ہے جو اس کے مقابلے پر ڈٹا رہتا ہے۔ اب بتاؤ۔ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ کہاں ملے گی؟"

"اس سے پہلے یہ سن لو کہ فرہاد نے مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ لہٰذا میں وہ نقصان پورا کرنا چاہوں گا۔ اگر تم سوئزرلینڈ کے ایک بینک اکاؤنٹ میں فوراً ہی دو کروڑ ڈالرز جمع کرادو تو میں ابھی اس کا صحیح پتا بتادوں گا۔"

"یہ رقم تمہارے بینک میں ٹرانسفر کی جائے گی لیکن اس میں وقت لگے گا۔ ایسا نہ ہو کہ اس وقت تک سونیا ہاتھ سے نکل جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ وہ اس ہوٹل کے سویٹ میں بہت مطمئن ہے۔ میں اس کے پوتے کے دماغ میں رہ کر اس کے تازہ ترین حالات سے باخبر رہتا ہوں۔ تم میرا مطالبہ پورا کرنے کی بات کرو۔"

"تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔ میں دوسرے اکابرین سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

کرنل مارٹن نے تمام امریکی اکابرین کو باری باری مخاطب کیا اور جب انہیں بتایا کہ سونیا اور اس کے پوتے کو فوراً ہی باآسانی گرفتار کرکے فرہاد کی ایک بہت بڑی کمزوری سے کھیلا جاسکتا ہے تو وہ سب ہی اس بات پر راضی ہوگئے کہ مخبر کے بینک اکاؤنٹ میں دو کروڑ ڈالرز جمع کرادیے جائیں۔

ایک گھنٹے کے اندر سوئزرلینڈ کے ایک بینک اکاؤنٹ

میں دو کروڑ ڈالرز جمع کر دیے گئے۔ تب جیک کلر نے انہیں بتا دیا کہ چلی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے سویٹ میں سونیا اور عدنان موجود ہیں۔ وہ امریکی اکابرین سے سودا کرنے کے دوران میں بار بار عدنان کے دماغ میں جاتا رہا تھا اور یہ یقین کرتا رہا تھا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ اسی ہوٹل کے سویٹ میں موجود ہے۔

امریکی اکابرین نے برازیل کے گورنر سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "چلی کے ایک ہوٹل میں فرہاد کی وائف سونیا اپنے پوتے کے ساتھ موجود ہے۔ اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر کر ان دونوں کو گرفتار کرلیا جائے۔ انہیں فرار ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر سونیا بھاری پڑجائے اور فرار ہونا چاہے تو فوراً ہی اسے گولی ماردی جائے۔"

برازیل کے گورنر نے کہا "آپ یہ نہیں جانتے کہ پانچ گھنٹے پہلے فرہاد علی تیمور نے ایک طیارے کے سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچائی ہیں۔ برازیل کے ایک بہت ہی بدنام دہشت گرد کنگ بوگارٹا نے میرے بیٹے کو اغوا کیا تھا اور اسے جان سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ فرہاد نے میرے بیٹے کو زندہ سلامت مجھ تک پہنچایا ہے۔ میں اس کا احسان مند ہوں اور اس کی بیوی اور اس کے پوتے کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

ایک حاکم نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا فرہاد سے برسوں سے جاری رہنے والی دشمنی کو بھول گئے ہو؟ اس نے ہمارے کئی اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کیا اور ہماری کئی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کردیا۔ روس کبھی بہت بڑا سپرپاور رہا تھا۔ اس نے کبھی ہمیں اتنے نقصانات نہیں پہنچائے' جتنے کہ فرہاد پہنچا چکا ہے اور تم ان تمام نقصانات کو بھول رہے ہو؟"

گورنر نے کہا "فرہاد پورے امریکا کا دشمن ہے۔ یہ میں کبھی بھول نہیں سکتا لیکن آج اس نے مجھ پر جو احسان کیا ہے یہ بھی میری زندگی میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ فرہاد نہ ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت میرے بیٹے کو زندہ سلامت نہ رکھ پاتی۔"

اکابرین میں سے ایک نے پوچھا "اس کا مطلب ہے' تم اس سنہری موقع سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے۔ ہمیں فرہاد کو کمزور بنانے کا موقع نہیں دو گے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ فرہاد نے جتنا بڑا احسان مجھ پر کیا ہے۔ اس احسان مندی کا تقاضا ہے کہ میں اس کی بیوی اور پوتے کو نقصان نہ پہنچاؤں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچانے دوں۔"

کرنل مارٹن نے کہا "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں برسوں سے نقصان پہنچاتے آرہے ہیں۔ اگر اس نے تمہیں ایک فائدہ پہنچایا' اور تمہارے ایک بیٹے کی جان بچائی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم برسوں کے نقصان کو فراموش کردیں۔"

ایک اور حاکم نے کہا "ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مضبوط سیاسی رشتہ ہے۔ تم اس رشتے کی نفی نہ کرو۔ اس رشتے کو اور مضبوط کرو۔ سونیا اور اس کے پوتے کو گرفتار کرکے ہمارے حوالے کردو۔"

"مجھے افسوس ہے' میں ایسا نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کو کرنے دوں گا۔"

"فرہاد سے تمہیں جذباتی لگاؤ پیدا ہوگیا ہے۔ جبکہ سیاست میں جذبات کو کبھی اہمیت نہیں دی جاتی۔ سیاست میں نہ باپ بیٹے کا ہوتا ہے اور نہ بھائی بھائی کا ہوتا ہے صرف اقتدار اور حکمرانی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ بہرحال ہم تمہیں ایک گھنٹے کا وقت دیتے ہیں۔ تم اچھی طرح سوچ لو فرہاد کو کمزور بنانے کا اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

انہوں نے برازیل کے گورنر سے رابطہ ختم کردیا پھر فوراً ہی چلی شہر میں مصروف سراغ رسانوں کے ابطہ کرکے بتایا کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ کس ہوٹل کے سویٹ میں موجود ہے۔ برازیل کا گورنر انہیں گرفتار کرنے کے سلسلے میں تعاون کرنے سے انکار کررہا ہے۔ لہٰذا وہاں کی حکومت سے کسی قسم کا بھی تعاون حاصل نہ کیا جائے۔ فوراً ہی اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر کر ان دادی اور پوتے کو گرفتار کرلیا جائے۔

انہوں نے اپنے تمام سراغ رسانوں کو اچھی طرح تاکید کی اور سختی سے کہہ دیا کہ سونیا کو فرار ہونے کا موقع ہرگز نہ دیا جائے۔ اگر وہ ہمیشہ کی طرح ہاتھ سے پھسلنے والی ہو تو فوراً ہی بلا تذبذب گولی ماردی جائے۔

اسی... وقت عدنان کی آنکھ کھل گئی' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے آگہی ملی تھی کہ اسے ہوٹل سے چلے جانا چاہیے۔ وہ چلا جائے گا تو اس کی دادی کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ بھی محفوظ رہے گی۔

اس نے سویٹ کے بیڈ روم سے نکل کر ہر طرف دادی کو تلاش کیا۔ وہ ائرپورٹ کی طرف گئی ہوئی تھی۔ اسے نظر نہیں آئی۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر ہوٹل سے باہر چلا گیا۔

چلی میں رہنے والے تمام امریکی جاسوس مسلح ہو کر ہوٹل کی طرف آئے تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا پھر کئی جاسوس اس سویٹ میں آئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر دندناتے ہوئے سویٹ کے اندر پہنچے تو وہ خالی تھا۔ اس کے کسی حصے میں نہ تو سونیا تھی اور نہ ہی اس کا پوتا نظر آیا تھا۔ وہ سویٹ سے باہر آکر ہوٹل کے مختلف حصوں میں انہیں تلاش کرنے لگے۔

فون کے ذریعے انہوں نے امریکی اکابرین سے کہا۔ "ہمیں شاید غلط انفارمیشن ملی ہے؟ یہاں نہ تو سونیا ہے اور نہ ہی اس کا پوتا ہے۔"

انہوں نے پوچھا "کیا تم نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر معلوم کیا تھا؟"

"ہاں۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ ایک عورت اپنے چھوٹے سے بچے کے ساتھ آئی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا تھا کہ ان دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ وہ دادی پوتا ہیں یا ماں بیٹا ہیں؟ ہم نے اس سویٹ کے اندر اور باہر ہر جگہ انہیں تلاش کیا ہے۔"

"وہی عورت سونیا ہوگی۔ اپنے پوتے کے ساتھ کہیں فرار ہوگئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے' اسے پہلے ہی تمہاری آمد کی اطلاع مل چکی ہوگی اور یقیناً یہ برازیل کے گورنر نے کیا ہوگا۔ بہرحال انہیں پورے چلی شہر میں تلاش کرو۔"

ایسے ہی وقت سونیا ہوٹل میں واپس آکر عدنان کو تلاش کررہی تھی۔ پہلے اس نے سویٹ میں دیکھا۔ اسے پتا نہیں تھا کہ مسلح دشمن اسے پہلے وہاں تلاش کرنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد اب ہوٹل کے مختلف حصوں میں اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ میں کبھی عدنان کے دماغ میں جاتا تھا۔ اس وقت اس کے اندر مختلف خیالات کی لہریں ایسے گڈمڈ ہورہی تھیں کہ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں پھر سونیا کے اندر واپس آجاتا تھا۔

وہ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل کے پاس آکر بولی "میں اپنے پوتے کو یہاں اپنے سویٹ میں چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اب وہاں نہیں ہے۔ کیا تم میں سے کسی نے اسے باہر جاتے دیکھا ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا "او مائی گاڈ! آپ وہی سویٹ نمبر سیون والی ہیں جو ایک چھوٹے بچے کے ساتھ یہاں آئی تھیں۔ فار گاڈ سیک۔ کہیں چھپ جائیں یا پھر یہاں سے چلی جائیں۔ بہت سے مسلح افراد آپ کو تلاش کررہے ہیں"

اس کاؤنٹر کے پاس دو افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے قریب آکر کہا "آپ میڈم سونیا ہیں؟"

سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ میں فوراً ہی اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سونیا سے کہہ رہا تھا "آپ خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ ہمیں گورنر صاحب نے حکم دیا تھا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں اور آپ کو کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچادیں۔ پلیز۔ ہمارے ساتھ چلیں۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں آکر کہا "میں اس کے مختصر سے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ اسے یہاں کے گورنر نے تمہاری حفاظت کے لیے بھیجا ہے۔ فوراً یہاں سے نکل چلو۔"

وہ ان دو آدمیوں کے ساتھ جاتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی "مگر عدنان کا کیا ہوگا؟ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہا ہے؟ ہم اسے کیسے تلاش کریں گے؟"

"اسے کسی نہ کسی طرح تلاش کیا جائے گا۔ تم ان کے ساتھ جاؤ۔ میں ابھی تمہارے پاس واپس آؤں گا۔"

میں برازیل کے گورنر کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولا "مسٹر فرہاد! اچھا ہوا' آپ آگئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے کس طرح رابطہ کروں؟"

"میں نے ابھی دیکھا ہے' آپ کے آدمی میری وائف کو کسی محفوظ پناہ گاہ کی طرف لے گئے ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"شکریہ ادا کرکے مجھے شرمندہ نہ کریں۔ آپ نے میرے اکلوتے بیٹے کی جان بچائی ہے۔ آپ کے بیوی بچوں کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔"

"آپ نے میری وائف کی حفاظت کے انتظامات کیے ہیں لیکن اب بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ میرا پوتا عدنان کہیں گم ہوگیا ہے۔ وہ اسی شہر میں ہے۔ پلیز۔ اسے تلاش کرنے کے انتظامات کریں۔"

اس نے فوراً ہی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کیا اور کہا "پورے شہر کی ناکہ بندی کرو۔ چار یا پانچ برس کا بچہ کہیں بھی تنہا دکھائی دے تو اسے بحفاظت ہمارے پاس پہنچادو۔"

میں نے کہا "یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تنہا ہو۔ کسی عورت یا مرد کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے جب بھی کسی بچے پر شبہ ہو تو آپ ایک فون نمبر نوٹ کریں۔ اس نمبر پر اطلاع دیں۔ ہم فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس بچے اور اس کے ساتھ

رہنے والوں کے دماغوں تک پہنچ کر حقیقت معلوم کرلیں گے۔"

میں نے اسے پورس کے موبائل فون کا نمبر دیا پھر اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے کہا کہ "وہ برازیل کے گورنر کے اندر موجود رہے۔ جب کوئی اطلاع ملے تو ہمیں فوراً باخبر کرے اور خود اس بچے کے پاس پہنچ کر معلوم کرے کہ وہ عدنان ہے یا نہیں۔"

پارس اور پورس اس شہر میں آچکے تھے۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر کہا "ابھی اس ہوٹل میں نہ جاؤ۔ تمہاری مما ایک محفوظ پناہ گاہ کی طرف گئی ہیں۔ تم فی الحال اپنی ماں سے دور رہو۔ عدنان پھر کہیں غائب ہوگیا ہے اور کچھ دشمن تمہاری ماں کے پیچھے پڑگئے ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ دشمن کون ہیں؟"

پھر میں اس ہوٹل کے منیجر کے اندر آیا۔ اس وقت وہ تین مسلح افراد کو ہوٹل سے باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ ان میں سے ایک نے پلٹ کر کہا "معلوم ہوتا ہے، تم نے اس عورت کو اور اس کے بچے کو کہیں چھپایا ہے؟ اگر ایسا کیا ہے تو ہم تمہارے پورے ہوٹل کو تباہ و برباد کردیں گے۔"

اس نے کہا "ہم پر شبہ نہ کرو۔ تم لوگوں نے ہوٹل کے گراؤنڈ فلور سے لے کر بائیسویں منزل تک انہیں تلاش کیا ہے۔ وہ دونوں یہاں نہیں ہیں۔ پلیز۔ ہمارے ہوٹل میں کوئی ہنگامہ نہ کرو۔ ورنہ یہاں آنے والے دہشت زدہ رہیں گے۔"

میں اس بولنے والے مسلح شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ سب امریکی جاسوس ہیں۔ انہیں امریکی اکابرین کی طرف سے احکامات جاری کیے گئے ہیں کہ وہ اس ہوٹل میں آکر سونیا اور اس کے پوتے کو گرفتار کرلیں یا قتل کردیں۔

میں نے اس کے ذریعے اس کے دوسرے ساتھیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ معلوم ہوا وہ کوئی پندرہ جاسوس ہیں۔ ان میں سے کچھ ہوٹل کے باہر دور تک انہیں تلاش کرنے گئے ہیں۔ باقی کچھ ہوٹل کے اندر ہیں اور کچھ ہوٹل کے احاطے اور پارکنگ ایریا میں بھٹک رہے ہیں۔ ان سب کے پاس موبائل فون تھے اور وہ سب موبائل فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کررہے تھے اور یہ بتا رہے تھے کہ سونیا اس بچے کے ساتھ کہیں نظر نہیں آرہی ہے۔

میں ان کے باہمی رابطے کے دوران میں ایک ایک فرد کے اندر پہنچتا جارہا تھا پھر میں امریکی اکابرین کے دماغو
پہنچ کر ان کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا
انہیں سونیا اور عدنان کا پتا ٹھکانا کیسے معلوم ہوا، جبکہ
اپنے اصلی روپ میں نہیں تھی اور عدنان کو امریکی ا
ابھی جانتے نہیں تھے۔ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ
ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہیں؟

ان کے چور خیالات نے بتایا کہ کسی ٹیلی پیتھی
والے نے کرنل مارٹن سے رابطہ کرکے بتایا تھا کہ وہ س
اس کے پوتے کا موجودہ پتا ٹھکانا جانتا ہے۔ اگر اسے
ڈالرز ادا کیے جائیں۔ تو وہ انہیں ابھی سونیا تک پہنچ
گا۔

انہوں نے دو کروڑ ڈالرز اسے ادا کیے تھے او
سونیا اور عدنان کا پتا معلوم کرنے کے بعد انہوں نے
تمام مسلح سراغ رسانوں کو ان کے پیچھے لگادیا تھا۔ میں
اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہارے دو کروڑ ڈ
پانی میں گئے اور اب اس کے بعد تم کتنا زبردست نق
اٹھاؤ گے۔ یہ تمہیں ابھی معلوم ہونے والا ہے۔"

وہ سب پریشان ہوگئے۔ کرنل مارٹن نے کہا "مسٹ
تم ہمیں غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم تمہاری وائف اور پو
دشمن نہیں ہیں۔ اگر کچھ مسلح افراد انہیں تلاش کرر
اور انہیں قتل کردینا چاہتے ہیں تو ان سے ہمارا کوئی
نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے س
معلوم کرچکا ہوں اور تم لوگوں کے چور خیالات کبھی ج
نہیں بول سکتے۔ چلی میں تمہارے پندرہ جاسوس ہیں۔
ان کا ماتم کرو پھر بعد میں اور بہت کچھ ہوگا۔"

وہ جانتے تھے کہ ان کی یہ سازش ہم سے چھپی
رہے گی۔ اس لیے انہوں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جا
والوں کو الرٹ رکھتے ہوئے انہیں ہدایات دی تھیں
چلی میں موجود پندرہ جاسوسوں کے اندر آتے جاتے رہیں
ہمیں ان کے خیالات پڑھنے کا موقع نہ دیں۔

انہیں پتا ہی نہ چلا کہ میں کب ان کے دماغوں
گیا اور ان کے اندر کی سازش معلوم کرکے چلا آیا؟
انہیں رہ رہ کر یہ اطلاع مل رہی تھی کہ ان کے جاسوس
ایک ایک کرکے مارے جارہے ہیں اور اس طرح کہ وہ
دوسرے کو مار رہے ہیں یا پھر خودکشی کررہے ہیں۔

میرے اور ان امریکی اکابرین کے درمیان ہمیشہ
رہتی تھی۔ ابھی آگے بہت کچھ ان کے خلاف ہونے

اور اس کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں سونیا اور عدنان کا موجودہ پتا بتایا تھا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔

○☆○

اعلیٰ بی بی چاہتی تھی کہ فرمان جادوگروں کے چکر میں نہ پڑے۔ وہ اسے چنڈال جوگیا سے بچائے رکھنا چاہتی تھی۔ لہٰذا اسے انیتا سے دور رکھنا ضروری تھا۔

اس نے کبریا کے ذریعے انیتا پر تنویمی عمل کرایا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ فرمان کو بھول جائے گی۔ اس کا پیچھا چھوڑ کر جوگی بڑبولا کے پاس چلی جائے گی۔

ایسا کرنے کے باوجود انیتا اور فرمان ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔ اتفاق سے وہ دونوں ہی جوگی بڑبولا کے استھان میں پہنچ گئے۔ وہاں جو کچھ ہوا اس کا ذکر گزشتہ قسط میں کیا جا چکا ہے۔ جوگی بڑبولا نے اپنے کالے جادو کے ذریعے فرمان کو اپنا معمول اور غلام بنایا تھا لیکن اسی فرمان کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ الپا چاہتی تو وہ انیتا اور فرمان کو جدا کرسکتی تھی لیکن جوگی بڑبولا نے کچھ ایسی صورتِ حال پیدا کردی تھی کہ انیتا کی آبرو خطرے میں پڑ گئی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بڑبولا اپنے کالے عمل سے انیتا کو بھی اپنی داسی بنا کر اس کی آبرو سے کھیلتا رہے۔ یہ بڑے شرم کی بات تھی۔ الپا ایک عورت کی توہین برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اس لیے اس نے فرمان اور انیتا کو موقع دیا کہ وہ اس کے جادوئی شکنجے سے نکل جائیں۔ اسے ہلاک کرکے پھر ایک دوسرے کے ہو جائیں۔

اعلیٰ بی بی نے الپا سے کہا "میں ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے جدا کردینا چاہتی تھی لیکن سسٹر! تم نے انیتا کی آبرو بچانے کے لیے انہیں پھر ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ تم بہت عظیم ہو۔ انیتا ہماری دشمن ہی سہی لیکن ہم اس کی عزت و آبرو کے دشمن نہیں بن سکتے تھے۔ چلو۔ اچھا ہے، انہیں ایک دوسرے سے ملنے دو۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان کی دوستی ایک عرصے سے چلی آرہی تھی۔ یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ شاید ان میں محبت اور عشق کے جذبات پیدا ہو چکے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اعلیٰ بی بی اس دوران میں فرمان کو چاہتی رہی تھی لیکن اس سے کبھی عشق نہیں کیا تھا۔ اسے اپنا بہترین دوست سمجھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیج کر ایک مکمل تربیت یافتہ فائٹر بنایا جائے۔

فی الحال ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے فرمان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ انیتا کے ساتھ پھر ایک شہر [illegible] آیا۔ وہ اسے اپنے باپ چنڈال جوگیا کے پاس لے جانا چاہتی تھی۔ جبکہ فرمان ابتدا ہی سے چنڈال جوگیا کو پسند نہیں تھا اور اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس نے انیتا سے کہا "ہم کسی ہوٹل میں قیام کرکے کچھ عرصہ تنہا وقت گزاریں گے۔ پھر سوچیں گے کہ ہمیں کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟"

وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں آگئے۔ اعلیٰ بی بی نے فرمان کی لاعلمی میں اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح نقش کردی تھی کہ وہ بدستور چنڈال سے نفرت کرتا رہے گا اور کبھی اس کے پاس نہیں جائے گا۔ اگر انیتا اسے جبراً اپنے باپ کے پاس لے جانا چاہے گی تو [illegible] اس کی محبت سے بھی باز آجائے گا۔

دوسری طرف چنڈال جوگیا بہت پریشان تھا۔ پہلے [illegible] کالے منتروں کے ذریعے فرمان کو اپنی طرف بلا رہا تھا [illegible] اسے پتا چلا کہ کوئی دوسرا جادوگر اس کے مقابلے پر [illegible] ہو رہا ہے اور اس نے فرمان کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ [illegible] حالات میں اسے اپنی بیٹی کی فکر ہوئی کہ پتا نہیں اس [illegible] ساتھ کیا ہو رہا ہوگا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے انیتا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی [illegible] واپس آگئیں۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگا "میری بیٹی نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ سانس کیوں روک رہی ہے؟ اس پر بھی کسی نے عمل کیا ہے؟

گزشتہ قسط میں چنڈال جوگیا کے بیٹے ہنس راج جوگیا کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے ہندو عقیدے کے مطابق انسان [illegible] بار مرنے کے بعد تقریباً سات بار جنم لیتا ہے۔ انیتا [illegible] نوجوان انیل شرما سے محبت کرتی تھی۔ وہ ہنس راج جوگیا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس کے بعد چنڈال جوگیا نے بیٹی کو [illegible] دی تھی کہ وہ غم نہ کرے اس کا انیل جلد ہی دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آئے گا۔

پھر اتفاق یہ ہوا کہ ایک ٹرین میں دورانِ سفر فرمان، اعلیٰ بی بی کا سامنا انیتا اور ہنس راج جوگیا سے ہوگیا۔ فرمان کو دیکھتے ہی اس پر مرمٹی۔ یقین سے کہنے لگی کہ [illegible] محبوب انیل دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آچکا ہے۔

یہ ہندوانہ عقیدہ ہے کہ جب محبت کرنے والے مرجاتے ہیں تو دوسرے جنم میں ایک دوسرے سے ضرور [illegible] ہیں۔ چنڈال جوگیا نے بیٹی سے کہا "انیل تو ایک بار دوسرا جنم لے چکا ہے۔ اب انیتا کو بھی مرنا ہوگا اور [illegible] جنم لینا ہوگا یا پھر کیونکہ ہنس راج جوگیا نے انیل کو [illegible] میں قتل کیا تھا۔ لہٰذا ہنس راج کو اپنی جان دینی ہوگی۔

انیتا ایک تو موت سے بہت ڈرتی تھی۔ دوسرا یہ کہ انیل کو دوبارہ پالینے کے بعد اب مرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے باپ سے کہا "کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو۔ مجھے مرنے نہ دو۔ میں اپنے انیل کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

باپ نے اپنے بیٹے ہنس راج کو حکم دیا کہ وہ آتما ہتھیا، یعنی خودکشی کرکے اپنی جان دے دے۔ اسے بھی دوسرا جنم فوراً ہی مل جائے گا۔

ہنس راج جوگیا نے باپ کے حکم کے مطابق چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دی۔ چنڈال جوگیا اپنے اندر آتما شکتی رکھتا تھا۔ اس نے بیٹے کے مرتے ہی اس کی آتما کو ایک دوسرے جوان کے اندر پہنچا دیا۔ اس طرح اس کا بیٹا مرنے کے فوراً بعد ہی دوسرا جنم لے چکا تھا۔

تامل ناڈو انٹیلی جنس کا چیف بہت بیمار تھا۔ اسپتال میں ایڈمٹ تھا۔ باقاعدہ علاج کے بعد وہ زندہ سلامت اپنے گھر واپس جاسکتا تھا لیکن چنڈال جوگیا نے اپنے کالے منتروں کے باعث اسے مار ڈالا۔ جیسے ہی اس کی آتما باہر نکلی تو اس نے اپنے بیٹے کی آتما کو اس کے جسم میں داخل کردیا۔ اسپتال میں ڈاکٹروں اور اس بیمار کے رشتے داروں کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کی جان نکل گئی تھی۔ وہ مر چکا تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں زندہ ہوگیا تھا۔ اب وہ اوپر سے تامل ناڈو انٹیلی جنس کا چیف تھا لیکن حقیقتاً اندر سے ہنس راج جوگیا بن چکا تھا۔

انٹیلی جنس کے اس چیف کا نام رنجیت ورما تھا۔ وہ فوراً ہی بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کررہا تھا۔ اسے دیکھ کر حیرانی سے بولا "ابھی تو آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں پارہے تھے۔ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

ہنس راج جوگیا نے کہا "میں کیا بتاؤں، کیا ہوگیا ہے؟ آپ ڈاکٹر ہیں۔ پتا نہیں آپ مجھے کیسی دوائیں دیتے رہے ہیں؟ شاید ان کا اچانک ری ایکشن ہوا ہے۔ میں بہت زیادہ توانائی محسوس کررہا ہوں۔"

اس ڈاکٹر نے دوسرے ڈاکٹروں کو بھی بلایا۔ سب نے اس کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ اس کے رشتہ دار بھی اس کمرے میں جمع ہو کر اسے حیرانی سے اور خوشی سے دیکھ رہے تھے۔

ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ انہوں نے کہا "یہ تو چمتکار ہوگیا ہے۔ ہم تو مایوس ہوگئے تھے۔ آپ کے نصیب اچھے ہیں۔ ہم آپ کو صحت یابی کی مبارک باد دیتے ہیں۔"

رنجیت ورما کی ماں نے پاس آکر بیٹے کو سینے سے لگایا۔ اس کی پیشانی کو چوم کر ڈاکٹر سے پوچھا "کیا ہم اپنے بیٹے کو گھر لے جاسکتے ہیں؟"

"بے شک۔ لے جاسکتے ہیں۔ یہ تو کسی پہلو سے بھی بیمار نظر نہیں آرہے ہیں۔"

وہاں رنجیت کا باپ، بھائی، بہن سب ہی دکھائی دے رہے تھے اور ایک نوجوان لڑکی بھی دور کھڑی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ ہنس راج جوگیا نے سوچ کے ذریعے اپنے باپ سے کہا "یہاں سب میرے لیے اجنبی ہیں۔ مجھے بتاؤ، یہاں کون میرا کیا لگتا ہے؟ اور وہ لڑکی مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہے؟"

چنڈال جوگیا نے باری باری ہر ایک کے اندر پہنچ کر ان کے مختصر سے خیالات پڑھے پھر بیٹے کو بتایا کہ اس کا کس سے کیا رشتہ ہے؟ اور وہ جو لڑکی ذرا دور کھڑی ہوئی ہے۔ وہ اس کی منگیتر ہے۔ اس کا نام لاج ونتی ہے۔ تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تو اب انٹیلی جنس کے چیف رنجیت ورما کے دماغ سے سوچا کرے اور اس کی ذہانت سے عمل کیا کرے گا۔ ابھی ان کے ساتھ اپنے عالیشان بنگلے میں جا اور عیش کر۔ اپنے گھر اور باہر کے تمام معاملات کو سمجھ لے۔ میں پھر کسی وقت تجھ سے کام لوں گا۔"

چنڈال جوگیا نے دو دنوں کے بعد ہی اپنے بیٹے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "میں بالکل اکیلا ہوگیا ہوں۔ میں انیل شرما (فرمان) کو کسی بھی طرح اپنے قابو میں کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالینا چاہتا تھا اور ایسا کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن ابھی پتا چلا ہے کہ کسی پاکھنڈی نے اپنے کالے عمل سے فرمان کو اپنے قابو میں کرلیا ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے حیرانی سے کہا "آپ سے بڑا کوئی تانترک نہیں ہے پھر آپ کے منہ سے نوالہ چھین کر لے جانے کی جرأت کس نے کی ہے؟"

"میں ابھی یہی معلوم کروں گا۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تمہارے انٹیلی جنس کے جاسوس شانتی نگر میں بھی ہوں گے؟"

اس نے کہا "ہاں۔ یہاں بھی ہمارے جاسوس ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"شانتی نگر سے کچھ فاصلے پر صدیوں پرانے کھنڈرات ہیں۔ وہیں پہاڑی کے ایک غار میں جوگی بڑبولا رہتا ہے۔ اس نے انیتا اور انیل شرما کو وہاں دیکھ لیا ہوگا۔ اسی نے میرے خلاف ایسا کچھ کیا ہے کہ انیتا کے ساتھ انیل شرما بھی میرے

ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"میں ابھی شانتی نگر کے ایک جاسوس افسر سے بات کرتا ہوں۔ آپ اس کے اندر پہنچ جائیں۔ وہ ابھی میرے حکم کے مطابق اس غار کے اندر جائے گا۔"

اس نے وہاں ایک جاسوس سے رابطہ کیا۔ چنڈال جوگیا نے اس کی آواز سن کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے وہاں اس غار کی طرف لے گیا۔ وہ غار ویران ہو کر جوگی بڑبولا کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔ اس جاسوس نے دور تک اسے تلاش کیا تو ایک جگہ جوگی بڑبولا کی سر کچلی ہوئی لاش دکھائی دی۔

چنڈال جوگیا نے اپنے بیٹے سے کہا "جوگی بڑبولا تو مر چکا ہے۔ کسی نے اس کا سر پتھر سے کچل دیا ہے۔ پتا نہیں ایسا کس نے کیا ہے؟"

"اگر اس نے کالے منتروں کے ذریعے انیل شرما کو اپنی طرف بلایا تھا تو میں اندازے سے کہہ سکتا ہوں کہ انیل ہی اسے ہلاک کر کے اور انیتا کو لے کر کہیں چلا گیا ہے۔"

"پھر تو وہ اسی شانتی نگر کے کسی ہوٹل میں ہوگا یا اسے آس پاس کے شہروں میں تلاش کرو۔ میں کئی بار ان کے اندر جانے کی کوششیں کر چکا ہوں لیکن وہ سانس روک کر مجھے بھگا دیتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہر شہر میں ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے جاسوس ہیں۔ میں سب سے کہتا ہوں کہ وہ تمام ہوٹلوں میں اور کرائے کے کاٹیجز میں ان کو تلاش کریں۔ ان کے بارے میں جلد ہی کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ جب وہ مل جائیں تو انہیں یہ کبھی نہ بتانا کہ تم انیتا کے بھائی اور میرے بیٹے ہنس راج جوگیا ہو۔"

وہ فون کے ذریعے تمام چھوٹے بڑے شہروں کے جاسوسوں سے رابطہ کرنے لگا۔ انہیں انیتا اور انیل شرما کا حلیہ بھی بتایا پھر انہیں جلد سے جلد تلاش کرنے کی تاکید کی۔

اس وقت وہ اپنے بنگلے میں تھا۔ اس کی منگیتر لاج ونتی کے ماں باپ اس سے ملنے آئے تھے اور اس سے پوچھ رہے تھے کہ کب تک شادی کرنے کا ارادہ ہے؟

رنجیت ورما کو شادی اور گھر گرہستی سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ دن رات اپنی ڈیوٹی میں مصروف رہتا تھا۔ لاج ونتی اس کے قریب آنا چاہتی تھی لیکن وہ محبت کے معاملے میں بالکل کورا تھا۔ ایک محبت کرنے والی کے احساسات اور جذبات کو نہیں سمجھتا تھا۔

اس کے برعکس ہنس راج جوگیا بہت ہی جذباتی اور ہوس پرست تھا۔ لاج ونتی کا حسن و شباب اسے للچاتا رہتا تھا۔ ان دونوں کے ماں باپ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ لاج ونتی اس کے بیڈ روم میں آگئی تھی۔ اس کے آتے ہی ہنس راج جوگیا نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہمارے بڑے کیا سوچیں گے؟"

"ہمارے بڑے ہمارے بارے میں سوچنے کے لیے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ادھر نہیں آئیں گے تم پریشان مت ہو۔"

اس نے لاج ونتی کو کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ شرمانے گھبرانے لگی۔ گھبراہٹ کے باوجود یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "رنجیت تمہیں ہوا کیا ہے؟ پہلے تو تم ایسے نہ تھے؟"

"ہاں۔ پہلے ایسا نہیں تھا مگر تم نے ایسا بنا دیا ہے۔ تمہاری سندرتا اور جوانی مجھے اپنی طرف کھینچنے لگی ہے تو اسے اور کھینچنے دو۔ مجھے اور قریب آنے دو۔"

وہ اسی کھینچ تان میں مصروف رہنا چاہتا تھا لیکن اس نے کسی طرح خود کو چھڑا کر دور ہوتے ہوئے کہا "میرا بھی دل تمہارے لیے تڑپتا ہے۔ میرا تن من سب کچھ تمہارے لیے ہے لیکن ابھی نہیں۔ شادی کے بعد۔"

اس نے پوچھا "کیا تم شادی سے پہلے میری نہیں ہو؟ میری بات نہیں مانو گی؟"

"میں تمہاری ہوں، تمہاری ہر بات مانوں گی، لیکن اس بات کی ضد نہ کرو۔"

"میں تو ضد کروں گا۔ بھوکے سے کہتی ہو کہ وہ اپنی بھوک نہ مٹائے، فاقے کرتا رہے؟ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔"

اس نے لپک کر اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ وہاں سے بھاگتی ہوئی دوسرے دروازے سے باہر چلی گئی۔ چنڈال جوگیا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"وہی ہو رہا ہے، جو آپ کی جوانی میں ہوا کرتا تھا۔ یہ لڑکی مجھے بہت تڑپا رہی ہے، ترسا رہی ہے۔"

"گدھے کے بچے! وہ تڑپاتی رہے گی تو کیا تو تڑپتا رہے گا؟ میرا کام خراب کرے گا؟ پہلے کام کی طرف دھیان دے لڑکیاں تو ملتی ہی رہتی ہیں اور ملتی ہی رہیں گی۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو۔۔۔؟ میں رنجیت ورما بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "سر! میں ہری پور ٹاؤن سے بول رہا ہوں۔ یہاں کے ہوٹل کے کاؤنٹر سے معلوم کیا گیا ہے۔ رجسٹر میں انیتا شرما اور انیل شرما کا نام لکھا ہوا ہے۔ وہ روم نمبر گیارہ میں موجود ہیں۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "تم چند سپاہیوں کے ساتھ دور ہی دور سے ان کی نگرانی کرتے رہو۔ ان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ہری پور پہنچنے میں تین گھنٹے لگیں گے۔ میرا انتظار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چنڈال جوگیا نے کہا "میں اس جاسوس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ میں ان سب کے ذریعے ان کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ تم جلد سے جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ لباس تبدیل کر کے بیڈ روم سے باہر آیا۔ ڈرائنگ روم سے گزرنے لگا تو لاج ونتی کے ماں باپ نے پوچھا "بیٹے! کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے لاج ونتی کی طرف دیکھا۔ وہ شرما رہی تھی، اور اس سے نظریں چرا رہی تھی۔ اس نے کہا "انکل! میں شہر سے باہر جھیل کی طرف جا رہا ہوں۔ تنہا ہوں، دل نہیں لگ رہا ہے کیا میں لاج ونتی کو ساتھ لے جا سکتا ہوں؟ ہم ایک آدھ گھنٹے میں واپس آجائیں گے۔"

لاج ونتی کی ماں نے کہا "ہاں ہاں۔ ضرور یہ تو تمہاری ہی امانت ہے۔ بیٹی لاج ونتی! جاؤ۔ رنجیت کو کمپنی دو۔"

لاج ونتی پریشان ہو گئی۔ وہ رنجیت کے ارادوں کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اس نے کہا "ممی! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ گھر جا کر آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

باپ نے کہا "اگر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو پھر تمہیں کھلی فضا میں آؤٹنگ کے لیے ضرور جانا چاہیے۔ رنجیت پہلی بار کتنی محبت سے تمہیں ساتھ چلنے کو کہہ رہا ہے۔ جاؤ بیٹی! انکار نہ کرو۔"

اس نے بے بسی سے اپنے ماں باپ کو دیکھا۔ وہ ان سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ یہ اب پہلے والا رنجیت نہیں رہا ہے۔ بھوکا شیر بن گیا ہے۔ وہ ایسی باتیں بزرگوں کے سامنے نہیں کر سکتی تھی۔ خاموشی سے چلتے ہوئے اس کے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی۔ جوگیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا "سہمی ہوئی ہرنی کی طرح کیوں بیٹھی ہو۔ کیا مجھ سے ڈر لگتا ہے؟"

"نہیں۔ تم میرے من مندر کے دیوتا ہو۔ تم سے ڈر نہیں لگتا۔ بس میں محتاط رہنا چاہتی ہوں۔ شادی سے پہلے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں ہمارے درمیان فاصلہ رکھو۔"

وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسے جلد سے جلد ہری پور ٹاؤن پہنچنا تھا لیکن دل میں شیطان اچھل رہا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ راستے میں واقع ریسٹ ہاؤس میں کچھ دیر قیام کرے گا۔ اس کے حسن و شباب سے کھیلے گا پھر وہاں سے ہری پور کی طرف جائے گا۔

وہ شہر سے باہر آگئے۔ جھیل کے قریب سے گزرنے لگے تب لاج ونتی نے پوچھا "آگے کہاں جا رہے ہیں؟ آپ تو جھیل کی سیر کرنا چاہتے تھے!"

"جھیل کی سیر کیا کرنی ہے۔ تمہاری سیر کرنے کا جو مزہ آئے گا اس کی بات ہی کچھ اور ہوگی آگے دس کلو میٹر کے فاصلے پر ایک ریسٹ ہاؤس ہے۔ ہم وہاں کچھ وقت گزاریں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں آگے نہیں جاؤں گی۔ واپس چلو۔"

"لاج ونتی! واپس چلنے کی بات نہ کرو۔ ابھی اپنا فیصلہ سنا دو کہ میری دھرم پتنی بننا چاہتی ہو یا نہیں۔۔۔؟ اگر تم آج میری بات نہیں مانو گی تو میں شادی سے انکار کر دوں گا۔"

"تم کیسی خود غرضی کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تمہیں صرف میرے بدن سے پیار ہے؟ کیا میری عزت و آبرو اہم نہیں ہے؟"

"تمہاری عزت آبرو میرے کے لیے ہے۔ آج نہیں تو کل مجھے ہی اسے ملنا ہے۔ تو پھر انتظار کس بات کا؟"

وہ اسے غور سے دیکھ کر بولی "نہیں۔ تم پہلے والے رنجیت نہیں ہو۔ بالکل بدل گئے ہو۔ پلیز گاڑی روکو۔ واپس چلو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں وہ رنجیت نہیں ہوں۔ تمہارے حسن و شباب نے اس قدر للچایا ہے کہ بالکل بدل گیا ہوں۔"

وہ چیخ کر بولی "گاڑی روکو۔ میں تم سے محبت تو کر سکتی ہوں لیکن شادی سے پہلے اپنی عزت و آبرو تمہیں نہیں دے سکتی۔ گاڑی روکو۔ میں کہتی ہوں گاڑی روکو۔"

وہ اسٹیئرنگ پکڑ کر اسے جھٹکے دینے لگی۔ گاڑی بے قابو ہو کر ادھر سے ادھر ہونے لگی۔ اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ تھپڑ کھا کر اپنی سیٹ پر گر پڑی۔ اس کے

ماں باپ نے کبھی اسے انگلی نہیں لگائی تھی۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی۔ چیخ چیخ کر کہنے لگی "تم رنجیت نہیں ہو۔ میرے رنجیت نہیں ہو.... تم کوئی بہروپیے ہو۔ گاڑی روکو۔ ورنہ میں دروازہ کھول کر باہر کود پڑوں گی۔"

پیچھے سے ایک گاڑی آرہی تھی۔ اس گاڑی نے تیز رفتاری سے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا تو ہنس راج جوگیا کو اپنی کار روکنی پڑی۔ آگے والی گاڑی سے دو مسلح افراد برآمد ہوئے۔ جوگیا کے پاس بھی ریوالور تھا۔ وہ ان سے مقابلہ کرسکتا تھا لیکن اسی وقت چنڈال جوگیا نے اس کے اندر آکر پوچھا "گدھے کے بچے! یہ کیا ہو رہا ہے؟ تجھے عورت کے معاملے میں صبر کرنے کو کہا تھا۔ تو میرا کام بگاڑ رہا ہے۔"

وہ بولا "پتا جی! میں آپ کا ہی کام کرنے جارہا ہوں لیکن راستے میں تھوڑی موج مستی کرلوں گا تو آپ کا کیا بگڑے گا؟"

"کیا تیرے پاس اتنی سی عقل نہیں ہے کہ ہری پور میں تجھے گھنٹوں لگ جائیں گے۔ اگر یہ دس بارہ گھنٹوں کے بعد گھر جائے گی تو ایک ہنگامہ برپا ہوگا۔ رنجیت ورما ایسا نہیں تھا، جیسا تو انہیں بن کر دکھا رہا ہے۔ تجھ پر شبہ کیا جائے گا۔ کیوں میرا کام خراب کررہا ہے۔ میں تجھ سے بعد میں نمٹ لوں گا۔"

یہ کہہ کر چنڈال جوگیا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ دونوں ریوالور والے قریب آگئے تھے اور لاج ونتی کار سے اتر کر ان کے پاس دوڑتی چلی گئی تھی اور ان سے کہہ رہی تھی "مجھے بچاؤ۔ اس آدمی سے بچاؤ یہ میرا منگیتر ہے مگر پاگل ہوگیا ہے۔ میری عزت سے کھیلنا چاہتا ہے۔"

ایک ریوالور والے نے آگے بڑھ کر ہنس جوگیا کا گریبان پکڑ لیا پھر اسے جھٹکا دیتے ہوئے کہا "تجھے شرم نہیں آتی اپنے ہی گھر میں ڈاکا ڈال رہا ہے! اپنی ہی منگیتر کی عزت لوٹنا چاہتا ہے؟"

ہنس راج جوگیا کمزور نہیں تھا۔ جسمانی طور پر بھی شہ زور تھا۔ ان سے مقابلہ کرسکتا تھا لیکن چنڈال جوگیا نے اس وقت اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ وہ عاجزی سے بولا "بھائی! مجھ سے غلطی ہوگئی میں تم سے اور اپنی منگیتر سے معافی مانگتا ہوں۔ میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ مجھے جانے دو۔"

"پہلے اپنی منگیتر کو عزت آبرو سے گھر پہنچاؤ۔ اس کے بعد کہیں جاؤ۔"

"میرا ہری پور جانا بہت ضروری ہے۔ اگر تمہیں اس لڑکی سے ہمدردی ہے تو تم ہی اسے اپنی گاڑی میں واپس لے جاؤ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

لاج ونتی نے غصے سے کہا "اب مجھے تمہارے اعتراض کرنے کی اور شادی سے انکار کرنے کی کوئی پروا نہیں ہے۔ میں اپنے ان دو بھائیوں سے کہتی ہوں کہ یہ مجھے میرے گھر پہنچادیں۔"

دوسرے ریوالور والے نے لاج ونتی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم ہماری چھوٹی بہن ہو۔ آؤ! گاڑی میں بیٹھو ہم تمہیں لے جائیں گے۔"

وہ ان کی گاڑی میں جاکر بیٹھ گئی۔ ایک نے ہنس راج جوگیا سے کہا "تیری قسمت اچھی ہے کہ تو اس کا منگیتر ہے ورنہ ہم تجھے ابھی کتے کی موت مار دیتے۔"

وہ دونوں گاڑی میں جاکر واپسی کے لیے روانہ ہوگئے۔ ان کے جانے کے بعد چنڈال نے غصے سے کہا "اب یہاں کیوں کھڑا ہے؟ کار اسٹارٹ کر اور جلد سے جلد ہری پور پہنچ۔ میں وہاں انیتا اور انیل شرما کی نگرانی کررہا ہوں۔"

وہ کار میں سوار ہوکر ہری پور کی طرف جانے لگا۔ چنڈال جوگیا پھر اس جاسوس کے اندر پہنچا جو ہری پور کے ایک ہوٹل میں انیتا اور فرمان کی نگرانی کررہا تھا۔ اس جاسوس کے ساتھ اور بھی کئی مسلح سپاہی تھے۔ اگر وہ ہوٹل سے نکل کر کسی دوسرے شہر کی طرف جانا چاہتے تو وہ سپاہی ان کا راستہ روک سکتے تھے۔ فی الحال وہ ان سے دور تھا۔ چنڈال جوگیا نہیں چاہتا تھا کہ خوامخواہ انہیں روکا ٹوکا جائے۔ وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اسے اپنی بیٹی کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ ورنہ وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتا تھا کہ آئندہ وہ کہاں جانا اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔

چنڈال جوگیا کو شبہ تھا کہ اعلیٰ بی بی ... انیتا اور انیل کے دماغوں کو لاک کرکے خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی کررہی ہے۔ اگر وہ بیٹی کو اپنی طرف مائل کرنا چاہے گا تو اعلیٰ بی بی ضرور راستے کی دیوار بنے گی۔ اس سے کس طرح نمٹنا چاہیے۔ وہ یہی تدبیر سوچ رہا تھا۔

اس نے جاسوس کے ذریعے دیکھا۔ فرمان روم نمبر... سے باہر آیا تھا پھر وہ کاؤنٹر کے پاس آکر پوچھ رہا تھا "کیا یہاں کوئی ڈاکٹر ہوگا؟ میری وائف کے پیٹ میں شدید درد ہے۔ وہ تکلیف سے بے چین ہے۔ مجھے فوراً ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔"

کاؤنٹر گرل نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی فون کرکے ڈاکٹر کو بلواتی ہوں۔"

یہ سنتے ہی چنڈال جوگیا انیتا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے سانس نہیں روک سکتی تھی۔ اس لیے اس کے خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ انیل شرما یعنی فرمان اس کی بیٹی کو بہکا کر اسے باپ سے بدظن کررہا ہے۔ اس نے انیتا سے کہہ دیا ہے کہ وہ چنڈال جوگیا کے پاس نہیں جائے گا اور نہ ہی اسے جانے دے گا۔ اگر انیتا کو اس سے محبت ہے تو وہ باپ کے پاس جانے کا خیال دل سے نکال دے۔

اس نے انیتا کو مخاطب کیا "بیٹی! میں تمہارا باپ بول رہا ہوں۔ میں نے صرف باپ بن کر ہی نہیں ماں بن کر بھی تمہیں پالا ہے۔ تمہیں محبتیں دینے میں کسی بات کی کمی نہیں کی۔ کیا تم مجھے انیل کی خاطر چھوڑ دوگی؟ میں تو تم سے یہ نہیں کہتا کہ میری خاطر انیل کو چھوڑ دو۔"

"پتا جی! میں بہت مجبور ہوں۔ انیل کی کسی بات سے انکار نہیں کرسکتی۔ اگر کروں گی تو یہ ناراض ہوجائے گا۔ مجھے چھوڑ کر اپنی کزن کے پاس چلا جائے گا۔"

"تم خوامخواہ ڈر رہی ہو، وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ میں اسے اپنے کالے عمل سے اس طرح باندھ کر رکھوں گا کہ وہ ہمیشہ تمہارا غلام بن کر رہے گا۔"

"نہیں پتا جی! میں اسے آپ کے جادو سے نہیں۔ صرف اپنی محبت سے اپنا بنانا چاہتی ہوں۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ کبھی اس پر کالا عمل نہیں کریں گے۔ وہ آپ کی انہی حرکتوں کے باعث آپ سے نفرت کرتا ہے۔ مجھ پر بھروسا کریں میں آہستہ آہستہ اس کے دل میں آپ کے لیے محبت پیدا کروں گی۔"

"اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میری ایک بات مان لو۔ اپنے باپ کو اپنے اندر آنے سے نہ روکا کرو۔ تم کیوں سانس روک لیتی ہو؟"

"میں مجبور ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ کیوں سانس روک لیتی ہوں۔ بس پرائی سوچوں کو محسوس کرتے ہی خود بہ خود میری سانس رک جاتی ہے۔"

"میں انیل کی کزن کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکا ہوں۔ اس کا نام اعلیٰ بی بی ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ تم سے دشمنی کررہی ہے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے اور تمہارے ذہن میں یہ بات نقش کردی ہے کہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کروگی اور تم بے اختیار یہی کرتی ہو۔"

"پتا جی! انیل کی ہدایات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ میں اس کے حکم کے مطابق آپ سے دور رہوں گی مگر آپ کے لیے میرا دل تڑپتا رہے گا۔ آپ میری بات مان لیں، اس پر کالا عمل نہ کریں۔ میں رفتہ رفتہ اسے آپ کی طرف مائل کرلوں گی۔"

"بیٹی! یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ وہ کبھی میری طرف مائل نہیں ہوگا اور نہ ہی اعلیٰ بی بی اسے میری طرف جھکنے دے گی۔ تم کبھی انیل سے یہ نہیں کہنا کہ میں تمہارے دماغ میں آکر تم سے باتیں کرتا رہا تھا۔ آئندہ بھی مجھے موقع ملے گا اور تم مجھے اپنے اندر آنے دوگی تو یہ معاملہ ہم باپ بیٹی کے درمیان ہی رہے گا۔"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن چپ ہوگئی۔ فرمان ایک ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آیا تھا۔ اس نے پوچھا "اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ کیا اب بھی تکلیف ہے؟"

"نہیں۔ پیٹ کا درد اچانک ہی غائب ہوگیا ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"تعجب ہے۔ ابھی تو تم تکلیف سے تڑپ رہی تھیں؟"

پھر اس نے ڈاکٹر سے کہا "پلیز۔ آپ اسے چیک کریں۔"

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا۔ اس سے چند سوالات کیے پھر کہا "یہ تو بالکل ٹھیک ہیں۔ ویسے احتیاطاً میں کچھ دوائیں لکھ دیتا ہوں۔ کبھی تکلیف ہو تو ان کے استعمال سے فوراً ہی آرام آجائے گا۔"

وہ نسخہ دے کر اور اپنی فیس لے کر چلا گیا۔ فرمان نے اس کے جانے کے بعد انیتا کو گھور کر دیکھا پھر پوچھا "سچ بتاؤ۔ کیا واقعی تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا تھا؟"

"ہاں۔ میں سچ کہتی ہوں۔ تم مجھ پر شبہ کیوں کررہے ہو؟ کیا میں کوئی ناٹک کررہی تھی؟"

"تم پر اس لیے شبہ کررہا ہوں کہ تم ایک کمزور دماغ کی لڑکی ہو۔ تمہارا باپ کسی وقت بھی تمہارے اندر آکر تمہیں بہلا پھسلا سکتا ہے۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتی ہوں۔"

"اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب جسم کے کسی حصے میں درد ہو اور تکلیف بڑھ گئی ہو تو پرائی سوچ کی لہریں اول تو محسوس نہیں ہوتیں۔ اگر محسوس ہوں۔ تب بھی انہیں

سانس روک کر بھگایا نہیں جاسکتا۔"

"پلیز۔ انیل! مجھ پر شبہ نہ کرو اور اگر کررہے ہو تو مجھ سے بات نہ کرو۔ میں ناقابلِ اعتماد ہوں۔ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

وہ اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولا "میں چلا جاؤں گا تو کیا میرے بغیر رہ سکو گی؟"

"نہ رہ سکی تو اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔"

اس نے یکبارگی اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ دو چاہنے والے شاید اسی لیے ایک دوسرے کو سینے سے لگاتے ہیں کہ پیار سینہ بہ سینہ چلتا رہتا ہے۔

چنڈال جوگیا بیٹی کے دماغ سے نکل کر سوچنے لگا "جب یہ دماغی توانائی حاصل کرے گی تو میرا راستہ روکنے لگے گی۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ سمجھ نہیں آتی' اپنی بیٹی کو کس طرح قابو میں رکھوں؟"

جب فرمان ڈاکٹر کو لینے گیا تھا تب وہ اپنی بیٹی کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کرکے اسے کمزور بنا سکتا تھا۔ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرکے اپنے قابو میں رکھنے کا راستہ ہموار کرسکتا تھا لیکن وہ باپ تھا۔ اپنی بیٹی کو کسی بھی طرح کی اذیت نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ صبر سے اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کا انتظار کرتا۔ اس کے آنے کے بعد ہی وہ اب کچھ کرسکتا تھا۔

○☆○

جینا حسن و شباب کا جیتا جاگتا نمونہ تھی لیکن ایک عجوبہ تھی۔ شراب کی ایسی بوتل تھی جس سے کوئی ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا تھا۔

یہ سب جانتے تھے کہ وہ نہ لڑکی ہے اور نہ لڑکا۔ ہاتھی کا دانت ہے۔ دکھانے کے لیے ہے چبانے کے لیے نہیں ہے۔

کبریا نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ اس کی حقیقت کو خوب سمجھ رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے دیکھتے ہی دیوانہ ہوگیا تھا۔ اس میں بلا کی کشش تھی۔ دیکھنے والوں کے ہوش اڑا دیتی تھی۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ میرا بیٹا ایک ایسی لڑکی کا دیوانہ ہورہا ہے تو میں نے اسے سمجھایا تھا۔ اس کی رہنمائی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرے کہ بچپن میں اس کا آپریشن کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر اس کی طرف سے غفلت برتی گئی ہوگی تو جوانی میں آپریشن کرنے سے بڑے مسائل پیدا ہوں گے۔

اس نے پہلے ہی اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کرلیا تھا لیکن مجھے نہیں بتا رہا تھا۔ جینا کے ماں باپ پرا خیالات کے حامل تھے۔ پیدائش کے بعد اسے دیکھ کر رائے قائم کی گئی کہ وہ ایک پاکیزہ ہستی ہے۔ جیسی پیدا ہو ہے اسے ویسے ہی رکھا جائے۔ لہٰذا انہوں نے کسی ڈاکٹر سے رجوع نہیں کیا تھا۔ اگر اسی وقت اس کا آپریشن کرالیا جاتا آج وہ ایک مکمل نوجوان لڑکی ہوتی۔

جینا کسی بھی مرد کو دیکھ کر متاثر نہیں ہوتی تھی اور نہ کسی خاص جذبے سے اس کے بارے میں سوچتی تھی۔ ایک نوجوان لڑکی کے اندر جو جذبات اور احساسات ہوتے ہیں وہ ان سب سے عاری تھی۔ گلشن میں جب پھول کھلتے ہیں کتنے ہی ہاتھ انہیں توڑنے کے لیے آگے بڑھنے لگتے ہیں اس کی طرف بھی بہت سے ہاتھ بڑھتے تھے لیکن وہ کسی کے ہاتھ نہیں آتی تھی۔ اپنی پاکیزگی سے انہیں متاثر کردیتی تھی ان سے کسی طرح کترا جاتی تھی۔

ایک بار وہ بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ ایک دولت مند سیٹھ اس کا دیوانہ ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس عجیب و غریب لڑکی کے ساتھ کم از کم ایک رات گزارے اور زندگی کا ایک نیا اور انوکھا تجربہ کرے۔ اس علاقے کے ایک غنڈے مرلی دھر نے جبراً اسے اس سیٹھ کے پاس پہنچا دیا تھا۔ ایسے وقت کبریا نے اسے بچا کر اس سیٹھ کو سزائیں دی تھیں۔ پہلے تو جینا اسے بھگوان کا اوتار سمجھتی رہی تھی اس نے خود ہی سمجھ لیا کہ کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر آتا ہے اور اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔

ان حالات میں لڑکیاں ایسے ہیرو سے متاثر ہوجاتی ہیں۔ جو ان کی جان اور عزت بچاتا ہے۔ وہ اپنے تمام جذبات کے ساتھ ان سے محبت کرنے لگتی ہیں۔ اپنا تن من اس پر نچھاور کردیتی ہیں۔

جینا نے ایسا نہیں کیا۔ وہ کبریا سے متاثر ہوئی اسے چاہنے لگی لیکن تن من نچھاور کرنے والی بات دور دور تک اس کے ذہن میں نہیں آئی مگر کبریا کھل کر اس سے محبت کا اظہار کرتا رہا۔ وہ اسے منع کرتی رہی اور سمجھاتی رہی کہ وہ کبھی اس انداز سے محبت نہیں کرے گی جیسے کہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ اس محبت سے باز آجائے۔

اور وہ باز آنے والا نہیں تھا۔ دھیرے دھیرے اسے متاثر کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اسے یاد آیا کہ بھارت کے مختلف ٹی وی چینلز اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے یہ اعلان کرا تھی کہ کبریا نامی ایک نوجوان ٹیلی پیتھی جانتا ہے وہ پاکستان سے آیا ہے اور فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ بھارت کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔ لہٰذا کسی کو بھی شبہ ہو کہ وہ کہیں چھپا ہوا ہے تو وہ فوراً پولیس کو اطلاع دے۔ اطلاع دینے والے کو لاکھوں روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔

جینا نے کبریا سے کہا "تم پاکستان سے آئے ہو' مسلمان ہو اور مجھ سے یہ بات چھپاتے رہے ہو۔"

کبریا نے کہا "میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں ہندو ہوں۔ تم نے مجھے بھگوان کا اوتار سمجھا اور بھگوان کا اوتار کسی بھی مذہب کا فرد ہوسکتا ہے۔ میں تمہارے دیس کی جنتا اور تمہارے دیس کے حکمرانوں سے کوئی دشمنی نہیں کررہا ہوں۔ جب مجھ سے کوئی دشمنی کرتا ہے یا مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو میں اس کے خلاف جوابی کارروائی کرتا ہوں۔"

اس کا دل کہتا تھا کہ کسی کی مصیبت میں کام آنے والا اور کسی کی آبرو بچانے والا غلط آدمی نہیں ہوسکتا۔ اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کرنے کے باوجود وہ اس سے کترانے لگی۔ اس نے کبریا سے کہا "تم میرے پاس ضرور آؤ لیکن صرف ایک دوست بن کر۔ دوستی کی ایک حد ہوگی اور تم اس حد سے آگے نہیں بڑھوگے۔"

اس علاقے میں مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے سب ہی جینا کی عزت کرتے تھے۔ بڑی عقیدت سے اس کے آگے سر جھکاتے تھے اور ہاتھ جوڑتے تھے۔ کبریا نے اس علاقے کے ایک بہت بڑے غنڈے گوپی راجا کو سزائیں دی تھیں اور محلے والوں کے سامنے یہ ثابت کیا تھا کہ جینا کی طرف میلی نظر سے دیکھنے والوں کو ایسی ہی قدرتی طور پر سزائیں ملتی ہیں۔ اس واقعے کے بعد جینا کا مان مرتبہ مزید بڑھ گیا تھا۔ وہاں کے لوگ اور زیادہ عقیدے سے اس کے آگے جھکنے لگے تھے۔ وہ مانتی تھی کہ یہ سب کچھ کبریا کی بدولت ہورہا ہے پھر بھی وہ شاید اس لیے کترا رہی تھی کہ وہ ایک ہندو تھی۔ مسلمان سے عشق نہیں کرسکتی تھی۔ صرف دور ہی دور سے دوستی کرسکتی تھی۔

اس علاقے کے لوگ جینا کو دیوی سمجھ کر اس کے آگے ہاتھ جوڑتے تھے اور اپنی مجبوریاں' پریشانیاں اور دکھ تکالیف بیان کرکے اس سے مدد مانگتے تھے۔ جس دولت مند سیٹھ نے اس پر بری نظر ڈالی تھی وہ بھی اس کا عقیدت مند ہوگیا تھا۔ اس نے اسے پچاس ہزار روپے دیے تھے۔ وہ اس رقم سے ضرورت مند عورتوں اور مردوں کی مدد کررہی تھی۔ یہ بات دور دور تک پھیل رہی تھی کہ جینا صرف دعائیں ہی نہیں دیتی۔ دوائیں بھی دیتی ہے اور روپے پیسوں سے ضرورت مندوں کی مدد بھی کرتی ہے پھر تو اس کے دروازے پر دور دور سے لوگ آنے لگے۔ منتیں ماننے لگے۔ وہ غریبوں اور محتاجوں کو مالی امداد دیتی تھی لیکن جو دولت مند ہوتے تھے وہ اپنی مرادیں پوری ہونے کے بعد اس کے سامنے ہزاروں اور لاکھوں روپے نذرانے کے طور پر پیش کرتے تھے۔

ایک بہت بڑے سرمایہ دار نے اس کے سامنے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "میری ایک زمین کا مقدمہ پچھلے دس برسوں سے چل رہا ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہوپاتا۔ میرے دشمن فیصلہ نہیں ہونے دیتے اور مجھ سے اس زمین کو ہتھیالینا چاہتے ہیں۔ کل عدالت میں اس کا آخری فیصلہ سنایا جائے گا۔ میرے مخالفین بڑے ہی سیاسی جوڑ توڑ والے ہیں۔ وہ اپنے حق میں فیصلہ سنائیں گے اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔"

جینا سچ مچ کی دیوی نہیں تھی۔ وہ عدالتی فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے کہا "ہم اور تم عدالتی فیصلے کو بدل نہیں سکتے تھے۔ صرف ہمارا بھگوان ہی بدل سکتا ہے۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی کہ تمہاری جیت ہو جائے اور تمہیں اپنا حق مل جائے۔"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میرے پچیس کروڑ کا معاملہ ہے۔ اگر عدالت کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا تو میں کل ہی ایک کروڑ روپے تمہارے چرنوں میں لاکر رکھ دوں گا۔"

ایک بوڑھی عورت نے اس سے گڑگڑا کر کہا "سہاگن بیٹی! تم سچ مچ دیوی ہو۔ دکھیاروں کے دکھ دور کرتی ہو۔ میں بڑی بپتا میں ہوں۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ بچپن ہی سے اس کی نظریں کمزور تھیں اب تو وہ دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہا ہے۔ جوان بچہ ہے۔ اگر اسے آنکھیں مل جائیں تو وہ میرے بڑھاپے کا سہارا بن جائے گا لیکن ڈاکٹر کہتے ہیں کہ نئی آنکھیں حاصل کرنے کے لیے کم از کم دو لاکھ روپے کی ضرورت ہوگی۔ میں غریب ہوں۔ تین وقت کی روٹی نہیں کھاسکتی فاقے کرتی ہوں۔ دو لاکھ روپے کہاں سے لاؤں گی؟"

اسے آسمانوں سے اتر کر آنے والی دیوی سمجھا جارہا تھا۔ وہ زمین پر رہنے والی بھلا کسی کی آنکھوں کو روشنی کیسے دے سکتی تھی؟ لیکن انہیں دلاسا تو دے سکتی تھی۔

اس نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی۔ اس کی مرضی ہوگی تو تمہارے بیٹے کو آنکھوں کی روشنی

ضرور ملے گی۔"

ایک لڑکی نے کہا "میں اپنے پربھو آنند کو بہت چاہتی ہوں۔ سہاگن دیوی! وہ مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑنے والا ہے۔ عدالت نے اسے سزائے موت سنائی ہے۔ اگلے ماہ کی سات تاریخ کو اسے پھانسی پر چڑھادیا جائے گا۔ میں دن رات روتی رہتی ہوں۔ نہ کھاتی ہوں' نہ سوتی ہوں۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بھگوان کے لیے اسے بچالو۔"

جینا نے کہا "اس نے ایسا کام کیوں کیا تھا جو اسے سزائے موت سنائی گئی؟"

وہ بولی "میں بھگوان کو حاضرو ناظرجان کر کہتی ہوں' میرا پربھو آنند بالکل بے قصور ہے اسے ایک مرڈر کیس میں پھنسایا گیا تھا۔ اسے پھنسانے والے بہت دولت مند اور طاقت ور ہیں۔ وہ اپنی بے گناہی ثابت نہیں کرسکا۔ اسی لیے بے موت مارا جانے والا ہے۔ بھگوان کے لیے اسے کسی طرح بچالو۔"

جینا ایسے وقت بڑی الجھن میں پڑجاتی تھی۔ ہمدردی اور محبت سے سوچتی تھی کہ ایسے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے کیا کرے؟ انہیں کیسے انصاف دلائے؟ کیا اس وقت میرے اندر کبریا موجود ہے؟ کیا وہ سن رہا ہے؟ کیا وہ میرے لیے اور ان دکھیاروں کے لیے کچھ کرسکے گا؟

کبریا اس کے اندر موجود رہتا تھا لیکن اس سے بہت کم بولتا تھا۔ زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا۔ اس سے ناراضگی ظاہر کرتا رہتا تھا۔ یہ کہہ چکا تھا "جب تک تم میری محبت کو دل و جان سے قبول نہیں کروگی' تب تک میں تم سے نہیں بولوں گا۔"

اس نے کہا تھا "میں تمہاری اچھی دوست ہوں اور دل سے تمہاری قدر کرتی ہوں۔"

"تم اس لیے قدر کرتی ہوں کہ میں تمہارے برے وقت میں کام آتا ہوں۔ تمہاری مشکلیں آسان کرتا ہوں۔ کیا مشکلیں آسان کرنے والا ساری زندگی کے لیے تمہارا محافظ نہیں بن سکتا؟"

"تم میری قدرتی مجبوریاں سمجھتے ہو۔ میرے نصیب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ کوئی ہمیشہ کے لیے میرا جیون ساتھی بن سکے۔ میں کبھی تمہاری دھرم پتنی نہیں بن سکوں گی۔ جیسی زندگی تم گزارنا چاہتے ہو۔ میں ویسی زندگی کبھی نہیں گزار سکوں گی۔"

اس نے کہا "ہم نئی صدی میں داخل ہورہے ہیں۔ آج ہمارے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم راضی ہوجاؤ گی تو میں دنیا کے بڑے سے بڑے تجربے کار ڈاکٹروں کے ذریعے آپریشن کراؤں گا۔ تمہیں ایک مکمل عورت بناؤں گا۔"

"مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ تم میرے اندر کا حال جانتے ہو' جو تم چاہتے ہو' میں وہ نہیں ہونے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے تو تم اپنی مرضی پر رہو۔ میں اپنا کام خاموشی سے کرتا رہوں گا البتہ تم سے بالکل نہیں بولوں گا چونکہ اپنے دل سے مجبور ہوں اور تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اس لیے خاموش رہ کر تمہارے ہر برے وقت میں کام آتا رہوں گا۔"

وہ اس سرمایہ دار کے اندر پہنچا جو پچیس کروڑ روپے کی زمین ہارنے والا تھا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق اپنے مخالفین کے فون نمبر ڈائل کیے۔ ان میں سے ایک مخالف کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ کون بول رہا ہے؟"

سرمایہ دار نے کہا "میں ہوں۔ کیشوناتھ' تم خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی کررہے ہو۔ دس برس سے یہ مقدمہ زیر سماعت رہا لیکن کبھی فیصلہ نہ ہوسکا کیونکہ تم برسراقتدار پارٹی میں ہو اس لیے اپنے ذرائع اور وسیع اختیارات کے ذریعے اپنے حق میں فیصلہ کروانے والے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بے شک' فیصلہ میرے ہی حق میں ہونے والا ہے۔ شاید تمہاری راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں تم نے بہت بے چین ہوکر مجھے فون کیا ہے۔"

"میں صرف تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں' بے ایمانی نہ کرو انصاف کے تقاضے پورے کرو اور میرا حق مجھے دے دو۔ مجھے پچیس کروڑ روپے کا نقصان نہ پہنچاؤ۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ کبریا اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کا نام دھن راج تھا۔ ہمیشہ دھن جمع کرنے کے کھیل کھیلتا رہتا تھا۔ مقدمہ بازی اس کا مشغلہ تھا۔ زمینوں کا حساب رکھنے والے پٹواریوں سے بڑی گہری دوستی رکھتا تھا۔ انہیں رشوت دے کر اور زمینوں کے کاغذات میں تبدیلیاں کراتا رہتا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس نے کیشوناتھ کی زمینوں کے کاغذات میں بھی ہیرا پھیری کی ہے۔ ان تبدیلیاں کرنے کے بعد اب انہیں ہتھیانے والا ہے۔ زمینوں کے اصل کاغذات اس نے اپنے ایک سیف میں چھپاکر رکھے ہیں۔ ان کاغذات کے مطابق کیشوناتھ ہی زمینوں کا اصل مالک تھا۔

کبریا نے دھن راج کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سیف کے پاس آگیا۔ اس نے سیف کو کھول کر اس میں سے کیشوناتھ کے تمام اہم کاغذات نکالے اور انہیں لاکر ایک میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے بستر پر جاکر لیٹ گیا پھر کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پہلے بھی اسی طرح لیٹا ہوا تھا۔ اس کے ذہن کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس نے سوچا "میں ابھی دماغی طور پر کیسے غیر حاضر ہوگیا تھا؟ کیا سوچ رہا تھا؟ کہاں پہنچ گیا تھا؟"

وہ اسی الجھن میں رہا۔ کبریا نے اس کے ایک ملازم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے اس میز کے پاس لے کر آیا۔ ملازم نے ان کاغذات کی فائل کو دیکھنے کے بعد سوچا "یہ تو کیشو ناتھ کے کاغذات ہیں اور بہت اہم ہیں۔ اگر میں انہیں کیشو ناتھ کے حوالے کردوں تو وہ مجھے بہت انعام دے گا۔"

وہ ملازم ان کاغذات کو لے کر کیشوناتھ کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھ کر بولا "تم میرے دشمن کے ملازم ہو۔ یہاں کس لیے آئے ہو؟"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میرے سپنے میں سہاگن دیوی آئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے مالک کے سیف سے آپ کے اصلی کاغذات نکال کر آپ تک پہنچا دوں۔ تاکہ کل آپ اپنا مقدمہ جیت سکیں۔"

یہ سنتے ہی کیشوناتھ خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے فوراً ہی فائل کھول کر اس کے ایک ایک کاغذ کو دیکھا پھر وہ خلا میں تکتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "دھنے ہو سہاگن دیوی! تم نے تو چمتکار دکھایا ہے۔ میں تمہیں ایک کروڑ روپے کی دکشنا ضرور دوں گا۔"

اس ملازم نے ہاتھ جوڑ کر کہا "سیٹھ صاحب! میرے مالک کو یہ پتا نہ چلے کہ میں نے یہ کاغذات آپ کے پاس پہنچائے ہیں۔ ورنہ وہ مجھے نوکری سے نکال دے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ اسے کچھ معلوم نہیں ہوگا اور میں تمہیں انعام کے طور پر پچاس ہزار روپے دے رہا ہوں۔ جاؤ۔ عیش کرو۔"

وہ انعام لے کر خوش خوش وہاں سے چلا گیا۔ کبریا اس نوجوان لڑکی کے دماغ میں آیا جس کے بے گناہ محبوب کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ وہ بے چارہ ایک سیاسی معاملے میں پھنس گیا تھا۔ ایک پارٹی لیڈر نے دیوالی کی رات جوا کھیلتے وقت اپنے ایک دوست سے جھگڑا کیا تھا۔ نشے کی حالت میں جھگڑا کرتے وقت اسے گولی ماردی تھی۔

پربھو آنند بھی وہاں موجود تھا۔ قتل کرنے والا وہاں سے فرار ہوگیا تھا اور دوسرے بھی وہاں سے بھاگ گئے۔ وہ بھی بھاگنا چاہتا تھا لیکن پولیس والوں نے اسے پکڑلیا۔

وہ پارٹی لیڈر اگر چاہتا تو اپنے کارکن پربھو آنند کو بیان دے کر بچالیتا کہ دیوالی کی رات اس نے اور پربھو آنند نے کہیں بھی جاکر جوا نہیں کھیلا تھا لیکن وہ قتل کے کیس میں خود کو پھنسانا نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے پارٹی لیڈروں نے بھی سمجھایا کہ ایک کارکن کی خاطر اسے ان معاملات میں بدنام نہیں ہونا چاہیے۔ آئندہ الیکشن میں یہ بدنامی اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔

یوں بھی اس پارٹی لیڈر کے سر سے قتل کا الزام ٹل رہا تھا۔ اس کی بلا پربھو آنند کے سر آرہی تھی۔ لہٰذا اس نے اسے سزائے موت پاکر پھانسی کے پھندے تک پہنچنے کے لیے بے یارومددگار چھوڑدیا۔

کبریا نے اس رات اس پارٹی لیڈر کے اندر پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ وہ عدالت میں جاکر اقبالِ جرم کرے گا اور پربھو آنند کو باعزت بری کرائے گا۔

کبریا نے اسے اچھی طرح تاکید کی کہ۔۔ عدالت جاتے ہوئے اگر اس کے دوست احباب اور رشتے دار اسے روکنا چاہیں گے تب بھی اسے ہر حال میں اقبال جرم کرنا ہی ہوگا۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو یہ تنویمی عمل کرنے والا اسے مار ڈالے گا۔ وہ کبریا کا معمول اور محکوم بن چکا تھا۔ اس لیے اس نے دوسرے ہی دن اپنے وکیل کو بلا کر کہا "ابھی مجسٹریٹ کے پاس چلو۔ میں اپنے جرم کو قبول کرنا چاہتا ہوں۔ میں قاتل ہوں' سزا مجھے ملنی چاہیے۔ وہ بے چارہ پربھو آنند مفت میں مارا جائے گا۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کررہا ہے۔"

اس نے وکیل کے سامنے پانچ لاکھ روپے رکھتے ہوئے کہا "میں تمہاری فیس سے زیادہ رقم دے رہا ہوں۔ اس لیے کہ جب فیصلہ یک طرفہ ہوگا' مجھے سزائے موت ہوگی' میں مرجاؤں گا تو اس کے بعد تمہیں مجھ سے کوئی رقم نہیں ملے گی۔ لہٰذا میں پہلے ہی اس کی ادائیگی کررہا ہوں۔"

اس نے کہا "لیکن آپ سوچیں تو سہی۔ کیوں خوامخواہ اپنی جان دینا چاہتے ہیں؟ جبکہ عدالت فیصلہ سناچکی ہے۔ وہ اگلے مہینے کی سات تاریخ کو پھانسی پر چڑھنے والا ہے تو آپ اس کا قصہ تمام ہوجانے دیں۔"

"اسے پھانسی پر نہیں چڑھنا چاہیے۔ اس سے پہلے ہی اسے سزائے موت سے نجات دلاؤ اور میرے جرم کا اقبال نامہ فوراً تیار کرو۔"

اس مرڈر کیس کو دوبارہ عدالت میں پہنچایا گیا۔ اب پھر سے اس مقدمے کی سماعت ہونے والی تھی اور اصل مجرم

کے خلاف فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔

دوسرے دن کیشو ناتھ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس' پھولوں کے ہار اور مٹھائیاں لے کر جینا کے دروازے پر پہنچا۔ اس کی دہلیز پر ماتھا ٹکاتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر زور زور سے بولنے لگا "جے ہو سہاگن دیوی کی۔ جے ہو سہاگن دیوی کی۔"

پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر زور زور سے کہنا شروع کیا "میری ماؤ! بہنو اور بھائیو۔ آؤ یہاں آؤ اور دیکھو کہ سہاگن دیوی نے کتنا بڑا چمتکار دکھایا ہے؟ دس برس سے جو مقدمہ چل رہا تھا جس کا کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا اور جس مقدمے کو میں ہارنے والا تھا۔ اس مقدمے کو سہاگن دیوی کی کرپا سے میں نے جیت لیا ہے۔"

وہ ایک گاڑی بھر کر مٹھائیاں لایا تھا۔ اس کے ملازم پورے محلے میں مٹھائیاں بانٹ رہے تھے اور وہ جینا کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے سامنے نوٹوں سے بھرا ہوا بیگ رکھ کر کہہ رہا تھا "یہ پورے ایک کروڑ روپے ہیں۔ دیوی! تم نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔ میری ایک بنتی ہے کہ جو ہو کے ساحل پر میرا ایک بہت خوب صورت بنگلا ہے۔ میں اسے تمہارے نام لکھ دوں گا۔ تم وہاں چل کر رہو۔ تمہارے گھر میں ٹیلی فون' موبائل فون اور قیمتی گاڑیاں ہونی چاہئیں۔ میں چاہتا ہوں بلکہ سب ہی یہ چاہیں گے کہ ہماری دیوی شان و شوکت سے زندگی گزارتی رہے۔"

جینا بچپن سے اس محلے میں رہتی آئی تھی۔ وہاں کے لوگوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی۔ انکار کرنے والی تھی۔ کبریا نے اس کے اندر خیالات پیدا کیے کہ اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ صرف اس محلے میں ہی نہیں' ممبئی شہر میں' پورے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں اس کے چاہنے والوں کی تعداد بڑھتی رہنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اس کے پاس ان سب چیزوں کا ہونا لازمی ہے۔ اسے جو ہو کے اس بنگلے میں ضرور جانا چاہیے۔

اس نے سرمایہ دار کیشو ناتھ سے کہا "میں کل تک سوچ کر جواب دوں گی۔"

اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ کبریا اس کے پاس آئے گا تو وہ اس سے مشورہ کرے گی۔ اس کے دل میں بھی ایک شان دار زندگی گزارنے کے ارمان تھے لیکن وہ محلے پڑوس والوں کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس کے جانے سے سب مایوس ہو جائیں گے۔ کبریا نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا "جو لوگ مجھے چاہتے ہیں' میرا مان کرتے ہیں' مجھے اچھی زندگی گزارتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی محلہ چھوڑ کر جانے پر اعتراض نہیں کریں گے۔ جب وہ ضرورت محسوس کریں گے تو میرے پاس جو ہو کے بنگلے میں چلیں آئیں گے۔"

سیٹھ کیشو ناتھ نے کہا "سہاگن دیوی! میں کل گاڑی لے کر آؤں گا۔ تم اپنا ضروری سامان باندھ لو۔ یہاں تمہارے جتنے عقیدت مند اور ضرورت مند ہیں وہ ضرورت کے وقت تمہارے پاس آجایا کریں گے۔"

اس کے جانے کے بعد وہ بوڑھی عورت آئی جس کے بیٹے کی بینائی جا چکی تھی۔ جینا نے اسے تین لاکھ روپے دیتے ہوئے کہا "تمہیں اپنے بیٹے کی آنکھوں کے آپریشن کے لیے دو لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ میں تمہیں تین لاکھ روپے دے رہی ہوں۔ جاؤ اور اپنے بیٹے کا آپریشن کراؤ۔"

وہ جینا کے قدموں میں گر کر رونے لگی۔ تمام محلے پڑوس والے اسے عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی جے جے کار کر رہے تھے۔ اس نوجوان لڑکی نے آکر اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "سہاگن دیوی کی جے ہو۔ تم سچ مچ کی دیوی ہو۔ میرے پربھو آنند کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اسے پھانسی ہونے والی تھی لیکن اب نہیں ہوگی۔ جو اصلی قاتل ہے وہ اقبالِ جرم کر رہا ہے۔ یہ سب تمہارا چمتکار ہے دیوی!"

جینا حیران ہو رہی تھی اور خوشی کے مارے اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ اس کا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا "یہ سب کبریا نے کیا ہے۔ وہ مجھے سچ مچ کی دیوی بنا رہا ہے۔ اے بھگوان! اگر کبھی اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا' مجھ سے ناراض ہو کر کہیں دور چلا گیا تو میرا کیا بنے گا؟ میں ایسے چمتکار کیسے دکھایا کروں گی؟"

ہر طرف سے اس کی واہ واہ ہو رہی تھی۔ کیا مرد' کیا عورتیں' کیا بچے' کیا بوڑھے؟ سب ہی اس کے سامنے سر جھکا رہے تھے۔ اسے فخر سے سر اٹھا کر' سینہ تان کر رہنا چاہیے تھا لیکن وہ اپنے اندر سمٹی ہوئی تھی' سہمی ہوئی تھی اور اندیشوں میں مبتلا تھی کہ جانے آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

اس کے پاس عقیدت مندوں کی اتنی بھیڑ لگی رہتی تھی کہ اسے آدھی رات کے بعد ہی سونے کا موقع ملتا تھا۔ اس رات وہ نو بجے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "میری ماؤ! بہنو اور بھائیو! مجھے شما کریں۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔ آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

اس کے باپ نے بھی کہا "میری بیٹی صبح سے رات تک آپ سب کی سیوا کرتی رہتی ہے۔ آپ مہربانی کرکے اس کے آرام کا خیال کریں۔"

سب اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور ہاتھ جوڑ کر بولے "بے شک ہمیں اپنی دیوی کے آرام اور سکھ چین کا خیال رکھنا چاہیے۔ آپ جاکر آرام کریں۔"

اس کے دروازے کے باہر مجمع لگا رہتا تھا اور وہ وہیں ایک اونچی مسند پر بیٹھا کرتی تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر مکان کے اندر آئی پھر اپنے کمرے میں آکر دروازے کو بند کرکے بستر پر لیٹ گئی۔ باپ نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا "بیٹی! پہلے کچھ کھالو پھر آرام سے سو جانا۔"

وہ بولی "میں ابھی نہیں کھاؤں گی۔ بھوک لگے گی تو کھانا گرم کرلوں گی۔ آپ دروازہ بند کرلیں اور کھانا کھالیں۔ کوئی ملنے آئے تو اس سے کہہ دیں کہ میں سو رہی ہوں۔ صبح سے پہلے نہیں مل سکوں گی۔"

وہ بے چینی سے کبریا کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ اس کے اندر آکر بولے گا۔ ان دنوں کبریا کی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ جینا نے اسے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ وہ اسی کے متعلق سوچتا تھا اور زیادہ سے زیادہ اسی کے اندر رہ کر اپنا وقت گزارتا تھا اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرتا رہتا تھا۔

دونوں طرف برابر آگ لگی ہوئی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ جینا کے اندر جو آگ تھی اس میں تپش اور گرمی نہیں تھی۔ ابھی ٹھنڈک تھی' اسے گرمانے کی ضرورت تھی۔

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا "میں کیوں خوامخواہ کبریا سے کترا رہی ہوں؟ اس کی محبت کو تسلیم کیوں نہیں کر رہی ہوں؟ ہر مرد کسی نہ کسی عورت سے پیار کرتا ہے اور اس سے پیار کرتے کرتے ساری زندگی گزار دیتا ہے۔ کبریا بھی ایسا ہی ہے۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ مجھے تسلیم کرلینا چاہیے۔"

وہ کروٹ بدل کر خود سے بولی "میں یہ کیسے مان لوں؟ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ میں ہندو ہوں وہ مسلمان ہے۔ میں ہندوستانی ہوں اور وہ پاکستانی ہے۔ ہمارے ملکوں کے درمیان بھی نفرتیں ہیں اور ہمارے دھرم اور ان کے مذہب کے درمیان بھی زمین آسمان کا فاصلہ ہے۔ یہ دوری کبھی قربت میں نہیں بدل سکے گی۔"

"دل سے دل مل جائیں تو کبھی دوری نہیں رہتی لیکن میں اس بات کو نہیں مان رہی ہوں۔ اس لیے کبریا کو بھی ناراض کر رہی ہوں۔ صبح سے شام ہوگئی اور اب رات بھی ہوگئی۔ وہ میرے اندر ضرور آرہا ہوگا مگر مجھ سے بولتا نہیں ہے۔"

وہ کروٹ بدل کر کبریا کو مخاطب کرنے لگی "کہاں ہو تم۔ مجھ سے بولتے کیوں نہیں ہو۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم میرے اندر موجود ہو۔ اگر موجود نہ ہوتے تو تمہیں کیسے معلوم ہوتا کہ کیشو ناتھ کا مسئلہ کیا ہے؟ اسے کس طرح مقدمہ جیتنا ہے؟ تمہیں کیسے معلوم ہوتا کہ پربھو آنند کو پھانسی ہونے والی ہے اور اسے اس سے بچانا ہے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوتا کہ ایک بوڑھی کے اندھے بیٹے کو آنکھیں چاہئیں اور اس کے لیے لاکھوں روپوں کی ضرورت ہے؟ یہ ساری باتیں تم جانتے ہو۔ تم نے سارے مسائل حل کیے ہیں۔"

کبریا خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "تم نے میرا مان مرتبہ بڑھا کر مجھے انسان سے دیوی بنا دیا ہے۔ بھگوان کے لیے بولو' مجھ سے بولو۔ ناراض ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ مجھ سے بولنا ہی چھوڑ دو؟ پلیز۔ بولو۔"

کبریا آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ اس پر نیند کا خمار طاری کرنے لگا۔ نیند کے خمار میں اس نے دیکھا۔ کبریا دونوں بازو پھیلائے کھڑا ہے اور وہ دوڑتی ہوئی اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے سینے سے لگ گئی ہے۔

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ نیند کا خمار ڈھل گیا۔ اٹھ کر بیٹھ گئی پریشان ہو کر سوچنے لگی "میں اس کے بارے میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ مجھے نیند آرہی تھی اور میں اس کے سینے سے جاکر لگ گئی تھی۔ کیا۔۔؟ کیا۔۔؟ میرے اندر وہ چھپا ہوا ہے؟ میں چھپ چھپ کر اسے چاہنے لگی ہوں اور بظاہر انکار کرنے لگی ہوں؟"

اگرچہ وہ سینے سے نہیں لگی تھی پھر بھی دھڑکنیں سینے کے اندر بری طرح شور مچا رہی تھیں۔ انجانی آرزوؤں کی دھوم اب کبریا کے کچھ کہے بغیر اس کے اندر یہ خیال پیدا کر رہی تھیں "کیا میرے دل میں چور ہے؟ میں چوری چوری اسے چاہتی ہوں اور زبان سے انکار کرتی ہوں یہ کیسی دوہری کیفیت ہے؟"

پھر اس نے سوچا "اگر ایسے وقت کبریا میرے اندر موجود ہوگا تو وہ میرے چور جذبوں کو جان لے گا۔ بھگوان کرے وہ اس وقت موجود نہ ہو۔"

وہ فوراً ہی لیٹ گئی۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ چپ چاپ سو جانا چاہیے۔ اپنے بارے میں یا اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہیے۔ ورنہ خوامخواہ خیالات بھٹکتے رہیں گے اور دل بہکتا رہے گا۔

کبریا نے اسے خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر

سلادیا۔ وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ خواب کی دنیا بڑی رنگین بھی ہوتی ہے اور بڑی سنگین بھی۔ اچھے سہانے خواب بھی آتے ہیں اور ڈراؤنے خواب سے نیند ٹوٹ بھی جاتی تھی۔

اسے ڈراؤنے خواب نہیں آرہے تھے۔ بڑے ہی سہانے خواب تھے۔ کبریا اس کے قریب آرہا تھا' اس کے ہاتھ کو تھام رہا تھا' اس کی ہتھیلی کی پشت کو سہلا رہا تھا۔ وہ اپنے اندر ایک عجیب سی سنسنی محسوس کررہی تھی۔ وہ پریشان ہوکر اس سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی "پلیز۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ پتا نہیں مجھے کیا ہونے لگتا ہے؟"

"کچھ ہوتا ہے تو ہونے دو۔ اس کے بعد اور بہت کچھ ہونے لگے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جذبات سے نڈھال ہوکر میری آغوش میں چلی آؤ۔"

"مجھے آغوش میں لے کر کیا کرو گے؟ کیا تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے؟ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ ہم کبھی ایک نہیں ہوسکیں گے۔"

"جینا تمہاری معلومات محدود ہیں۔ تم نہیں جانتیں کہ ایک آپریشن کے بعد تم مکمل عورت بن سکتی ہو۔"

"نہیں۔ میرے سامنے آپریشن کا نام نہ لو۔ میں ایسے مرحلے سے گزرنا نہیں چاہوں گی۔"

"جینا! زندگی گزارنے کے لیے انسان کو بہت سی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تمہیں بھی ایک آزمائش سے گزرنا ہے۔ آج نہیں تو کل' جب میری محبت تمہارے دل میں شدت اختیار کرے گی تو تم بے اختیار آپریشن کے لیے تیار ہوجاؤ گی۔"

وہ اسے منع کررہی تھی کہ اس کا ہاتھ نہ پکڑے مگر وہ تو پہونچے تک پہنچ رہا تھا۔ اپنی قربت کی آنچ دے رہا تھا۔ اپنی سانسوں سے دہکا رہا تھا۔ اس پر عجیب سی مدہوشی طاری ہورہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایسا ہو لیکن انکار کرنے والی زبان کو چپ لگ گئی تھی۔

پھر وہ اچانک ہی گم ہوگیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ جو سانسوں کے قریب چلا آیا تھا۔ وہ اب دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نہ جانے اچانک کہاں گم ہوگیا تھا؟ دل اس کے لیے تڑپنے لگا تھا۔ اس نے بے چینی سے پکارا "کہاں ہو؟ تم! کہاں ہو؟"

وہ جیسے صحرا میں بھٹکنے لگی۔ تھوڑی دیر پہلے وہ گلشن گلشن اس کے بازوؤں میں مہکتے ہوئے خوشبو لٹا رہی تھی اور اب دیکھتے ہی دیکھتے کسی ویران صحرا میں پہنچ گئی تھی۔

کبریا اس کے اندر ایک چھوٹی سی چنگاری سلگا کر چلا گیا تھا۔ وہ چنگاری اپنے وقت اور حالات کے ساتھ شعلہ بننے والی تھی۔ وہ اس کے باپ کے دماغ میں آگیا۔ وہ بوڑھا اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ اس نے اس کے خوابیدہ دماغ کے اندر کہا "تمہیں بیٹی کی بہتری کے لیے بہت کچھ سوچنا ہے۔ کیا تم ہمیشہ اسے سدا سہاگن بنا کر رکھنا چاہتے ہو؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا "جب وہ پیدا ہوئی تو ہمارے خاندان کے بزرگوں نے کہا' یہ قدرتی طور پر جیسی ہے اسے ویسی ہی رہنا چاہیے۔ آپریشن نہیں کرانا چاہیے۔ یہ تمہارے لیے بڑی بھاگوان ثابت ہوگی۔"

"تم نے اپنا مقدر چمکانے کے لیے اسے ایسے ہی رہنے دیا۔ اب وہ جوان ہوگئی ہے۔ کیا اسے ایک بھرپور عورت کی طرح زندگی نہیں گزارنی چاہیے؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میری بیٹی بہت اچھی ہے۔ اس نے مجھے بڑھاپے میں بڑا سکون اور اطمینان پہنچایا ہے میں بھی چاہتا ہوں کہ وہ ایک مکمل عورت کی طرح بھرپور زندگی گزارے لیکن اب میں کیا کرسکتا ہوں؟"

"تم کچھ نہ کرو۔ صرف اپنی بیٹی کو آپریشن کے لیے راضی کرو۔ اگر تم باپ ہوکر بیٹی سے ایسی باتیں نہیں کرسکتے تو چند بوڑھی خواتین کے ذریعے اسے مائل کرو۔"

وہ اس کے دماغ سے بھی چلا آیا۔ وہ چاہتا تو جینا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنا کر اس سے اپنی ہر بات منوا سکتا تھا۔ اسے آپریشن کے مرحلے سے بھی گزار سکتا تھا لیکن وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اپنی معمولہ بنانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف محض اس کی معمول بن کر اس سے محبت کرنے لگتی۔ یعنی محبت دل سے نہ ہوتی' جبراً ہوتی اور جب تنویمی عمل کا اثر زائل ہوجاتا تو وہ اس محبت پر پچھتانے لگتی۔ کبریا ایسا نہیں چاہتا تھا۔

ویسے اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ اگر ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ واقعی آپریشن ہوسکتا ہے اور اس کی زندگی ایک نئے موڑ پر آسکتی ہے تو پھر وہ اس پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے آپریشن کے مرحلے تک پہنچائے گا۔

کبریا نہیں جانتا تھا کہ جینا جیسی عجوبہ کے ساتھ کیسی زندگی گزارنی چاہیے اور ڈاکٹر اسے کیسا مشورہ دیں گے؟ پہلے اسے خود ہی اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنی تھیں۔ بہتر یہی ہوتا کہ وہ اپنے بزرگوں سے مشورے لیتا۔ وہ مجھ سے بھی اس معاملے میں گفتگو کرسکتا تھا مگر بہت زیادہ کھل کر باتیں کرتے وقت ہچکچاہٹ ہوتی۔ لہٰذا اس نے جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔

اس نے انہیں سلام کرنے کے بعد کہا "میں آپ سے ایک اہم مشورہ کرنے آیا ہوں۔"

"بولو بیٹے! میں سن رہا ہوں۔"

اس نے انہیں جینا کے تمام حالات بتائے۔ وہ توجہ سے سنتے رہے پھر بولے "خود ہمارے ادارے میں دو بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر اور سرجن موجود ہیں۔ وہ کامیابی سے آپریشن کرسکتے ہیں لیکن۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئے۔ کبریا کے اندر تجسس پیدا ہوا۔ اس نے پوچھا "کیا کوئی قباحت ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایک اچھے صاف ستھرے ذہن والی لڑکی ہے۔ بچپن سے اب تک پاکیزہ رہنے کے باعث اس کے اندر ایک روحانی قوت پیدا ہوچکی ہے۔ وہ قوت چھپی ہوئی ہے' ظاہر نہیں ہورہی ہے لیکن اسی قوت نے تمہیں اس کے پاس پہنچایا ہے اور وہ تمہارے ذریعے ایسے مسائل حل کررہی ہے۔ جنہیں کوئی عام انسان حل نہیں کرسکتا۔ تم اس کے قریب ہو' تم نے دیکھا ہوگا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

بے شک وہ یہی دیکھ رہا تھا کہ ایک شخص پربھوناتھ کو سزائے موت ہوچکی تھی' لیکن اب وہ موت ٹل رہی تھی۔ وہ باعزت بری ہونے والا تھا۔ اسی طرح کیشوناتھ بھی ہارنے والا مقدمہ جیت چکا تھا۔

اگرچہ یہ سب کبریا کی خیال خوانی کے ذریعے ہورہا تھا لیکن جناب تبریزی کے بیان کے مطابق کبریا کی ٹیلی پیتھی کے پیچھے جینا کی بھی روحانی قوت چھپی ہوئی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی کے بیان نے جینا کو پہلے سے زیادہ پراسرار اور پیچیدہ بنا دیا تھا اور یہ کہہ کر اس کی اہمیت بڑھا دی تھی کہ اس کے اندر روحانی قوتیں چھپی ہوئی ہیں۔ جو رفتہ رفتہ ظاہر ہونے والی ہیں اور ظاہر ہونے سے پہلے وہ کبریا کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لے رہی ہیں۔

کبریا جناب تبریزی سے گفتگو کرنے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ان کی گفتگو سے یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ جینا کو مزید سات برسوں تک اپنی پیدائشی پاکیزگی کو برقرار رکھنا ہوگا اور اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ انسانی آلودگیوں سے پاک رہے۔ اس طرح اس کے اندر کی روحانی قوتیں پنپتی رہیں گی۔

دوسرے لفظوں میں کبریا کو سات برسوں تک کڑی آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ جینا سے دیوانہ وار محبت کرنے اور اس کے قریب رہنے کے باوجود اس سے دور رہنا ہوگا اور محبت کا تقاضا یہی تھا کہ جینا کی بہتری کے لیے اس کے پاس رہ کر بھی اس سے دور دور رہنا چاہیے۔

اس سے کڑی آزمائش اور کیا ہوسکتی تھی کہ سامنے دسترخوان بچھا رہے اور بندہ بھوکا رہے۔

○☆○

دنیا میں کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف رہتے ہیں۔ میں صرف ان کا ذکر کرتا ہوں' جن کا تعلق میری داستان سے ہوتا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے۔ ویٹو مارکس اور کلپنا فی الحال میری داستان کا حصہ ہیں۔ اس لیے میں ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

پچھلے باب میں ویٹو مارکس نے بڑی ذہانت اور حکمتِ عملی سے انڈین ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس کے ڈی جی' ارجن چوپڑا پر غالب آکر رہائی حاصل کی تھی۔ ان ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس والوں نے بہت دنوں تک ویٹو مارکس کو اپنا قیدی اور تابعدار بنا کر رکھا تھا۔ ایک تنویمی عمل کرنے والے کی خدمات حاصل کرکے ویٹو مارکس کو بھارت سرکار کا وفادار خیال خوانی کرنے والا بنا دیا تھا۔

اسے اور اس کی محبوبہ کلپنا کو ایک بنگلے کے تہ خانے میں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہاں اس پر دوبارہ تنویمی عمل کرنے کی ضرورت تھی۔ نیا ڈی جی ارجن چوپڑا چاہتا تھا کہ نئے تنویمی عمل کے ذریعے ویٹو مارکس کو ذاتی طور پر اپنا معمول بنا لے۔ لہٰذا عامل نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن ویٹو مارکس نے بڑی چالاکی سے اس کے عمل کو ناکام بنایا تھا پھر اسے اور ارجن چوپڑا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر مجبور کیا تھا کہ وہ اسے اس قید خانے سے نکال کر لے جائیں۔

ویٹو مارکس نے حکم دیا "وہاں جتنی رقم رکھی ہے۔ اسے بیگ میں رکھ کر یہاں سے نکلا جائے۔"

باہر انٹیلی جنس کے دوسرے سراغ رساں ڈیوٹی پر تھے۔ ڈی جی ارجن چوپڑا نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ تہ خانے کی طرف نہ آئیں۔ وہ وہاں بہت ضروری معاملات میں مصروف رہے گا۔ اسی لیے کوئی سراغ رساں اس طرف نہیں آرہا تھا۔ ادھر ارجن چوپڑا نے حکم کے مطابق ایک بیگ میں نوٹوں کی گڈیاں بھر دیں پھر اسے اٹھا کر اپنے عامل کے ساتھ تہ خانے سے باہر آگیا۔ ویٹو مارکس ان دونوں کے دماغوں میں تھا۔ اگر وہ ذرا بھی چالاکی دکھاتے تو وہ ان کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کرکے انہیں دماغی اذیتوں میں مبتلا کرسکتا تھا۔

اس سے پہلے بھی ویٹو مارکس نے یہی کیا تھا اور وہ اتنی

تکلیف میں مبتلا ہوئے تھے کہ اب توبہ کر رہے تھے۔ کوئی چالاکی دکھانا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ ڈی جی ارجن چوپڑا اسٹیئرنگ سیٹ پر تھا۔ عامل اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر کلپنا اور ویٹو مارکس تھے۔

ارجن چوپڑا نے اپنے ایک خاص سراغ رساں سے کہا "میں ویٹو مارکس کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر رہا ہوں۔ یہ بات راز میں رہے گی۔ دوسروں کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ویٹو مارکس کو اس بنگلے میں قید کر رکھا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ کلپنا نے ویٹو سے پوچھا "ہم یہاں سے نکل تو گئے ہیں لیکن کہاں پناہ لیں گے؟"

ویٹو مارکس نے پہلے تو سوچا تھا کہ اس شہر سے کہیں دور چلا جائے گا۔ کسی ہوٹل میں یا کسی کرائے کے مکان میں رہے گا لیکن اس کے ساتھ مجبوری یہ تھی کہ ہندی زبان اچھی طرح جاننے سمجھنے اور بولنے کے باوجود اس کا لہجہ امریکی تھا۔ گفتگو سے پہچان لیا جاتا تھا کہ وہ ہندوستانی نہیں ہے۔ اس کمزوری کے باعث وہ پھر گرفتار ہو سکتا تھا۔

اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے کلپنا سے کہا "ہم کسی ہوٹل میں یا کسی کرائے کے مکان میں نہیں جائیں گے۔ میں ابھی کوئی اور انتظام کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک جگہ ارجن چوپڑا کو گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ جب گاڑی رک گئی تو اس نے عامل سے کہا "تم یہاں اتر جاؤ اور سیدھا اپنے گھر جاؤ۔ یاد رکھو۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔ اگر تم نے کسی سے بھی یہ کہا کہ میں قید خانے سے نکل چکا ہوں اور ڈی جی ارجن چوپڑا کو یرغمال بنا کر لے جا رہا ہوں تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے تمہیں ذہنی مریض بنادوں گا پھر میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

عامل نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں وعدہ کرتا ہوں' کبھی اپنے سائے سے بھی تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

ویٹو مارکس نے کہا "چلو۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ عامل پیچھے رہ گیا۔ اس نے سچ مچ توبہ کی تھی اور کان پکڑے تھے کہ ویٹو مارکس کے خلاف کچھ نہیں کہے گا لیکن کسی پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ویٹو مارکس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی جگہ پہنچ کر اطمینان حاصل کرنے کے بعد عامل اور ارجن چوپڑا کو اپنا معمول بنا لے گا۔

ارجن چوپڑا نے پوچھا "تم کہاں جانا چاہو گے؟ میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا لیکن جلد ہی کوئی فیصلہ کرو۔ ہمارے اعلیٰ افسران کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اس قید خانے سے نکال کر کسی دوسری جگہ لے جا رہا ہوں۔ لہٰذا مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے جائیں گے۔"

"یہ بات میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں' میرے فرار ہونے کے بعد تمہارا زبردست محاسبہ کیا جائے گا۔ لہٰذا تم مجھے اپنے بنگلے میں لے چلو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میرے بنگلے میں جانے کے بعد کیا محفوظ رہ سکو گے۔"

"تم بالکل تنہا رہتے ہو۔ وہاں تمہاری خدمت کے لیے ایک ہی ملازم ہے۔ تم ابھی اسے فون کر کے کہو کہ وہ چھٹی کر لے۔ جب تمہیں ضرورت ہوگی تو تم اسے بلا لو گے۔ اس طرح تمہارا وہ بنگلا بالکل خالی ہو جائے گا۔ تمہارے رشتے دار اس شہر میں نہیں رہتے ہیں۔"

کلپنا نے کہا "لیکن مارکس! اس کے رشتے دار کسی وقت اس سے ملنے کے لیے وہاں آسکتے ہیں۔"

اس نے کہا "یہ ارجن چوپڑا اتنا بد مزاج اور غصہ ور ہے کہ کوئی دور کا رشتے دار اس سے تعلق نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے گھر آتا ہے۔ فی الحال وہ بنگلا ہمارے لیے محفوظ رہے گا۔"

وہ بولی "اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ کوئی گڑ بڑ نہ ہو۔"

"کوئی ایسی پریشانی نہیں ہوگی۔ ہم ہمیشہ وہاں نہیں رہیں گے۔ اس بنگلے میں رہ کر اطمینان سے پلاننگ کریں گے کہ آئندہ ہمیں کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے؟"

ڈی جی ارجن چوپڑا نے ویٹو مارکس کے حکم کے مطابق اپنے ملازم کو فون پر حکم دیا کہ وہ بنگلے سے چلا جائے اور ایک ہفتے کی چھٹی کرے۔

جب وہ اس بنگلے میں پہنچے تو وہاں ملازم نہیں تھا۔ بنگلا خالی تھا۔ کوئی یہ دیکھنے والا نہ تھا کہ فرار ہونے والا قیدی اپنی محبوبہ کے ساتھ ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس کے ڈی جی ارجن چوپڑا کے بنگلے میں پناہ لے رہا ہے۔

اس نے وہاں پہنچ کر بنگلے کے تمام حصوں کو اندر سے اچھی طرح چیک کیا۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے پھر اس نے کلپنا سے کہا "بہترین کافی پلاؤ۔ اس وقت تک میں اہم معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے انڈین انٹیلی جنس کے سراغ رسانوں اور اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ پتا چلا ابھی کسی کو یہ اطلاع نہیں ملی ہے کہ ارجن چوپڑا قیدی ویٹو مارکس کو اس خفیہ بنگلے سے نکال کر کسی دوسری جگہ لے گیا ہے۔ اسے اطمینان ہوا کہ ابھی فوراً ہی اسے تلاش نہیں کیا جائے گا۔

اس نے ارجن چوپڑا کو حکم دیا "بیڈ پر لیٹ کر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "تم مجھ پر تنویمی عمل کرو گے' مجھے اپنا معمول بناؤ گے۔ پلیز۔ ایسا نہ کرو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں' تنویمی عمل کے بغیر ہی میں تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔ تمہاری دہشت تو یوں بھی میرے اندر رہے گی کہ تم کسی وقت بھی خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ کو پھوڑا بنا سکتے ہو۔"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر فوراً عمل کرو۔"

وہ چپ چاپ چاروں شانے چت بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس سے پہلے وہ بحث کرنے کا نتیجہ بھگت چکا تھا۔ ویٹو مارکس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے اس کے دماغ کو بالکل ہی کمزور بنا دیا تھا۔

بہرحال اس نے لیٹنے کے بعد اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا' آنکھیں بند کر لیں اور ذہنی طور پر خود کو ویٹو مارکس کے حوالے کر دیا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ بہت مختصر سا عمل تھا۔ اس نے صرف یہ بات اس کے ذہن میں نقش کی کہ وہ ویٹو مارکس کا معمول ـــ بن کر اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا "اب تم آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہو جاؤ گے۔"

کلپنا گرما گرم کافی بنا کر لے آئی۔ ٹرے کو سینٹر ٹیبل پر رکھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم بہت دلیر اور غیر معمولی انسان ہو' میرے بہت مضبوط محافظ ہو۔ تم میری خاطر پوری بھارت سرکار سے لڑ رہے ہو۔ میں تم پر جتنا بھی فخر کروں' کم ہے۔"

وہ بڑی محبت سے اسے چوم کر بولا "تم بھی تو مجھ سے بے انتہا محبت کرتی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں آکر کس طرح تمہارا دیوانہ بن گیا ہوں؟ اور اس سے بڑی بات کیا ہوگی کہ تم مجھے ایک بچے کا باپ بنانے والی ہو۔ ہم جلد ہی یہ ملک چھوڑ کر کہیں دور ایسی جگہ چلے جائیں گے۔ جہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دشمن نہیں ہوگا۔ ہم سکون سے زندگی گزاریں گے۔"

اس نے کافی پینے کے بعد اس عامل کی خبر لی۔ جس نے پہلے اس پر عمل کر کے اسے بھارت سرکار کا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اس نے اس عامل کے پاس پہنچ کر اسے بھی حکم دیا کہ وہ کسی بحث مباحثے کے بغیر اپنے بیڈ پر لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ دے۔

ویٹو مارکس نے اس پر بھی مختصر سا تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنا لیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

ایسے ہی وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ مجھے حیرانی ہوئی لیکن میں سمجھ گیا کہ اس نے کسی طرح اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کی ہے اور اپنے اوپر کسی سے ایسا عمل کرایا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کے اندر جا کر اس کے خیالات نہ پڑھ سکے۔

میں نے دوسری بار اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس بار اس نے ایک موبائل فون نمبر بتایا پھر سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ میں نے اس نمبر پر اس سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو۔ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا "میں تمہاری آزادی پر تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ آخر تم نے انڈین ٹاپ سیکرٹ انٹیلی جنس والوں سے نجات حاصل کر لی۔"

"جی ہاں۔ میں اپنے خدا کا جتنا بھی شکر ادا کروں' کم ہے۔ آپ سے ایک التجا کرتا ہوں۔"

"التجا نہ کرو' دوستانہ انداز میں گفتگو کرو۔"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ میں اپنی محبت کلپنا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ سے کبھی دشمنی نہیں کروں گا اور نہ ہی کبھی آپ کے خلاف کچھ سوچنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ میرا اصول رہا ہے کہ جب تک کوئی مجھ سے دشمنی نہیں کرتا' مجھے پریشان نہیں کرتا۔ تب تک وہ میرے لیے غیر ضروری ہوتا ہے اور میں اسے نظر انداز کرتا رہتا ہوں۔ تم میرے راستے میں نہیں آؤ گے تو میں بھی تمہارے راستے سے نہیں گزروں گا لیکن ایک بات ہے..."

"کیا بات ہے؟ آپ فرمائیں' مجھے حکم دیں۔ میں اس پر عمل کروں گا۔"

"تم جب تک ہندوستان میں رہو گے' میں تم سے بے خبر نہیں رہوں گا۔ کیونکہ انڈین آرمی اور انٹیلی جنس والے ابھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ پتا نہیں تمہیں کیسے کیسے جتن سے ٹریپ کرنا چاہیں گے۔ اگر تم پھر ان کی گرفت میں آؤ گے تو میرے لیے خطرہ بن جاؤ گے۔ لہٰذا میں تمہیں بالکل ہی نظر انداز نہیں کروں گا۔"

"جی ہاں۔ آپ درست فرماتے ہیں۔ میں خود نہیں جانتا کہ آئندہ میرے حالات کیا ہوں گے اور میں اس ملک سے نکل کر کہیں دور کسی گوشۂ عافیت میں رہ کر اپنی کلپنا کے ساتھ زندگی گزار سکوں گا۔"

"تمہارے ارادے نیک ہیں' محبت سے بھرپور ہیں۔ کبھی کس برے وقت میں میری ضرورت پیش آئے تو ضرور مجھے مخاطب کرنا فی الحال۔ خدا حافظ۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کردیا۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر کلپنا سے بولا "ایک بہت بڑا پہاڑ میرے سر سے اتر گیا ہے۔ فرہاد صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھ سے دشمنی نہیں کریں گے اور کبھی میرے راستے کی دیوار نہیں بنیں گے۔ بلکہ ضرورت پڑی تو وہ میری مدد بھی کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"ہاں کلپنا! ہم بہت خوش نصیب ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم بہت جلد اس ملک سے کہیں دور چلے جائیں گے۔"

آدھا گھنٹا گزر گیا۔ ڈی جی ارجن چوپڑا تنویمی نیند پوری کرکے بیدار ہوا۔ ویٹو مارکس نے کہا "اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ ابھی بہت سے کام پڑے ہیں۔"

وہ اٹھ کر بستر کے سرے پر بیٹھ گیا۔ کلپنا نے کہا "مجھے ان سراغ رسانوں کی طرف سے اندیشہ ہے جو اس بنگلے میں تھے اور جنہوں نے ہمیں ڈی جی کے ساتھ آتے دیکھا ہے۔"

وہ ارجن چوپڑا سے بولا "تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ یہ رپورٹ نہیں دیں گے کہ تم ہمیں کہیں لے گئے ہو؟ اور تم نے انہیں تاکید کی ہے کہ ہمیں وہاں سے منتقل کرنے والی بات کسی کو نہ بتائی جائے؟"

"ہاں۔ وہ یہ تو کہیں گے اور مجھے یہی بتانا ہوگا کہ تم مجھے ڈاج دے کر یا زخمی کرکے فرار ہوگئے ہو۔"

"سختی سے تمہارا محاسبہ کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ ہمیں کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم نے اعلیٰ افسران کو اور ہائی کمان کو بتائے بغیر ہماری جگہ کیوں تبدیل کرنی چاہی؟"

"ہاں۔ اسی کئی قسم کے سوال پوچھے جائیں گے۔ میں پریشان ہوں' انہیں کیا جواب دوں گا۔"

"جواب دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں یہ قصہ ہی تمام کردیتا ہوں۔ اس بنگلے میں تمہارے تین سراغ رساں تھے۔ اگر وہ زندہ نہیں رہیں گے تو تم یہ کہہ سکو گے کہ تمہیں اسی بنگلے کے تہ خانے میں چھوڑ کر آئے تھے اور وہ تین سراغ رساں تمہاری نگرانی کررہے تھے۔ ان کے ہلاک ہونے کے بعد یہی سمجھا جائے گا کہ میں انہیں قتل کرکے کہیں فرار ہوگیا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "وہ ہمارے بہترین سراغ رساں ہیں' ہمارے وفادار رہیں۔ پلیز۔ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔"

"میں اپنی بہتری اور سلامتی کے لیے جو بہتر سمجھتا ہوں' وہ کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ان میں سے ایک سراغ رساں کے اندر پہنچ گیا۔ وہ تینوں اس بنگلے کے اندر تھے۔ ویٹو مارکس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ایک کے ذریعے دونوں کی آوازیں سنیں پھر باری باری ان کے دماغوں میں جاکر ایک دوسرے کو مارنے اور مرنے پر مجبور کردیا۔

اس کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو کر ارجن چوپڑا سے کہا "وہاں قصہ تمام ہوچکا ہے۔ تم پر الزام نہیں آئے گا۔ کوئی تمہارے خلاف یہ نہیں کہے گا کہ تم مجھے اپنے ساتھ اس بنگلے سے باہر لے گئے تھے۔"

وہ بولا "بے شک۔ اب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس وقت تم فرار ہوئے اور ان تینوں کو قتل کیا۔ میں اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ اس سے بہت پہلے وہاں سے جاچکا تھا۔"

"تو پھر جو بول رہے ہو' وہ کرو۔ وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا "میرا موبائل فون تمہارے پاس ہے۔ مجھے دو۔"

"اب یہ میرے پاس رہے گا۔ کیونکہ میں اس فون کے ذریعے فرہاد سے رابطہ کرچکا ہوں۔ تمہارے دوسرے افسران سے بھی میں اسی فون سے رابطہ کروں گا۔ تم یہ بیان دو گے کہ اپنا موبائل فون اس بنگلے میں چھوڑ آئے تھے اور اسے میں لے گیا ہوں۔"

اس نے دوسرے فون کے ذریعے انٹیلی جنس کے ایک چیف سے رابطہ کیا پھر کہا "بڑی دیر سے اس خفیہ بنگلے میں فون کررہا ہوں لیکن کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا ہے۔ آپ معلوم کریں' بات کیا ہے؟ وہاں کوئی حاضر کیوں نہیں ہے۔"

پھر وہ سب معلومات حاصل کرنے لگے۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی ہلچل سی پیدا ہوگئی پولیس اور انٹیلی جنس والے فون کھڑکانے لگے' ایک دوسرے سے رابطہ کرکے بتانے لگے۔ ویٹو مارکس ان کی قید سے تین سراغ رسانوں کو قتل کرنے کے بعد فرار ہوچکا ہے۔

بھارتی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران غصے سے تلملانے لگے۔ ٹیلی پیتھی کو ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک

ہتھیار سمجھا جاتا ہے اور وہ ہتھیار ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

فوراً ہی تمام اکابرین کا اجلاس طلب کیا گیا۔ اس اجلاس میں یہ تشویش ظاہر کی گئی کہ ویٹو مارکس ان سے نجات حاصل کرنے کے بعد سیدھا امریکی اکابرین سے رابطہ کرکے بتائے گا کہ کس طرح انڈین آرمی اور ٹاپ سیکرٹ سروس والوں نے اسے قیدی بنا کر رکھا تھا اور اسے تنویمی عمل کے ذریعے معمول بنا کر انڈین ٹیلی پیتھی جاننے والا ظاہر کررہے تھے۔

ایک انڈین منسٹر نے کہا "ہماری خارجہ پالیسی پر بہت برا اثر پڑے گا۔ امریکی اکابرین ہم پر اعتماد نہیں کریں گے۔ ہم پہلے بھی ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا چکے ہیں۔"

"وہ فرار ہوچکا ہے لیکن ہم سے رابطہ ضرور کرے گا۔ ہمیں یہ طے کرنا چاہیے کہ اس کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہوگا؟ کیا ہم اس سے کوئی سمجھوتا کریں؟"

"وہ سمجھوتے پر راضی ہوگا تو ہمارے لیے بڑی آسانی ہوگی۔ امریکی اکابرین تک یہ بات نہیں پہنچے گی کہ ہم نے اسے قیدی بنا کر رکھا تھا۔ وہ ہمارے خلاف بیان نہیں دے گا۔"

ویٹو مارکس خیال خوانی کے ذریعے ان تمام اکابرین اور آرمی کے تمام اعلیٰ افسران کی گفتگو سن رہا تھا۔ انہیں توقع تھی کہ وہ فرار ہونے کے بعد ان سے ضرور رابطہ کرے گا۔ لہٰذا ان کی توقع کے مطابق اس نے ارجن چوپڑا کے موبائل فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا "ہیلو! میں ویٹو مارکس بول رہا ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے تر نوالہ سمجھ کر چبائے بغیر نگل جانا چاہا مگر اب میں ہڈی کی طرح تمہارے گلے میں اٹک گیا ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم اب ہمیں طعنے دو گے' اور بہت کچھ کہو گے اور یہ حق بجانب ہوگا۔ کیونکہ ہم نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ سیاسی معاملات میں کبھی دوستی ہوتی ہے' کبھی دشمنی۔ اور جس سے دشمنی ہوتی ہے۔ حالات سے مجبور ہو کر اس سے دوستی بھی کرلی جاتی ہے۔"

ایک منسٹر نے کہا "ہم یہ نہیں کہتے کہ تم اپنے حالات سے مجبور ہو کر یا کسی بھی مجبوری کے تحت ہم سے سمجھوتا کرو۔ کوئی مجبوری نہ سہی۔ اپنی اور کلپنا کی بہتری کے لیے ہم سے دوستی کرلو۔"

"تمہاری نظروں میں میری اور کلپنا کی بہتری کس میں ہے کیا تم سے دوستی کرنے میں ہے؟"

"بے شک۔ ہم کلپنا کی راجپوت برادری کو سمجھائیں گے کہ وہ اس کی شادی تم سے کرنے میں کوئی اعتراض نہ کریں۔ تم یہاں داماد کی حیثیت سے رہو گے۔ تمہیں یہاں کی شہریت حاصل ہوگی۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے کبھی تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

ایک اور منسٹر نے کہا "ذرا غور کرو اور اپنے حالات کو سمجھو۔ تمہیں کسی سے چھپ کر یہاں چوروں کی طرح نہیں رہنا ہوگا۔ ہمیشہ اندیشے میں مبتلا نہیں رہو گے کہ کوئی تمہیں گرفتار کرنے اور قتل کرنے آئے گا۔"

ویٹو مارکس نے پوچھا "اور اگر گرفتار کرنے آئے گا تو میں اس کا کیا بگاڑ لوں گا؟ تمہاری ٹاپ سیکرٹ سروس والوں نے مجھے اچانک چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کیا تھا۔ میں اپنا بچاؤ نہ کرسکا۔ کہیں فرار نہ ہوسکا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بار بار ایسی ہی حماقتیں کروں گا؟"

"آئندہ ہم تمہیں قیدی اور معمول نہیں بنائیں گے۔ تم کسی طرح کی بھی ضمانت ہم سے لے سکتے ہو۔ تم بتاؤ کہ ہم تمہیں اپنی سچائی کا کیسے یقین دلائیں؟"

"جو سچے ہوتے ہیں انہیں اپنی سچائی ثابت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میں تم لوگوں کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ جب موقع ملے گا اور میں تمہاری نظروں میں آؤں گا۔ تم مجھے کبھی آزاد نہیں رہنے دو گے پھر گرفتار کرکے اپنا اُلو سیدھا کرتے رہو گے۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ تھوڑی دیر بعد موبائل فون بزر سنائی دیا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا تو دوسری طرف سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ارجن چوپڑا! ویٹو مارکس نے ابھی ہم سے رابطہ کیا تھا۔ ہمارے سی' ایل' آئی میں تمہارا موبائل نمبر پڑھا جارہا تھا۔ تمہارا فون اس کے پاس کیسے پہنچ گیا ہے؟"

ویٹو مارکس نے کہا "اب یہ فون میرے پاس ہے۔ میں اس تہ خانے سے فرار ہورہا تھا تو یہ موبائل فون دکھائی دیا۔ میں اسے لے کر چلا آیا ہوں۔ اگر یہ تمہارے ڈی جی ارجن چوپڑا کا ہے۔ تو سمجھو اب یہ میرے پاس رہے گا۔"

اس نے پھر رابطہ ختم کردیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈی جی ارجن چوپڑا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا "ہیلو۔ میں ارجن چوپڑا بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر چوپڑا! وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ویٹو مارکس تمہاری

نگرانی میں تھا۔ تم نے اسے کسی تہ خانے میں رکھا ہوا تھا پھر وہ فرار کیسے ہوگیا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ اب سے دو گھنٹے پہلے میں وہاں تھا۔ وہ تہ خانے میں سو رہا تھا۔ کبھی سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا اس نے اندر ہی اندر کیسی پلاننگ کی ہے۔ ہمیں دھوکا دے رہا ہے اور یہ کہ میرے جاتے ہی وہاں سے فرار ہونے کا راستہ ہموار کرلے گا۔"

"کیا تمہیں اندازہ ہے کہ اس کے فرار ہونے سے کتنا بڑا نقصان پہنچنے والا ہے؟"

"میں جانتا ہوں۔ وہ پھر اپنے امریکی اکابرین سے رابطہ کرے گا اور ان سے شکایت کرے گا کہ ہم نے اس کے ساتھ کیسی کیسی زیادتیاں کی ہیں؟ ہم نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ان سے چھین لیا تھا۔ وہ یہ دھوکا برداشت نہیں کریں گے۔ ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کریں گے۔"

"کیا اس نے تم سے رابطہ کیا ہے؟"

"نہیں۔ اس نے مجھ سے نہ تو فون کے ذریعے رابطہ کیا ہے اور نہ ہی میرے دماغ میں آیا ہے اگر آئے گا تو میں سانس روک کر اسے بھگا دوں گا۔"

ویٹو مارکس اس کی باتیں سن رہا تھا اور اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس نے اپنے اکابرین سے تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد رابطہ ختم کردیا۔ آرمی کے اعلیٰ افسران نے اسے ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا تھا۔ اس نے ویٹو مارکس سے پوچھا "کیا مجھے جانا چاہیے؟"

"ضرور جانا چاہیے۔ تم میرے معمول ہو۔ میرے خلاف کوئی حرکت نہیں کرو گے اور کرو گے تو جان سے جاؤ گے۔"

وہ وہاں سے جانے لگا تو ویٹو مارکس نے کہا "باہر سے دروازہ لاک کرکے جاؤ۔ ہمیں ضرورت ہوگی تو ہم اسے اندر سے کھول لیں گے۔"

وہ باہر سے دروازے کو لاک کرکے چلا گیا۔ کلپنا بہت پریشان تھی۔ اس نے کہا "مجھے اطمینان نہیں ہو رہا ہے' ڈر لگ رہا ہے۔ یہ کم بخت ہیڈ کوارٹر جا کر ہمارے خلاف کچھ کہہ نہ دے۔"

"تم نہیں جانتیں کہ تنویمی عمل کے بعد جو معمول بن جاتے ہیں وہ پھر اپنے عامل کے خلاف کسی سے کچھ نہیں بولتے۔ ان کے دماغ میں ہمارے خلاف کبھی کوئی سازش نہیں ابھرتی۔ تم مطمئن رہو۔"

وہ اس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "اب میں اپنے اکابرین سے رابطہ کر رہا ہوں۔ ان سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔ تم تنہائی محسوس کرو گی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم خیال خوانی کرتے رہو گے، میں تمہاری صورت دیکھتی رہوں گی۔"

"صورت ضرور دیکھو لیکن کچھ کھانے پینے کی بھی فکر کرو۔ اب تمہیں ہی یہاں رہ کر کچھ پکانا ہوگا۔ ہم اس بنگلے سے باہر نہیں جائیں گے۔"

وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ یہ خیال خوانی کے ذریعے امریکن آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے خود ہی اسے مخاطب کیا "ہیلو۔ میں ویٹو مارکس بول رہا ہوں۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کون ویٹو مارکس؟ کیا ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ جو انڈیا میں جا کر گم ہوگیا تھا۔ تم دوسرے تمام اکابرین کو انفارم کرو کہ میں واپس آگیا ہوں۔ ایک اجلاس طلب کرو میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے واپس آکر پھر ڈی جی ارجن چوپڑا کے اندر پہنچ گیا۔ یہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ واقعی وہ اس کا معمول بن چکا ہے اور اسے دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ وہ ہیڈ کوارٹر پہنچنے کے بعد آرمی افسران سے گفتگو کر رہا تھا۔ ویٹو مارکس تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کے اندر رہا۔ یہ اطمینان حاصل کرتا رہا کہ وہ واقعی اس کا معمول بن چکا ہے۔

وہ پھر اس امریکی آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک کانفرنس ہال میں دوسرے اکابرین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ویٹو مارکس نے اس کی زبان سے کہا "اب میں آپ کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ویٹو مارکس اس اعلیٰ افسر کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

سب نے چونک کر اس اعلیٰ افسر کو دیکھا پھر اپنی اپنی نشستوں پر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم ویٹو مارکس ہو؟ اگر ہو تو بتاؤ تم اب تک کہاں تھے؟ تم نے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں بہت مجبور ہوگیا تھا۔ دشمنوں نے مجھے بڑی چالاکی سے گھیر کر اپنا قیدی بنایا پھر مجھ پر تنویمی عمل کرنے کے بعد مجھے اپنا معمول بنالیا۔"

"وہ دشمن کون ہیں؟ جنہوں نے تم پر تنویمی عمل کرکے تمہیں ہم سے دور کردیا تھا؟"

وہ بتانے لگا کہ کس طرح انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈی جی نے اسے ٹریپ کیا تھا۔ اپنا غلام بنایا تھا اور کس طرح اس سے کام لیتا رہا تھا۔ پھر اس نے کس طرح موقع پا کر ان سے نجات حاصل کی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "اب تم رہائی پانے کے بعد کہاں ہو؟ کس حال میں ہو؟ کیا تمہیں اطمینان ہے کہ اب وہ تمہیں ٹریپ نہیں کر پائیں گے؟"

"فی الحال تو میں ایک محفوظ پناہ گاہ میں ہوں لیکن یہاں سے بھی نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"بھارتی حکمرانوں نے ہم سے بہت بڑا فراڈ کیا ہے۔ ہم انہیں ایسا سبق سکھائیں گے کہ وہ قیامت تک یاد رکھیں گے۔ فی الحال ہم تمہارے تحفظ کا انتظام کرنا چاہتے ہیں۔ بولو۔ تم کہاں ہو؟"

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اپنی حفاظت خود کرنا جانتا ہوں۔"

"ایسی نادانی کی باتیں نہ کرو۔ تم وہاں دشمنوں کے ملک میں ہو۔ قدم قدم پر ان کے انٹیلی جنس اور پولیس والے ہیں پھر یہ کہ تم ان کی زبان اور تہذیب جانتے ہو لیکن تمہارا لہجہ امریکی ہے۔ تم باآسانی پکڑے جاؤ گے۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے راستے میں کیسی کیسی دشواریاں پیش آئیں گی؟ لیکن میں اس ملک سے نکلنے کے لیے آپ کی امداد قبول نہیں کروں گا۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم امریکی نہیں ہو؟ تمہیں اپنے ملک و قوم سے محبت نہیں ہے۔"

"مجھے اپنے وطن سے اور اپنی قوم سے محبت ہے۔ اسی لیے میں نے آپ سے رابطہ کیا ہے اور میں اپنی آخری سانسوں تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے وطن کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"جب تمہیں ہم سے اتنی محبت ہے تو ہم پر بھروسا کیوں نہیں کرتے ہو؟"

"مجھے افسوس ہے۔ جب میں اس ملک سے نکل کر آپ کی امداد سے کسی دوسرے ملک میں پہنچوں گا تو وہاں آپ لوگ مجھے حراست میں لے لیں گے پھر وہی کریں گے جو بھارتی سرکار نے میرے ساتھ کیا ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہی مصیبت ہے کہ ہم کسی کے نہیں ہوتے اور نہ ہی کوئی ہمارا سچا دوست ہوسکتا ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے سب ہی کو چپ لگ گئی۔ ویٹو مارکس نے کہا "آپ لوگوں کو میری باتیں بری لگ رہی ہوں گی لیکن میں برا ہونے کے باوجود محب وطن ہوں۔ آپ لوگوں کو صرف یہ خبر دینے آیا ہوں کہ بھارتی سرکار پر کبھی بھروسا نہ کیا جائے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ان کی مدد کی جائے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ آپ حضرات آئندہ مجھے جو بھی ذمے داری دیں گے میں اسے نبھانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس اجلاس میں دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔ ان کے اکابرین نے کہا۔ "اب ہمیں بھارتی حکمرانوں کا محاسبہ کرنا ہوگا اور ان کے خلاف سخت کارروائی کرنا ہوگی۔"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "میں نے آپ لوگوں کو اطلاع دی تھی کہ بھارتی مزید ایٹم بم بنانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ روس سے یورینیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ یورینیم آج رات کی فلائٹ سے بھارت پہنچائی جا رہی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اسے وہاں پہنچنے نہ دو۔ پہنچانے والوں سے چھین لو' یا اسے تباہ کردو۔"

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا "میں نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ بھارت کا ایک سائنس دان ایک اہم مشن پر اسرائیل جا رہا ہے۔ وہ دہلی میں ہے اور شام کی ایک فلائٹ سے جانے والا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے حکم دیا "اس سائنس دان کو اغوا کرو اور اسے کسی خفیہ جگہ لے جا کر اپنا قیدی بنالو۔"

اسی شام بھارتی انٹیلی جنس والوں نے اپنے اکابرین اور آرمی افسران کو اطلاع دی "ہمارا مشہور و معروف سائنس دان کہیں گم ہوگیا ہے۔"

اس کی گمشدگی نے تمام حکمرانوں کو پریشان کردیا۔ پولیس انٹیلی جنس اور آرمی اپنے اپنے ذرائع کے مطابق اسے تلاش کرنے لگی لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے بھارتی اکابرین سے رابطہ کیا پھر کہا "تم لوگ خوامخواہ اس سائنس دان کو تلاش کر رہے ہو۔ وہ تمہیں نہیں ملے گا۔"

انہوں نے پوچھا "کیوں نہیں ملے گا؟ تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ جس طرح ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ویٹو مارکس تمہاری سرزمین سے اچانک غائب ہوگیا تھا۔ اسی طرح تمہارا وہ سائنس دان بھی غائب ہوچکا ہے۔ اس کے بعد بھی تمہیں بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔ انتظار کرو۔"

"تم ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تمہیں کیا نقصان پہنچایا ہے؟"

"ویٹو مارکس نے ہمیں تمہاری کمینگی کے بارے میں سب کچھ بتادیا ہے؟ اب خوامخواہ انجان نہ بنو۔"

"ہم نہیں مانتے کہ ویٹو مارکس نے ہمارے خلاف کوئی شکایت کی ہے۔ اگر کی ہے تو پھر وہ ویٹو مارکس نہیں ہوگا۔ تم سب جانتے ہو کہ فرہاد علی تیمور ہمارا دشمن ہے۔ اس نے ویٹو مارکس بن کر تمہارے کان بھرے ہوں گے۔"

"ہم نادان نہیں ہیں' جو فرہاد کے بہکانے سے بہک جائیں گے۔ کیا تم لوگوں نے ویٹو مارکس کو رازداری سے گرفتار کرکے اسے اپنا معمول نہیں بنایا تھا؟"

"ہم نے ہرگز ایسا نہیں کیا تھا۔ تم خوامخواہ ہم پر شبہ کررہے ہو۔"

"اگر ہم شبہ کررہے ہیں تو تمہارے ملک میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہوگیا؟"

"ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندوستانی ہے۔ پیدائشی طور پر ہندو ہے۔ وہ تمہارا ویٹو مارکس نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر وہ ویٹو مارکس نہیں ہے تو اس سے کہو کہ ہمارے دماغ میں آکر بولے۔ ہم سے باتیں کرے۔"

"تم ہماری باتوں کا یقین نہیں کررہے ہو۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہمارا یہ ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا گونگا ہے۔ بول نہیں سکتا۔"

"تم ایسی مضحکہ خیز باتیں کررہے ہو۔ جسے سن کر ساری دنیا ہنسے گی۔"

"دنیا ہنستی ہے تو ہنسنے دو۔ جو سچ ہے وہ ہم کہہ رہے ہیں۔"

"آج تک نہ کبھی یہ دیکھا گیا' نہ سنا گیا کہ کسی گونگے نے خیال خوانی کی ہو۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو۔ خیال خوانی سیکھنے کے دوران وہ گونگا نہیں تھا۔ سیکھنے کے بعد بھی تقریباً ایک برس بولتا رہا لیکن اچانک ایک حادثے میں وہ قوتِ گویائی سے محروم ہوچکا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' نہ ہی وہ کبھی بولے گا نہ ہی کبھی ہمارے دماغ میں آئے گا اور نہ ہی اپنی آواز سنا کر یہ ثابت کرے گا کہ انڈیا میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا واقعی پیدا ہوچکا ہے۔"

"بے شک۔۔۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندوستانی ہے۔ ہمیں اس پر فخر ہے۔ ہم بڑی رازداری سے اس کا علاج رہے ہیں۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ باقاعدہ علاج کے بعد یہ بولنے لگے گا اور جب ایسا ہوگا تو یہ سب سے پہلے تم لوگ کے دماغ میں آئے گا۔"

آدھی رات کے بعد امریکی اعلیٰ افسر نے ان اکابرین اطلاع دی "تمہارا وہ جہاز جو یورینیم لے کر آرہا تھا۔ وہ ہوچکا ہے۔ آئندہ ہم اسی طرح رفتہ رفتہ تمہارے ا پروگرام کو تباہ کردیں گے۔ تمہارے سائنس دانوں کو ز سلامت نہیں رہنے دیں گے۔"

بھارتی اکابرین پریشان ہوگئے۔ انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم لوگ کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر ہم الزامات لگا رہے ہو اور ہمارے خلاف اتنی سخت کارروائی کررہے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"ثبوت اور گواہ کے طور پر ایک ویٹو مارکس ہی کافی ہے۔ اس کے ساتھ تم لوگوں نے جیسا سلوک کیا ہے اس کے نتیجے میں وہ ہمارے سامنے پیش ہوچکا ہے اور تمہارے خلاف بیان دینے کے لیے عالمی عدالت تک جاسکتا ہے۔"

انڈین آرمی کے افسر نے کہا "دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تمہارے سامنے پیش ہوسکتا ہے نہ عدالت میں جاکر کوئی بیان دے سکتا ہے۔ سب ہی چھپتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ نظروں میں آنے کے بعد انہیں گرفتار کرکے ا معمول بنالیا جاتا ہے۔"

ایک بھارتی حاکم نے کہا "ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ تم ہماری بات پر دھیان دو کہ تمہارے پاس پیش ہونے والا و مارکس نہیں تھا۔ ہمارا ازلی دشمن فرہاد علی تیمور ویٹو مارکس بن کر تمہیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ یہی بات ہم عالمی عدالت میں کہیں گے۔ تو تم ثبوت اور گواہ کے طور پر وی مارکس کو عالمی عدالت میں پیش نہیں کرسکو گے۔"

ان کی یہ بات بڑی حد تک درست تھی کہ دنیا کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کہیں کسی کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ہمیشہ خیال خوانی کے ذریعے ہی رابطہ کرتے ہیں پھر بھارتی حکمران یہ کہہ کر شبہ پیدا کررہے تھے کہ ان سے رابطہ کرنے والا ویٹو مارکس نہیں تھا۔ میں انہیں دھوکا دے رہا ہوں۔

ویٹو مارکس بھی ایسا رویہ اختیار کررہا تھا کہ وہ اس پر شبہ کرسکتے تھے۔ وہ خود کو محب وطن کہہ رہا تھا لیکن اپنے اکابرین کے سامنے پیش نہیں ہورہا تھا۔ امریکی اکابرین یہ دعویٰ نہیں کرسکتے تھے کہ بھارتی حکمرانوں نے ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے پر ظلم کیا ہے اور اسے کہیں غائب کردیا ہے۔ کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر وہ بھارتی حکمرانوں پر اتنا بڑا الزام عائد نہیں کرسکتے تھے۔

ایک امریکی حاکم نے کہا "ٹھیک ہے' ہم تمہارے سائنس دان کو واپس کررہے ہیں اور جب یہ ثابت ہوجائے گا کہ تم نے ویٹو مارکس کو اپنا غلام نہیں بنایا تھا اور ہمیں دھوکا نہیں دیا تھا۔ تو جو یورینیم تمہارا تباہ ہوا ہے۔ ہم اس کی بھی تلافی کریں گے۔"

ایک اور امریکی افسر نے کہا "اگر تم چاہتے ہو کہ پہلے کی طرح ہمارے سفارتی تعلقات مضبوط رہیں اور ہم بہترین دوستوں کی طرح ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے رہیں تو ہماری ایک بات مان لو۔"

ایک بھارتی حاکم نے کہا "ہم تمہارا کھویا ہوا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی بات مان لیں گے۔ بولو۔ کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارے دیس میں جو تمہارا ہندو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اسے ہمارے دماغ میں آکر کوئی ایسا ثبوت پیش کرنے کو کہو جس سے ہمیں یقین ہوجائے کہ واقعی تمہارے پاس اپنا کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

انہوں نے ڈھٹائی سے کہا "ہمارے پاس ہے۔ ابھی اس کا علاج ہورہا ہے۔ جب وہ بولنے کے قابل ہوجائے گا تو ضرور آپ کے دماغوں میں آکر بولے گا اور یہ ثابت کرے گا کہ ہم سچ بول رہے ہیں اور ہم نے ویٹو مارکس کو نہ اغوا کیا ہے اور نہ اسے غلام بنایا ہے اور نہ ہی اسے کہیں غائب کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے' علاج میں مہینے دو مہینے لگیں گے۔ سال دو سال تو نہیں لگیں گے؟ ہم اس کے بولنے کا انتظار کریں گے۔"

تمام اکابرین سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور فکرمندی سے سوچنے لگے کہ امریکا کا اعتماد دوبارہ کس طرح حاصل کیا جائے؟ ویٹو مارکس نے ان کے خلاف شکایت کرکے ان کے لیے بڑے مسائل کھڑے کردیے تھے۔ ان کا سائنس دان انہیں واپس مل رہا تھا لیکن وہ اس سے بھی زیادہ نقصانات اٹھانے والے تھے۔

ایک بھارتی منسٹر نے کہا "ہم نے ان سے جھوٹ بولا ہے' یہ کہہ کر دھوکا دیا ہے کہ ہمارا اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اب اس بات کو سچ ثابت کرنا ہوگا۔ فی الحال تو ہم نے یہ جھوٹ بول کر انہیں ٹال دیا ہے لیکن یہ مصیبت کب تک ٹلتی رہے گی؟"

ایک آرمی افسر نے کہا "اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کا اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ ہم پھر کسی طرح ویٹو مارکس کو ٹریپ کرلیں۔ اسے پورے ہندوستان میں تلاش کریں۔ وہ ابھی ہمارے ملک میں ہے۔ باہر نہیں گیا ہے۔ ابھی وہ ہماری گرفت میں آسکتا ہے۔"

ان کے منسٹر نے تائید کی "بے شک۔۔۔ ویٹو مارکس ابھی دہلی شہر میں ہی ہوگا۔ اس شہر کی ناکہ بندی کرکے اس کے فرار کا راستہ روکا جاسکتا ہے۔"

ویٹو مارکس کی پھر شامت آگئی۔ بھارتی پولیس' انٹیلی جنس اور آرمی والے پوری شدومد سے اسے تلاش کرنے لگے۔

○☆○

انیتا اور فرمان ہری پور کے ایک ہوٹل میں تھے۔ چنڈال جوگیا ایک پولیس افسر اور چند سپاہیوں کے دماغوں میں رہ کر ان کی نگرانی کررہا تھا اور اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کا انتظار کررہا تھا۔

ہنس راج جوگیا کا پہلا جسم مرچکا تھا۔ اس جسم کی موت کے بعد اس کی آتما انٹیلی جنس کے چیف رنجیت ورما کے جسم میں داخل ہوگئی تھی۔ اس لیے اب وہ رنجیت ورما کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا۔ اس وقت ایک کار میں بیٹھ کر ہری پور کی طرف آرہا تھا۔

چنڈال نے اس سے کہا "تو بہت ہی نکما ہے۔ میں نے تجھے کہا تھا کہ جلد سے جلد ہری پور پہنچنا چاہیے لیکن تو اپنے ساتھ لاج ونتی کو لے آیا تھا۔ پہلے اس کی جوانی سے کھیلنا چاہتا تھا پھر میرا کام کرنا چاہتا تھا۔"

"پتا جی! اگر آپ میرا ساتھ دیتے' لاج ونتی کے دماغ میں گھس کر اس کو میرے لیے راضی کرلیتے تو آپ کا کیا بگڑ جاتا؟ میں ذرا موج مستی کرلیتا۔"

"موج مستی کے بچے! اگر میں وقت پر نہ آتا تو وہ دو ریوالور والے تجھے ٹھکانے لگا چکے ہوتے۔"

"مجھے موت سے کیا ڈرنا ہے؟ میں جب بھی مروں گا تو آپ میری آتما کو کسی اور شریر میں پہنچادیا کریں گے۔"

"بکواس مت کر تجھے ابھی رنجیت ورما کا شریر ملا ہے تو انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ بڑے رعب دبدبے میں رہے گا اور تیرے ذریعے میں بہت سے کام نکالتا رہوں گا۔"

"آپ تو اپنے کالے جادو سے بڑے بڑے کام نکال لیتے ہیں۔ میرے انٹیلی جنس کے چیف ہونے یا نہ ہونے سے آپ

کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"
"بہت فرق پڑتا ہے۔ ابھی یہی دیکھ لے' میں انیتا اور انیل شرما کو اپنے کالے عمل سے اپنے بس میں کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ وہ میرے ہاتھوں سے پھسل رہے ہیں۔ اب تو ہی پولیس والا بن کر وہاں جاکر انہیں گرفتار کرسکتا ہے اور اِدھر اُدھر جانے سے روک کر اپنا قیدی بناکر رکھ سکتا ہے۔"

"آپ نے ہوٹل کے کاؤنٹر سے معلوم کیا ہوگا کہ وہ وہاں کتنے گھنٹے یا کتنے دن رہنے والے ہیں؟"

"انہوں نے وقت نہیں بتایا ہے۔ ویسے وہ آج رات تو ضرور اس ہوٹل میں گزاریں گے شاید کل وہاں سے جانا چاہیں گے۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں انہیں گرفتار کرنے کے بعد حوالات میں لے جاؤں یا کسی مکان میں قیدی بنا کر رکھوں...؟"

"تم اسے گرفتار کرنے کے بعد کسی مکان میں لے جاؤ گے۔ وہاں وہ انیتا کے ساتھ رہے گا۔ اگر وہ چند گھنٹے بھی وہاں رہ جائے گا تو میں اس پر کالے عمل کے ذریعے بہت کچھ کرسکوں گا۔ اگر وہ سیدھی طرح راضی نہیں ہوگا تو پھر تم اس پر جبر کرد گے اور اسے حوالات میں لے جاکر بند کردو گے۔ میں کالے عمل کے ذریعے حوالات میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ہری پور جانے کے راستے میں ایک ریسٹ ہاؤس پڑتا تھا۔ وہ گاڑی کو اس طرف موڑ کر ڈرائیونگ کرنے لگا۔

چنڈال نے پوچھا "یہ تو کہاں جارہا ہے؟"

اس نے کہا "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ یہاں ٹھنڈا پانی پیوں گا اور چائے پینے کے بعد آگے بڑھوں گا۔"

جب وہ اس ریسٹ ہاؤس میں پہنچا تو پتا چلا' وہاں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ڈی جی آیا ہوا ہے۔ اس نے ڈائریکٹر جنرل کے سامنے جاکر سیلوٹ کیا پھر پوچھا "سر! آپ اچانک یہاں آئے ہیں۔ مجھے اطلاع دیتے تو میں آپ کو ریسیو کرنے کے لیے پہلے سے یہاں موجود ہوتا۔"

اس نے کہا "میں اپنے تمام علاقوں کا دورہ کررہا ہوں۔ تم سب اپنی اپنی جگہ ڈیوٹی پر ہو۔ میں تم لوگوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بائی دا وے۔ تم ادھر کہاں چلے آئے؟ اور کہاں جارہے ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "سر! وہ بات اصل میں یہ ہے کہ میں... میں ہری پور جارہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "ہری پور کس لیے جارہے ہو؟ وہاں تو تمہاری ڈیوٹی نہیں ہے۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "سر! آپ مجھ سے سینئر ہیں یہ آپ تو جانتے ہیں۔ جہاں ڈیوٹی نہیں ہوتی وہاں بھی اچانک پہنچنا پڑتا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے' میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑنے جارہا ہوں۔"

ڈی جی نے چونک کر پوچھا "کیا...؟ ٹیلی پیتھی جاننے والا؟ کیا ہری پور میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے...؟"

"سر! مجھے بڑے خفیہ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچا ہوا ہے۔ میں بڑی رازداری سے چپ چاپ اسے گھیر لینا چاہتا ہوں۔ تاکہ وہ فرار نہ ہونے پائے۔ جب وہ میری گرفت میں آجائے گا تو پھر وہ مجھ پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حملہ نہیں کرسکے گا۔ میں اس کو خیال خوانی کے قابل ہی نہیں چھوڑوں گا۔"

"کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گرفتار کرنا آسان کام نہیں ہوتا۔ اگر تم اس کی لاعلمی میں ایسا کرنا چاہتے ہو تو اتنا بڑا گیم میرے بغیر کیوں کھیل رہے ہو؟ اگر کامیابی ہوگی تو اس کامیابی میں سب سے پہلے میرا نام آنا چاہیے۔"

چنڈال جوگیا نے سوچ کے ذریعے کہا "گدھے کے بچے! تونے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا ذکر اس کے سامنے کیوں کیا؟ اب تو یہ تیرے ساتھ رہے گا اور اس انیل کو گرفتار کرنے کے بعد اپنی کسٹڈی میں رکھے گا تو میری ساری پلاننگ چوپٹ کررہا ہے۔"

وہ اپنے سینئر افسر ڈی جی سے بولا "ضرور سر! ضرور آپ کا نام پہلے آئے گا۔ آپ اسے گرفتار کریں گے۔"

پھر وہ سوچ کے ذریعے اپنے باپ سے بولا "آج کل ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا زور ہے۔ ہماری پولیس اور انٹیلی جنس والے فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ اگر میں اتنی بڑی بات اپنے اس افسر سے نہ کہتا تو وہ میرے ہری پور جانے پر اعتراض کرتا۔ مجھے یہیں سے واپس جانے کا حکم دیتا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں اس افسر کو ہری پور جانے نہیں دوں گا۔ ورنہ یہ میرا کام بگاڑ دے گا۔"

"پتا جی! اسے میرے راستے سے ہٹا دینا بہت آسان ہے۔ یہ ابھی بیٹھا پی رہا ہے۔ آپ اس کے اندر گھس کر اسے اتنی پلا دیں کہ یہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ مدہوش ہوکر یہاں سے اٹھنا ہی بھول جائے۔"

ڈی جی نے اس سے کہا "مسٹر رنجیت درما! ہم

سامنے بیٹھو اور میری بات توجہ سے سنو۔"

وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "میں کل رات راج دھانی میں تھا۔ مجھے اندر کی بات معلوم ہوئی ہے کہ امریکا ہمارے خلاف ہورہا ہے۔ اگر اس کا ایک مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو وہ سپر پاور ہم سے ناراض ہوجائے گا اور ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچائے گا۔"

"سر! اس کا مطالبہ کیا ہے؟"

ہمارے بھارتی حکمرانوں نے امریکی اکابرین سے جھوٹ کہا تھا اور دھوکا دیا تھا کہ ہمارا ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے لیے کام کرتا ہے اور ہم نے ان کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہ قیدی بنایا ہے' نہ غلام بنایا ہے۔ اب ہمیں اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پیش کرنا ہوگا۔ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ واقعی ہمارے دیس میں بھی ایک ہندو خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "یہ تو ناممکن سی بات ہے۔ ہم طرح طرح کے انسان پیدا کرسکتے ہیں لیکن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پیدا نہیں کرسکتے۔"

"بھگوان چاہے تو ناممکن کو ممکن بنادے۔ اب یہی دیکھو کہ ہم سب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سلسلے میں پریشان ہیں اور تم ایسے ہی ایک شخص کو گرفتار کرنے جارہے ہو۔ اگر وہ ہماری گرفت آئے گا تو ہم اسے اپنا غلام بناکر ایک ہندو خیال خوانی کرنے والے کی حیثیت سے پیش کرسکیں گے۔"

وہ باتیں کررہا تھا اور پیتا جارہا تھا۔ اس بات کا حساب نہیں تھا کہ کتنے پیگ پی رہا ہے؟ چنڈال اس کے اندر تھا اور اسے بے اختیار پینے پر مجبور کرتا جارہا تھا۔ اس دوران میں وہ باپ بیٹے باتیں کرتے جارہے تھے۔ باپ نے کہا "میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے انیل کو تمہارے اس افسر کے ہاتھ نہیں لگنے دوں گا۔ اسے اپنا معمول بناکر اس کی ٹیلی پیتھی سے خود فائدہ اٹھاؤں گا۔"

بیٹے نے کہا "پتا جی! اگر آپ چاہیں تو بھارت سرکار کے اور اپنے دیس کے کام آسکتے ہیں۔ آپ ہندو ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟ کیا میں بھارت سرکار کی غلامی کروں؟"

"اس میں غلامی کرنے کی کیا بات ہے؟ آپ تو ان کے سروں پر حکومت کرسکتے ہیں۔ آپ تمام حکمرانوں کے دماغوں

میں گھس کر رہیں گے' ان کی سازشوں کو سمجھتے رہیں گے۔ کوئی تم سے کسی بھی طرح کی مکاری نہیں کر سکے گا۔"

"تیری بات دل کو لگ رہی ہے۔ تو زندگی میں پہلی بار عقل مندی کی باتیں کر رہا ہے۔ میرے کو ذرا سوچنے دے کہ ایسا کروں گا تو کیا اچھا ہوگا؟ اور کیا برا ہوگا؟ ایسا نہ ہو کہ میں ان سرکاری لوگوں میں جا کر پھنس جاؤں۔"

"ٹھیک ہے۔ اچھی طرح سوچ لیں لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کسی طرح نہیں پھنسیں گے وہ تمہیں پھانسنے والے ہی پھنس جائیں گے۔ بھلا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی جیت سکتا ہے؟ آپ تو ان کے اندر کی ساری سازشیں معلوم کرتے رہیں گے تو پھر خطرہ کس بات کا ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے بولا "سچ تو یہ ہے کہ میں صرف چھوٹے لوگوں پر ہی نہیں بڑے لوگوں پر بھی حکومت کرنا چاہتا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے' پورے ہندوستان کا بادشاہ بن جاؤں۔"

"پتا جی! ہندوستان کیا چیز ہے؟ آپ ساری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں۔ سپر پاور امریکا کو اپنے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ بس ذرا عقل کی ضرورت ہے۔"

چنڈال جوگیا جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنے لگا۔ صرف ہندوستان پر ہی نہیں' پورے امریکا پر بھی حکومت کرنے لگا۔ بڑے بڑے حکمرانوں کے دماغوں میں گھس کر اپنے احکامات کی تعمیل کرانے لگا۔ حکومت کرنے کا نشہ دنیا کا سب سے بدترین نشہ کہلاتا ہے۔ یہ جس کے سر پر سوار ہو جاتا ہے وہ یا تو حکومت کرتا ہے یا پھر حکومت کرنے کے خواب دیکھتے دیکھتے مر جاتا ہے۔

اس نے بیٹے سے کہا "ٹھیک ہے' میں بھارت سرکار سے بات کروں گا اور ان کو بتاؤں گا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور ان کے بہت کام آسکتا ہوں مگر ایک بات ہے۔"

"کیا بات ہے۔۔؟"

"میں انیل شرما کو اپنا معمول بنا کر رکھوں گا۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے خود فائدہ اٹھاؤں گا۔ اسے اپنا معمول نہیں بناؤں گا تو وہ میری بیٹی کا غلام بن کر نہیں رہے گا۔ اس کی کزن پھر اسے چھین کر لے جائے گی۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ انیل کو تو آپ اپنے ہی بس میں رکھیں۔ اس طرح وہ ہماری انیتا سے وفاداری کرتا رہے گا۔"

اس کا افسر ڈی جی اچھی طرح پی لینے کے بعد مدہوش ہو گیا تھا۔ اس نے سپاہیوں کو بلا کر کہا "یہ میرے ساتھ ہری پور جانے والے تھے مگر اب اس قابل نہیں رہے ہیں۔ تم لوگ ان کا خیال رکھو۔ میں ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

وہ اس ریسٹ ہاؤس سے نکل کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے ہری پور کی طرف جانے لگا۔ چنڈال جوگیا نے کہا "اب میں اپنے بھارتی حکمرانوں سے رابطہ کرنے جا رہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا کہ کس حکمران سے پہلے رابطہ کرے اور کون سب سے زیادہ ضروری ہے؟ اب سے پہلے اس نے کبھی کسی سیاست دان سے یا کسی حکمران سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اسے کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ اسے کسی کا لب و لہجہ بھی یاد نہیں تھا۔

اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تامل ناڈو کے ایک منسٹر کی تصویر نکالی۔ اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس نے اس منسٹر کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ دہلی کے ایک اعلیٰ حاکم سے فون پر رابطہ کرے۔

اس نے چنڈال کی مرضی کے مطابق رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس حاکم کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو۔ میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

اس نے چونک کر ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو۔۔؟"

"میں ایک ہندوستانی ہوں اور یہ تم سُن ہی رہے ہو کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اس لیے تمہارے اندر موجود ہوں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم سچ مچ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہی دعویٰ کرتا ہوں کہ میں پیدائشی ہندوستانی ہوں۔ میرے آباؤ اجداد یہیں پیدا ہوئے مگر میں کوئی اونچی ذات کا برہمن نہیں ہوں۔ ایک چنڈال ہوں۔ میں چھوٹی ذات کا ہوں لیکن کام بڑے بڑے کرتا ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بولا "تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم ایک ہندوستانی بن کر میرے اندر آئے ہو۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ہم کو ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہمیں نہ ملا تو امریکا جیسی سپر پاور ہم سے ناراض ہو جائے گی۔"

"ہاں۔ یہ تو مجھے معلوم ہوا ہے۔ اسی لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں لیکن میں سر سے پاؤں تک جنم جنم کا ہندوستانی ہوں۔ تم میری ہندی بھاشا سے بھی مجھے سمجھ سکتے ہو۔"

"فرہاد اور اس کے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے اچھی طرح ہندی بول لیتے ہیں۔ کیا تم ان میں سے نہیں ہو سکتے؟"

"میں نے فرہاد کا بہت نام سنا ہے لیکن کبھی اس سے سامنا نہیں ہوا۔ کبھی اس سے بات تک نہیں ہوئی۔ تم اپنے حکمرانوں کو بلاؤ' ان کے ساتھ میٹنگ کرو' میرے دوسرے سے ان کی بات کراؤ۔ دیکھو' وہ لوگ میرے کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کریں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ میرے باپ کا کچھ نہیں جائے گا' بگڑے گا تو تمہارا ہی۔ میں جانتا ہوں کہ تمہیں ایک اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے اور تمہاری یہ ضرورت میں ہی پوری کر سکتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے کئی منسٹر اور آرمی کے اعلیٰ افسران کو مخاطب کیا "ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا خود کو ہندوستانی کہہ رہا ہے اور خالص ہندی بول رہا ہے۔ لہٰذا آپ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ تاکہ اس سے باتیں کی جاسکیں۔"

ایک گھنٹے کے اندر تمام بھارتی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران ایک کانفرنس روم میں جمع ہو گئے۔ چنڈال جوگیا ایک باڈی گارڈ کی آواز سن کر اس کے اندر آگیا پھر اس کی زبان سے بولا "میں اس باڈی گارڈ کے اندر ہوں اور اس کی زبان سے تم سب کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

وہ اپنا نام اور اتا پتا بتاتے ہوئے اپنا تعارف کرانے لگا۔ اس نے کہا "میں کالے جادو میں بڑی مہارت رکھتا ہوں اور مدراس صوبے میں بہت مشہور ہوں۔ بچہ بچہ مجھے جانتا ہے۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "تم نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں نے بڑے دھیان گیان کے بعد یہ علم حاصل کیا ہے۔ میں برسوں تک دن رات محنت کرتا رہا۔ خیال خوانی سیکھنے کے لیے اپنے کالے منتروں کا بھی سہارا لیتا رہا۔ آخر مجھے کامیابی ہوگئی۔ میں پچھلے ایک برس سے کسی کے بھی دماغ میں جاتا ہوں تو کامیابی سے اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگتا ہوں پھر اسے جیسے نچاتا ہوں' وہ ویسے ہی ناچنے لگتا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "جب تم ایک برس سے ٹیلی پیتھی جانتے ہو تو اب تک کہاں چھپے ہوئے تھے؟ تم نے کبھی اپنی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کیا کبھی ملک سے باہر گئے ہو؟ کبھی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تم نے مقابلہ کیا ہے؟"

"میں نے کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بات تک نہیں کی ہے۔ فرہاد علی تیمور کا بہت نام سنا ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ اس کے کتنے ہی رشتے دار ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور اتنا معلوم ہے کہ امریکا میں بھی کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا تم اپنے دیس کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"میرے کو سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں جادو ٹونے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے مال کماتا ہوں اور بہت خوش رہتا ہوں۔"

"تم اپنے دیس کے تمام حالات سے واقف نہیں ہو۔ تمہیں ساری دنیا کے معاملات سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہو۔ تمہاری باتوں سے اور لہجے سے پتا چلتا ہے کہ زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں ہو۔"

"میں نے دس جماعتیں پڑھی ہیں۔ انگریزی اچھی طرح پڑھ لیتا ہوں۔ لکھ لیتا ہوں' سمجھ لیتا ہوں' لیکن بولتے وقت

اٹک اٹک کر بولتا ہوں۔"

"ہمیں یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ہمارے دیس کا رہنے والا اور ہمارے دھرم والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن سچ بات یہ ہے کہ ابھی تک ہمیں یقین نہیں آ رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے فرہاد علی تیمور ہمارے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے اور اپنے کسی آلہ کار کو ٹیلی پیتھی جاننے والا بنا کر پیش کر رہا تھا۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ فرہاد علی تیمور سے میری کوئی جان پہچان نہیں ہے۔ تم یقین کر سکتے ہو تو کرو پھر یہ کہ جب مجھ پر یقین کرو گے اور جب میں تمہارے سامنے آؤں گا' تمہارے ساتھ رہوں گا' تمہارے ساتھ کام کروں گا تو تم خود آنکھوں سے دیکھو گے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا نہیں۔"

یہ سن کر سب ہی خوش ہو گئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اگر تم ہمارے پاس آؤ گے' ہمارے ساتھ رہو گے اور ہماری آنکھوں کے سامنے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے دیس اور اپنی جنتا کی سیوا کرو گے تو ہمیں پوری طرح یقین آ جائے گا اور ہم تمہیں سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھیں گے۔"

وہ بولا "مدراس شہر سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا شہر رستم پلی ہے۔ میں وہاں رہتا ہوں۔ صبح آؤ گے تو مجھ سے ملاقات ہو گی۔ تم چاہو تو ابھی وہاں جا کر میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ سب ہی مجھے بہت بڑے اور خطرناک جادوگر کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں خیال خوانی بھی کرتا ہوں۔ صبح تم میرے کو دلی کی راج دھانی لے کر چلو گے تو میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

وہ سب خوش ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے دل کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ دراصل یہی چاہتے تھے کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے زیر سایہ' ان کے سامنے رہا کرے۔ تاکہ اس پر اعتماد رہے۔ ان میں سے ایک نے کہا "چنڈال جوگیا! تم ہمارے دل کی باتیں کر رہے ہو۔ ہم تمہیں کتنا مان مرتبہ دیں گے اور کس طرح سر آنکھوں پر بٹھائیں گے؟ یہ تم آئندہ دیکھو گے۔ ہم ابھی تمہاری رہائش کے لیے ایک محل نما بنگلے کا انتظام کر رہے ہیں۔ وہاں تمہاری خدمت کے لیے داس اور داسیاں ہوں گی اور مسلح باڈی گارڈز ہوں گے کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہزاروں لاکھوں دشمن ہوتے ہیں۔ اس لیے تم ہمیشہ سخت سیکیورٹی میں رہو گے۔"

"تم میری عزت کرو گے' میرا مان بڑھاؤ گے تو میں بھی تم لوگوں کی ہمیشہ عزت کروں گا اور تمہارے کام آتا رہوں گا۔ ابھی میں کام سے جا رہا ہوں۔ اب صبح رستم پلی میں ملاقات ہو گی۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا لیکن وہاں سے نہیں گیا۔ باڈی گارڈ کے اندر رہ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ آپس میں بول رہے تھے "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے دیس کا ہمارے ہی دھرم والا ایک شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ امریکی اکابرین کو یقین ہو جائے گا کہ ہم سچ کہہ رہے تھے۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا اب گونگا نہیں رہا ہے۔ ان کے دماغوں میں آ کر بولنے لگا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "ہم اس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پر کس حد تک اعتماد کر سکتے ہیں؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنا ہو گا۔ آپ سب سے میری ایک درخواست ہے کہ اسے بھگوان کی طرف سے بھیجی ہوئی غائبانہ مدد سمجھیں۔ اس پر کسی طرح کا شک و شبہ نہ کریں۔ ہم نہ کبھی اس پر کسی تنویمی عمل کرائیں گے اور نہ ہی اسے اپنا غلام بنانا چاہیں گے۔ یہ ہمارے ساتھ محبت' دوستی اور دیس بھگتی کے جذبے سے کام کرتا رہے گا۔ تو ہم اس کے آگے جھکتے رہیں گے۔ اس کی ہر بات مانتے رہیں گے۔"

چنڈال جوگیا بڑی دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا اور یقین کرتا رہا کہ وہ لوگ کبھی اسے دھوکا نہیں دیں گے اور اسے اپنا بنا کر اپنے ساتھ رکھیں گے۔ وہ مطمئن ہو کر اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کے پاس ہری پور پہنچ گیا تھا۔

اس نے کہا "بیٹے بھارتی حکمرانوں سے میری بات ہو چکی ہے۔ وہ سب بہت خوش ہیں۔ مجھے لینے کے لیے رستم پلی آئیں گے اور میں ان کے ساتھ راج دھانی چلا جاؤں گا۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ اب بھارت کے تمام حکمران اور آرمی والے آپ کو اپنے سے زیادہ اونچا مرتبہ دیں گے اور آپ حکمران نہ ہوتے ہوئے بھی ان سے اپنا حکم منواتے رہیں گے۔"

"اب سب سے ضروری کام یہ رہ گیا ہے کہ فرمان کو اپنے قابو میں کرنا ہے۔ تم وہاں پہنچ ہی گئے ہو۔ بولو۔ اب کیا کرنا ہے؟"

"میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ اب آپ آ گئے ہیں تو میں انیل شرما اور انیتا کے کمرے جا رہا ہوں۔ میں نے یہاں کے انسپکٹر اور سپاہیوں کو اچھی طرح تاکید کی ہے کہ انیل کے سامنے سب گونگے بنے رہیں۔ اپنی زبان سے ایک لفظ بھی

نہیں تو وہ ان کے دماغوں میں آ کر ان کا ستیاناس بولیں۔ کر دے گا۔"

ٹھیک ہے' تم جاؤ پھر میں تمہیں وہاں جیسا کہوں تم ویسا ہی کرنا۔"

وہ پولیس انسپکٹر اور چند سپاہیوں کے ساتھ اس کمرے کے دروازے پر آیا پھر وہاں دستک دی۔ اندر سے فرمان کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

ہنس راج جوگیا نے کہا "میں انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

فرمان نے انیتا کی طرف تعجب سے دیکھا پھر کہا "انٹیلی جنس والوں کو ہم سے کیا کام ہو سکتا ہے۔"

پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' ہنس راج جوگیا کے اندر آنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ فرمان نے دماغی طور پر حاضر ہو کر انیتا سے کہا "باہر کچھ گڑبڑ ہے۔ جو شخص آیا ہے۔ وہ سانس روک سکتا ہے یا انٹیلی جنس کا وہ افسر یوگا کا ماہر ہے یا ہمارا کوئی دشمن ہے؟"

انیتا کی دماغی توانائی ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھی۔ چنڈال جوگیا اس کے اندر پہنچا ہوا تھا اور فرمان کی باتیں سن رہا تھا۔ انیتا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "وہ قانون کا محافظ ہے۔ انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ صحت مند ہو گا۔ یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔ تمہیں شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ دروازہ کھولو۔ ورنہ وہ ہم پر شبہ کریں گے اور طرح طرح کے الزامات عائد کریں گے۔ کیونکہ ہم شادی شدہ نہیں ہیں۔"

فرمان مجبور تھا' اسے دروازہ کھولنا ہی تھا۔ انکار نہیں کر سکتا تھا اور اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا کہ وہ انیتا کو لے کر دھمکیاں دیتا ہوا وہاں سے فرار ہو سکتا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو باہر ہنس راج جوگیا کے ساتھ پولیس انسپکٹر اور چار سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دروازہ کھلتے ہی اندر داخل ہو گئے۔

فرمان نے پوچھا "کیا بات ہے؟ آپ کیوں آئے ہیں؟ کوئی وجہ تو بتائیں۔ ہماری اجازت کے بغیر کمرے میں کیوں گھس آئے ہیں؟"

ہنس راج جوگیا نے کہا "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اس لڑکی کو کہیں سے بھگا کر لائے ہو۔ اس لیے ہم انکوائری کرنے آئے ہیں۔"

"آپ کو غلط اطلاع ملی ہے۔ میں اسے بھگا کر نہیں لایا ہوں۔ یہ میری بیوی ہے۔"

"کیا تمہارے پاس ثبوت ہے؟ یہ تمہاری بیوی ہے؟ کیا اس کے شناختی کارڈ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ تمہاری مسز ہے؟"

انیتا نے کہا "میں اپنا شناختی کارڈ گھر میں بھول آئی ہوں۔"

وہ بولا "کوئی بات نہیں۔ ہم تمہارے گھر جا کر صرف شناختی کارڈ ہی نہیں میرج سرٹیفکیٹ بھی دیکھیں گے۔"

فرمان نے پوچھا "آپ کیوں خواہ مخواہ ہم پر شبہ کر رہے ہیں؟ ہم نے آپ کو یا کسی اور کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ یہاں ایک رات رہنے کے لیے آئے ہیں۔ صبح چلے جائیں گے۔"

"ہم جانے دیں گے تب جاؤ گے۔ ابھی تو ہم تمہیں یہاں سے کھینچتے ہوئے لے جائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک فرمان نے انسپکٹر کو کھینچ کر اس کی گردن دبوچ لی پھر اس کے ہولسٹر میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا لیکن اسے نکالنے میں دیر ہوئی۔ ایک سپاہی نے رائفل کے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ بڑی زوردار ضرب لگائی تھی۔ اس کا سر چکرا گیا۔ ہنس راج نے اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے ٹکرا کر گر پڑا۔ سر چکرانے کے باعث اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اٹھ کر مقابلہ کرتا پھر بھی وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنی تمام توانائیوں کو یکجا کر کے اٹھنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت چنڈال جوگیا اس کے اندر پہنچ گیا۔

پھر اس نے ہنستے ہوئے فرمان کو مخاطب کیا "تم نے مجھے بہت دوڑایا ہے۔ آخر میری مٹھی میں آ ہی گئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک ہلکا سا زلزلہ اس کے دماغ میں

پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگا۔ انیتا آکر اس سے لپٹ گئی، پوچھنے لگی "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

پھر وہ اپنے باپ کو آواز دینے لگی "پتا جی! آپ کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ جلدی آئیں۔ دیکھیں میرے انیل کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اسے بچائیں۔ نہیں تو میں اپنی جان دے دوں گی۔"

چنڈال جوگیا خاموش رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی موجودگی ظاہر کرے۔ بیٹی کو اس کی موجودگی کا علم ہوگا تو وہ اس سے مدد مانگے گی۔

ہنس راج جوگیا نے انسپکٹر اور سپاہیوں سے کہا "تم سب نیچے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ چنڈال جوگیا نے بیٹے کے پاس آکر کہا "انیتا مجھے مدد کے لیے پکار رہی ہے لیکن میں ابھی خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔ یہ ہمارے معاملات کو نہ سمجھ رہی ہے، اور نہ سمجھے گی کہ ہم بھارت سرکار کے سائے میں رہ کر کتنا اونچا کھیل کھیلنے والے ہیں اور دنیا کے سب سے دولت مند سیٹھ بننے والے ہیں۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "آپ بیٹی کی چنتا نہ کریں۔ یہ میری بھی بہن ہے۔ ہم اس سے دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔ جب یہ انیل پوری طرح آپ کے قابو میں آجائے گا، آپ کا غلام بن جائے گا تو اس میں انیتا ہی کا فائدہ ہے وہ ہمیشہ اس کا فرماں بردار بن کر رہے گا۔"

"تم ایسا کرو کہ ریوالور نکال کر انیل کا نشانہ لو۔ ٹریگر دباؤ۔ فائر کی آواز ہونی چاہیے لیکن اسے گولی نہیں مارنی ہے۔ اسے زندہ رکھنا ہے۔"

"تو پھر فائر کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"فائدہ میں جانتا ہوں۔ میں انیتا کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھوں گا اور اسے یہ تاثر دوں گا کہ اسے گولی مار دی گئی ہے۔ اب یہ مر چکا ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے اپنا ریوالور لے کر اس کا نشانہ لیا۔ انیتا نے دوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے بہن کو ایک طرف جھٹک کر دھکا دیا پھر فرمان کا نشانہ لے کر ٹریگر دبایا۔ اسے گولی نہیں ماری لیکن انیتا کو ایسا لگا، جیسے اسے گولی مار دی گئی ہو۔ چنڈال جوگیا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ وہ اپنے باپ کی مرضی کے مطابق یہی سمجھ رہی تھی کہ اس کے انیل کو گولی مار دی گئی ہے۔ وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی۔ چکرا کر فرش پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

چنڈال جوگیا نے بیٹے سے کہا "اب اپنی بہن کو... اسے طبی امداد پہنچاؤ پھر انیل کو اپنی کار میں ڈال کر... میں بتاؤں گا کہ اسے کہاں چھپا کر رکھنا ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا انیتا کو یہ کہا جائے گا کہ انیل شرما... ایک بار مر چکا ہے؟ اور اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"ہاں۔ فی الحال اسے یہی کہا جائے گا۔ میں اسے... دلاؤں گا کہ اب وہ تیسرا جنم لے کر اس کے پاس آ... ہے۔ جب فرمان پوری طرح میرے قابو میں آجائے گا تو... اسے پھر انیل شرما بنا کر بیٹی کے سامنے پیش کر دوں گا اور... یہی سمجھاؤں گا کہ یہ اس کا تیسرا جنم ہے۔"

ان کے عقیدے کے مطابق انیل شرما تیسری بار جنم لینے والا تھا۔ وہ اپنی بیٹی اور بہن کے ساتھ خوب تماشے کر رہے تھے۔

○☆○

پارس اور پورس چلی شہر میں تھے۔ بڑی مدت کے بعد اپنی مما سونیا سے ملنے آئے تھے لیکن وہاں اچانک ہی حالات بدل گئے تھے۔ سونیا کو اس ہوٹل سے نکل کر کسی دوسری پناہ گاہ میں جانا پڑا۔ جس کے باعث وہ اپنی ماں سے نہ مل سکے۔

پارس نے اب تک پورس کے بیٹے عدنان کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بارے میں بہت کچھ سنتا آرہا تھا۔ اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں سن سن کر تجسس پیدا ہو رہا تھا کہ اپنے اس بھتیجے سے ضرور ملاقات کرے گا لیکن وہ اپنی دادی سے پہلے ہی کہیں گم ہو گیا تھا۔

ویسے تو وہ اپنی پیدائش کے بعد ہی گم ہو گیا تھا اور ایک یہودی بنجامن اور اس کی بیوی کے پاس چلا گیا تھا۔ سونیا نے اسے دشمنوں سے بچانے کے لیے اپنوں سے جدا کر دیا تھا۔ وہ جدائی اب تک برقرار تھی۔ وہ کبھی مل رہا تھا، کبھی بچھڑ رہا تھا۔

میں نے پارس اور پورس سے کہا تھا کہ وہ اپنی مما سے بعد میں ملاقات کریں۔ پہلے اس شہر میں ہر جگہ عدنان کو تلاش کریں۔ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہا ہوگا؟ اور کس حال میں ہوگا؟

ویسے اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ وہ بھٹکنے کے لیے جہاں بھی تنہا جاتا تھا۔ وہاں خود تو خیریت سے رہتا تھا لیکن دوسروں کی خیر و عافیت کھٹائی میں پڑ جاتی تھی۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہے گا تو نہ جانے کتنے لوگ اس کی وجہ سے دو ر... بھاگتے رہیں گے۔

⊕

پارس اور پورس نے طے کیا کہ الگ الگ سمتوں میں ... تلاش کریں گے۔ لہٰذا پورس اپنے بیٹے کو شہر ... جا کر عدنان کو تلاش ... کے اندرونی علاقوں میں ڈھونڈنے لگا۔ پارس ساحلی علاقے میں چلا آیا۔ ساحل پر دور دور تک بڑی رونق لگی ہوئی تھی۔ چھوٹی بچیاں جوان لڑکیاں اور بوڑھی عورتیں سبھی مختصر سے لباس میں سمندر کی لہروں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ ان کے ساتھ رہنے والے مرد اپنی عورتوں سے زیادہ دوسروں کی عورتوں کو دیکھ رہے تھے۔ بوڑھے ملٹی کلر چھتریوں کے نیچے آرام سے لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے کچھ کھا رہے تھے کچھ پی رہے تھے اور اپنی گزری ہوئی جوانی کا نظارہ آج کی تازہ جوانیوں میں ڈوب کر کر رہے تھے۔

وہاں تین چار برس کے بچے بھی تھے۔ پارس انہیں توجہ سے دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے عدنان کی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن اس نے اس کا حلیہ اور اس کے چہرے کے نقوش اچھی طرح معلوم کیے ہوئے تھے اور اسی کے مطابق وہ وہاں نظر آنے والے بچوں کو توجہ سے دیکھتا جا رہا تھا۔ ایک جگہ ایک جوان عورت ایک ملٹی کلر چھتری کے نیچے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک بچہ کھیل رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ رک گیا۔ جو حلیہ اسے معلوم تھا۔ وہ بچہ اس حلیے سے مطابقت رکھتا تھا۔ اس نے قریب آکر کہا "ہیلو سنی! تم تنہا کھیل رہے ہو۔ کسی بچے کے ساتھ کیوں نہیں کھیل رہے؟ یا میرے ساتھ کھیلو گے؟"

اس نے اور پورس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے عبداللہ سے کہہ دیا تھا کہ جب تک وہ عدنان کو تلاش کر رہے ہیں تب تک وہ ان دونوں کے دماغ میں آتا جاتا رہے تاکہ جونہی کوئی بچہ انہیں نظر آئے تو وہ اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکے کہ وہ اپنا ہے کہ نہیں۔

اس بچے نے جواب دیا "میں کسی دوسرے بچے کے ساتھ نہیں کھیلتا۔ میری ممی مجھے منع کرتی ہیں۔"

اس نے چھتری کے سائے تلے جوان عورت کی طرف دیکھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور پارس کو دیکھ کر پوچھ رہی تھی، "تم میرے بیٹے سے کیا باتیں کر رہے ہو؟"

پارس نے جواب دیا "تمہارا بیٹا بہت خوب صورت ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا چلا آیا۔ اس لیے میں اس سے باتیں کر رہا ہوں۔"

"تعجب ہے بچے کو دیکھ کر کشش پیدا ہو گئی کیا مجھ میں کوئی کشش نہیں ہے؟"

پارس نے اسے چونک کر دیکھا پھر جھجکتے ہوئے کہا "وہ دراصل بات یہ ہے کہ میں بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا آیا تھا۔ یقین کریں یہ بالکل چاند کا ٹکڑا نظر آتا ہے۔"

وہ تنک کر بولی "اگر وہ چاند کا ٹکڑا ہے تو میں چاند ہوں آخر وہ میرا ہی حصہ ہے۔ تعجب ہے کہ کوئی میری طرف کھنچا کیوں نہیں آتا ہے؟"

اگر اس میں کچھ ہوتا تو پارس واقعی اس کی طرف کھنچا چلا جاتا لیکن وہ صرف جسمانی طور پر جوان اور پرکشش اس لیے دکھائی دے رہی تھی کہ بہت ہی مختصر سے کپڑوں میں تھی۔ ورنہ اس کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کہاں آکر پھنس گیا ہے؟ عبداللہ اس کے دماغ میں نہیں آرہا تھا ورنہ وہ اس سے کہتا کہ فوراً بچے کی حقیقت معلوم کرے۔

ویسے عورت کے رویے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ اسی کا بیٹا ہے۔ جبکہ ماں بیٹے میں بڑا فرق تھا۔ یقیناً اس کا باپ خوب صورت ہوگا۔ اس نے اس عورت سے پوچھا "اس کا باپ کہاں ہے؟"

وہ اسے غصے سے گھورتے ہوئے بولی "تمہیں اس کے باپ سے کیا لینا ہے؟ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ مجھ سے باتیں کرو؟"

"تم بڑے جارحانہ انداز میں گفتگو کر رہی ہو۔ اب مجھے کہنا ہی ہوگا کہ میں تمہیں اور تمہارے بیٹے کو دیکھ کر اس تجسس میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ تم نے اسے کیسے جنم دیا؟ میں اس کے باپ کو دیکھنا چاہتا ہوں وہ یقیناً خوب صورت ہوگا۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور پھر کر بولی "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ اس کے باپ کو خوب صورت اور مجھے بد صورت کہہ رہے ہو۔ وہ کمینہ جب تک مجھ سے کھیلتا رہا میری تعریفیں کرتا رہا۔ زمین، آسمان کے قلابے ملاتا رہا کہ مجھ جیسی کوئی اور حسینہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں اس کے فریب میں آگئی اور اس بچے کو جنم دے دیا۔ اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔"

اس کی باتوں کے درمیان عبداللہ نے پارس کے اندر آکر کہا "سوری سر! مجھے دیر ہو گئی۔ میں ابھی اس بچے اور ماں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

پارس نے اس عورت سے کہا "مجھے تم سے ہمدردی ہے کہ تم کسی کمینے کی اولاد پیدا کر کے پچھتا رہی ہو اور مجھ جیسے نوجوان پر جھنجلا رہی ہو۔ ویسے تمہیں اس بات پر فخر کرنا چاہیے کہ تم نے ایک خوب صورت بچے کو جنم دیا ہے۔ کیچڑ میں ہی کنول کھلتے ہیں۔ تم نے بھی کنول کھلایا ہے۔"

عبداللہ نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "سر! یہ ہمارے عدنان بابا نہیں ہیں۔ اس عورت نے واقعی اس بچے کو جنم دیا ہے۔"

پارس وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ وہ عورت تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر اس کا بازو تھام کر بولی "تم شاید ناراض ہوگئے ہو' میں کیا کروں؟ میرا مزاج ہی ایسا ہے۔ مجھے مسکرا کر باتیں کرنی چاہئیں۔ دراصل تم نے مجھے نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو' میں سر سے پاؤں تک کیسی لگ رہی ہوں؟ کیسی بھرپور ہوں؟ میں یقین سے کہتی ہوں کہ تمہارے لیے بھی ایک بہت خوب صورت سے بچے کو جنم دوں گی۔"

وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولا "ہمارا ایک بچہ پہلے ہی دربدر ہے۔ ہم اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں اور تم دوسرے بچے کی تیاری کرنا چاہتی ہو؟ خدا کے لیے معاف کرو' کسی دوسرے کو ڈھونڈ لو۔"

وہ بھاگنے کے انداز میں وہاں سے تیزی سے روانہ ہوگیا۔ اس عورت کے بڑبڑانے اور گالیاں دینے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پارس نے دور جاتے ہوئے پلٹ کر کہا "مجھے تمہاری گالیاں منظور ہیں مگر تمہاری منصوبہ بندی منظور نہیں ہے۔ اللہ کرے تمہیں محکمہ منصوبہ بندی والے پکڑ کر لے جائیں۔"

وہ پھر عورتوں اور بچوں کو دیکھتا ہوا ان کے درمیان سے گزرنے لگا۔ عبداللہ نے کہا "سر! بعض عورتیں تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑجاتی ہیں۔ وہاں پورس صاحب کے پیچھے بھی ایک لڑکی پڑی ہوئی ہے لیکن وہ شادی شدہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی بچے کی ماں ہے۔ بہت تیز طرار ہے۔"

"کیا تم نے اس لڑکی کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ ایک رئیس زادی ہے لیکن ذہنی طور پر تھوڑی کھسکی ہوئی ہے۔ کسی بھی خوب صورت نوجوان کو دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ اس کے ارادے غلط نہیں ہوتے۔ وہ صرف رومانس تک محدود رہتی ہے۔ کوئی اسے ہاتھ لگائے تو بدک جاتی ہے۔ بھاگ جاتی ہے۔"

اسی وقت ایک لڑکی پارس سے ٹکرا گئی۔ پارس نے اسے دیکھ کر کہا "سوری۔ میری غلطی نہیں ہے۔"

لڑکی نے مسکرا کر جواب دیا "کوئی بات نہیں۔ میں دراصل دوسری طرف دیکھتی آرہی تھی۔ اس لیے ٹکرا گئی۔"

پھر اس نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "ارے تم۔۔؟ تم تو ابھی میری بہن کے ساتھ بوٹینیکل گارڈن میں تھے؟ اتنی جلدی یہاں کیسے چلے آئے؟ جبکہ وہ گارڈن یہاں سے دس کلومیٹر پر ہے۔"

پارس نے پوچھا "اس کا مطلب ہے' تم بھی وہاں دس کلومیٹر دور تھیں پھر اتنی جلدی یہاں کیسے چلی آئیں؟"

"میں تو کار میں آئی ہوں لیکن تم نے میری بہن کا پیچھا کیسے چھڑا لیا؟"

پارس نے مسکرا کر کہا "میں سمجھ گیا۔ جسے تم نے اپنی بہن کے ساتھ دیکھا ہے' وہ میرا بھائی ہے۔ بائی دا وے تمہاری بہن وہی ہے جو بہت رئیس زادی ہے اور ذرا... ہوئی ہے؟ میرا مطلب ہے' ذرا ایب نارمل ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "لوگ میرے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ میں ایب نارمل ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں بہنیں جڑواں ہیں۔ ایک ساتھ پیدا ہوئی ہیں۔ جب پیدا ہوئیں تو ہمارے بازو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ آپریشن کے ذریعے ہمیں الگ کیا گیا تھا لیکن ہماری عادتیں الگ نہ ہوئیں۔"

وہ بولا "یعنی تم دونوں بہنیں بھی ہم دونوں کی طرح ہم شکل ہو؟"

"ہم بالکل ہم مزاج اور ہم شکل ہیں۔ جب میں نے اپنی بہن دلربا کو تمہارے بھائی کے ساتھ دیکھا تو دل میں یہ ارمان پیدا ہوا کہ ایسا ہی خوب رو نوجوان مجھے بھی مل جائے تو میں اسے دل و جان کا مالک بنا لوں گی۔ تھینکس گاڈ! تم مجھے مل گئے۔"

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی "میری بہن کا نام دلربا ہے اور میرا نام مرحبا ہے۔"

پارس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مرحبا۔۔! کیا خوب نام ہے؟ تمہیں دیکھتے ہی دل سے آواز آتی ہے' مرحبا۔۔۔! مرحبا۔۔۔! تم کتنی خوب صورت اور ... ہو! لیکن تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تم سے محبت کروں گا؟"

وہ بولی "میں خوب صورت ہوں' لاکھوں میں ایک ہوں۔ امیرزادی بھی ہوں۔ مجھ سے محبت کیوں نہیں کرو گے؟ محبت تو تمہارا باپ بھی کرے گا۔"

پارس ایک دم اچھل کر ایک قدم پیچھے ہٹا پھر بولا "کیا بکواس کررہی ہو؟"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ یہ محبت ہے۔ محبت ایک جذبہ ہے۔ محبت خدا سے ہوتی ہے۔ محبت سب ... پھر تم کیوں نہیں کرو گے؟ کیا تمہاری ماں نے تمہارے باپ سے اور تمہارے باپ نے تمہاری ماں سے محبت نہیں کی تھی؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "یا اللہ! میں کہاں پھنس گیا ہوں۔ عبداللہ! تم کہاں ہو؟ ذرا اس کے خیالات پڑھو' یہ کیا چاہتی ہے؟"

عبداللہ نے کہا "میں اسی کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ بالکل اپنی جڑواں بہن کی طرح ہے۔ دونوں ہی ہم مزاج ہیں' ایب نارمل اور محبت کرنے پر ہمیشہ تیار! ادھر پورس صاحب پھنس رہے ہیں' ادھر آپ کی شامت آرہی ہے۔ اب تو آپ کو اللہ ہی بچائے گا۔"

مرحبا نے پوچھا "کیا تم نے رومیو جولیٹ اور شیریں فرہاد کی فلمیں دیکھی ہیں؟"

وہ گہری سانس لے کر بولا "اب تو مجھے دیکھنی ہی ہوں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ مجھ سے کتنی محبت کرسکتی ہو؟"

"جتنی تم کرو گے۔ اس سے زیادہ کروں گی۔"

"تم محبت میں میرے لیے کیا کرسکتی ہو؟"

وہ بولی "میرا ہاتھ آسمان تک نہیں جاتا ورنہ تمہارے لیے ستارے توڑ کر لے آتی۔"

"آسمان تک پہنچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم زمین پر ہی رہ کر میرے لیے ایک کام کرو۔ میں ایک بچے کو تلاش کررہا ہوں۔ اسے تم کسی طرح تلاش کرکے لے آؤ تو میں سمجھوں گا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے؟ میں ابھی اسے ڈھونڈ کر لے آؤں گی۔ وہ کہاں ہے؟"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے؟ تو پھر میں تمہیں ڈھونڈنے کے لیے کیوں کہتا؟ یہیں کہیں دور تک ساحل پر ہو۔ شاید ان بچوں میں وہ بھی موجود ہو؟"

وہ ریت پر چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ وہ بولی "تم چل رہے ہو تو تمہارے پاؤں ریت میں دھنس رہے ہیں۔ ہیں؟"

"ہاں۔ پاؤں ریت میں دھنستے جارہے ہیں۔"

"اسی طرح تم میرے دل میں گھستے جارہے ہو۔"

"سبحان اللہ! کتنے شاعرانہ خیالات ہیں تمہارے؟ تمہارا نام مرحبا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ کس ملک سے تعلق رکھتی ہو؟"

"ویسے تو ہم عراقی ہیں لیکن تم دونوں بہنیں ہندوستان میں پیدا ہوئی تھیں۔ وہاں رہ کر بڑی بڑی عورتوں کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے کپڑے پہننے کی عادت ہوگئی لیکن ہم عراق یا دوسرے کسی اسلامی ملک میں جاکر مختصر لباس نہیں پہن سکتیں۔ اس لیے کبھی یہاں امریکا میں رہتی ہیں' کبھی یورپ میں۔ یہاں بڑی آزادی سے شارٹس پہن کر رہتی ہیں۔"

"تمہیں یہ مختصر سا لباس کیوں پسند ہے؟"

"بزرگ کہتے ہیں' مرد ہمارا بدن دیکھتے ہیں۔ ہمیں اسے کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھنا چاہیے۔ میں کہتی ہوں' جب دیکھنا ہے تو اچھی طرح دیکھیں اور خوب تڑپتے رہیں' ترستے رہیں' ہاتھ مسلتے رہیں' للچاتے رہیں' ہمارے باپ کا کیا جاتا ہے؟"

پھر وہ ذرا مایوس ہو کر بولی "مگر تم پہلے جوان ہو' جو میرے لیے نہیں تڑپ رہے ہو۔ پلیز۔ میری خاطر تڑپنا شروع کردو۔"

"تم جیسے ہی بچے کو ڈھونڈ کر لاؤ گی۔ میں تڑپنا شروع کردوں گا۔"

اس نے سر گھما کر ایک طرف دیکھا پھر بولی "وہ۔ وہ مل گیا بچہ۔"

پھر وہ اس سمت دوڑتی ہوئی گئی اور بچے کو اٹھا کر لے آئی۔ اس کے پیچھے اس بچے کے ماں باپ دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ چیخ چلا رہے تھے "دوڑو دوڑو۔ پکڑو۔ یہ ہمارے بچے کو لے جارہی ہے۔"

وہ بچے کو لے کر سیدھی پارس کے پاس آئی پھر اس کی گود میں دیتی ہوئی بولی "لو سنبھالو اپنا بچہ۔۔ اور اب میرے لیے تڑپنا شروع کردو۔"

اس کے پیچھے آنے والے ماں باپ نے بچے کو اس سے چھین لیا پھر پارس سے پوچھا "کیا یہ لڑکی پاگل ہے؟"

وہ تنک کر بولی "پاگل ہوگا تو! تیرا باپ۔۔ خبردار! جو مجھے پاگل کہا تو۔ یہ بے چارہ ایک بچے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ اگر میں بچہ اس کو لاکر دے دوں گی تو یہ پھر میرے لیے تڑپنا شروع کردے گا۔ تمہارے گھر میں اور بھی بچے ہوں گے ایک ادھر دے دو گے تو تمہارا کیا جائے گا؟"

پارس نے کہا "پلیز مرحبا! پلیز۔ میں نے تمہیں اپنا بچہ لانے کو کہا تھا۔ اگر میں نے آئندہ بھی تم سے یہ مطالبہ کیا تو تم سارے شہر کے بچے اٹھانا شروع کردو گی۔"

"میں کیا کروں؟ تم نے بچے کا نام نہیں بتایا' حلیہ نہیں بتایا۔ اسی لیے جو بچہ مجھے نظر آیا اسے میں لے آئی۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں نے اس کا نام نہیں بتایا۔ اب اچھی طرح سن لو' اس کا نام عدنان ہے۔"

وہ ایک دم سے خوشی سے چیخ کر بولی "عدنان۔ اسے تو میں جانتی ہوں۔"

پارس نے خوش ہو کر پوچھا "اچھا۔۔۔؟"

"ہاں۔ وہ۔ وہی بچہ ہے نا۔۔۔؟ جو تین یا چار برس کا ہے؟"

پارس نے جلدی سے "ہاں۔ ہاں" کے انداز میں سرہلا کر کہا "ہاں۔ بالکل وہی ہے۔ کہاں ہے وہ۔۔۔؟"

"وہ تو عراق کے شہر بغداد میں ہے۔ میری آنٹی کا بیٹا ہے۔ تمہیں وہاں چلنا ہوگا۔"

پارس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

دوسری طرف پورس بھی اپنا سر پیٹ رہا تھا۔ دلربا اس کے پیچھے پڑ گئی تھی اور دلربائی کے تمام ہتھیار اس پر آزما رہی تھی۔ پورس نے بھی اسے یہی کہا تھا "اگر وہ بچے کو ڈھونڈ لائے گی تو وہ اس سے محبت کرنے لگے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم ایک بچے کی بات کر رہے ہو۔ میں تمہارے سامنے بچوں کا میلہ لگا دوں گی۔ بچے جہاں بھی نظر آئیں، پکڑ کر لے آؤں گی۔"

وہ بولا "پلیز۔ مجھے صرف میرا اپنا ایک بچہ چاہیے۔"

وہ شرماتے ہوئے بولی "یہ تو شادی کے بعد ہو سکتا ہے۔"

وہ بولا "پلیز۔ اس طرح نہ شرماؤ۔ میں اتنی جلدی برات لے کر نہیں آؤں گا اور نہ ہی تم فوراً تین برس کا بچہ پیش کر سکو گی۔"

"یہ لو۔۔۔؟ کیوں نہیں پیش کر سکوں گی؟ تم ابھی برات لاؤ، ابھی شادی کرو۔ میں کل ہی تین برس کا بچہ لا کر دے دوں گی۔"

پورس نے دیدے پھیلا کر حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟ تم یہ سب کچھ کیسے کرو گی؟"

"یہ کون سی مشکل بات ہے؟ کوئی ناممکن تو نہیں ہے۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہی ہے۔"

اس نے پوچھا "تم نے کون سی دنیا میں ایسا دیکھا ہے؟"

"کیوں نہیں دیکھا ہے! جو سوسانہ ہے، اس نے پہلے اپنے نور سے محبت کی، پھر شادی کی اور تین برس کا بچہ بھی اس کے سامنے پیش کر دیا۔"

"یہ تم کہاں کی بات کر رہی ہو؟ تم نے کس سوسانہ کو دیکھا ہے؟"

"تعجب ہے؟ تم ہالی ووڈ کی اتنی مشہور ہیروئن کو نہیں جانتے؟ تم نے اس کی وہ فلم 'دی لورز' نہیں دیکھی۔"

"او مائی گاڈ! تم فلم کی باتیں کر رہی ہو؟"

"اور کیا فلموں میں ایسا نہیں ہوتا ہے کہ شا... فوراً بچہ ہوا، اور فوراً ہی وہ تین چار برس کا ہو گیا... گھنٹوں میں نہ جانے کیا سے کیا ہو جاتا ہے؟ وہ بچہ... باپ دادا بن جاتا ہے۔"

وہ بیزار ہو کر بولا "پلیز۔۔۔ دلربا! میں فلمو... نہیں کر رہا ہوں۔ زندگی کے حقائق کو سمجھو۔ میرا بچہ... ہے۔ وہ تین برس کا ہے۔ میں اسے تلاش کر رہا ہو... ہمیں چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے اور تنہا نہ جانے کہا... بھٹک رہا ہوگا؟"

اس نے توجہ سے سنا پھر کہا "تم نے پہلے کیوں نہ... کہ وہ بچہ تنہا ہے اور کہیں بھٹک رہا ہے؟"

"کیا تم نے کسی ایسے بچے کو دیکھا ہے جو تنہا بھ... ہو؟"

"ہاں۔ دیکھا ہے۔ یہ تمہیں پہلے کہنا چاہیے... آگے اس پریڈی اسٹریٹ میں ہے۔ ابھی چلو۔ مَیں... دکھاتی ہوں۔"

"یا اللہ! پتا نہیں اب تم کیا دکھانے والی ہو؟"

وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ وہ کار... کر رہی تھی۔ پورس نے پوچھا "سچ بتاؤ، تم نے واقعی... کو تنہا وہاں کہیں دیکھا ہے؟"

"میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے... نہیں کہہ رہی ہوں۔"

کچھ دیر بعد وہ پریڈی اسٹریٹ پہنچ گئے۔ اس... جگہ کار پارک کی۔ پورس نے پوچھا "کہاں ہے وہ... اسے کہاں دیکھا تھا؟"

اس نے دوسری طرف کے فٹ پاتھ کی طرف... کرتے ہوئے کہا "وہ اس فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا۔"

"کب گزر رہا تھا؟"

"کل شام ٹھیک چھ بجے میں نے اسے دیکھا تھا۔"

وہ گھور کر بولا "تم نے کل شام چھ بجے اسے... گزرتے دیکھا تھا اور آج شام چھ بجے مجھے یہاں... ہو؟"

"تو کیا ہوا۔ وہ ابھی یہاں سے گزرے گا۔"

"تم کیسے جانتی ہو کہ وہ ابھی یہاں سے گزرے..."

وہ گھور کر بولی "تم میٹنی شو دیکھتے ہو؟"

"ہاں۔ میں دیکھتا ہوں۔"

"میٹنی شو میں ایک ٹرین جس وقت جہاں... ہے۔ چھ بجے اور نو بجے والے شو میں بھی اسی وقت اور اسی جگہ سے گزرتی ہے۔ اب بھی وہی وقت ہوا ہے، اس بچے کے گزرنے کا۔۔۔؟"

پورس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "بس۔ میں سمجھ گیا۔ اگر میں کچھ دیر اور تمہارے ساتھ رہا تو میرا بچہ نہ جانے بھٹکتا ہوا کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا؟ اور تم مجھے یہاں بھٹکاتی رہ جاؤ گی۔ اس لیے مجھے معاف کرو اور جانے دو۔"

"تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟"

"میری مرضی ہے۔ میں کہیں بھی جاؤں۔ میں نے تمہارا کوئی قرض نہیں لیا ہے جو ادا کرنا ہے، اور اس کے لیے میں تمہارا پابند رہوں۔"

"محبت کرنے والے ہمیشہ ایک دوسرے کے مقروض رہتے ہیں اور بڑی محبت سے ایک دوسرے کا قرض چکاتے رہتے ہیں۔"

"خدا کے لیے۔ میرے سامنے فلسفہ نہ بیان کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

"ایک بات یاد رکھو، تم مجھ سے دور کہیں نہیں جا سکو گے۔ جہاں جاؤ گے، مجھے وہاں پاؤ گے۔"

"کیا یہ تمہارا دعویٰ ہے کہ میں تم سے دور نہیں جا سکوں گا؟"

"ہاں۔ تم جا کر دکھاؤ میں وہیں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا، تیزی سے چلتا ہوا، ایک ٹیکسی کو روک کر اس میں بیٹھ گیا پھر ڈرائیور سے بولا "آگے چلو۔"

وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے آگے کہاں جانا ہے لیکن وہ پورے شہر کا چکر لگا کر اپنے بیٹے کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو پارس کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ پورس! میں بول رہا ہوں۔"

"ہاں۔ بولو تم کہاں ہو؟ کیا عدنان کا کچھ پتا چلا؟"

"کیا خاک پتا چلے گا؟ تمہارے پاس کوئی دلربا ہے؟"

"یہ تم کیسے جانتے ہو؟"

"مجھے عبداللہ نے بتایا ہے۔ اس کی بہن مرحبا میرے پاس ہے اور جب تک یہ رہے گی، تب تک میں بچے کو تو کیا اپنے آپ کو بھی تلاش نہیں کر سکوں گا۔"

"او گاڈ! تم اس کی دوسری بہن سے پھنسے ہوئے ہو! ادھر اس نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں اس سے پیچھا چھڑا کر عدنان کو تلاش کر رہا ہوں۔"

وہ پارس سے باتیں کرنے کے دوران میں پیچھے سر گھما کر دیکھتا جا رہا تھا کہ دلربا اپنی کار میں اس کا پیچھا کر رہی ہے یا نہیں۔۔۔؟ وہ کتنے ہی علاقوں سے گزرتا ہوا اور بار بار گھوم کر دیکھتا رہا پھر یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ اس کا تعاقب نہیں کر رہی ہے۔ ایک جگہ فن فیر گراؤنڈ دکھائی دیا۔ وہاں بچوں کے لیے کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ اس نے سوچا، یہاں عدنان مل سکتا ہے۔

وہ ٹیکسی سے اتر گیا اور فن فیر گراؤنڈ جانے اور آنے والے بچوں کو بڑے گیٹ کے پاس کھڑا دیکھتا رہا پھر اس نے کاؤنٹر پر آ کر اندر جانے کے لیے ٹکٹ خریدا تو پیچھے سے دلربا کی آواز سنائی دی "ایک نہیں۔۔۔ دو ٹکٹ لے لو۔"

وہ ایکدم سے چونک گیا۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ "پھر اس سے پوچھا "تم۔۔۔؟ تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں نے کہا تھا، تم جہاں جاؤ گے، میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔ یقین نہ ہو تو دنیا کے آخری کونے میں چلے جاؤ، میں وہاں بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔

اس نے حیرانی سے پوچھا "مگر تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں ہوں؟"

"تمہیں ایک راز کی بات بتا دوں اور وہ یہ کہ میری ایک پیدائشی عادت ہے۔ کسی کی مخصوص بو میرے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے پھر وہ جتنی بھی دور چلا جائے میں اس کی بو پا لیتی ہوں۔ دیکھ لو، تم مجھ سے بہت دور چلے آئے ہو۔ میں نے تمہارا تعاقب بھی نہیں کیا لیکن تمہاری بو پا کر یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"او مائی گاڈ! ہماری مما (سونیا) بھی ایسی ہی تھیں۔ دوستوں اور دشمنوں کی بو پا کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرتی تھی۔"

فون کا بزر پھر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ تو پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش ہو کر کہہ رہا تھا "پورس! میں نے تو اس سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ اسے ڈاج دے کر بہت دور نکل آیا ہوں۔ اب عدنان کو تلاش کرنے کے لیے فن فیر گراؤنڈ کی طرف جا رہا ہوں۔"

"بھائی پارس! تم کس خوش فہمی میں مبتلا ہو مجھے بھی یہی خوش فہمی تھی کہ میں نے اس سے پیچھا چھڑا لیا ہے لیکن یہ دونوں بہنیں ہماری مما کی طرح انسانوں کی بو سونگھ لیتی ہیں۔ میں بھی یہاں فن فیر گراؤنڈ میں پہنچا ہوا ہوں اور دلربا میری بو سونگھ کر یہاں آ گئی ہے۔ تم بھی چلے آؤ۔ مرحبا بھی تمہارے

پیچھے یہاں چلی آئے گی۔"

عدنان کو سب ہی تلاش کر رہے تھے۔ عبداللہ خیال خوانی کے ذریعے اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ برازیل کے گورنر نے تمام پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اس کی تلاش میں لگا دیا تھا۔ سونیا بھی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدلنے کے بعد خفیہ پناہ گاہ سے نکل گئی تھی اور اسے ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔

○☆○

فرمان کی موت کا ڈراما کھیلا گیا تھا۔ چنڈال نے اپنی بیٹی انیتا کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا تاکہ اسے اپنی مرضی کے مطابق یہ باور کرا سکے کہ واقعی فرمان کی موت واقع ہو چکی ہے۔

انیتا یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا اپنا سگا بھائی ہنس راج جوگیا اب رنجیت ورما کے جسم میں پہنچ کر انٹیلی جنس چیف کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہے اور اس وقت اس کے سامنے جو چیف کھڑا ہے وہ اسی کا سگا بھائی ہے۔

انیتا کے بھائی ہنس راج نے بہن کے محبوب یعنی انیل شرما (فرمان) کا نشانہ لے کر ٹریگر دبایا۔ انیتا نے بس اتنا ہی دیکھا۔ اس کے بعد بے ہوش ہو گئی۔

دل اور دماغ کو دھچکا پہنچنے کے باعث وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اسے کچھ دیر بعد ہوش میں لایا جا سکتا تھا لیکن چنڈال جوگیا نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے بارہ گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس طرح وہ اپنے محبوب انیل شرما کی موت سے بے نیاز ہو کر طویل نیند میں ڈوب گئی تھی۔

چنڈال جوگیا نے فرمان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پہلے اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ اب وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہا تھا۔ چنڈال نہیں چاہتا تھا کہ وہ ہوش میں رہ کر مصیبت بن جائے لہٰذا اس نے پھر ایک چھوٹا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخ مار کر تڑپتا ہوا بے ہوش ہو گیا۔

چنڈال نے اپنے بیٹے سے کہا "اسے اپنی گاڑی میں ڈال کر پالم پور والے مکان میں لے جا کر قید کر دو۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گا تو میں اس پر تنویمی عمل کروں گا۔ میرے عمل کرنے تک تم اس کی نگرانی کرتے رہو گے۔ اس کے بعد چلے جاؤ گے پھر یہ میرا غلام بننے کے بعد مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکے گا۔"

ہنس راج جوگیا نے انسپکٹر اور سپاہیوں کو بلا کر کہا "اس انیل شرما کو اٹھا کر لے جاؤ اور میری کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دو۔"

اس نے اپنی بہن کو دونوں بازوؤں میں فرش پر سے اٹھایا پھر اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے سپاہیوں سے کہا "میں ابھی یہاں سے جا رہا ہوں لیکن تم اس لڑکی کی حفاظت کرنا اور اسے میری بہن سمجھنا۔ خبردار! کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے میں ابھی واپس آؤں گا۔"

سپاہی فرمان کو اٹھا کر لے گئے۔ ہنس راج جوگیا نے سوچ کے ذریعے پوچھا "پتا جی! کیا انیتا یہیں رہے گی؟"

"ہاں۔۔۔ اسے یہاں چھوڑ دو۔ یہ اب بارہ گھنٹے تک سوتی رہے گی۔ بس۔۔۔ اس بات کا خیال رکھو کہ میری بیٹی کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔"

آپ فکر نہ کریں۔ یہ یہاں محفوظ رہے گی اور میں بھی اس کی خبر لیتا رہوں گا۔"

اس نے ہوٹل سے باہر آ کر پھر ایک بار انسپکٹر کو سختی سے تاکید کی "انیتا کا خاص خیال رکھا جائے یہاں اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

پھر وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ سر گھما کر دیکھا۔ فرمان پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی، پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا پالم پور کی طرف جانے لگا۔

تمام بھارتی اکابرین سے چنڈال جوگیا کی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ وہ سب یہ بھروسا کرنے لگے تھے کہ چنڈال جوگیا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بن کر ان کے زیر سایہ رہے گا اور اپنے دیس اور اپنی جنتا کے لیے خیال خوانی کرتا رہے گا۔ ان کے درمیان یہ طے پایا کہ صبح دو آرمی آفسران رستم پلی آ کر چنڈال سے ملاقات کریں گے پھر اسے اپنے ساتھ دہلی کی راج دھانی میں لے جائیں گے۔ وہاں شاہانہ انداز میں اس کی رہائش کے لیے انتظامات کیے گئے تھے۔

چنڈال چند بھارتی اکابرین کے خیالات پڑھ چکا تھا اور مزید حکمرانوں اور آرمی کے اعلیٰ افسران کے بھی خیالات پڑھنا چاہتا تھا۔ ابھی اسے کچھ وقت مل رہا تھا۔ اس لیے وہ ان میں سے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

اس کے لیے کوئی پریشانی یا تشویش کی بات نہیں تھی۔ ان میں سے نہ کوئی اس کا دشمن تھا اور نہ ہی کوئی اس کے خلاف کچھ سوچ رہا تھا۔ بلکہ سب ہی اس کی بہتری کے لیے منصوبے بنا رہے تھے۔ مجھ سے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اسے محفوظ رکھنے کے لیے بہت سخت انتظامات کر رہے تھے۔ یہ پلاننگ کر رہے تھے کہ کیسی حکمت عملی تیار کی جائے۔

فی الحال وہ یہی طے کر رہے تھے کہ چنڈال جوگیا کو کبھی فرہاد کے مقابلے میں کوئی کام نہیں سونپا جائے گا۔ اسے ہمیشہ فرہاد سے اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں سے دور رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

دو چار افسران اعتراض کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "اگر ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کو روکے گا نہیں تو وہ ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔ فرہاد کو روکنے اور اپنے دیس سے بھگانے کے لیے ہم نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں بلایا تھا۔"

"ہمارا چنڈال جوگیا فرہاد کو ضرور روکے گا لیکن اس کا طریقۂ کار مختلف ہو گا۔ وہ اس سے براہ راست نہیں ٹکرائے گا۔ ٹکرانے کا انداز ایسا ہو گا کہ فرہاد کبھی ہمارے چنڈال پر شبہ نہیں کرے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم اسے ذہانت اور چالاکی سے چپ چاپ اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے طریقے سکھائیں گے۔ ہم اسے اس طرح چھپا کر رکھیں گے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور نہ ہی کبھی دماغ میں پہنچ پائے گا۔"

ایک منسٹر نے کہا "افسوس۔۔۔ ہم نے ویٹو مارکس کو اپنا غلام بنایا تھا لیکن وہ کم بخت ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ورنہ آج ہمارے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہو جاتے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ویٹو مارکس کو پورے دہلی میں تلاش کیا جا رہا ہے۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق کوئی غیر ملکی بہروپیا دہلی سے باہر نہیں گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ کل چنڈال جوگیا آئے گا تو ہم اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اسے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ مل جائے گا تو واقعی ہمارے پاس ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو جائیں گے۔"

"اس بار ویٹو مارکس ہماری گرفت میں آئے گا تو ہم چنڈال جوگیا سے کہیں گے کہ وہ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بنا کر رکھے۔ وہ ہمارا آدمی ہے۔ ہم اس پر بھروسا کر سکتے ہیں لیکن ویٹو مارکس جیسے امریکی پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

چنڈال جوگیا خیال خوانی کے ذریعے ان سب کی باتیں سن کر خوش ہو رہا تھا کہ وہ سب اس پر اندھا اعتماد کرنے لگے ہیں۔ اگر وہ لوگ اسی طرح اس پر بھروسا کرتے رہیں گے تو وہ کبھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔

وہ واپس ہنس راج جوگیا کے دماغ میں آیا۔ وہ پالم پور کے اس مکان کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اس وقت تک فرمان کو ہوش آ گیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ پچھلی سیٹ پر اٹھ کر بیٹھ رہا تھا۔ چنڈال نے اس کے اندر آ کر کہا "میں وہی ہوں جس سے تم اب تک دور بھاگتے رہے تھے۔"

اس کا سر اب بھی پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اسے سہلاتے ہوئے بولا۔ "اچھا، تم چنڈال جوگیا ہو! میری انیتا کہاں ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے۔ جب تم شرافت سے میرے ساتھ رہو گے تو میں تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"تم کیسے باپ ہو۔ اپنی بیٹی کو داماد سے جدا کر رہے ہو۔ اگر میں تم سے دور رہ کر تمہاری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہتا ہوں تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟ تم مجھے کیوں اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہو؟ کیوں غلام بنانا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارا دشمن نہیں ہوں، تمہاری بھلائی کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ اگر ایسا نہ کروں تو تمہاری وہ کزن فرہاد علی تیمور کی بیٹی تمہیں کسی بھی دن میری بیٹی سے چھین کر لے جائے گی۔"

"میں اتنا کمزور نہیں ہوں کہ اس کے شکنجے میں پھنس جاؤں گا۔"

"تم نہیں پھنسو گے تو وہ میری بیٹی کو پھانس لے گا۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کر کے مجھ سے دور کر دیا تھا۔ آج میں نے بڑی مشکلوں سے اپنی بیٹی کو واپس پایا ہے۔"

فرمان اس سے باتیں کرتے وقت اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھے ہنس راج جوگیا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ پیچھے سے اس پر حملہ کرے اور اسے زخمی کر کے کار سے اتر کر فرار ہو جائے لیکن وہ ذہنی طور پر بہت کمزور تھا۔ دماغ اب بھی بری طرح دکھ رہا تھا۔

چنڈال نے ہنستے ہوئے کہا "تم فرار ہونا چاہتے ہو۔ کوئی بات نہیں، کوشش کر کے دیکھ لو۔ تم اب میرے شکنجے سے کبھی نہیں نکل پاؤ گے۔"

ہنس راج جوگیا نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔ "چلو۔۔۔ باہر آ جاؤ۔"

وہ چپ چاپ سر جھکا کر دروازہ کھول کر باہر آ گیا پھر ہنس راج جوگیا کے پیچھے چلتا ہوا مکان کے اندر پہنچا۔ وہ مکان کافی عرصے سے بند پڑا ہوا تھا۔

ہنس راج جوگیا نے ایک کمرے میں آ کر بستر وغیرہ کی صفائی کی پھر اس سے کہا "چلو۔۔۔ اس پر لیٹ جاؤ۔"

وہ سمجھ رہا تھا کہ بستر پر لیٹنے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس پر ابھی تنویمی عمل کیا جائے گا۔ اس نے کہا "چنڈال جوگیا! میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس کم بخت پولیس سے لڑ جھگڑ کر یہاں سے جا سکوں۔ میں صرف زبان سے ہی کہہ سکتا ہوں۔ مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک اچھے اور محبت کرنے والے داماد کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گا اور اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"مجھے اب تم پر بھروسا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ میں تنویمی عمل کے ذریعہ تمہیں غلام بنا کر اندھا اعتماد کر سکتا ہوں۔ زیادہ بحث نہ کرو' چپ چاپ لیٹ جاؤ۔ ورنہ میں جبراً تمہیں لیٹنے اور سونے پر مجبور کر دوں گا۔"

وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے حکم کی تعمیل نہ کی تو پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا جائے گا اور وہ یہ تکلیف برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے بستر پر چاروں شانے چت لیٹ کر اپنے جسم کو ڈھیلا کرتے ہوئے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ جو مقدر کو منظور تھا۔ وہی اسے بھی منظور کرنا تھا۔ جب بد نصیبی جکڑ لیتی ہے تو کوئی اس سے اپنی کلائی نہیں چھڑا سکتا۔

چنڈال جوگیا نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ آج سے اس کا ذہن بالکل مقفل رہے گا۔ صرف چنڈال جوگیا اپنے ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعہ اس کے اندر آئے گا تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گا۔

اس نے دوسری بات یہ نقش کی کہ وہ فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام خاندان والوں کو اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھول جائے گا کبھی ان سے سامنے ہوگا تو وہ انہیں پہچان نہیں پائے گا۔

تیسری بات اس کے ذہن میں یہ نقش کی کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس نے پہلی بار مرنے کے بعد دوسرا جنم لیا تھا پھر ایک ٹرین میں انیتا سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اس کے پچھلے جنم کی محبوبہ تھی پھر ایک انٹیلی جنس کے افسر نے اسے گولی ماردی تو وہ دوسری بار مر گیا اور اب اس نے تیسری بار جنم لیا ہے۔

اسے اپنے پہلے اور دوسرے جنم والی انیتا یاد رہے گی اور اسے اپنے عقیدے کے مطابق یقین رہے گا کہ کسی نہ کسی دن تیسرے جنم میں بھی انیتا سے ملاقات ہوگی۔

تیسرے جنم میں وہ چنڈال جوگیا کا ایک وفادار باڈی گارڈ ہے اور اس کے لیے جان پر کھیل جاتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس کے ذریعے چنڈال جوگیا کے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا ہے۔

تنویمی عمل کے آخر میں اس نے حکم دیا "تم بھارتی اکابرین کے سامنے بھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کرو گے جب میں حکم دوں گا تب تم خیال خوانی کرو گے۔ میری اجازت کے بغیر کبھی کسی سے دماغی رابطہ نہیں کرو گے۔ اب تم دو گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہو گے پھر بیدار ہونے کے بعد اس تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے اور میرے احکامات کے مطابق یہ یاد رکھو گے کہ تم نے انیل شرما کی حیثیت سے تیسری بار اس دنیا میں جنم لیا ہے۔"

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعہ انیتا کے پاس آکر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ ہوٹل میں جس انسپکٹر اور سپاہیوں کی ڈیوٹی تھی۔ وہ فرض شناس تھے۔ ڈیوٹی پر حاضر تھے۔ ان کے خیالات پڑھ کر اطمینان ہوا کہ وہ دوسرے دن تک انیتا کی نگرانی کرتے رہیں گے اور اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔"

اس کے بعد چنڈال جوگیا اپنی جگہ حاضر ہو کر بستر پر لیٹا اور تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ آرمی کے افسران اسی رات رتنم پلی پہنچ کر وہاں کی اہم شخصیات سے چنڈال جوگیا کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔ اس نے اپنے بارے میں جو کچھ انہیں بتایا تھا۔ وہی باتیں انہیں معلوم ہو رہی تھیں کہ وہ ہندوستانی ہے۔ اس علاقے کے لوگ ایک بہت ہی خطرناک جادوگر کی حیثیت سے جانتے تھے یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسے خیال خوانی کا علم بھی آتا ہے۔

وہ صبح چھ بجے بیدار ہوا۔ اس وقت بارہ گھنٹے پورے ہو چکے تھے۔ انیتا بھی بیدار ہو چکی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہی آس پاس دیکھا تو انیل شرما دکھائی نہیں دیا۔ وہ سوچنے لگی تو اسے یاد آیا کہ پولیس والوں نے کمرے میں آکر انیل شرما کو گولی ماردی تھی۔

یہ یاد آتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ایک پولیس والے نے اسے گولی ماردی تھی۔ وہ فوراً ہی لباس تبدیل کر کے کمرے سے باہر آئی پھر اس نے نیچے کاؤنٹر پر پہنچ کر پوچھا "کل شام کو میرے کمرے میں پولیس والے آئے تھے۔ انہوں نے پہلے میرے پتی کو گرفتار کرنا چاہا تھا

پھر اسے گولی ماری تھی۔ کیا وہ میرے پتی کی لاش کو یہاں سے لے گئے ہیں؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا "کل شام کو میں ڈیوٹی پر نہیں تھی۔ یہاں پولیس والے موجود ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں۔ وہ کل رات سے یہاں ڈیوٹی پر ہیں۔"

پولیس انسپکٹر ہوٹل کے ایک کمرے میں سو رہا تھا۔ دوسرے سپاہی بھی سو رہے تھے صرف ایک جاگ رہا تھا۔ اس سپاہی نے انسپکٹر کو نیند سے جگایا۔ اس نے کاؤنٹر پر آکر انیتا سے کہا "ہم کل رات آپ کی وجہ سے یہاں ڈیوٹی دیتے رہے۔ آپ تو ایسی گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں کہ ہم اب تک آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔"

وہ بولی "کل شام تم اپنے افسر کے ساتھ میرے کمرے میں آئے تھے۔ مجھے بتاؤ' میرا پتی انیل شرما کہاں ہے؟"

چنڈال جوگیا اس انسپکٹر کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا "مجھے افسوس ہے۔ اب آپ کے پتی اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔"

اس نے چیخ کر پوچھا "تمہارے افسر نے اسے گولی کیوں ماری تھی' اس کا جرم کیا تھا؟ میں تم سب کو گھسیٹ کر عدالت میں لے جاؤں گی' وہاں انصاف مانگوں گی اور تم سب کو سزا دلاؤں گی۔"

وہ بولا "آپ کو جو کرنا ہے' وہ کریں۔ ہمیں جو کرنا تھا' وہ کر چکے ہیں۔ اب آپ بتائیں' یہاں سے کہاں جانا چاہیں گی؟"

"میں کہیں بھی جاؤں۔ تم یہ بتاؤ' میرے پتی کی لاش کہاں ہے؟"

"آپ کے پتی کے رشتہ دار آئے تھے۔ وہ انہیں لے گئے ہیں اور اب تک ان کا کریا کرم کر چکے ہوں گے۔"

وہ پھر چیخ کر بولی "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میرے پتی کا کوئی رشتہ دار یہاں نہیں ہے۔ کوئی اسے لے کر نہیں گیا ہے۔ پتا نہیں تم لوگوں نے اس کی لاش کہاں چھپا دی ہے۔ میں پولیس کمشنر کے پاس جاؤں گی۔"

ایسے وقت چنڈال جوگیا نے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ "بیٹی! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "پتا جی! آپ کہاں چلے گئے تھے؟ کل شام ان پولیس والوں نے میرے کمرے میں گھس کر انیل شرما کو گولی ماری تھی۔ وہ مر چکا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ پھر رونے لگی پھر روتے روتے بولی "ان لوگوں نے میرے بے قصور انیل شرما کو مار ڈالا ہے۔ آپ ان لوگوں کو سزا دیں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ انہیں تڑپا کر مار ڈالیں۔"

وہ بولا "بیٹی! میں یہاں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروں گا تو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گی۔ کیونکہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دیس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پولیس اور آرمی والے انہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہوگا کہ تمہارے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے تو وہ تمہیں گرفتار کر کے آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیں گے۔"

"کیا آپ پولیس اور آرمی والوں کے ڈر سے انیل شرما سے انصاف نہیں کریں گے؟ وہ آپ کا داماد تھا' آپ کے داماد کو بے قصور مارا گیا ہے۔ کیا آپ ان سے انتقام نہیں لیں گے؟"

"میں انتقام ضرور لوں گا مگر تمہارے یہاں سے چلے جانے کے بعد تاکہ تم پر کوئی الزام نہ آئے میں ان سب کو مار ڈالوں گا۔ تم یہ ہوٹل چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ۔"

"آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

"میں اس وقت دہلی جا رہا ہوں۔ تم وہاں آؤ گی تو میں تمہارے دماغ میں آکر معلوم کرلوں گا کہ تم کہاں پہنچی ہوئی ہو پھر میں تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔"

وہ روتے ہوئے بولی "انیل کی لاش کہیں غائب کر دی گئی ہے۔ میں اس کا کریا کرم بھی نہیں کر سکی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ تم یہاں سے نکل چلو۔ میری بات مانو' خواہ مخواہ ان لوگوں کے منہ نہ لگو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس نے بھی انیل کو گولی ماری ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے روتے ہوئے پوچھا "پتا جی! کیا انیل مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا ہے کیا اب وہ مجھے کبھی نہیں ملے گا؟"

"میرا گیان کہتا ہے' وہ تمہیں ہر جنم میں ملے گا۔ تمہارے لیے پھر ایک بار جنم لے گا اور تمہارے پاس ضرور آئے گا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"کیا میں نے تم سے کبھی جھوٹ کہا ہے؟"

"نہیں۔ آپ کا گیان سچا ہے۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ جو کہتے ہیں' وہ ضرور ہوتا ہے۔ اب مجھے ذرا تسلی ہو رہی ہے کہ وہ پھر مجھے ملے گا اور میرے اسی جنم میں ملے گا۔"

وہ ایک گھنٹے کے اندر ہی ہوٹل چھوڑ کر جانے لگی۔

چنڈال نے کہا "بیٹی! میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ تمہارے پاس بار بار آتے جاتے ہوئے تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تم یہاں سے سیدھی دہلی جاؤ۔"

پھر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے دہلی جانے کے لیے مختصر سامان اپنے بیگ میں رکھا پھر تمپلی کے آرمی کیمپ میں آگیا۔ وہاں آرمی افسران اس کے منتظر تھے۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا پھر کہا "ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ دہلی میں بھی بڑی شدت سے آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ کیا اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے؟"

اس نے کہا "بے شک..... میں اس لیے یہاں آیا ہوں لیکن ایک ذرا آدھا گھنٹا انتظار کر لیں۔ میرا باڈی گارڈ آنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور آئندہ بھی میرے ساتھ رہے گا۔"

پندرہ منٹ بعد ہی ہنس راج جوگیا فرمان کو وہاں لے آیا۔ فرمان نے چنڈال جوگیا کے سامنے آکر دونوں ہاتھ جوڑے اور اپنا سر جھکا دیا۔ جوگیا نے آرمی افسران سے کہا "یہی میرا باڈی گارڈ ہے۔ یہ میرے ساتھ چلے گا۔"

وہ سب ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔

○☆○

عدنان کہاں تھا اور وہ کیا کرتا پھرتا تھا؟ یہ وہی جانتا تھا۔

دراصل وہ اسی شہر میں تھا اور کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک شاندار بنگلے کے بیڈ روم میں آرام سے سو رہا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ بنگلا کس کا ہے فی الحال تو وہ گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے خواب میں ایک بہت ہی خوبصورت عورت کو دیکھا "وہ دونوں بازو پھیلا کر اسے مخاطب کر رہی تھی "میرے بچے آؤ..... میرے سینے سے لگ جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا جا کر اس کے سینے سے لگ گیا۔ اس سے بولا "میں تمہاری آواز سے تمہیں پہچان رہا ہوں۔ تم میری ممی ہو۔ میرے اندر آکر بولتی رہتی ہو۔"

• "ہاں..... بیٹا! میں تمہاری ماں ہوں۔ جب ضروری سمجھتی ہوں، تمہارے پاس آجاتی ہوں۔ اس کے بعد میں خود نہیں جانتی کہ کہاں گم ہو جاتی ہوں؟"

"ممی! دادی جان کہہ رہی تھیں کہ آپ مر چکی ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"نہیں بیٹے! میں زندہ ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

"آپ کہاں ہیں" کہاں میرا انتظار کر رہی ہیں؟ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ اسی وجہ سے بھٹکنے لگتا ہوں۔ میری گرینڈ مما (سونیا) اکیلی رہ جاتی ہیں۔ وہ میرے لیے پریشان ہوں گی۔ مجھے ڈھونڈ رہی ہوں گی۔"

"بیٹے! میں نے تمہارے پاس آکر کہا تھا کہ اس ہوٹل سے نکل آؤ۔ کیونکہ وہاں تمہارے لیے خطرہ تھا۔ آئندہ نہ جانے کیا حالات ہوں گے، جیسے بھی ہوں گے، جیسے ہی مجھے آگہی حاصل ہو گی میں تمہیں ان حالات سے آگاہ کر دوں گی۔ ابھی تم سو جاؤ۔ آرام سے سو جاؤ۔"

اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں اپنے زانو پر اس کا سر رکھ کر اسے تھپک رہی ہے اور وہ گہری نیند میں ڈوب رہا ہے۔

سونیا، اعلیٰ بی بی، پارس، پورس اور عبداللہ اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے اور وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ کہاں سو رہا تھا؟ کون سی جگہ تھی، کس کا بنگلا تھا، یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس کے گھر پہنچا ہوا ہے؟"

میں نے برازیل کے گورنر سے کہا تھا کہ میرے پوتے کو وسیع پیمانے پر تلاش کیا جائے۔ گورنر نے چلی شہر کی پولیس اور انٹیلی جنس کو حکم دیا تھا۔ وہ پورے شہر کی ناکہ بندی کرا کے اور جگہ جگہ اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اب وہ ہر گھر میں گھسنے سے رہے۔ جہاں انہیں شبہ ہوتا تھا اس گھر میں گھس کر بھی دیکھتے تھے۔ باقی باہر ہی باہر گلیوں، کوچوں، شاہراہوں، میدانوں، تفریح گاہوں میں اور جہاں جہاں اس کے ملنے کے امکانات تھے وہاں وہ اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

میں نے سونیا اور پورس وغیرہ سے کہا "آئندہ عدنان جب بھی ملے تو سب سے پہلے اس کی کئی تصویریں اتاری جائیں۔ تاکہ آئندہ گم ہونے پر پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اس کی تصویریں دی جا سکیں اور اخبارات میں بھی شائع کروائی جا سکیں۔ فی الحال تو اس کا حلیہ اس کا قد اور اس کی عمر بیان کی گئی ہے۔ اس طرح کئی بچوں پر شبہ ہو رہا ہے۔"

جن بچوں پر شبہ ہوتا تھا ان بچوں کے والدین سے پوچھ گچھ کی جاتی تھی تو وہ پریشان ہو جاتے تھے۔ میں نے خود دادا ہو کر اپنے پوتے کی صورت نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی اس کا درست حلیہ جانتا تھا۔ البتہ اس کے دماغ میں کئی بار جا چکا تھا اور اب بھی جا رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! اس کا ذہن ایک سوچ پر مرکوز ہو گیا ہے۔ ہم اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔ میں ابھی اس کے پاس تھی۔ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔"

میں نے کہا "میں بھی اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں اور اسے نیند میں دیکھ کر سوچ رہا ہوں کہ اسے بیدار کرنا مناسب نہیں ہے۔ وہ جہاں بھی ہے، بڑے آرام سے اپنی نیند پوری کر رہا ہے۔ جب بیدار ہو گا تو ہم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکیں گے کہ اس نے کس کے گھر میں پناہ لی ہوئی ہے؟"

فی الحال مجھے اطمینان تھا کہ وہ جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے۔ پہلے وہ طیارے کے بے شمار مسافروں کے ساتھ دشمنوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں نجات دلائی تھی۔ تمام مسافروں سمیت انہیں چلی شہر پہنچایا تھا۔ سونیا اصلی چہرے کے ساتھ نہیں تھی۔ لہٰذا اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ عدنان کو بھی میرے پوتے کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس کے باوجود امریکی اکابرین کو معلوم ہو گیا تھا کہ سونیا اپنے پوتے کے ساتھ چلی شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کر رہی ہے۔

اب یہ معلوم کرنا تھا کہ کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے امریکی اکابرین کو ان کا پتا ٹھکانا بتا کر ان کے لیے مصیبتیں پیدا کر دی تھیں؟ عدنان ہوٹل سے نکل کر نہ جانے کس کے گھر پہنچا ہوا تھا اور سونیا ایک خفیہ پناہ گاہ میں تھی۔

وہ نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکن آرمی کے کرنل مارٹن کے دماغ میں آکر بولتا رہا تھا۔ اسی نے یہ مخبری کی تھی لیکن اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا اور نہ ہی کسی طرح کی نشاندہی کی تھی کہ وہ کون ہے؟

امریکی اکابرین اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ اب مجھے معلوم کرنا تھا کہ وہ کم بخت کون ہے؟ اور یہ معلوم کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ موٹی عقل سے بھی سوچا سمجھا جا سکتا تھا۔ ساری دنیا میں دہشت گردوں اور باغیوں کو جدید ہتھیار سپلائی کرنے والوں کی ایک تنظیم "دی ٹیرر سپلائرز" تھی۔

اس تنظیم کے تینوں سربراہ ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ جن میں سے ایک سینڈی گرے مر چکا تھا۔ باقی دو، جیک کلر اور مہادھالی زندہ تھے۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ سونیا اور عدنان ان یرغمال بنائے جانے والے مسافروں کے درمیان موجود تھے۔ وہاں سے رہائی پانے کے بعد وہ اپنے پوتے کے ساتھ چلی کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہو چکی تھی۔

صرف وہ دونوں ہی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے اور انہوں نے ہی یہ اطلاع امریکی اکابرین تک پہنچائی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جیک کلر کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار پھر میں نے اس کے اندر پہنچتے ہی کہا "کرنل مارٹن..."

اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا پھر میں جو چاہتا تھا، وہی ہوا۔ جیک کلر نے کرنل مارٹن کے اندر پہنچ کر کہا "تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

کرنل مارٹن نے کہا "میں نے تو نہیں بلایا۔"

"ابھی ایک خیال خوانی کرنے والا میرے اندر آکر تمہارا نام لے رہا تھا۔ میں سمجھا کہ وہ تمہارا خیال خوانی کرنے والا ہے۔ تعجب ہے، پھر وہ کون تھا؟"

میں نے کہا "وہ میں تھا۔ اب تم مجھے میری آواز اور میرے لہجے سے پہچان سکتے ہو۔"

مجھے پہچانتے ہی اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "آ...؟ آپ...؟ مسٹر فرہاد! آپ ہیں.....؟ آپ میرے پاس اس طرح کیوں آئے تھے؟"

یہ معلوم کرنے آیا تھا کہ تم کتنے بڑے کمینے ہو؟ میں نے تمہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا پھر بھی تمہیں عقل نہیں آئی کہ آئندہ میں تمہارے خلاف کیا کر سکتا ہوں، تم نے سونیا اور عدنان کا پتا امریکی اکابرین کو بتا کر مجھ سے بہت بڑی دشمنی کی ہے۔ اب تمہیں کہاں پناہ ملے گی؟"

وہ سہم کر بولا "آ..... آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں نے سونیا اور آپ کے پوتے کے خلاف کوئی مخبری نہیں کی ہے۔"

"تو کرنل مارٹن کو اپنا باپ سمجھ کر اس کے پاس آئے کرنل کے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم ہی نے آکر مخبری کی تھی۔ یہ ابھی تمہارا لب و لہجہ پہچان رہا ہے۔

"پلیز..... آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ یہ..... کرنل مارٹن میرا لب و لہجہ پہچاننے میں غلطی کر رہا ہے۔ اگر یہ کوئی غلطی نہیں کر رہا ہے تو یقین کریں کہ کوئی میرا دشمن میری آواز اور لہجہ بنا کر کرنل کے پاس آیا ہو گا اور اس نے آپ کی وائف اور پوتے کے خلاف مخبری کی ہو گی۔"

"تم نے سمجھایا، اور میں سمجھ گیا۔ اب جاؤ..... میں ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ پورے یورپ میں تمہارے جو بھی اسلحہ کے گودام ہیں۔ وہاں کا تمام اسلحہ کسی دوسری جگہ منتقل کر دو۔ اپنا جتنا مال بچا سکتے ہو۔ بچانے کی کوشش کرو۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد تمہارا کوئی گودام باقی نہیں رہے گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا "مسٹر فرہاد! آپ ٹیلی پیتھی کے پہاڑ ہیں۔ کوئی آپ سے نہیں ٹکرا سکتا۔ یہ درست ہے کہ بلند وبالا پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیے جاسکتے لیکن اس کے اندر سرنگ بنائی جاسکتی ہے۔ ہم پہاڑ سے نہیں ٹکرا سکتے لیکن اس سے کترا کر نکلنے کا راستہ بنا سکتے ہیں۔ ہم نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ ہمارا بھید کھلے گا تو تم یہی کرو گے۔ ہمارے باقی تمام گوداموں کا اسلحہ تباہ کر کے ہمیں ایک بار پھر کروڑوں کا نقصان پہنچاؤ گے۔ لہٰذا ہم نے پہلے ہی تمام اسلحہ ایسی جگہ منتقل کر دیا ہے۔ جہاں تمہارے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"چور چوری کرنے سے پہلے فرار ہونے کا راستہ ہموار کر لیتے ہیں۔ تم نے بھی یہی عقل مندی کی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں دوسرے راستے سے آ رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا پھر میں نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بابا صاحب کے ادارے سے اپنے اندر بلایا اور ان سے کہا "دی ٹیرر سپلائرز کے سربراہوں کو تم جانتے ہو۔ اب ان تین میں سے دو رہ گئے ہیں۔ جیک کلر اور مہادھابی۔۔۔۔"

ایک نے کہا "سر! ہم ان کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔"

"تم یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے اپنے پچھلے گوداموں کو خالی کر دیا ہے اور ان گوداموں کا تمام اسلحہ کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں، ہم ان گوداموں کا بھی سراغ لگا لیں گے۔"

"میں یہی سننا چاہتا ہوں کہ کیسے معلوم کرو گے؟"

"سر! یورپ اور ایشیا میں بے شمار دہشت گرد تنظیمیں ہیں اور چھوٹے چھوٹے ممالک بھی ان لوگوں سے اسلحہ خریدتے ہیں۔ ہم ان چھوٹے ممالک کے سربراہوں کے خیالات پڑھیں گے اور ان دہشت گرد تنظیموں کے سربراہوں کے اندر بھی پہنچیں گے۔ ان سے معلوم ہو جائے گا کہ اب انہیں کن نئے گوداموں سے مال سپلائی کیا جا رہا ہے؟"

میں نے کہا "شاباش۔۔۔ ایسے طریقہ کار سے تم بہت جلد ان کے نئے گوداموں کا سراغ لگا لو گے۔ کوشش کرو کہ جیک کلر اور مہادھابی کی خفیہ رہائش گاہوں کا پتا معلوم ہو جائے۔"

ان تینوں نے کہا کہ وہ ان کی خفیہ رہائش گاہوں تک بھی پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ پھر وہ میرے دماغ سے چلے گئے۔

پارس اور پورس ان دو جڑواں بہنوں مرحبا اور دلربا کے ساتھ فن فیر گراؤنڈ میں عدنان کو تلاش کر رہے تھے ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے ان کے پاس آ کر کہا "آپ دونوں پریشان نہ ہوں۔ عدنان جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا وہ مل گیا ہے۔ ممّا کے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"نہیں۔ وہ ابھی تک نہیں ملا ہے۔ پتا نہیں کہاں ہے؟ لیکن جہاں بھی ہے وہاں آرام سے گہری نیند سو رہا ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

پورس نے پوچھا "کیا تم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کر سکتیں کہ وہ کہاں پہنچ کر گہری نیند سو رہا ہے؟"

"وہ خود نہیں جانتا کہ چلی کے کس علاقے میں ہے؟ اور کس کے گھر میں ہے؟ بائی دا وے۔۔۔ یہ دونوں پھلجھڑیاں کون ہیں؟"

پارس نے کہا "وہ جو پورس کے پاس کھڑی ہوئی ہے اس کا نام دلربا ہے اور میرے پاس جو ہے اس کا نام مرحبا ہے۔ یہ دونوں جڑواں بہنیں ہیں، ہم مزاج ہیں اور دونوں ہی کھسکی ہوئی ہیں۔ اس کے آگے کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔ تم ان کے خیالات پڑھ سکتی ہو۔"

مرحبا نے پارس سے پوچھا "یہ تم اچانک خاموش ہو کر صرف میرے چہرے کو تکے جا رہے ہو؟ کہاں پہنچے ہوئے ہو؟"

دلربا نے پورس سے کہا "تم بھی خاموش ہو؟ یہ تم دونوں کو ہوا کیا ہے؟"

پورس نے کہا "میں سوچ رہا ہوں کہ بچے کو فی الحال تلاش نہ کیا جائے۔ اب ہم اپنے ہوٹل میں جا کر آرام کریں گے۔"

"ہوٹل میں کیوں جاؤ گے؟ ہمارا اتنا بڑا بنگلا ہے۔ وہاں چل کر رہو گے۔"

"نہیں تمہارے ماں باپ کیا کہیں گے! کیا وہ یہ اجازت دیتے ہیں کہ انجانے لڑکوں کو دوست بنا کر گھر لے آؤ؟"

"ہم نے اجنبی لڑکوں سے دوستی ضرور کی ہے لیکن ابھی تک کسی کو گھر لے کر نہیں گئیں۔"

مرحبا نے کہا "ابھی ہمارے ساتھ گھر چلو۔ ہم اپنے

والدین سے تمہارا تعارف کرائیں گے۔ وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تم دونوں ایسے خوش ہو رہی ہو۔ جیسے بقرعید میں دو بکرے خرید کر گھر لے جا رہی ہو۔ چلو پورس ان کے والدین سے بھی مل کر دیکھیں۔ ہمارا کیا حشر ہوتا ہے؟"

وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "میں نے ان دونوں کے خیالات پڑھے ہیں۔ لڑکیاں بہت اچھی ہیں لیکن کھسکی ہوئی ہیں۔ آپ دونوں کے لیے مصیبت تو بنیں گی مگر فائدہ بھی پہنچائیں گی ممّا کی طرح ان کے اندر بھی سونگھنے کی بڑی تیز حس ہے۔"

مرحبا اور دلربا دونوں ہی حسین اور پرکشش تھیں پھر ان میں سونگھنے والی غیر معمولی حس تھی۔ ان میں ایسی خوبیاں تھیں جو پارس اور پورس کی خوبیوں میں اضافہ کر سکتی تھیں۔ اس لیے وہ دونوں بھی ان سے متاثر ہو گئے تھے اور ان میں دلچسپی لینے لگے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں ممّا کے پاس جا رہی ہوں؟"

پورس نے پوچھا "ممّا کہاں ہیں اور کیا کر رہی ہیں؟"

"وہ ایک خفیہ رہائش گاہ میں تھیں اور اب میک اپ بدل کر عدنان کو ڈھونڈتی پھر رہی ہیں۔"

"تم نے انہیں بتایا ہو گا کہ عدنان خیریت سے ہے پھر انہیں باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا۔"

"آپ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ایک جگہ سکون سے بیٹھنے والی نہیں ہیں۔ انہوں نے انٹیلی جنس کے ڈی جی سے کہا ہے کہ بڑے بڑے شاندار بنگلوں کے اندر جا کر تلاشی لی جائے۔ کسی نہ کسی بنگلے میں ان کا پوتا ضرور ہو گا۔ وہ اسی لیے باہر نکلی ہیں کہ پوتے کی خبر ملتے ہی فوراً وہاں پہنچیں۔ جہاں وہ آرام سے سو رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی چلی گئی۔ وہ دونوں مرحبا اور دلربا کے ساتھ ایک بنگلے میں پہنچ گئے۔ گاڑیوں سے اتر کر بیرونی دروازہ کھول کر بنگلے کے اندر آئے۔ اندر آتے ہی دروازہ یک بہ یک بند ہو گیا۔ پتا چلا، دروازے کے پیچھے دو گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے گن پوائنٹ پر انہیں آگے بڑھ کر ڈرائنگ روم میں چلنے کا حکم دیا۔

ڈرائنگ روم میں دلربا اور مرحبا کے والدین ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے ایک نوجوان ریوالور لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا "آؤ مرحبا! تم نے مجھ سے دوستی کی، پھر کسی اور سے دوستی کی اور آج دیکھ رہا ہو کہ کسی اور کے ساتھ آئی ہوں۔ یہ تم دونوں بہنیں اتنی جلدی جلدی بوائے فرینڈ کیوں بدلتی ہو؟"

مرحبا نے کہا "دوستی کرنے کے بعد پتا چلا کہ تمہارے اندر کوئی خوبی نہیں ہے۔ خرابی ہی خرابی ہے۔ وہ جو دوسرا آیا تھا۔ وہ بھی مطلبی اور خود غرض تھا۔ اب اپنا ہی کمینہ پن دیکھ لو کہ بندوقیں لے کر ہمارے گھر میں گھس آئے ہو۔"

مرحبا کی ماں نے کہا "غلطی تم دونوں بہنوں کی ہے۔ جس سے چاہتی ہو، اس سے عشق فرمانے لگتی ہو۔ نہ آگے دیکھتی ہو، نہ پیچھے، نہ اچھا دیکھتی ہو، نہ برا سمجھتی ہو۔"

ان کے باپ نے کہا "اور آج ان لفنگوں کو نہ جانے کہاں سے پکڑ لائی ہو ان سے بھی کہو کہ یہ بھی اپنی اپنی گن لے آئیں۔"

پارس نے کہا "آپ ہمیں لفنگا نہ سمجھیں۔ ہم کون ہیں، یہ بعد میں بتائیں گے۔ فی الحال گن والے سے پوچھ رہے ہیں کہ یہ کیا چاہتا ہے، اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ کیوں آیا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو قتل کرنا چاہتا ہے؟ یا لڑکیوں کو اٹھا کر لے جانا چاہتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا اور ان لڑکیوں کو اٹھا کر کہاں لے جاؤں گا؟ یہ تو بالکل ہی پاگل ہیں۔"

دوسرے گن مین نے سامنے آ کر کہا "دلربا نے مجھ سے فلرٹ کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس پچاس ڈالرز ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اس کے باپ کے پاس پچاس ہزار ڈالرز ہیں اور یہ دولت گھر کے اندر ایک سیف میں رکھی ہوئی ہے۔ ہم وہی پچاس ہزار ڈالرز لینے آئے ہیں۔"

پورس نے گھور کر دلربا سے پوچھا "تم نے اسے گھر کا بھید کیوں بتایا تھا؟"

دلربا نے کہا "کیوں نہ بتاتی؟ میں تم سے محبت کر رہی ہوں۔ کیا تم سے کبھی جھوٹ بولوں گی؟ کبھی نہیں۔۔۔ اور جب میں اس سے محبت کرتی تھی تو اس سے بھی جھوٹ نہیں بول سکتی تھی اس لیے میں نے بتا دیا کہ ہمارے گھر میں کتنی رقم ہے۔"

"تم نے اس کو بتا دیا۔ اس کا نتیجہ دیکھو۔ یہ گن لے کر پہنچ گئے ہیں۔"

دلربا نے کہا "میں کیا کروں، ہماری اس دنیا میں سچ بولنا جرم ہے، حماقت ہے اور میں نے اس سے محبت کی تھی۔ نفرت نہیں کی تھی کہ یہ گن لے کر ہم سے نفرت کرنے پہنچ گیا ہے۔"

پارس نے پوچھا "آخر تم دونوں کتنے بوائے فرینڈز بناتی رہوگی؟"

مرحبا نے کہا "ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک ہمارے دل کو چھولینے والا کوئی ہماری زندگی میں نہیں آئے گا تب تک ہم ہر لڑکے کو بوائے فرینڈ بنا کر آزماتی رہیں گی۔ خدا بہتر جانتا ہے' تم نے میرے دل کو چھولیا ہے۔ تم میرے آخری بوائے فرینڈ ہو۔"

دلربا نے پورس سے کہا "میں بھی یہی کہتی ہوں کہ اب تمہارے سوا کوئی اور میری زندگی میں نہیں آئے گا۔"

گن مین نے کہا "یہ دونوں میری انسلٹ کررہی ہیں۔ پہلے انہوں نے ہم سے محبت کی۔ اب ہمیں ٹھکرا کر ان دونوں کے پاس جارہی ہیں۔ میں یہ انسلٹ برداشت نہیں کروں گا۔"

پارس نے مرحبا سے پوچھا "یہ کون ہے؟"

وہ بولی "یہ ہمارا پہلا عاشق ہے۔"

"تمہارا یا دلربا کا....؟"

"ہم دونوں کا.... بات اصل میں یہ ہے کہ ہم دونوں بہنیں ایک ساتھ اس پر عاشق ہوگئی تھیں۔ فیصلہ نہیں کرپارہی تھیں کہ اس عاشق کو میرا ہونا چاہیے یا دلربا کا۔ دلربا اس سے دست بردار نہیں ہونا چاہتی تھی اور میں اسے نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔"

پورس نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

"ہونا کیا تھا۔ ہم دونوں بہنوں نے فیصلہ کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کردیے جائیں۔ ہم دونوں آدھا آدھا حصہ بانٹ لیں گے۔ یہ سنتے ہی یہ بھاگ گیا تھا۔ آج گن لے کر آیا ہے۔"

وہ سینہ تان کر بولا "ہاں آج میں گن لے کر آیا ہوں۔ میں تم دونوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ ایک کمرے میں لے جاؤں گا اور کمرا بند کرکے تم دونوں کے ساتھ منہ کالا کروں گا۔"

دلربا پورس سے اور مرحبا پارس سے چپک گئی۔ سہم کر بولیں "ہمیں اس سے بچاؤ۔ پتا نہیں یہ کمرے میں لے جاکر ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ آخر میں ہمیں مار ڈالے گا۔"

پارس نے عبداللہ سے کہا "اس کی دونوں ٹانگیں زخمی کرکے ان دونوں کے ہتھیار گرادو۔"

"دو نوجوانوں نے اپنے ایک ساتھی کی دونوں ٹانگوں پر گولی ماری پھر اپنے اپنے ہتھیار پارس اور پورس کے سامنے پھینک دیے۔ انہوں نے ہتھیار اٹھا کر زخمی عاشق سے کہا "اب تم منہ کالا کرسکتے ہو۔ اگر ان ٹانگوں سے چل کر ان لڑکیوں تک آسکتے ہو تو چلے آؤ۔"

وہ فرش پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ پورس نے ان دونوں نوجوانوں سے پوچھا "ہاں.... تو تم دونوں پچاس ہزار ڈالر لینے آئے ہو؟"

انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر جلدی سے کہا "نن.... نہیں.... نہیں.... ہم سے غلطی ہوگئی۔ ہم ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

پارس نے کہا "اتنی جلدی کیا ہے۔ یہ تماشا دیکھتے جاؤ کہ تمہارا ساتھی کس طرح اپنا منہ کالا کرنے والا ہے۔ اس کا یہ شوق پورا ہوجائے پھر چلے جانا۔"

وہ دونوں ٹانگوں سے اپاہج ہونے کے بعد تکلیف زدہ لہجے میں گڑگڑا کر کہہ رہا تھا "مجھے معاف کردو۔ مجھے جانے دو۔ میں اب کبھی ادھر نہیں آؤں گا۔"

مرحبا نے کہا "پارس! انہیں چھوڑ دو۔ گولی نہ مارو۔ انہیں جانے دو۔ خس کم جہاں پاک...."

پورس نے ان لڑکیوں کے والدین سے پوچھا "کیا خیال ہے کیا انہیں چھوڑ دیا جائے؟"

ان کے باپ نے کہا "ہاں' میرا خیال ہے۔ بے وجہ خون خرابے سے پولیس کیس بنے گا۔ انہیں جانے دو۔"

عبداللہ نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں ان کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہاں سے جاکر اس زخمی کو پولیس اسٹیشن لے جائیں گے۔ یہ رپورٹ درج کرائیں گے کہ پارس اور پورس نے انہیں بیچ شاہراہ پر دشمنی کے باعث گولی ماری ہے۔"

پارس نے مرحبا کے باپ سے کہا "یہ تینوں یہاں سے جاتے ہی ہمارے خلاف الٹا کیس کریں گے کہ ہم نے ان کے ایک ساتھی کو گولیاں ماری ہیں لہٰذا ابھی آپ فون کرکے پولیس کو بلائیں اور یہ رپورٹ درج کرائیں کہ یہ تینوں آپ لوگوں کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔"

مرحبا کا باپ ریسیور اٹھا کر پولیس اسٹیشن کے نمبر پنچ کرنے لگا۔

○☆○

جینا ایک نئے انداز سے جینے لگی۔ پرانا علاقہ اور پرانا محلہ چھوڑ کر جوہو کے ساحل پر ایک شاندار بنگلے میں آگئی۔ سیٹھ کیشوناتھ نے اسے نقد ایک کروڑ روپے دیے تھے پھر جوہو کا وہ شاندار بنگلا بھی اس کے نام کرنے والا تھا۔ اس بنگلے میں دو بہت مہنگی کاریں تھیں اور ایک معمولی سی کار ملازموں کے استعمال کے لیے موجود تھی۔ اس کی خدمت کے لیے بنگلے کے اندر ایک ملازمہ باہر ایک ڈرائیور اور ایک دو ملازم موجود رہتے تھے۔

وہ ابھی سولہ برس کی تھی۔ ایسی کسی کم سن لڑکی کو اتنی ڈھیر ساری دولت اور عیش و آرام ملتا تو وہ ہنستی بولتی' ناچتی گاتی اور ہواؤں میں اڑتی پھرتی لیکن وہ اور زیادہ سنجیدہ ہوگئی تھی۔

یہ بات اسے ذہنی طور پر الجھا رہی تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً کبریا کے بارے میں کیوں سوچنے لگتی ہے؟ وہ ہر رات اسے خوابوں میں دیکھنے لگی تھی۔ کوئی رات ایسی نہیں جاتی تھی کہ وہ خواب میں نہ آتا ہو پھر وہ اس انداز سے آتا تھا کہ وہ سحر زدہ سی ہوجاتی تھی۔ جاگنے کے بعد بھی گھنٹوں اسی کے بارے میں سوچتی رہتی تھی۔

اس کی عجیب سی حالت ہوگئی تھی۔ روزانہ درجنوں عقیدت منداس سے ملنے آتے اور اپنی دکھ بھری بپتا سناتے تھے۔ اپنی ضرورتیں اس سے پوری کروانا چاہتے تھے۔ وہ سب کی حاجت روائی کرتی تھی لیکن اچانک بیٹھے بیٹھے کہیں گم ہوکر خلا میں تکنے لگتی تھی۔ اس کے عقیدت مند سمجھتے تھے کہ وہ اپنے دھیان گیان میں مصروف ہوگئی ہے جبکہ وہ کبریا کے بارے میں سوچ رہی ہوتی تھی۔ اسے یاد آنے لگتا تھا کہ وہ خوابوں میں آنے والا کیسے کیسے اس کے پاس آکر بھٹکارہتا تھا اور اسے بھٹکا تا رہتا تھا۔

وہ خلا میں تکتے وقت تصور میں وہ تمام مناظر دیکھتی رہتی تھی جو نیند کی حالت میں گزر جاتے تھے۔ جب وہ چونکتی تو اپنے سامنے عقیدت مندوں کا ہجوم دیکھتی اور جھینپ جاتی' باتیں بناتی۔ "مجھے معاف کرنا' میں ذرا دھیان میں مصروف تھی۔"

دھیان بھگوان کا بھی ہوتا ہے اور من مندر کے دیوتا کا بھی۔ وہ کبھی جھوٹ نہ بولنے والی ایسے وقت جھوٹ بولنے پر مجبور ہوجاتی تھی۔

جب وہ تنہائی میں ہوتی تو سوچ کے ذریعے اسے پکارتی۔ "کبریا! تم کہاں ہو؟ آجاؤ کبریا! اتنا نہ ستاؤ۔"

اسے جواب نہیں ملتا تھا۔ وہ کہتی تھی "یہ نہ سمجھو کہ میں بالکل ہی نادان ہوں اور تمہاری ناراضگی کو نہیں سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے اندر رہتے ہو۔ یہ میں دل کی گہرائی سے اور پورے یقین سے کہتی ہوں۔ تم میرے پاس آنے والوں کے مسائل سنتے ہو اور میں جس طرح ان سے وعدہ کرتی ہوں وہ وعدہ تم اسی طرح پورا کرتے ہو۔ ان کے مسائل حل کرتے ہو' میری عزت رکھتے ہو' میرا مان بڑھاتے ہو۔"

ایسے وقت کبریا اس کی سوچ میں کہتا تھا "میں کبریا کو کیوں پکار رہی ہوں؟ میرا اس سے کیا تعلق ہے' کیا رشتہ ہے؟ میں ہندو ہوں' وہ مسلمان ہے۔ جب میں اتنا فاصلہ رکھ کر سوچتی ہوں تو پھر کیوں اسے خوابوں اور خیالوں میں دیکھتی ہوں اور سوچتی رہتی ہوں۔ وہ خیالوں میں نہیں آتا تو اس کو بے اختیار پکارنے لگتی ہوں۔"

اس کی اپنی سوچ کہتی تھی "میں کیا کروں' میری سمجھ میں نہیں آتا۔ جب وہ شدت سے یاد آتا ہے تو میں بھول جاتی ہوں کہ میرا دھرم کیا ہے' اس کا مذہب کیا ہے؟ میں ہندوستانی ہوں' وہ پاکستانی ہے۔ ہم دونوں ایسے ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کے درمیان ابتدا ہی سے نفرت اور دشمنی چلی آرہی ہے۔"

وہ بری طرح الجھ کر سوچتی تھی "کوئی دھرم نہیں ہوتا' کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ سب ملک برابر ہوتے ہیں۔ ہر ملک میں انسان بستے ہیں۔ انسان کو انسان سے پیار کرنا چاہیے۔ مذہب اور دھرم کی دیوار اٹھا کر ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔"

کبریا اس کے اندر رہ کر یہ خواہش پیدا کرتا رہتا تھا کہ وہ نت نئے ڈیزائن کے بہتر سے بہتر لباس پہنا کرے۔ پہلے تو وہ پہننا نہیں چاہتی تھی پھر اس کے اندر یہ سوچ پیدا ہوتی کہ شاید کبریا کہیں سے چھپ کر اسے دیکھتا ہو اس لیے اسے پہننا چاہیے۔ اس طرح زیورات پہننے اور بننے سنورنے کی خواہشیں جنم لیتی رہیں اور وہ ان پر عمل کرتی رہی۔

وہ رفتہ رفتہ تبدیل ہونے لگی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر حیران رہ جاتی تھی کہ وہ کیا سے کیا ہوتی جارہی ہے! پہلے وہ مٹی مٹی سی دھندلی دھندلی سی دکھائی دیتی تھی۔ اب آئینے میں ایسی صاف اور شفاف نظر آتی تھی جیسے خوش رنگ تتلی نے اپنے تمام پر پھیلا دیے ہوں۔

وہ کسی تفریح گاہ میں جاتی تھی یا کسی تقریب میں پہنچتی تھی تو وہاں بھی اس کا دھیان بٹا رہتا تھا۔ اس کی نظریں ادھر ادھر بھٹکتی رہتی تھیں۔ اس کا دل کہتا تھا کہ وہ کہیں نہ کہیں نظر آسکتا ہے۔ وہ ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر کی جیولری شاپ میں تھی اور ہیروں کا ایک سیٹ خرید رہی تھی۔ جب وہ خریداری کے بعد دکان سے باہر آئی تو دور ایک طرف دیکھتے ہی چونک گئی' خوشی سے کھل گئی۔ اسے کبریا نظر آرہا تھا۔

وہ تیزی سے اس طرف جانے لگی۔ اگرچہ اس نے ایک ہی بار اسے دیکھا تھا۔ اس کی خوبروئی' اس کا قد' اس کی

شخصیت اس کے حواس پر چھائی ہوئی تھی لیکن چہرے کے نقوش اسے اچھی طرح یاد نہیں تھے۔ اس نے خوابوں اور خیالوں میں جیسا چہرہ دیکھا تھا' ویسا ہی وہ دکھائی دے رہا تھا اور وہ اس چہرے کی طرف کشاں کشاں جا رہی تھی۔

اس نے قریب پہنچ کر اسے مخاطب کیا "کبریا؟"

وہ جوان آگے جا رہا تھا۔ اس نے شاید اس کی آواز نہیں سنی یا پھر اس کا نام کبریا نہیں تھا۔ جینا نے اور قریب ہو کر اسے پکارا "کبریا......!"

پھر اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ رک گیا۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا پھر ایک دم سے اسے پہچانتے ہوئے بولا "ارے آپ... سہاگن دیوی! یہ آپ ہیں؟"

جینا نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام من موہن ہے۔ یہ میرے بڑے بھاگ ہیں کہ آپ نے مجھے چھولیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آپ کے پاس جاؤں گا اور ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کروں گا کہ مجھے کوئی نوکری دلا دیں۔ میں بے روزگار ہوں اور بہت مشکلوں میں ہوں۔ بی اے پاس ہوں۔ آپ نے مجھے چھولیا ہے' اب مجھے یقین ہے کہ کہیں نہ کہیں ضرور مجھے نوکری ملے گی۔"

وہ اسے چھو کر پچھتا رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ میں اسے نوکری کہاں سے دلاؤں گی؟ یہ اس کا مسئلہ تھا کہ نوکری کیسے دلائے گی؟ لیکن اسے اپنے دیوی ہونے کا بھرم رکھنا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر آشیرواد دینے کے انداز میں کہا "جاؤ ... بھگوان نے چاہا تو تمہیں نوکری مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے پلٹ گئی۔ مایوس ہو کر وہاں سے جانے لگی۔ جیسے کبریا سمجھا تھا وہ کوئی اور نکلا تھا۔ اس کا نام من موہن تھا۔ وہ بے روزگاری سے اس قدر تنگ آ گیا تھا کہ خودکشی کرنا چاہتا تھا پھر اس نے سہاگن دیوی کا نام سن کر سوچا تھا کہ ایک بار اس کے درشن کرے گا۔ شاید اس دیوی کی کرپا سے اسے نوکری مل جائے۔

اس نوجوان کے گھر میں بوڑھے ماں باپ تھے' ایک جوان بہن تھی۔ کبھی کبھی فاقے کرنے کی نوبت آجاتی تھی۔ وہ شرمندہ ہو جاتا تھا کہ جوان ہو کر انہیں تین وقت کی روٹی نہیں کھلا سکتا ہے۔

جینا نے اسے چھو کر اس کے اندر بڑا حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اب ضرور اس کے برے دن دور ہو جائیں گے اور اچھے دن آئیں گے۔

وہ سوچتا ہوا شاپنگ سینٹر سے باہر آیا تو کبریا نے اس کا راستہ روک لیا پھر اس سے پوچھا "کیا تمہارا نام من موہن ہے؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا پھر کہا "ہاں تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میرے اندر ایک دیوی کی آواز آئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ من موہن نامی ایک نوجوان بے روزگار ہے۔ بہت مایوس ہے۔ اگر اسے نوکری نہ ملی تو وہ آتما ہتھیا کر لے گا لہٰذا اسے نوکری دے دی جائے۔"

پھر کبریا نے اسے اپنی جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر دیتے ہوئے کہا "کل صبح اس ایڈریس پر پہنچ جاؤ۔ تمہیں ملازمت مل جائے گی۔ تمہیں ہر ماہ دس ہزار روپے بطور تنخواہ ملیں گے۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر اس کے قدموں میں جھک گیا۔ کبریا نے اسے بازوؤں سے تھام کر اٹھاتے ہوئے کہا "میں نہ دیوی ہوں' نہ دیوتا ہوں۔ مجھے جیسا حکم ملا تھا' میں اس پر عمل کر رہا ہوں اور یہ دس ہزار روپے رکھو جو قرض ہے' اسے ادا کرو۔ گھر میں راشن لے جاؤ اور اپنے لیے ایک اچھا سا لباس بنواؤ۔"

کبریا اس سے رخصت ہو کر دور ایک جگہ آیا۔ ممبئی میں وہ ایک بہت بڑے دولت مند کاروباری کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ وہاں اس کا نام حمزہ تھا اور وہ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی میں شیئر ہولڈر تھا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے اپنے ایک دوا فروخت کرنے والے ہول سیلر کو مخاطب کیا پھر کہا "میں نے ایک نوجوان من موہن کو تمہارا وزیٹنگ کارڈ دیا ہے۔ وہ کل صبح ملازمت کے لیے آئے گا۔ اسے دس ہزار روپے ماہانہ پر ملازم رکھ لو۔"

دوسری طرف سے کہا "یس سر! آپ کا حکم ہے تو ہم اسے ضرور رکھ لیں گے۔"

کبریا فون بند کر کے پھر خیال خوانی کے ذریعے جینا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک مہنگی اور شاندار کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ دائیں بائیں کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ یہ اس کی عادت ہوتی جا رہی تھی کہ نظریں جہاں جاتی تھیں' کبریا کو ڈھونڈتی تھیں۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کے مسائل سنتی تھی پھر تصور جاناں میں کھو جاتی تھی۔ مسائل تو کبریا حل کیا کرتا تھا۔

وہ اپنے شاندار بنگلے کے سامنے پہنچی۔ دربان نے آہنی گیٹ کو کھولا۔ اس کی کار احاطے کے اندر داخل ہوئی۔ وہاں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ بہت سے عقیدت مند اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے یا بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی کار کو دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر سر جھکانے لگے۔

ایک ملازم نے اس کی کار کا پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "دیوی جی! پولیس والے آئے ہیں' آپ کو پوچھ رہے ہیں۔ میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

وہ کار سے اتر کر سوچتی ہوئی اندر آئی کہ پتا نہیں آج پولیس والے کیوں آئے ہیں۔ کیا یہ لوگ بھی میرے عقیدت مندوں میں سے ہیں؟ مجھے تو پولیس والوں سے بڑی دہشت ہوتی ہے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو ایک پولیس انسپکٹر اور ایک انٹیلی جنس کا افسر اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا پھر ایک نے کہا "ہم بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی "آپ بیٹھ جائیں اور فرمائیں' میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں۔"

وہ سب ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "آپ برا نہ مانیں۔ آپ کے خلاف بہت سی شکایتیں ہیں بلکہ الزامات ہیں۔"

اس نے پوچھا "کیسے الزامات ہیں؟"

انسپکٹر نے کہا "پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ چند روز پہلے آپ ایک بہت ہی پسماندہ علاقے میں تھیں۔ غریبوں کے محلے میں رہتی تھیں۔ اچانک اتنے شاندار بنگلے میں کیسے آ گئیں۔"

انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "ہمارے جاسوسوں نے بتایا ہے کہ آپ ہزاروں اور لاکھوں روپے غریبوں میں دان کرتی ہیں۔ ضرورت مندوں کو آپ اتنی بڑی رقمیں کہاں سے دیتی ہیں؟ آپ کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں؟"

وہ بولی "ہمارے ملک میں کتنے ہی لوگ راتوں رات امیر ہو جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی ان کے خلاف کارروائی کی ہے کہ ان کے پاس اچانک اتنا دھن کہاں سے آجاتا ہے؟ اور وہ کیسے دھنوان بن جاتے ہیں۔"

"آپ دوسروں کی بات کو چھوڑیں' اپنی بات کریں۔ آپ کے پاس اتنا دھن کہاں سے آرہا ہے۔"

"یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ یہ شاندار بنگلا کیشو ناتھ کا ہے۔ انہوں نے ایک کروڑ روپے اور یہ بنگلا مجھے دیا ہے۔ میرے پاس جو قیمتی گاڑیاں ہیں سب ان ہی کی دی ہوئی ہیں۔"

"ہمیں یہ معلوم ہے اور ہم اس حد تک مطمئن ہیں لیکن جس انداز میں آپ لکشمی دیوی بنی ہوئی ہیں اور سب کو دھن بانٹتی رہتی ہیں' اس کے لیے تو اربوں اور کھربوں روپے بھی کم پڑتے ہیں۔"

وہ بولی "مجھ پر لکشمی دیوی کی کرپا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کیسے کیسے ذرائع سے میرے پاس دھن پہنچاتی ہیں؟ اگر آپ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو پہلے یہ ثابت کریں کہ میری آمدنی کے ذرائع ناجائز ہیں' غیر قانونی ہیں۔ میں اسمگلنگ کرتی ہوں' بینک میں ڈاکے ڈالتی ہوں۔ کوئی ایسا جرم ثابت کر دیں پھر مجھے گرفتار کر کے یہاں سے لے چلیں۔"

انسپکٹر نے کہا "ایک بہت بڑے سرمایہ دار نے آپ کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے۔ اس سرمایہ دار کا نام نند لال بھنڈاری ہے۔ اس نے الزام لگایا ہے کہ اس کے گھر میں ایک نوجوان ملازمہ تھی۔ اس ملازمہ کے ذریعے آپ نے اس کے گھر میں ڈکیتی کرائی ہے۔ اس کے بیڈ روم کے سیف میں ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے تھے جس روز وہ ملازمہ اس کی نوکری چھوڑ کر گئی اسی روز وہ رقم چوری ہو گئی۔"

جینا نے کہا "دو روز پہلے کی بات ہے۔ نند لال بھنڈاری اس ملازمہ کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ ملازمہ نے فون کے ذریعے مجھ سے کہا کہ وہ اسے ایک کمرے میں بند کر کے گیا ہے اور ابھی آ کر اس کی عزت لوٹنے والا ہے۔"

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ جہاں اسے بند کیا گیا تھا وہاں ٹیلی فون تھا اور اس نے فون کے ذریعے آپ کو اطلاع دی تھی؟ پھر آپ نے کیا کیا تھا؟"

"جب وہ اس کے کمرے میں آیا تو میں نے اسی فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا تھا۔ پہلے تو اسے سمجھایا کہ وہ کوئی پاپ نہ کرے۔ ایک بے گناہ لڑکی کی آبرو نہ لوٹے جب وہ میرا مذاق اڑانے لگا مجھے دیوی نہیں فراڈ کہنے لگا تو میں نے اسے بددعا دی تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جس دولت پر وہ گھمنڈ کرتا ہے' وہ دولت بھی اس کے پاس نہ رہے۔"

انسپکٹر نے کہا "اور اس طرح وہ دولت نہ رہی۔ اس کے ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے چوری ہو گئے۔ یہ آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ رقم کیسے چوری ہوئی؟ وہ ملازمہ بہت کمزور تھی' اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی لیکن اچانک اتنا کیسے طاقت ور ہو گئی کہ اسے زخمی کر کے اس کے سیف سے رقم نکال کر لے جا سکے؟"

جینا نے کہا "وہ کمزور ملازمہ اچانک طاقت ور نہیں بنی تھی۔ دراصل نند لال بھنڈاری نشے میں دھت ہو کر اتنا

کمزور ہو گیا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا۔ ایسے میں وہ اسے زخمی کرکے بھاگ گئی۔ اب وہ لڑکی میرے پاس نوکری کر رہی ہے۔ آپ اس کے خلاف یہ جرم ثابت کردیں کہ اس نے اتنی بڑی رقم چرائی ہے تو میں اس کو آپ کے حوالے کردوں گی۔"

"ہم اسے گرفتار کرکے لے جائیں گے اور اپنے طور پر ساری حقیقت معلوم کرلیں گے۔ وہ ضرور سچ بولے گی اور اپنے جرم کا اقبال کرلے گی۔"

"میں بہ خوبی جانتی ہوں کہ آپ لوگ کس طرح اقبال جرم کراتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے' آپ اسے یہاں سے نہیں لے جاسکیں گے۔ میں قانونی لڑائی لڑنا جانتی ہوں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے اس لڑکی کی ضمانت قبل از گرفتاری کرالی ہے۔"

پھر اس نے اپنی ایک تعلیم یافتہ ملازمہ سے کہا "ضمانت کے کاغذات لے آؤ۔"

ملازمہ نے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ دیر بعد وہ ضمانت کے کاغذات لے آئی اور انہیں انسپکٹر کے حوالے کردیا۔ وہ انہیں پڑھنے کے بعد بولا "آپ نے بڑی ہوشیاری دکھائی ہے لیکن اس کے ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے کہاں چلے گئے؟"

"آپ پولیس والے ہوکر مجھ سے پوچھ رہے ہیں؟ جس نے چرائے ہیں' اس سے پوچھیں اور جو چور ہے اسے پکڑنے کی کوشش کریں۔"

انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "دیوی جی! آپ کے خلاف ایک شبہ کیا جارہا ہے' اور وہ شبہ حقیقت سے قریب ہے....."

"میں بھی تو سنوں کہ میرے خلاف کس قسم کا شبہ کیا جارہا ہے؟"

افسر نے کہا "آپ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں یا پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی اس نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کرلیں۔ ان سے گفتگو کے دوران میں وہ تھوڑی دیر کے لیے کبریا کو بھول گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کے ذکر پر وہ ایک دم سے یاد آیا تو دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ انٹیلی جنس کے افسر نے پوچھا "آپ نے آنکھیں کیوں بند کرلیں خاموش کیوں ہیں؟"

وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے بولی "تم دن رات پوجا پاٹ کرتے ہو۔ کبھی تم نے دل کی گہرائیوں سے دھیان گیان میں وقت گزارا ہے؟ اگر ایسا نہیں کیا ہے تو تم اس بات کو نہیں سمجھ پاؤ گے کہ جو بھگوان کے بھگت ہوتے ہیں اور دن رات اسی کے دھیان میں گم رہتے ہیں' وہ اپنے اندر آوازیں سنتے ہیں۔ وہ آوازیں بھگوان کی ہوتی ہیں یا پھر بھگوان کا کوئی اوتار ان کے اندر بولتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے کہ کیا اچھا ہے کیا برا ہے۔ کس کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ کس کی تکلیف دور ہوسکتی ہے اور کس پاپی کی تکلیف بڑھ سکتی ہے؟"

اس نے دونوں کو دیکھا پھر ایک توقف سے بولی "اگر اسی کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں تو پھر بے شک میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں یا پھر بھگوان کا کوئی اوتار میرے اندر آکر بولتا ہے۔ کیا تم لوگ اسے بولنے سے روک سکتے ہو۔ بھگوان کو چیلنج کرسکتے ہو؟"

وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ انسپکٹر نے کہا "ہم ابھی آپ سے بحث نہیں کریں گے لیکن جلد ہی یہ ثابت کردیں گے کہ آپ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں یا پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے آپ کا تعلق ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کہتے ہوئے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد باہر انتظار کرنے والے ایک ایک کرکے اس کے پاس آنے لگے اور اپنا دکھڑا سنانے لگے۔

وہ ان کے مسائل سنتی تھی لیکن مالی امداد صرف ان کو ہی دیتی تھی جو صحیح معنوں میں مستحق ہوتے تھے اور جو فراڈ ہوتے تھے یا کام چور ہوتے تھے یا نشہ کرنے کے لیے جھوٹ موٹ اپنی دکھ بیماری کا رونا روتے تھے۔ وہ ان کی مدد نہیں کرتی تھی۔ سختی سے تاکید کرتی تھی کہ وہ جھوٹ اور فریب سے باز آجائیں ورنہ بھگوان کی طرف سے سخت سزائیں ملیں گی۔

کون جھوٹا ہے کون سچا ہے اور کون فریب دے رہا ہے۔ یہ جینا نہیں جان سکتی تھی۔ کسی کے اندر گھس کر ان کی سچائی معلوم نہیں کرسکتی تھی۔ کبریا اس کے پاس آنے والوں کے حالات پڑھ کر معلوم کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کی رہنمائی کرتا تھا اس کے دل کی گہرائیوں سے آواز نکلتی تھی کہ میرا وہ چاہنے والا میرے اندر موجود ہے۔ اے بھگوان! میں اسے کیسے مناؤں کیسے اس کی ناراضگی دور کردوں۔ وہ مجھ سے کب ملے گا؟

ایک بوڑھی عورت نے اس کے پاس آکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "سہاگن دیوی! میرے پاس دھن دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں ہر طرح سے خوش حال ہوں لیکن اچانک میرے نوجوان بیٹے کو پتا نہیں کیسے دورے پڑنے لگتے ہیں؟ میں نے بہت علاج کرایا ہے ٹونے ٹوٹکے بھی کرائے ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ویسے تو وہ نارمل رہتا ہے لیکن کبھی کبھی اچانک ہی دورہ پڑنے لگتا ہے اور اس کی بہت ہی بری حالت ہوجاتی ہے۔ میں ماں ہوں اس کی یہ حالت دیکھ نہیں سکتی۔ کرپا کرکے ابھی میرے ساتھ چلو تھوڑی دیر پہلے اسے دورہ پڑا تھا وہ بے سدھ پڑا ہوا ہے۔"

جینا نے کہا "مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ یہاں کتنے ضرورت مند بیٹھے ہیں۔ میں ابھی انہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ یہ وعدہ کرتی ہوں کہ شام چھ بجے تک تمہارے ساتھ جاسکوں گی۔"

واقعی وہ پریشان تھی۔ وہیں بیٹھی رہی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد جینا کو فرصت مل گئی۔ تمام ضرورت مند چلے گئے۔ جینا نے کہا "اگرچہ میں بہت تھک گئی ہوں لیکن تمہاری ضرورت کو سمجھ رہی ہوں۔ آؤ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ اس کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوگئی۔ اس عورت کی کوٹھی گیٹ وے آف انڈیا کے قریب تھی۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ گئے۔ اس شاندار کوٹھی کے باہر مسلح سیکورٹی گارڈز کا پہرا تھا۔ اس عورت نے بتایا کہ اس کا پتی برسر اقتدار پارٹی کا بہت بڑا لیڈر ہے۔ اگر سہاگن کے گیتاؤں یا دواؤں سے ان کا بیٹا صحت مند ہوجائے گا اور اس کو دورہ نہیں پڑے گا تو وہ اسے مالا مال کردے گی۔"

جینا اس کے ساتھ کوٹھی کے اندر آئی۔ قیمتی سامان سے آراستہ کی ہوئی کوٹھی کو دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ وہ سیاست دان دونوں ہاتھوں سے ملکی خزانہ لوٹ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی راجا مہاراجا کے محل میں آگئی ہے۔ وہ عورت اسے ایک بیڈ روم میں لے کر آئی۔ وہاں ایک بیڈ پر کوئی شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ شاید وہ نیند میں تھا۔ اس عورت نے کہا "بیٹے! سہاگن دیوی آئی ہے تم اس سے باتیں کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

اس نے کمرے سے باہر آکر دروازے کو بند کردیا۔ وہ شخص بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ کوئی نوجوان نہیں تھا۔ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے تعریفی انداز میں بولا "واہ واہ سہاگن دیوی! تمہارے حسن و شباب کی جتنی تعریفیں سنی تھیں' تم اس سے بھی زیادہ ہو۔ سنا ہے لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہو؟"

جینا خاموشی سے اپنی جگہ کھڑی رہی۔

وہ بستر کے سرے پر کھسک کر بیٹھ گیا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا "جبکہ بھرپور جوان لڑکی دکھائی دیتی ہو۔ عجیب ہے کہ تم کیا ہو جب سے سنا ہے تمہارے لیے دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ تمہیں اپنے بازوؤں میں بھر کے سر سے پاؤں تک دیکھنے کے لیے دل مچل رہا ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "مجھ سے ایسی گندی باتیں مت کرو جس کی شامت آجاتی ہے وہ مجھے ہاتھ لگانے کے لیے مچلتا ہے۔"

"ہاں میں نے یہ بھی سنا ہے۔ مرلی دھر تمہارا دور کا رشتے دار تھا۔ میرا پالتو غنڈا تھا۔ وہ تمہارے بدن سے کھیلنا چاہتا تھا پھر تم نے جانے کیسے اسے اپاہج بنادیا۔ اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ہمیشہ کے لیے بے کار ہوگئے۔"

وہ بولی "تمہیں اس کے انجام سے سبق سیکھنا چاہیے۔"

"آج یا تو میں سبق سیکھوں گا یا تمہیں سکھا کر رکھ دوں گا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے تمہارے خلاف کارروائی کررہے ہیں۔ انہیں شبہ ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو یا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر موجود رہتا ہے اور وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے جو تمہارے قریب آتا ہے وہ اسے اپاہج بنادیتا ہے' یا مار ڈالتا ہے۔"

"تم سب خوا مخواہ مجھ پر شبہ کررہے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی اور نہ ہی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانتی ہوں۔"

"سانچ کو آنچ کیا ہے۔ میں نے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ڈی جی سے کہا ہے کہ میں تمہیں اپنی کوٹھی میں بلا کر آزماؤں گا۔ تمہارے بارے میں اب تک کی رپورٹ یہ ہے کہ جب تمہاری جان پر بن آتی ہے یا تمہاری آبرو خطرے میں پڑتی ہے تو تم کسی نہ کسی غیر معمولی حیرت انگیز طریقے سے بچ نکلتی ہو۔ میں دیکھوں گا کہ تم کس طرح اپنی عزت بچا کر یہاں سے جاؤ گی؟"

"میں ایک ہی بات جانتی ہوں بھگوان میری مدد کرتا ہے اور میں بچ کر نکل جاتی ہوں۔"

"یہی میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ بھگوان تمہاری کس طرح مدد کرتا ہے؟ اگر وہ میرے دماغ میں آکر مجھے کمزور بنائے گا۔ میرے دماغ کو اپنے قابو میں کرکے مجھ سے الٹی سیدھی حرکتیں کرائے گا یا مجھے خودکشی کرنے پر مجبور کرے گا تو فوراً ہی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو میرے حالات کا علم ہوجائے گا۔ وہ سب میرا انتظار کررہے ہیں اور کانوں سے ہیڈ فون لگائے ہماری یہاں کی تمام باتیں سن رہے ہیں۔"

وہ پریشان ہوکر اسے دیکھنے لگی وہ بولا "اگر ٹیلی پیتھی جانتی ہو تو چلو اس کا مظاہرہ کرو اگر نہیں جانتی ہو تو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلاؤ۔ اگر ایسا کچھ نہیں ہوگا تو میں

تمہاری عزت سے کھیلنے میں کامیاب ہو جاؤں گا تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی چکر نہیں ہے۔"

یہ بہت ہی مشکل گھڑی تھی۔ کبریا اگر اس ہوس پرست سیاسی لیڈر سے جینا کی آبرو بچاتا تو یہ ثابت ہو جاتا کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے پھر تو وہ فرہاد ہوگا یا اس کا کوئی خیال کرنے والا ضرور ہوگا۔

اور ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ٹیلی پیتھی کے راز کو چھپانے کے لیے کبریا اس کی آبرو کی حفاظت نہ کرتا۔ حفاظت تو کرنا ہی تھی لیکن دامن بچا کر۔

○☆○

چنڈال جوگیا کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ پہلے اس کے بال لانبے لانبے تھے۔ سر سے پیٹھ کی طرف جاتے تھے۔ بہت ہی گھنے اور الجھے ہوئے تھے۔ ان بالوں کو تراش کر بہت چھوٹا کیا گیا تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں تھیں انہیں مختصر کیا گیا تھا۔ داڑھی کا صفایا کر دیا گیا تھا۔ شیمپو سے بالوں کی دھلائی ہوئی تھی۔ خوشبودار صابن سے پورے چہرے اور بدن کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا گیا تھا۔ اس طرح وہ ایسے نکھر گیا تھا جیسے لندن یا امریکا سے کسی تعلیم یافتہ شخص کو امپورٹ کیا گیا ہو۔

وہ انگریزی جانتا تھا۔ صرف روانی سے بول نہیں سکتا تھا۔ اس کے لیے ٹیوٹر رکھے گئے اسے ادب و آداب سکھانے کے لیے بھی ٹیچرز رکھے گئے۔ وہ صبح سے شام تک اسے تربیت دے رہے تھے۔ وہ ایک میلا اور جھوٹا برتن تھا۔ اسے مانجھ مانجھ کر صاف کیا جا رہا تھا' چمکایا جا رہا تھا۔ وہ ایسی تعلیم و تربیت سے بیزار نہیں ہو رہا تھا کیونکہ اسے انگریزی سکھانے والی حسینہ یورپ سے آئی تھی اور ہندوستانی آداب و آداب اور طور طریقے سکھانے کے لیے بھارتی حسیناؤں کو اس کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ اس طرح دن رات اس کے آگے پیچھے حسن و شباب کا میلہ لگا رہتا تھا۔

دو ایسے ٹیوٹر رکھے گئے تھے جو ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بارے میں پوری معلومات رکھتے تھے کہ ٹیلی پیتھی کی ابتدا سے لے کر اب تک ہماری دنیا میں کتنے خیال خوانی کرنے آئے اور گئے۔ ان میں سے ایک ٹیوٹر نے چنڈال جوگیا سے کہا "مسٹر جوگیا! آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ماضی میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے گزر چکے ہیں۔ اب ہماری دنیا میں کتنے رہ گئے ہیں؟"

وہ بولا "میں یہ معلوم کر کے کیا کروں گا کہ ماضی میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے اور وہ مر چکے ہیں؟ مجھے ان سے کیا لینا ہے؟"

"آپ ان کی ہسٹری پڑھ کر اور ہم سے ان کے بارے میں بہت کچھ سن کر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کیسی کیسی غلطیاں کی تھیں۔ ان غلطیوں کی وجہ سے ان پر زوال آیا تھا اور پھر وہ موت کے منہ تک پہنچ گئے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد آپ ایسی غلطیوں سے خود کو باز رکھنا سیکھ لیں گے۔"

"اتنا تو میں جانتا ہوں کہ ابتدا سے لے کر اب تک فرہاد علی تیمور سب پر بھاری پڑتا رہا ہے اور زیادہ تر ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔"

دوسرے ٹیوٹر نے کہا "فرہاد کے بعد الپا کا نمبر ہے۔ وہ ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتی آرہی ہے۔ اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ وہ بلا کی مکار ہے پارس جیسے شاطر کو بار بار محبت کا فریب دے کر اور اپنا الّو سیدھا کرتی رہی اور اس کے علاوہ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی چالاکی سے زیر کرتی رہی۔"

چنڈال نے پوچھا "آج کل تو الپا کا کوئی چرچا سننے میں نہیں آرہا ہے۔ کیا وہ کہیں روپوش ہو گئی ہے؟"

"وہ فرہاد کی فیملی میں شامل ہو گئی ہے۔ شاید مسلمان ہو گئی ہے۔ پتا نہیں کیوں گم نام رہنے لگی ہے؟ خیال خوانی تو ضرور کرتی ہوگی لیکن خود کو ظاہر نہیں کر رہی۔"

چنڈال جوگیا نے کہا "میرا خیال ہے فرہاد نے اس کو اپنا معمول بنا لیا ہے۔ اس کو قیدی بنا کر رکھتا ہے۔ کہیں ظاہر ہونے نہیں دیتا اور اپنی مرضی کے مطابق خیال خوانی کراتا ہوگا۔"

"فرہاد کے بارے میں یہ یاد رکھو کہ وہ زیادہ عرصے تک کسی کو معمول بنا کر نہیں رکھتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر الپا نے اسلام قبول کیا ہوگا تو فرہاد نے خوش ہو کر اسے اپنا بنا لیا ہوگا اور اسے ہر طرح سے تحفظ فراہم کر رہا ہوگا۔"

دوسرے ٹیوٹر نے کہا "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الپا خاموشی سے خیال خوانی کر رہی ہو اور کسی کے بھی دماغ میں جا کر خود کو ظاہر نہ کر رہی ہو۔ اگر تمہارے دماغ میں وہ آئے تو یاد رکھنا کہ فی الحال ہماری دنیا میں خیال خوانی کرنے والی دو عورتیں ہیں۔ ایک الپا اور دوسری اعلیٰ بی بی تیسری ایک سونیا ثانی ہے جو ابھی گمنام ہے لیکن وہ بھی اچانک ضرورت سے مجبور ہو کر خیال خوانی کر سکتی ہے۔"

فرہاد اور اس کی فیملی سے ہٹ کر ٹیلی پیتھی جاننے والے

امریکیوں سے تمہارا ٹکراؤ ہوگا اور یہ جلد ہی ہوگا کیونکہ تم بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے پہلے امریکی اکابرین سے رابطہ کرو گے۔ انہیں یہ یقین دلانا ہوگا کہ ہمارے دیس میں بھی ہمارا اپنا خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"اور جب تم ان سے رابطہ کرو گے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا سراغ لگانے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے تمام اکابرین کے بہت اعلیٰ سرکاری عہدیداروں کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمہیں کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ اور ان سے دور رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔"

چنڈال نے پوچھا "وہ طریقہ کیا ہے؟"

"ایک تو آپ کی پیدائشی آواز اور لب ولہجہ ہے۔ آپ دن رات بے اختیار اسی لب ولہجے میں بولتے رہیں لیکن ہم نے آپ کو دوسرا لب ولہجہ سکھایا ہے۔ آپ صرف خیال خوانی کرتے وقت اس دوسرے لب ولہجے میں گفتگو کیا کریں گے۔ آپ کے دشمن اس لہجے کے ذریعے دماغ میں آنا چاہیں گے اور آپ کو ڈھونڈتے رہ جائیں گے مگر اس لب ولہجے والا کوئی شخص انہیں نہیں ملے گا۔"

"کیوں نہیں ملے گا جبکہ یہ بھی میرا ایک لب ولہجہ ہے؟"

"یہ لب ولہجہ نہ آپ کا پیدائشی ہے اور نہ ہی مستقل ہے کچھ عرصے بعد آپ اس لب ولہجے کو بھی تبدیل کرکے کوئی دوسرا لب ولہجہ اپنالیں گے اس طرح دشمن آپ کی تلاش میں بھٹکتے رہیں گے۔"

چنڈال جوگیا ان دو ٹیوٹرز سے بہت کچھ سیکھ اور سمجھ رہا تھا۔ اس نے فرمان کو اپنا فرماں بردار باڈی گارڈ بنا کر رکھا تھا۔ تنہائی میں اس سے باتیں کرتا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے بھی پوچھتا تھا کہ کیا یہ دونوں ٹیوٹر ٹھیک سمجھا رہے ہیں کوئی غلطی تو نہیں کررہے ہیں؟

فرمان بھی اسے سمجھاتا تھا کہ اسے اپنے ٹیوٹرز پر بھروسا کرنا چاہیے۔ وہ اسے صحیح طرح گائیڈ کررہے ہیں۔"

امریکی اکابرین نے پھر ایک بار بھارتی حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ ان کا وہ بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں ہے۔ کیا اس کا آپریشن ہوچکا ہے اور کیا وہ گونگا بولنے لگا ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا "ہاں ہم اپنے بھگوان کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بولنے کے قابل ہوگیا ہے اور اب چند گھنٹوں کے اندر تم لوگوں سے دماغی رابطہ قائم کرے گا۔"

امریکی اکابرین حیران ہونے لگے۔ وہ سوچ بھی [illegible] تھے کہ بھارت میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا واقعی [illegible] ہے۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ بھارتی حکمران انہیں [illegible] رہے ہیں۔ ان سے جھوٹ بول رہے ہیں اور اب [illegible] ثابت کرنے کے لیے اس ٹیلی پیتھی جاننے وا[illegible] کرنے ہی والے ہیں۔

وہ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا رہے [illegible] انہیں مستعد رہنے کو کہہ رہے تھے۔ ان سے توقع کر[illegible] کہ جب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان اکابرین کے دماغ [illegible] آکر بولنے لگے گا تو ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے [illegible] لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر اس کے [illegible] چاہیں گے یا پھر بھارتی اکابرین اور وہاں کے اعلیٰ [illegible] داروں کے اندر پہنچ کر اس لہجے والے کو تلاش کر[illegible]

چنڈال جوگیا نے فرمان سے کہا "یہ لوگ مجھے [illegible] اکابرین کے دماغوں میں جانے کو کہہ رہے ہیں مگر [illegible] پلاننگ کچھ اور ہے۔ تم ہمیشہ میری جگہ خیال خوانی [illegible] جس کے دماغ میں مجھے جانا ہوگا وہاں تم جاؤ گے۔ [illegible] تمہارے اندر رہا کروں گا اور ان سے ہونے والی تمہاری گفتگو سنا کروں گا پھر واپس آکر ان بھارتی اکابرین کو بتا[illegible] گا۔"

ایک گھنٹے بعد بھارتی حکمران نے چنڈال کو [illegible] اسے کس طرح امریکی آرمی اعلیٰ افسر کے دماغ میں جا[illegible] کرنی ہے اور کس موضوع پر بولنا چاہیے۔

یہ باتیں فرمان بھی سن رہا تھا۔ وہ چنڈال کے [illegible] مطابق ایک امریکی اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گیا۔ پہلے [illegible] کے اندر خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ [illegible] کرتا رہا کہ تمام اکابرین کتنی شدت سے ایک بھارتی [illegible] پیتھی جاننے والے کا انتظار کررہے ہیں۔ انہوں [illegible] ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاکید کی تھی کہ اس بھارتی [illegible] خوانی کرنے والے کے لب ولہجے کو اچھی طرح گرفت [illegible] لے کر اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کریں اور ناکامی [illegible] طرح بھی اس کا سراغ لگائیں۔

اس طرح کئی امریکی اکابرین کے خیالات پڑھنے [illegible] فرمان نے انہیں مخاطب کیا اور کہا "میں بھارتی [illegible] جاننے والا چنڈال جوگیا ہوں یہ میرا نام ہے چنڈال [illegible]

اکابرین نے بظاہر خوش دلی سے کہا "مسٹر چنڈ[illegible] ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔"

[illegible] فرمان نے کہا "مجھے خوش آمدید کہنے سے پہلے یہ منصوبہ [illegible] بنا چکے ہو کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح مجھے [illegible] ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے۔ کوئی بات نہیں اپنے ان [illegible] خیالوں سے کہو کہ وہ میرے سائے تک بھی پہنچ کر دکھائیں۔"

ایک امریکی اعلیٰ افسر نے کہا "آپ تو آتے ہی طعنے دے رہے ہیں اور ناراض ہو رہے ہیں۔"

"کیا میری باتیں غلط ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو میں نے تم [illegible]ب کے چور خیالات نہیں پڑھے ہیں۔"

"بے شک پڑھے ہوں گے۔ اگر ہم تمہارا سراغ لگانا چاہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہیں لگاؤ گے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا [illegible]میں سب ایک دوسرے کی تاک میں رہتے ہیں جس کو موقع [illegible]ملتا ہے وہ دوسرے کی کمزوری پاتے ہی اس کو دبوچ لیتا ہے۔"

"بہرحال اب یقین ہو رہا ہوگا کہ بھارت دیس میں بھی [illegible]یک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوچکا ہے؟"

"ہاں! ہمیں یقین کرلینا چاہیے لیکن شبہ کی گنجائش ہے۔ بھارتی اکابرین کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کرسکتے ہیں۔ اس سے دوستی اور سمجھوتا کرکے اسے بھارتی خیال خوانی کرنے والا بنا سکتے ہیں۔"

"شک وشبہے کا علاج دنیا کا کوئی ڈاکٹر نہیں کرسکتا۔ [illegible]نہیں شبہ کرنا ہے کرتے رہو یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ [illegible]میں بھارت کا ایک فخریہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔"

"ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمہارے بھارت دیس کی بہت خدمت کی ہے اور اس خدمت کے دوران وہاں ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پکڑا گیا ہے اور [illegible] اسرائیلی پیتھی جاننے والا ویٹومار کس کہیں گم ہوگیا ہے۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ امریکا اور بھارت ہمیشہ ایک اچھے اور سچے دوست کی طرح رہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی ہمارے کچھ کام آؤ۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دیس میں گم ہوگیا ہے۔ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اسے تلاش کرو۔ اگر وہ مل جائے تو تم اسے ہمارے حوالے کرو اور اگر وہ تمہاری گرفت میں نہ آئے تو تم اس کی نشاندہی کرو تاکہ ہم اس سے رابطہ کرسکیں اس کے [illegible] پہنچ سکیں۔"

"بے شک تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دیس میں [illegible] کہیں گم ہوگیا ہے۔ ہم خود پریشان ہیں اور اسے تلاش کررہے ہیں جیسے ہی اس کا سراغ ملے گا۔ ہم اس کے بارے میں تمہیں ضرور اطلاع کردیں گے فی الحال میں جارہا ہوں پھر کبھی کسی سلسلے میں دوبارہ رابطہ کروں گا۔"

فرمان وہاں سے واپس نہیں آیا۔ چنڈال نے کہا۔ "خاموشی سے ان کے دماغ میں رہو اور یہاں جتنے اکابرین اور اعلیٰ عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہو پہنچتے رہو۔ میں اس میدان میں نیا ہوں ان سب کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں ایک ایک حاکم اور ایک ایک آرمی کے اعلیٰ افسر کے اندر جاکر ان کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ انہیں رفتہ رفتہ ان کے اندر کی بہت سی باتیں بہت سی کمزوریاں معلوم ہونے لگیں۔

ان امریکی اکابرین کے درمیان بھی ذاتی اختلافات تھے۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے جو اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف تھے۔ ان کی برتری پسند نہیں کرتے تھے۔ باقی اکابرین یہودی نواز تھے اور وہ کہتے تھے کہ امریکا میں اور خاص طور پر نیویارک وغیرہ میں یہودیوں کی برتری ہے۔ بڑے بڑے کاروبار پر یہودی سرمایہ دار چھائے ہوئے ہیں اور وہی امریکی معیشت پر حاوی رہتے ہیں۔

چنڈال جوگیا نے فرمان سے کہا "میں ایک امریکی حاکم کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اس کا نام لانسر ہے۔ یہ ایک ایسے شخص سے گفتگو کررہا ہے جو انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر کہلاتا ہے۔ تم فوراً یہاں آکر ان کی باتیں سنو۔"

فرمان حکم کے مطابق لانسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی باتیں سننے لگا۔ انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر کہہ رہا تھا "تم اس سلسلے میں پوری معلومات فراہم کرو پھر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔"

اس اعلیٰ حاکم لانسر مارک نے کہا "انیس سو اسی کے عشرے میں ڑک ان فاسمیٹ ایجنسی نے منشیات کا دھندا کرنے والی بڑی بڑی ایجنسیوں کا محاسبہ کیا تھا۔ بڑے بڑے مجرم گرفتار کیے گئے تھے اور ان سب سے تقریباً چالیس کروڑ ڈالر حاصل کیے گئے تھے۔

اس نے پوچھا "یہ ڈالر اب کہاں ہیں؟"

لانسر مارک نے کہا "وہ رقم بینکوں میں جمع تھی اور سود کمارہی تھی۔ آج وہ رقم ساڑھے نو ارب ہوچکی ہے۔"

گاڈ فادر نے کہا "مائی گاڈ! یہ ہماری توقع سے زیادہ ہے۔ مجھے بتاؤ یہ رقم کن بینکوں میں ہے اور وہاں تک کس طرح رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔"

"یہ سارا کمپیوٹر کا کھیل ہے۔ سب سے پہلے فائر والز کو توڑنا ہوگا۔ فائر والز ایسے کمپیوٹر سافٹ ویئر ہوتے ہیں جو خفیہ

انفارمیشن اور ڈیٹا بیسنز۔۔کو محفوظ رکھتے ہیں لہٰذا اس فائر والز کو توڑنے کے لیے کسی بہت بڑے ہیکر کی ضرورت ہے۔"

چنڈال جوگیا نے فرمان سے کہا "یہ دونوں ایسے ایسے الفاظ استعمال کررہے ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ یہ ہیکر کیا ہوتا ہے؟" فرمان نے کہا "ہیکر اسے کہتے ہیں جو کمپیوٹر کے ذریعے بینکوں کی دولت ادھر سے ادھر ٹرانسفر کردیتا ہے اور فائروالز کو توڑ کر خفیہ معلومات حاصل کرلیتا ہے۔"

چنڈال نے کہا "مجھے کمپیوٹر کے ان پیچیدہ معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے البتہ نو ارب ڈالر کی رقم بہت ہوتی ہے۔ اسے میں حاصل کرنا چاہوں گا۔"

"پھر تو تمہیں ان پیچیدہ معاملات میں دلچسپی لینی ہوگی۔ دیکھنا ہوگا کہ انڈر ورلڈ کا گاڈ فادر کس ہیکر سے کام لے کر وہ نو ارب ڈالر حاصل کرسکے گا؟"

"تم ان کے پیچھے پڑ جاؤ یہ فائروالز' ڈیٹا بیس' ہارڈ ویئر جیسی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں جب نو ارب ڈالر حاصل ہونے کا مرحلہ آجائے تو مجھے بتادینا پھر میں دلچسپی لوں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر آرام سے لیٹ گیا۔ مسلسل خیال خوانی کرنے کے باعث تھک گیا تھا پھر یہ کہ ابتدا میں امریکی اکابرین کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ذہن پر زور ڈالنا پڑتا تھا توجہ سے ان کی باتیں سننی پڑتی تھیں۔ تب ان کے اندر کی ڈھکی چھپی باتیں اس کی سمجھ میں آتی تھیں۔ اس نے سوچا "یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے فرمان کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اب وہ میرے ذاتی اور خفیہ معاملات کو نمٹایا کرے گا۔ میں بھارتی اکابرین کو نو ارب ڈالر کے منافع ہونے والی بات نہیں بتاؤں گا۔ یہ ڈالر چپ چاپ حاصل کرلوں گا۔"

فرمان کے بارے میں سوچتے وقت اسے اپنی بیٹی انیتا کا خیال آتا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کے محبوب کو اس سے جدا کیا ہے۔ وہ اس کے جدائی کے صدمے سہتی رہتی ہے۔ ہنسنا بولنا چھوڑ دیا ہے۔ نہ ٹھیک سے کھاتی ہے اور نہ پوری نیند سوتی ہے۔

وہ اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتا تھا اس نے دہلی میں اس کی رہائش کا شاندار انتظام کیا تھا لیکن یہ احساس ستا رہا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کا سکون برباد کردیا ہے۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ فرمان کو اپنی بیٹی سے دور نہیں رکھے گا لہٰذا اس نے فرمان پر ایک تنویمی عمل کیا اس نے سوچ رکھا تھا کہ ہفتے میں ایک بار وہ فرمان پر یہ عمل ضرور کرے گا تاکہ گذشتہ عمل کے اثرات برقرار رہیں اور وہ ہمیشہ اس کا غلام بنا رہے۔

فرمان بظاہر اس کا باڈی گارڈ بنا ہوا تھا۔ وہ اپنے چہرے کے ساتھ نہیں تھا چنڈال جوگیا نے اپنے ... کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ ... بیدار ہونے کے بعد سحر زدہ سا رہے گا۔ وہاں اٹھ ... خفیہ رہائش گاہ کو چھوڑ کر کہیں دور چلا جائے گا یہ ... گا کہ وہ خفیہ رہائش گاہ کہاں ہے اور وہ کبھی چنڈال ... گارڈ رہ چکا ہے۔

وہ کہیں دور جاکر اپنا میک اپ صاف کرے گا ... اصلی چہرے کے ساتھ کہیں انیتا سے ڈرامائی انداز ... کرے گا اس طرح وہ لوگ یہیں سمجھیں گے کہ ... اپنا تیسرا جنم لے کر آرہا ہے۔

وہ اپنی پلاننگ کے مطابق اس پر تنویمی عمل ... لیکن یہ خاص بات اس کے ذہن میں نقش رہنے ... چاہے انیتا کے پاس جائے یا دنیا کے آخری سرے ... جائے وہاں بھی وہ چنڈال جوگیا کا معمول اور فرمان ... گا۔

○☆○

جینا بڑی مشکل میں پڑگئی تھی ایک سیاستدان ... میں آگئی تھی۔ برسر اقتدار پارٹی کے اس لیڈر نے ... حسن و شباب کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا اور یہ ... حاصل کرنے کے لیے مچل گیا تھا کہ وہ لڑکی ہوتے ... لڑکی نہیں ہے۔

دوسری طرف انٹیلی جنس والے جینا کے پیچھے ... یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ اچانک اتنی دولت مند ... گئی ہے جو ضرورت مند اس کے پاس آتے ہیں وہ ان ... طور پر مدد کرتی ہے۔ انہیں ہزاروں اور لاکھوں ... رہتی ہے آخر اس حاتم طائی کی بیٹی کے پاس اتنی دولت ... سے آتی ہے؟

انٹیلی جنس والوں کو شبہ تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ... پھر اس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ... نے برسر اقتدار پارٹی کے ایک بہت بڑے غنڈے ... دیا تھا لیڈر کا بیان تھا کہ وہ جادو جانتی ہے اور جو ... سے اسے چھونا چاہتا ہے اسے خود کو گولی مارنے پر مجبور ... ہے۔

مرلی دھر نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے ایک ... ایک پاؤں پر گولی ماری تھی اور اپاہج بن گیا تھا۔ ... خیال بھی قائم کیا جا رہا تھا کہ مرلی دھر کو جادو ... ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔

تب اس سیاسی لیڈر نے انٹیلی جنس کے ڈی جی سے کہا تھا کہ میں جینا کو آزماؤں گا اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو اسے بے نقاب کردوں گا۔ اس نے جینا کو دھوکے سے اپنے اس شاندار بنگلے میں بلایا تھا اور اب اسے ایک بیڈ روم میں ٹریپ کرکے تھا اس سے کہہ رہا تھا کہ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا آتا ہے تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا بچاؤ کرے گی۔ وہ اس کی عزت لوٹنے والا ہے اگر وہ اپنی آبرو نہیں بچاسکے گی اور عزت لٹ جائے گی تو یہ تسلیم کرلیا جائے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے اور اس پر شبہ کیا جا رہا ہے لہٰذا پھر کبھی انٹیلی جنس والے اسے پریشان نہیں کریں گے۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کبریا کی ٹیلی پیتھی کسی پر ظاہر ہو خود کبریا بھی یہ نہیں چاہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا راز چھپائے رکھنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی جینا کی حفاظت نہ کرتا۔

یہ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کی عزت لوٹنے کا تماشا دیکھتا رہے۔ اس کی حفاظت کسی دوسرے طریقے سے بھی کی جاسکتی تھی اس سیاستدان نے ایک عورت کے ذریعے جینا کو دھوکا دے کر اپنے بنگلے میں بلایا تھا جب وہ عورت ایک دکھیاری ماں بن کر جینا کے پاس آئی تھی تبھی کبریا نے اس کے چور خیالات پڑھ لیے تھے پھر اس سیاستدان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ اس نے جینا کو پھانسنے کے لیے کیا پلاننگ کی ہے۔

وہ بڑی چال بازی سے کام لے رہا تھا۔ ایک طرف جینا کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا دوسری طرف انٹیلی جنس والوں کے سامنے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا نہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی بھی اس سیاستدان کو نقصان نہیں پہنچائے گا اگر جینا اپنی کسی روحانی قوت سے اسے نقصان پہنچانا چاہے گی تو انٹیلی جنس والے فوراً ہی اس کی مدد کرنے آجائیں گے۔

اس وقت اس کے بیڈ روم میں خفیہ مائیک اور خفیہ کیمرے بھی تھے۔ آس پاس کے دو بنگلوں میں انٹیلی جنس والے انہیں ٹی وی اسکرین پر دیکھ اور ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ پوری طرح مستعد تھے کہ اس سیاسی لیڈر کو کوئی نقصان پہنچنے والا ہوگا تو پھر وہ اس کی مدد کے لیے فوراً ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔ ابھی وہ خاموشی سے دیکھ رہے تھے کہ جینا اپنی آبرو بچانے کے لیے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتی ہے یا نہیں۔

کبریا نے جینا کے اندر خیالات پیدا کیے اس کے مطابق وہ بولی "پتا نہیں تم لوگ کیوں مجھ پر خوامخواہ شبہ کررہے ہو میں نے ٹیلی پیتھی کا ذکر سنا ہے لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ یہ علم مجھے آسکتا ہے میں بھگوان پر بھروسا کرتی ہوں وہ ہی برے وقت میں میری مدد کرتا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "یہی میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارا بھگوان کون ہے؟ آسمان پر رہتا ہے یا زمین پر اور وہ کس طرح تمہاری مدد کرتا ہے؟"

"مجھے صرف پانچ منٹ کی مہلت دو۔ میں اپنے بھگوان سے رابطہ کروں گی۔ اگر اس نے میری مدد نہیں کی تو میں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دوں گی جو ہوگا وہ بھگوان کی مرضی سے ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں خوب سمجھتا ہوں پانچ منٹ کے بعد میرا ذہن خود بخود بدل جائے گا۔ میں ہاتھ جوڑ کر کہوں گا دیوی جی! مجھے معاف کردوں میں غلطی پر تھا۔ اب مجھے عقل آگئی ہے۔"

"میں نہیں جانتی تمہارا ذہن بدل جائے گا یا نہیں؟"

"اکثر ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہی کیا جاتا ہے دشمن کو دوست بنالیا جاتا ہے یا پھر اس دشمن کو خودکشی کرنے پر یا پھر خود کو زخمی کرنے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو ہم کبھی یقین نہیں کریں گے کہ بھگوان نے تمہاری مدد کی ہے یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوگا۔"

میں کہہ چکی ہوں۔ میں نہیں جانتی کیا ہوگا۔ جو کچھ بھی ہوگا اس کے نتیجے میں جو بھی تم سمجھو گے وہ تمہاری عقل کا معاملہ ہوگا۔ مجھے صرف پانچ منٹ کی مہلت دو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس سیاست دان نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو!"

دوسری طرف سے انٹیلی جنس کے ڈی جی نے کہا "ہم آپ کی باتیں سن رہے ہیں اور اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے اسے آپ مان لیں اور اسے پانچ منٹ کی مہلت دے دیں۔"

پھر کمشنر کی آواز سنائی دی۔ اس نے بھی یہی کہا "ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ کوئی بھی حربہ آزمائے گی تو ہم سمجھ لیں گے کہ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہے یا اس کی روحانی قوتوں کے ذریعے۔ آپ اسے مہلت دے دیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اسے پانچ منٹ کا وقت دے رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا ”ٹھیک ہے تم اپنے بھگوان سے پرارتھنا کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ ویسے پانچ منٹ کے بعد تم میری آغوش میں دکھائی دو گی۔“

وہ فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ آنکھیں بند کر کے دونوں ہاتھ جوڑ کر دل ہی دل میں کہنے لگی ”اے بھگوان! میں کیا کروں۔ تجھے یاد کروں یا کبریا کو پکاروں تم دونوں ہی میرے لیے ایک جیسے ہو۔ میں دل کی گہرائیوں سے یقین کرتی ہوں کہ وہ اس وقت میرے اندر چھپا ہوا ہے۔ مجھ سے ناراض ہے۔ بولتا نہیں ہے لیکن میرا ایمان ہے کہ وہ مجھے کبھی میلی نہیں ہونے دے گا۔“

وہ ذرا دیر کے لیے چپ ہوئی پھر کہنے لگی ”ہو سکتا ہے وہ کہیں مصروف ہو گیا ہو۔ مجبور ہو گیا ہو۔ کسی وجہ سے اس وقت میرے اندر موجود نہ ہو۔ ایسے وقت اے بھگوان! میں تجھ پر ہی بھروسا کرتی ہوں کہ تو میری حفاظت کرے گا۔“

وہ پھر ذرا چپ ہوئی اسی وقت اس کے اندر ایک گہری سانس سنائی دی۔ ایک دھیمی سی سرگوشی ابھری ”بھگوان کا اوتار کبھی تم سے غافل نہیں رہے گا تم پاکیزہ ہو پاکیزہ رہو گی۔“

وہ خوش ہو گئی مسرتوں سے بھر گئی اس سرگوشی نے کہا ”پانچ منٹ پورے ہو رہے ہیں آنکھیں کھول لو۔“

اس نے آنکھیں کھول لیں۔ اسی وقت دروازے کے باہر ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ یہ آواز سنتے ہی سیاستدان چونک گیا۔ پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی وقت وہ دروازہ کھلا تو وہ ایک دم سے لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر اس کی جوان بیٹی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ”ڈیڈی! باہر کسی سیکورٹی گارڈ نے مجھے روکنے کی جرأت نہیں کی۔ یہ اندر بوڑھی خاتون کون ہیں؟ یہ مجھے آنے سے یہاں روک رہی تھیں؟“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ”لیکن تم..... تم اچانک کیوں آئی ہو؟“

”ڈیڈ! کل میری سالگرہ ہے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ یہ خوبصورت بنگلا سالگرہ میں مجھے تحفے میں دیں گے۔ اس لیے میں اس بنگلے کو اندر سے دیکھنے آئی ہوں۔“

”لیکن..... تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ بنگلا اس وقت کھلا ہو‘..... یہ بند بھی ہو سکتا تھا۔ اس کی چابیاں تو میرے پاس ہیں؟“

”پہلے تو میں اسے دیکھنے کے ارادے سے ادھر نہیں آئی تھی۔ بس یوں سمجھئے کہ ادھر سے گزر رہی تھی تو باہر سیکورٹی گارڈ کو دیکھا پھر سمجھ گئی کہ آپ ضرور یہاں ہوں گے اور دیکھ لیجئے کہ آپ یہاں موجود ہیں۔“

وہ باتیں کرتی ہوئی پوری طرح دروازہ کھول کر اندر آئی تو جینا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ چونک کر بولی ”یہ..... یہ کون ہے؟ فرش پر کیوں بیٹھی ہے؟“

وہ بیٹی کی اچانک آمد سے پریشان تھا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ وہاں سہاگن دیوی کی موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا ”وہ بات یہ ہے کہ جب یہ فرش پر بیٹھی ہوئی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ بہت ہی نچلے طبقے کی کوئی عورت ہے یہاں مجھ سے نوکری مانگنے آئی ہے۔“

جینا اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر بولی ”آپ کو اپنی بیٹی سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ آپ سچ سچ بتا دیں کہ میں یہاں خود آئی ہوں یا دھوکے سے لائی گئی ہوں؟“

وہ گھبرا کر بولا ”کیا بکواس کر رہی ہو؟ تمہیں یہاں دھوکے سے کیوں لایا جائے گا۔ کیا مجھ پر کوئی الزام لگانا چاہتی ہو؟“

”میں کیا الزام لگاؤں گی۔ تمہاری بیٹی تعلیم یافتہ ہے اور ذہین بھی دکھائی دے رہی ہے‘ اسے سمجھنا چاہیے کہ اگر میں نوکری کے لیے آئی ہوں تو دروازہ کیوں بند رکھا گیا ہے؟ مجھے بیڈ روم میں کیوں بلایا گیا ہے؟ اگر میں نوکری کے لیے آئی ہوں تو مجھے باہر سے ہی جواب دیا جا سکتا تھا کہ یہاں میرے لیے کوئی کام ہے یا نہیں؟“

اس نے پہلے باپ کو دیکھا پھر اس سے پوچھا ”تم کہنا چاہتی ہو کہ تمہیں دھوکا دے کر یہاں بلایا گیا ہے۔ تم کیسی عورت ہو دھوکا کھا گئیں؟ کیا تم بالکل ہی نادان بچی ہو؟“

جینا نے آنکھیں بند کیں۔ دونوں ہاتھ جوڑے پھر بولی ”بڑے بڑے دانشمندوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ تجربہ کار لوگ بھی تو غلطیاں کرتے ہیں پھر ہماری اور تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ کیا تم نے اپنے ایک پریمی سے دھوکا نہیں کھایا ہے؟ اس نے محبت کے سبز باغ دکھائے اور تم اس کے فریب میں آ گئیں؟“

وہ حیرانی سے بولی ”تم میرے بارے میں کیسے جانتی ہو؟“

”کیا تم نے سہاگن دیوی کا نام سنا ہے آج کل اس کے بڑے چرچے ہیں اخبارات میں بھی سہاگن دیوی کی تصویریں بھی شائع ہو چکی ہیں۔“

وہ جینا کو توجہ سے دیکھتی ہوئی بولی ”ہاں مجھے یاد آیا تم کچھ کچھ ان تصویروں جیسی لگ رہی ہو۔“

”میں وہی ہوں۔ مجھے تصویروں کے ذریعے بھی نہ پہچان سکو تو دوسری پہچان یہ ہے کہ میں اپنے سامنے آنے والوں کے مسائل حل کر دیتی ہوں۔“

”اوہ میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے اگر تم وہی ہو تو میرا ایک مسئلہ حل کر سکتی ہو؟“

”میں تمہارا مسئلہ سمجھتی ہوں مگر تم خود بتا دو تو اچھا ہو گا۔“

اس نے ہچکچاتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر کہا ”وہ واقعی بہت بڑا فراڈ تھا اب مجھے بلیک میل کر رہا ہے میری کچھ ایسی تصویریں اس کے پاس ہیں جس کے ذریعے وہ مجھے اور میرے ڈیڈی کی شہرت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔“

اس کے باپ نے چونک کر کہا ”تم نے مجھے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟ کون ہے وہ بدمعاش تم کس کے فریب میں آ گئی تھیں؟“

”ڈیڈی! آپ کچھ نہ بولیں۔ خاموش رہیں۔ آپ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کیونکہ وہ اپوزیشن پارٹی کے لیڈر کا بیٹا ہے۔ اس نے یہ بات مجھ سے چھپائی تھی۔ بعد میں اس کا یہ بھید کھلا ہے۔ وہ دھمکی دے رہا تھا کہ آئندہ الیکشن میں وہ میری ان تصویروں کے ذریعے آپ کو بدنام کرے گا۔“

”اوہ‘ بات یہاں تک آ پہنچی ہے اور تم مجھ سے چھپاتی رہی تھیں۔ میری برسوں کی عزت اور شہرت خاک میں ملنے والی ہے۔“

وہ بولی ”میں نے غلطی کی ہے میں ہی اس کی تلافی کروں گی۔ میں نے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ اسے آخری وارننگ دی ہے اگر وہ قابل اعتراض تصویریں نیگیٹو کے ساتھ واپس نہیں کرے گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں نے اسے قتل کرانے کے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔“

جینا نے کہا ”کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مکمل منصوبہ بندی کے باوجود ناکامی ہوتی ہے اگر تم اسے ختم نہ کر سکیں تو کیا ہو گا؟“

”تم سہاگن دیوی ہو تو میری مدد کرو۔ کیا اس سے وہ تصویریں حاصل کر سکتی ہو؟ ہمیں بدنامی سے بچا سکتی ہو؟“

”بے شک میں تمہاری عزت کو مٹی میں ملنے سے بچا سکتی ہوں لیکن کیا تم میری عزت اپنے باپ سے بچا سکتی ہو؟“

اس نے باپ کی طرف چونک کر دیکھا پھر جینا سے پوچھا ”یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میرے باپ کو کیسا الزام دے رہی ہو۔“

”یہ الزام نہیں ہے۔ اس سے پوچھو اس نے مجھے دھوکا دے کر یہاں کیوں بلایا ہے اور ابھی بیڈ روم میں مجھ سے کیا کہہ رہا تھا؟“

وہ پریشان ہو کر بولا ”دیکھو میری بیٹی کی نظروں سے مجھے نہ گراؤ۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں تم سہاگن دیوی ہو۔ پچھلی تمام باتوں کو بھول جاؤ۔“

جینا نے کہا ”اس وقت تمہاری عزت خاک میں ملنے والی ہے میں تمہیں اور تمہاری بیٹی کو بدنامی سے بچا سکتی ہوں لیکن پہلے تمہیں بیٹی کے سامنے سچ بولنا ہو گا۔“

وہ مشکل میں پڑ گیا تھا اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا اور یہ دھمکی بھی دے چکا تھا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی عزت بچانی ہو گی اگر نہ بچا سکی تو یقین کر لیا جائے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ کچھ دیر پہلے اس نے جینا کو مشکل میں ڈالا تھا اب خود مشکل میں پڑ گیا تھا۔

اس نے ڈھٹائی سے جھوٹ بولا ”میں اپنی بیٹی کے سامنے سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں تمہاری بڑی عزت ہے۔ میں نے تمہیں یہاں اپنا ایک سیاسی مسئلہ حل کرنے کے لیے بلایا تھا۔“

جینا نے کہا ”مجھے افسوس ہے تم سچ نہیں بولو گے میں تمہارا کوئی مسئلہ حل نہیں کروں گی۔ اتنا تو میں جانتی ہوں کہ بیٹی کے سامنے مجھ سے زیادتی نہیں کرو گے۔ مجھے یہاں سے جانے سے نہیں روک سکو گے۔“

پھر وہ اس کی بیٹی کی طرف دیکھ کر بولی ”تم نے تو سنا ہو گا کہ سہاگن دیوی کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ اگر تم بھی مجھے جھوٹی سمجھتی ہو تو میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گی۔ تم باپ بیٹی کے دو بڑے نقصانات ہیں اگر وہ اپنی دھمکی پر عمل کرے گا تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی اور تمہارے باپ کا سیاسی کیریئر بالکل تباہ ہو جائے گا۔“

بیٹی نے باپ کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر جینا نے کہا ”ڈیڈی شرم کی وجہ سے سچ نہیں کہہ رہے ہیں۔ میں نادان نہیں ہوں یہ جانتی ہوں کہ دوسرے سیاستدانوں کی طرح میرے ڈیڈی بھی عیاش ہیں۔ بس اس کے آگے نہ میں بولوں گی نہ تم بولو گی۔ بیٹی کے سامنے باپ کو شرمندہ نہ کرو۔“

جینا نے کہا ”میں تحفظ چاہتی ہوں اپنے ڈیڈی سے کہو کہ آئندہ مجھ پر کسی طرح کا شبہ نہ کریں اور ان کے پیچھے جو انٹیلی جنس والے اور کمشنر صاحب چھپے ہوئے ہیں‘ ابھی ہماری آوازیں سن رہے ہیں اور ٹی وی اسکرین پر ہمیں دیکھ

رہے ہیں ان سے بھی کہہ دیں کہ مجھ پر ٹیلی پیتھی جاننے والی کا شبہ نہ کریں میں ایسا کوئی علم نہیں جانتی ہوں۔"

اس نے باپ سے پوچھا "ڈیڈی! سہاگن دیوی پر.... خوامخواہ کیوں شبہ کیا جا رہا ہے؟"

"بیٹی! ہم صرف یہ آزمانا چاہتے تھے کہ مصیبت کے وقت یہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گی یا نہیں اس وقت بھی اسے اپنی عزت و آبرو بچانی تھی۔ دیکھو یہ تمہارے آتے ہی محفوظ ہو گئی ہے۔ تم اچھی طرح سوچ کر بتاؤ کیا تمہارے دماغ میں ایسی کوئی بات آئی تھی کہ تمہیں اس بنگلے میں آنا چاہیے۔"

وہ بولی "بالکل نہیں، میں تو ادھر سے گزر رہی تھی سوچا ہی نہیں تھا کہ کل ہی میری سالگرہ ہے۔ تو کل سے پہلے میں یہاں آؤں گی لیکن گزرتے وقت جب میں نے سیکورٹی گارڈ وغیرہ کو دیکھا تو خیال آیا کہ آپ ضرور یہاں ہوں گے۔ اس لیے چلی آئی لیکن پہلے سے کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا اور نہ سہاگن دیوی نے میرے دماغ میں آ کر کہا تھا۔ آپ ان پر شبہ نہ کریں۔"

اس نے فون کے ذریعے پولیس کمشنر سے رابطہ کیا پھر کہا "آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور یہاں کی باتیں سن رہے ہیں۔ میں آپ سے امید کرتا ہوں کہ آپ اور ڈی جی صاحب ہمارے اس راز کو راز رکھیں گے اور آئندہ سہاگن دیوی پر شبہ نہیں کریں گے ہمیں اس دیوی کی مدد ہر حال میں چاہیے۔"

کمشنر نے کہا "بے شک اس وقت آپ پرابلم میں ہیں ہم قانونی طور پر اُس کا محاسبہ کر سکتے ہیں جس کے پاس آپ کی بیٹی کے قابل اعتراض تصاویر ہیں لیکن محاسبہ کرنے سے بات بگڑ جائے گی اور دور تک پھیل جائے گی بہتر ہے کہ سہاگن دیوی کے ذریعے اندر ہی اندر بات ختم ہو جائے۔"

ڈی جی نے کہا "یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سہاگن دیوی کس طرح اس کا محاسبہ کریں گی اور وہ تصویریں اس سے چھین کر لے آئیں گی۔"

"میں اس سلسلے میں باتیں کر رہا ہوں آپ انہیں توجہ سے سنیں اور یہ معاملہ ختم کر دیں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر مرجینا سے پوچھا "تم ہمیں بدنامی سے کس طرح بچاؤ گی وہ تصاویر کس طرح ان سے چھین کر لے آؤ گی؟"

"میں کسی سے کوئی چیز نہیں چھینتی یہ تصاویر غلط ہیں، شرمناک ہیں، کسی کی عزت اچھالنا اچھی بات نہیں ہے اس لیے میں اپنی آتما شکتی سے ان تصاویر کو جلا کر راکھ کر دوں گی۔"

اس نے آنکھیں بند کیں کچھ سوچا پھر کہا "تم اسے ٹیلی پیتھی کا کمال سمجھو گے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے اس نوجوان کا نام اور اس کی ولدیت بتائی جائے میں اس کا زائچہ بناؤں گی پھر کچھ ایسا عمل کروں گی جس سے کمرہ اور تمہاری بیٹی کو بدنامی سے نجات مل جائے گی اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

اس لڑکی نے اپنے اس بے وفا پریمی کا نام اور اس کے باپ کا نام بتایا۔ ویسے کبریا اس کے سوالات پڑھ کر اس نوجوان کا پتا، ٹھکانا اور فون نمبر معلوم کر چکا تھا۔

وہ باپ بیٹی اسے کمرے میں باہر تک چھوڑنے آئے انہوں نے ڈرائیور سے کہا "سہاگن دیوی کو ان کے جوہو والے بنگلے میں پہنچا دیں۔ جینا نے کہا "میں ابھی جا کر زائچہ بناؤں گی اور تقریباً دو گھنٹے بعد اطلاع دوں گی کہ تمہارا کام ہو چکا ہے یا نہیں، جب ہو جائے گا تو تم اسے فون کر کے چیلنج کر سکتی ہو کہ اب وہ تم پر کبھی کیچڑ نہیں اچھال سکے گا۔"

وہ کار میں بیٹھ کر اپنے جوہو والے بنگلے کی طرف جانے لگی۔ کبریا اس نوجوان کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا اس وقت وہ اپنے بنگلے میں تھا۔ اچانک دماغی طور پر غائب ہو گیا اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کے پاس آیا الماری کھول کر اس کے اندر کے سیف سے ایک لفافہ نکالا اس میں اس لڑکی کی تصاویر تھیں۔ اس نے تمام تصاویر کی گنتی کی وہ دس تصویریں تھیں نیگیٹو بھی اس کے ساتھ رکھے تھے وہ انہیں لے کر کچن میں آیا پھر چولہے کے پاس آ کر ایک ایک تصویر اور ہر ایک نیگیٹو کو جلانے لگا۔

○☆○

بھارتی اکابرین خوش تھے۔ چنڈال جوگیا نے ان پر ثابت کر دیا تھا کہ ان کے اپنے دیس میں بھی ایک ہندو ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔

بھارتی اکابرین نے امریکی حکام سے کہا "ہم نے پہلے کہا تھا کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کیونکہ گونگا ہے اس لیے آپ لوگوں کے دماغوں میں آ کر بول نہیں سکے گا آپ لوگوں نے یقین نہیں کیا تھا؟"

امریکی حکام نے کہا "بے شک آپ لوگوں نے کہا تھا۔ ہمیں بھی حیرانی ہوئی تھی کہ ایک گونگا کیسے خیال خوانی کرتا ہوگا۔"

"اب تو وہ گونگا نہیں رہا آپ لوگوں سے گفتگو

"بے شک ہم مطمئن ہیں کہ آپ کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے ہم آپ کو مبارک باد دیتے ہیں۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "اب ہم آپ سے سفارتی تعلقات نہیں توڑیں گے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ تعلقات وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط ہوتے رہیں تو آپ ہمارا ایک نقصان اور پورا کریں؟"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کی مدد کے لیے وہاں گئے تھے ایک تو مارا گیا اور دوسرا کہیں گم ہو گیا ہے۔ اس کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ آپ کے دیس میں وہ کہاں گم ہو گیا ہے یا کسی نے اسے مار ڈالا ہے یا قیدی بنا کر رکھا ہے؟"

ایک اور حاکم نے کہا "آپ برا نہ مانیں ہمیں آپ پر بھی شبہ ہوتا ہے آپ بھی اسے قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔"

انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح اسے ڈھونڈ نکالیں وہ یقیناً ہمارے دیس میں کہیں چھپا ہوا ہے یا اسے کسی نے چھپا دیا ہے ہم یہ الزام اپنے اوپر نہیں آنے دیں گے۔ آپ معلومات حاصل کرتے رہیں ہم دن رات اسے تلاش کرتے رہتے ہیں۔"

واقعی انڈین پولیس اور انٹیلی جنس والے دن رات اسے تلاش کر رہے تھے اور وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ انڈین ٹاپ سروس کے ڈی جی ارجن چوپڑا کے بنگلے میں تھا۔ اس لیے کسی کو شبہ نہیں ہو رہا تھا کہ فرار ہونے والا مجرم اس کے گھر میں پناہ لے رہا ہے۔

ڈی جی ارجن چوپڑا اس کا معمول بن چکا تھا۔ اپنے اعلیٰ افسران کو اس کے خلاف کوئی رپورٹ نہیں دے رہا تھا۔ وہ آرام سے اس کے کمرے میں بیٹھ کر خیال خوانی کرتا رہتا تھا۔ اسی وقت اسے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے اور اس کا نام چنڈال جوگیا ہے۔ اس چنڈال جوگیا کو وہ بڑی عزت اور احترام سے دہلی لے کر آئے تھے اور محل نما بنگلے میں اس کا شاہانہ رہائش کا انتظام کیا تھا درجنوں داس اور داسیاں اس کی خدمت کے لیے رکھی گئی تھیں اور اس کے اطراف سخت سیکورٹی کے انتظامات کیے گئے تھے۔

ویٹو مارکس نے چنڈال جوگیا تک پہنچنے کے لیے سیکورٹی گارڈز کے دماغ میں پہنچانا چاہا تو پتا چلا کہ وہاں یوگا کے ماہرین کو سیکورٹی گارڈز کے طور پر رکھا گیا ہے اور جو کنیزیں اس کی خدمات کے لیے رکھی گئی تھیں وہ باہر نہ کسی سے ملتی تھیں نہ باتیں کرتی تھیں، نہ ہی ٹیلی فون کے ذریعے کسی سے رابطہ رہتا تھا۔ اس طرح کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ان کی آوازیں سن پاتا تھا اور نہ ان کے اندر جا سکتا تھا۔

بھارتی اکابرین بھی چنڈال جوگیا کے محل میں نہ جاتے تھے نہ اس سے ملاقات کرتے تھے۔ انڈین آرمی کے صرف چھ اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر تھے وہ شراب نہیں پیتے تھے اور پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتے تھے صرف وہی چھ اعلیٰ افسران چنڈال جوگیا کے پاس جا کر ملاقات کرتے تھے۔

ویٹو مارکس حیران تھا کہ یہ انڈین ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے! وہ ہر ممکن راستے سے چنڈال جوگیا تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا اور ناکام ہوتا رہا ان اکابرین کے خیالات سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ اب وہ اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے بڑے بڑے افسران اور سرکاری عہدیداروں کے گھروں کی بھی تلاشی لے رہے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ ویٹو مارکس خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی بڑے عہدیدار کو قید کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے گھر میں چھپ کر رہ سکتا ہے۔

اور وہ یہی کر رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "اب ہم پر مصیبت آنے والی ہے انہیں یہ بھی شبہ ہو گا کہ ہم ڈی جی ارجن چوپڑا کے بنگلے میں چھپے ہوئے ہیں لہٰذا اب ہمیں یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ دونوں ارجن چوپڑا کے کمرے سے چپ چاپ نکل گئے۔ ٹھیک ایسے ہی وقت چنڈال جوگیا نے فرمان پر تنویمی عمل کیا تھا اور رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا تھا اس کے عمل کے مطابق وہ بیدار ہونے کے بعد سحرزدہ تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور خود کون ہے؟ وہ بیڈ سے اتر کر اس محل نما بنگلے کے اندرونی حصوں سے گزرتا ہوا باہر آ گیا تھا۔ چنڈال جوگیا نے سیکورٹی گارڈز کو حکم دیا کہ اسے باہر جانے سے نہ روکا جائے۔

وہ پیدل چلتا ہوا بہت دور تک گیا۔ چنڈال اس کے دماغ میں تھا اور اس کے سحرزدہ ذہن کو گائیڈ کر رہا تھا۔ وہ چھوٹے سے ہوٹل میں پہنچ کر ایک کمرے کرائے پر لے کر اس کمرے کے اندر گیا وہاں اس نے دروازے کو اندر سے بند کر کے اپنے چہرے کا میک اپ اتارا۔ اچھی طرح منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کر کے وہ باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت چنڈال

جوگیا نے اسے حکم دیا کہ وہ اب سحرزدہ نہیں رہے گا اور اسے انیل شرما کی حیثیت سے بھولی ہوئی زندگی یاد آجائے گی۔

اس نے آنکھیں بند کیں تو اسے بہت کچھ یاد آنے لگا۔ انیتا جو اس کے دل کی دھڑکن بن چکی تھی وہ بڑی شدت سے یاد آنے لگی اس کا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول کر زیر لب کہا "انیتا! تم کہاں ہو؟"

اس نے انیتا کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا پھر اسے گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوں اس کے دماغ میں پہنچ گیا وہ ایک خوبصورت بنگلے میں تھی۔ اس بنگلے کے ایک کمرے کو اس نے مندر بنا رکھا تھا۔ وہاں بھگوان کی مورتی کے آگے سر جھکائے پرارتھنا کر رہی تھی کہ اس کے انیل شرما کو جلد ہی تیسرا جنم مل جائے اور وہ اس کے پاس چلا آئے۔

اس نے بڑی محبت سے اسے مخاطب کیا "انیتا' میری انیتا!"

وہ بھگوان سے پرارتھنا کرتے کرتے ایک دم سے چونک گئی۔ بھگوان کی مورتی کو دیکھا۔ ایسا لگا جیسے بھگوان نے اسے مخاطب کیا ہو پھر اسے فرمان کی آواز سنائی دی "نہیں میں تمہارے اندر ہوں۔ تمہارا انیل ہوں اس جنم میں بھی خیال خوانی کر سکتا ہوں اس لیے تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی "انیل! تم کہاں ہوں؟"

انیل نے کہا "اپنے دل سے بے چینی نکال دو اور تحمل سے انتظار کرو۔ مقدر میں جو وقت متعین ہوتا ہے اس وقت سے پہلے ملاقات نہیں ہو سکتی لیکن میں آ رہا ہوں۔"

وہ ہوٹل سے باہر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا پھر انیتا کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔ چنڈال جوگیا فرمان کے خیالات پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں گے اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی اب اسے دوسری طرف متوجہ ہونا تھا اس لیے اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون؟"

ایک آرمی افسر نے کہا "میجر مانک لال بول رہا ہوں؟"

وہ ان ہی یوگا جاننے والے افسران میں سے ایک تھا جو اس سے فون پر رابطہ کیا کرتے تھے۔ وہ میجر مانک لال سے گفتگو میں مشغول ہو گیا۔ دوسری طرف ویٹو ارجن چوپڑا کے بنگلے سے باہر آیا اور اسی کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا یہ جانتا تھا کہ ڈی جی کی کار استعمال کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے لیکن وہ کچھ دور جا کر کوئی دوسری گاڑی پکڑ کر وہاں سے آگے جانا چاہتا تھا۔

کلپنا نے پوچھا "ہم فوری طور پر کہاں جا رہے ہیں؟"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے! اچانک ہمیں ... اب میں سوچتا ہوں کہ کہاں ہم محفوظ رہ سکیں گے۔"

"میرا تو مشورہ ہے کہ اپنے امریکی سفارت خانے ... رابطہ کرو وہ تمہیں پناہ دیں گے پھر یہاں کی پولیس وا... انٹیلی جنس والے اور آرمی والے تمہیں گرفتار نہ ... سکیں گے ہم آسانی سے اس ملک کو چھوڑ کر کہیں چلے ... گے۔"

"تم جانتی ہو میں امریکی سفارت خانے میں ... جاؤں گا تو وہ لوگ مجھے ٹریپ کریں گے چاہیں گے کہ ... غلام بن کر خیال خوانی کرتا رہوں۔"

وہ کلپنا سے باتوں کے دوران میں بھول گیا کہ ا... ہی گاڑی بدل دینی چاہیے ایک جگہ جب پولیس والوں ... انہیں روکا تب اسے ہوش آیا وہ گھبرا کر بولا "ارے ... گیا؟"

ایک پولیس افسر نے اس کے پاس آکر کار کی ... جھک کر کہا "یہ تو ہمارے ڈی جی ارجن چوپڑا صاحب کی ... ہے۔ تم کون ہو یہ گاڑی کہاں لے جا رہے ہو؟"

وہ سمجھ گیا کہ بری طرح پھنس چکا ہے۔ یہ کہہ نہیں ... تھا کہ وہ ڈی جی ارجن چوپڑا کا مہمان ہے اور ان کی اجا... سے یہ گاڑی استعمال کر رہا ہے اسے انکوائری کے لیے ... بنگلے میں لے جایا جاتا پھر بات بڑھتی اور وہ دوسری بار ... انٹیلی جنس کا قیدی بن جاتا۔

اس نے اچانک ہی اس افسر کے دماغ میں پہنچ کر ... پیدا کیا وہ چیخیں مار کر پیچھے ہٹا اور مارکس .... گاڑی کو ... کلپنا کے ساتھ بھاگتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا پھر وہ ... بھاگتا ہوا ایک سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر آیا اور ٹیکسی ... بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا "صا... کدھر جائیں گے؟"

کلپنا نے کہا "تم چلتے رہو ہم راستہ بتائیں گے۔"

وہ ڈرائیو کرتا ہوا ایک علاقے سے دوسرے علاقے ... پہنچتا رہا ایک جگہ ویٹو مارکس نے کہا "یہاں گاڑی ... دو۔"

ٹیکسی رک گئی وہ اسے کرایہ دے کر کلپنا کا ہاتھ تھا... وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے بولا "یہ بڑے لوگوں ... ہے۔ دور دور تک بہت خوبصورت بنگلے بنے ہوئے ... الحال ہم یہاں کسی کو خیال خوانی کے ذریعے قابو میں ... پناہ لیں گے۔"

وہ ایک گلی سے گزر کر دوسری گلی کے ایک بنگلے کے سامنے رک گئے۔ وہاں انیتا دروازہ کھولے انیل شرما کا انتظار کر رہی تھی۔ ویٹو مارکس اسے دھکا دے کر اندر لے جاتے ہوئے بولا "خبردار شور نہ مچانا ورنہ میں جان سے مار ڈالوں گا۔"

انیتا نے پریشان ہو کر کلپنا کو اور اس کو دیکھا پھر پوچھا "تم لوگ کون ہو' یہاں کیوں آئے ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

اس کی آواز سنتے ہی اس نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اس کے دماغ میں پہنچانا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی ویٹو مارکس نے کہا "اچھا تو تم یوگا کی ماہر ہو پھر تم ہمارے لیے خطرہ بن سکتی ہو' بتاؤ تم کون ہو؟"

اس نے اس کی گردن دبوچ لی پھر کہا "اس طرح تم مجھے آنے نہ دو گی دیکھو میں کس طرح راستہ بناتا ہوں۔"

اس نے زور سے گردن دبائی تو وہ تکلیف سے چیخ پڑی۔ تکلیف ناقابل برداشت تھی وہ ایسی حالت میں اس کی سوچ کی لہروں کو روک نہ سکی۔ اس نے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا وہ چیخ مار کر گر پڑی پھر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔

اس نے فوراً ہی اس کے مختصر سے خیالات پڑھے تو یہ معلوم کر کے ایک دم سے چونک گیا بلکہ گھبرا گیا کہ وہ چنڈال جوگیا کی بیٹی ہے۔ ایسے ہی وقت فرمان اس کے اندر آیا تو اسے تکلیف سے تڑپتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے پوچھا "انیتا کیا ہوا؟ تمہیں کیا ہو گیا جلدی بتاؤ۔"

ویٹو مارکس نے اس کے اندر فرمان کی آواز سن کر یہ سمجھا کہ چنڈال جوگیا اپنی بیٹی کے پاس آیا ہے اس نے فوراً ہی پلٹ کر کلپنا سے کہا "ہم بہت غلط جگہ پر آ گئے ہیں یہ تمہارے دشمن خیال خوانی کرنے والے کی بیٹی ہے۔"

ادھر فرمان انیتا سے کہہ رہا تھا "تم فکر نہ کرو میں آ گیا ہوں بس تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

کلپنا نے ویٹو مارکس سے کہا "تمہارے ستارے گردش میں ہیں جہاں جا رہے ہو وہاں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ہمیں یہاں سے فوراً بھاگنا چاہیے۔"

وہ دونوں پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئے پھر ویٹو مارکس نے جیسے ہی دروازے کو کھولا اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا وہ لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گیا پھر سنبھل کر اس نے جوابی حملہ کیا۔ فرمان کے منہ پر بھی ایک گھونسا پڑا تھا پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو مارنے لگے اور مار کھانے لگے۔ کلپنا نے ایک طرف رکھے ہوئے پیتل کے گلدان کو اٹھایا پھر دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ کر فرمان کے منہ پر مارنا چاہتی تھی لیکن وہ دونوں زمین پر گرے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے کبھی کسی کو نیچے گرا رہے تھے اور کبھی خود نیچے گر جاتے تھے۔ ایسے ہی وقت فرمان جو اوپر تھا نیچے آ گیا اور ویٹو مارکس کے اوپر آکر گھونسے مارنے لگا اسی وقت کلپنا کے ہاتھ کا گلدان اس کے سر پر لگا تو وہ چکرا کر بیٹھ گیا فرمان نے ایسے میں اس کی ناک پر گھونسا مارا تو پھر اسے ہوش نہ رہا وہ الٹ کر فرش پر گر پڑا۔

کلپنا گلدان کو ایک طرف پھینک کر دوڑتی ہوئی آکر ویٹو مارکس سے لپٹ گئی اور روتے ہوئے اسے جھنجوڑنے لگی۔ اپنے آپ کو کوسنے لگی کہ اس نے اپنے ہی یار کو زخمی کر دیا ہے وہ اسے آوازیں دے رہی تھی اسے اٹھنے کو کہہ رہی تھی وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہا تھا۔ آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتا تھا لیکن کمرا پوری طرح روشن نظر نہیں آ رہا تھا سر اب بھی چکرا رہا تھا وہ بڑی نقاہت سے بولا "کلپنا! مجھے سہارا دو مجھے بیٹھنے دو۔"

اس کی آواز سنتے ہی فرمان نے اس کے اندر خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر اس کے اندر پہنچ کر بولا "تم کون ہو۔ انیتا کہہ رہی تھی کہ تم اس کے دماغ میں آئے تھے اور اسے ذہنی اذیتیں پہنچا رہے تھے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "سوری میں نہیں جانتا تھا کہ تم یہاں رہتے ہو اور یہ تمہاری بیٹی ہے۔"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ یہ میری وائف ہے۔"

ویٹو مارکس نے پوری آنکھیں کھول کر اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "کیا تم چنڈال جوگیا نہیں ہو؟"

انیتا کے سر کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک الماری کے پاس آئی پھر اسے کھول کر وہاں سے ایک ریوالور نکال کر ویٹو مارکس کو نشانے پر لیتے ہوئے بولی "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"انیتا! ابھی اسے گولی مت مارنا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے یہ ہم سے بچ کر نہیں جا سکے گا مجھے اس سے ضروری باتیں کرنے دو۔"

ویٹو مارکس نے پوچھا "کیا تم میرے اندر زلزلہ پیدا کر کے مجھے اپنا معمول بناؤ گے؟"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہی ہوتا آ رہا ہے جس کو موقع ملتا ہے وہ دوسرے پر حاوی ہو جاتا ہے اور اسے غلام بنا لیتا ہے۔"

وہ بولا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم بھی یہی کرو کیا ہم دوست نہیں بن سکتے۔ ایک دوسرے کے برے وقت میں کام نہیں آسکتے؟"

فرمان نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر کہا "تم میرا ایک کام کرو گے؟"

"اگر تم دوست بن جاؤ تو تمہارے لیے جان بھی دے دوں گا۔ آزما کر دیکھ لو۔"

"ٹھیک ہے تم میرے کام آؤ گے تو میں تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں گا نہ تمہیں اپنا معمول بناؤں گا لیکن میرے کام آنے تک انیتا تم دونوں کو گن پوائنٹ پر رکھے گی اگر تم ذرا سی بھی گڑبڑ کرو گے تو یہ تمہیں گولی مار دے گی۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"ہمارے ساتھ ایک بیڈ روم میں چلو۔"

وہ سب ایک بیڈ روم میں آئے۔ اس طرح کہ وہ دونوں آگے تھے اور انیتا ان کے پیچھے ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے تھی۔

فرمان نے بیڈ روم میں پہنچ کر کہا "مجھے انیتا کے باپ چنڈال جوگیا نے اپنا معمول بنا کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کا تنویمی عمل توڑ دو اور مجھے اس سے رہائی دلاؤ۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے تم بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ میں ابھی مختصر سا عمل کرکے اس کے تنویمی عمل کو توڑ دوں گا۔"

فرمان نے انیتا سے کہا "تم میری باتیں یاد رکھو یہ عمل کرنے کے دوران میرے ذہن کو حکم دے گا کہ یہ تمہارے باپ چنڈال جوگیا کے تنویمی عمل سے آزاد ہو جائے اور کبھی تمہارے باپ کے زیر اثر نہ رہے۔"

پھر اس نے ویٹو مارکس کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ دوسرا حکم یہ دے گا کہ میرا ذہن پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر بھگا دیا کرے گا دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں آسکے گا پھر تیسرا حکم یہ دے گا کہ میں آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہو جاؤں۔"

انیتا نے کہا "میں تمہاری ان تینوں باتوں کو یاد رکھوں گی اگر یہ تین باتوں کے علاوہ کوئی اور بات کرے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

فرمان ایک بیڈ پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرکے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ویٹو مارکس اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ کچھ دنوں پہلے ویٹو مارکس نے رہائی حاصل کرنے کے لیے ایک تنویمی عمل کرنے والے کے ساتھ یہی سلوک کروایا تھا اس کی کلپنا نے بھی ایسے ہی ریوالور کے ذریعے اس عامل کو نشانے پر رکھ کر اس کے دماغ کو تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی۔

ویٹو مارکس نے وہ مختصر سا تنویمی عمل کیا اور فرمان کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر انیتا سے پوچھا "کیا تمہارا باپ تمہارے اس محبوب کا دشمن ہے؟"

"ہاں میرا انیل میرے باپ کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ پتا جی نے میرے انیل پر زبردستی تنویمی عمل کیا ہو گا اور اسے معمول بنا کر رکھا ہو گا انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ مر چکا ہے اور آئندہ تیسرا جنم لینے والا ہے۔"

کلپنا نے انیتا سے کہا "ابھی تم نے اپنے انیل کو اس تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے لیکن اس کا فائدہ کیا ہوا تمہارا باپ تمہارے دماغ میں تو آتا ہی ہو گا وہ تمہارے ذریعے انیل کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں یہ مجبوری ہے میرے پتا جی میرے اندر آئیں گے تو میں انہیں نہیں روک سکوں گی پتا نہیں وہ پھر کیا گڑبڑ کریں گے؟"

ویٹو نے کہا "اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ تم پر تنویمی عمل کرکے تمہارے دماغ کو لاک کیا جائے پھر تمہارا باپ تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔"

باتوں ہی باتوں میں آدھا گھنٹا گزر گیا فرمان نے آنکھیں کھول لیں وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مارکس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "تھینک یو مائی فرینڈ۔ تم نے ایک بہت بڑے دشمن سے مجھے نجات دلائی ہے۔"

وہ بولا "تمہیں اپنی انیتا کو بھی اس سے نجات دلانی چاہیے تم اس کے دماغ کو لاک کر سکتے ہو۔"

اس نے کہا "میرے دوست تمہیں زحمت ہو گی تم میری انیتا پر عمل کرو اور اس کے دماغ کو لاک کر دو۔"

اس نے انیتا سے ریوالور لے لیا وہ بستر پر آکر لیٹ گئی صرف ایک گھنٹے کے اندر ویٹو مارکس نے اسے بھی چنڈال جوگیا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی۔ فرمان نے کہا "اگر میں چاہتا تو تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر سکتا تھا اب تو تم نے دماغی توانائی حاصل کر لی ہے پھر بھی میں اس ریوالور سے تمہیں زخمی کر سکتا ہوں لیکن نہیں کروں گا۔ تمہارے سامنے اس ریوالور کو خالی کر رہا ہوں۔"

اس نے چیمبر سے ساری گولیاں نکال کر پھینک دیں پھر کہا "ہم دونوں ہی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں اور ہم دونوں کے ساتھ ہماری محبوبائیں ہیں ہمارا فرض ہے کہ ان کی بھی حفاظت کریں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور برے وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہیں۔"

فرمان اور ویٹو مارکس نے پھر ایک بار دوستانہ انداز میں مصافحہ کیا۔

○☆○

اس بیڈ روم کو بہت ہی قیمتی سامان سے آراستہ کیا گیا تھا۔ کسی بہت ہی امیر کبیر شخص کا بیڈ روم معلوم ہوتا تھا ننھا فتنہ اس آرام دہ بستر پر سو رہا تھا خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا وہ دنیا داری کو نہیں سمجھتا تھا۔ کسی کے ساتھ کوئی لین دین نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی کبھی کسی کو نقصان پہنچاتا تھا اس کے باوجود کہیں نہ کہیں اس کے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔

جس بنگلے میں گھس کر وہ سو رہا تھا وہاں بھی اس کا کوئی دشمن پیدا ہو سکتا تھا' وہ نہیں جانتا تھا کہ کسی فرشتے سے سامنا ہو گا یا شیطان سے؟

وہ دوست اور دشمن کو نہیں سمجھتا تھا صرف تین ہی باتیں جانتا تھا۔ ایک تو یہ کہ سفر کرتے رہنا ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے رہنا پھر کھانا پینا اور سو جانا۔ کھانے پینے اور سونے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ جب اسے نیند آتی تھی تو وہ کسی نہ کسی کے گھر میں گھس جاتا تھا جہاں سونے کی جگہ ملتی تھی وہیں کھانے پینے کی چیزیں حاصل جایا کرتی تھیں۔

اب سے پہلے وہ سونیا کے ساتھ ایک ہوٹل کے سویٹ میں تھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا اسے آگہی ملی کہ وہاں سے چلے جانا چاہیے لہٰذا وہ اٹھ کر سونیا کو چھوڑ کر پتا نہیں کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس بنگلے میں آکر پھر سو گیا تھا جب تک نیند پوری نہ ہوتی وہ سوتا ہی رہتا وہاں اسے کوئی جگانے والا نہیں تھا۔

اعلیٰ بی بی اور عبداللہ وقفے وقفے سے اس کے اندر جا رہے تھے اس کے بیدار ہونے کا انتظار کر رہے تھے اس کے بیدار ہونے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس کے بنگلے میں گھسا ہوا ہے؟ اس بنگلے کا نمبر کیا ہے؟ وہ کس علاقے میں ہے اور اس کا مالک کون ہے؟

آخر ایک طویل انتظار کے بعد وہ بیدار ہو گیا آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ پہلے اسے بیڈ روم کی چھت نظر آئی اس نے دائیں بائیں دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا اسے یاد آیا کہ وہ اپنی ممی کو ایک ہوٹل میں چھوڑ کر یہاں چلا آیا تھا۔ "پتا نہیں اب گرینڈ ماما کہاں ہوں گی مجھے بھوک لگ رہی ہے میں کچھ کھانے پینے کے بعد اپنی گرینڈ ماما کے پاس جاؤں گا۔"

وہ بیڈ روم سے نکل کر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے پھر کچن میں آکر رک گیا۔ اعلیٰ بی بی اور عبداللہ اس کے اندر خاموش تھے اسے مخاطب نہیں کر رہے تھے چپ چاپ دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔

انہوں نے محسوس کیا کہ اس کے دماغ میں جیسے خیالات پیدا ہو رہے ہیں وہ ان کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ کچن میں ٹن پیکڈ کھانے رکھے گئے تھے ان ڈبوں کو کھول کر انہیں گرم کیے بغیر کھایا جا سکتا تھا اور ان پیک کیے ہوئے ڈبوں کو کس طرح کھول کر کھانا چاہیے یہ اس کا دماغ اسے سمجھا رہا تھا اور وہ اس کے مطابق کھانے پینے میں مصروف ہو گیا۔

ایک تین برس کے بچے کا دماغ اتنی باتیں نہیں سمجھا سکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا کہ اسے آگہی حاصل ہو رہی ہے۔ غیبی طور پر ہدایات مل رہی ہیں اور وہ ان ہدایات پر عمل کرتا جا رہا ہے وہ کھانے کے دوران میں ٹی وی آن کرکے کارٹون پروگرام دیکھ رہا تھا اسی وقت باہر کہیں گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔

بنگلے کے باہر پارکنگ میں ایک بڑی سے کار اور ایک

بہت ہی قیمتی ویگن آ رہی تھی وہ دونوں گاڑیاں پارکنگ میں آ کر رک گئیں۔ ویگن میں چار مسلح افراد تھے۔ وہ اپنی اپنی گن لے کر باہر نکل آئے۔ آگے بڑی سی کار میں ان کا باس بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا باس نے باہر آ کر اپنے حواریوں پر نظر ڈالی۔ وہ بہترین سوٹ اور ٹائی میں ملبوس ایک موٹے بھاری بھرکم گینڈے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے باڈی گارڈ نے آگے بڑھ کر بنگلے کے دروازے کو چابی سے کھولنا چاہا تو پتا چلا وہ مقفل نہیں ہے اس نے حیرانی سے پلٹ کر کہا "باس! یہ دروازہ تو کھلا ہوا ہے جب کہ ہم نے جانے سے پہلے لاک کیا تھا۔"

باس نے دروازے کی طرف گھور کر دیکھا پھر کہا "اس کا مطلب ہے ہمارے بنگلے میں کوئی گھسا ہوا ہے..... کم آن محتاط رہ کر اندر جاؤ اور تم میں سے ایک پیچھے کی طرف جائے گا ایسا نہ ہو کہ وہ پچھلے دروازے سے نکل کر فرار ہو جائے دیکھو کس کی شامت آئی ہے؟ کس نے میرے گھر میں گھسنے کی جرأت کی ہے؟"

پھر اس نے پلٹ کر اپنی کار کی پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا اس سیٹ پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی اور گن مین اس کے ساتھ تھا اس نے اس لڑکی کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ باس نے لڑکی کی طرف جھک کر کہا "معلوم ہوتا ہے تیرا باپ ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکا ہے بہت چالاکی اور تیزی دکھاتا ہے۔ ابھی تیرے سامنے اسے گولی مار دوں گا۔"

پھر اس نے اپنے گن مین سے کہا "اسے باہر نکال کر یہاں لے آؤ۔ اگر اس کا باپ ہو گا تو اسے گن پوائنٹ پر دیکھے گا سمجھ لے گا کہ بیٹی موت کے سائے میں کھڑی ہوئی ہے۔"

وہ گن مین کے ساتھ کار سے باہر آ کر بولی "سیم سن! تم بہت پچھتاؤ گے۔"

"تمہاری جوانی سے کھیلنے کے بعد پچھتانا پڑے تو کوئی بات نہیں میں پچھتا لوں گا۔"

ایک گن مین نے بنگلے سے باہر آ کر کہا "باس! اندر تو کوئی نہیں ہے۔ پچھلا دروازہ بھی اندر سے بند ہے۔"

باس نے لڑکی کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "اندر چلو۔" باس نے حکم دیا "ٹی وی اسکرین آف کر دو اور کیسٹ ریوائنڈ کرو یہ پتا چل جائے گا کہ یہاں کوئی آیا تھا یا نہیں؟"

اس نے اپنے بنگلے کے ہر حصے میں خفیہ کیمرے نصب کیے ہوئے تھے اس کی غیر موجودگی میں ریکارڈنگ ہوتی رہتی تھی۔ بعد میں آ کر وہ اسکرین پر دیکھ کر معلوم کرتا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں یہاں کوئی داخل ہوا تھا یا نہیں [illegible] گھنٹے بجنے لگی۔ اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا [illegible] لگایا پھر کہا "ہیلو سیم سن اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز [illegible]

"سیم سن! کیا تمہاری موت آئی ہے۔ مجھے ابھی [illegible] ہے کہ تم میری بیٹی کو اٹھا کر لے گئے ہو۔ یاد رکھو [illegible] بدن پر ہلکی سی خراش بھی آئے گی تو میں تمہاری [illegible] دوں گا اس طرح تڑپا تڑپا کر ماروں گا کہ دوسرے [illegible] حاصل کریں گے۔"

"میں نے بھی تمہارا یہی انجام سوچ رکھا [illegible] جرأت کیسے ہوئی کہ تم میرے علاقے میں آ کر [illegible] دھندا کرو اور یہاں سے پچاس لاکھ ڈالرز ایک [illegible] لے جاؤ۔ اپنی بیٹی کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے [illegible] ڈالر لوٹا دو اور اپنی بیٹی کو لے جاؤ۔"

اس نے جواب سنے بغیر ریسیور کو کریڈل پر رکھ [illegible] گن مین نے کہا "باس! کیسٹ ریوائنڈ ہو چکا [illegible] آن کر رہے ہیں۔"

ایک بٹن سے ٹی وی آن ہو گیا۔ اسکرین [illegible] مختلف حصے دکھائی دینے لگے بہت دیر تک ٹی وی [illegible] پھر ایک بلی اسکرین پر دکھائی دی وہ کچن میں [illegible] بھوک مٹا رہی تھی۔ سیم سن نے غصے سے کہا "[illegible] سے گھس آئی؟ کیسٹ فارورڈ کرو۔"

وہ کیسٹ تیزی سے فارورڈ ہونے لگا۔ مناظر [illegible] بدلنے لگے۔ کبھی کمرا دکھائی دیتا تھا کبھی ڈرائنگ [illegible] کوریڈور کبھی کچن پھر سیم سن نے چونک کر کہا "[illegible] روکو۔"

کیسٹ رک گیا آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ انہوں [illegible] دروازہ کھل رہا تھا پھر وہاں سے ایک بچہ داخل ہو [illegible] دیا وہ تقریباً تین یا چار برس کا بچہ تھا اس کی چال [illegible] تھا جیسے وہ اپنے گھر میں آیا ہو وہ وہاں سے گزر [illegible] روم میں آیا پھر ڈرائنگ روم سے نکلتا ہوا ایک کو [illegible] پہنچ گیا۔ سیم سن حیرانی اور پریشانی سے کہہ رہا تھا "[illegible] ہے؟ معلوم ہوتا ہے کسی دشمن نے اسے جاسوسی [illegible] بھیجا ہے اس کے جسم میں یا لباس میں کوئی جاسوسی [illegible] ہو گا۔"

ویسے صاف نظر آ رہا تھا کہ کوئی آلہ اس کے [illegible] ساتھ نہیں ہے۔ وہ بڑی معصومیت سے چلتا ہوا [illegible] میں پہنچ گیا پھر بیڈ پر جا کر آرام سے لیٹ گیا تھا [illegible]

[illegible] دی اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں، اب وہ گہری نیند میں [illegible] ڈوب گیا تھا۔

سیم سن نے کہا "یہ تو میرے بیڈ روم میں گھسا ہوا ہے۔ [illegible] لوگوں نے وہاں جا کر نہیں دیکھا تھا؟"

ایک گن مین نے کہا "باس! ہم نے وہاں دیکھا تھا یہ بچہ [illegible] نظر نہیں آیا۔"

سیم سن نے اس لڑکی کو دیکھ کر پوچھا "لیزا تم اس بچے کو [illegible] جانتی ہو۔ اسے تمہارے باپ نے یہاں بھیجا ہو گا۔"

لیزا نے کہا "تم اوپر سے شیر بنتے ہو مگر اندر میرے باپ [illegible] سے ڈرتے رہتے ہو۔ اس معصوم بچے کے پیچھے تمہیں میرا باپ اپنی موت کی طرح دکھائی دے رہا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ آج کل بچوں کے ذریعے بڑی بڑی [illegible] وارداتیں کی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہارے باپ نے اس بچے کے لباس کے اندر بم لپیٹ کر رکھے ہوں ان بموں کے ساتھ کوئی ایسا کنکشن ہو گا کہ ہمارے جاتے ہی وہ بم پھٹ پڑیں گے۔"

لیزا نے ہنستے ہوئے کہا "ہمارے ہاں ہالی ووڈ کی فلموں میں ایسے ہی مناظر دکھائے جاتے ہیں۔ ایک معصوم بچے کو بھی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس بچے کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی کیا گیا ہو اس لیے سیم سن اب تمہاری خیر نہیں ہے اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو اور یہاں سے فرار ہونے کے بعد بھی اپنے اس بنگلے کو کھنڈر بنتے نہیں دیکھنا چاہتے تو مجھے رہا کر دو ورنہ یہ بچہ اپنی ذات میں تم سب کے لیے ملک الموت ہے۔"

سیم سن پریشان ہو کر کچھ سہم کر اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بڑی سی اسکرین پر بیڈ روم کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ بچے کا سونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ قیامت کی نیند سو رہا ہے اور ان سب کو بھی قیامت کی نیند سلانے والا ہے۔

سیم سن کے ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ اسکرین پر عدنان کو گہری نیند سوتے دیکھ رہا تھا۔ اس اندیشے نے اس کے ذہن کو جکڑ لیا تھا کہ اس سونے والے بچے کے لباس کے اندر تباہ کن اور مہلک بم بندھے ہوئے ہیں جو کسی وقت بھی بلاسٹ ہو سکتے ہیں۔ سیم سن کا تعلق انڈر گراؤنڈ ڈرگ مافیا سے تھا۔ اس کی دشمنی اپنے ہی جیسے ڈرگ مافیا کے ایک گاڈ فادر سے تھی۔ اس نے دشمنی کی بنا پر اس کی بیٹی لیزا کو اغوا کیا تھا اور اسے اپنے بنگلے پر لے آیا تھا۔ اس وقت لیزا اس کے پاس قیدی بنی ہوئی تھی اور اس کے حواریوں کے گن پوائنٹ پر تھی۔

لیزا نے سیم سن سے کہا تھا کہ وہ اسے رہا کردے اور یہاں سے نکل جائے ورنہ وہ تین برس کا بچہ ان کے لیے ملک الموت بن سکتا ہے۔ سیم سن نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ جو کیسٹ ریکارڈر چل رہا ہے اور جس کے ذریعے عدنان ٹی وی اسکرین پر دکھائی دے رہا ہے اس کیسٹ ریکارڈر کو بند کیا جائے اور اس کے بیڈ روم کے خفیہ کیمروں کو آن کیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ بچہ اب بھی وہاں سو رہا ہے یا نہیں؟

اس کے احکامات کی فوراً تعمیل کی گئی۔ وی سی آر اور کیسٹ کو بند کردیا گیا اور اس بیڈ روم کے کیمروں کو آن کردیا گیا۔ ان کے آن ہوتے ہی عدنان دکھائی دیا۔ وہ نیند میں نہیں تھا جاگ رہا تھا۔ ٹی وی کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھا آئس کریم کھاتے ہوئے کارٹون پروگرام دیکھ رہا تھا۔

سیم سن نے لیزا کو پکڑ کر اپنے ساتھ باہر لے جاتے ہوئے کہا "تم لوگوں نے اسے کس طرح تلاش کیا تھا۔ وہ میرے بیڈ روم میں ہے۔ تمہیں نظر کیوں نہیں آیا؟"

دو حواریوں نے کہا "باس! ہم آپ کے بیڈ روم میں گئے تھے لیکن وہ نظر نہیں آیا تھا۔ کہیں چھپ گیا ہوگا۔ ہم ابھی اسے پکڑ کر لاتے ہیں۔"

وہ چیخ کر بولا "نہیں اسے میرے پاس نہ لانا۔ پہلے اس کے لباس کے اندر اچھی طرح دیکھو اگر وہاں بم بندھے ہوئے ہوں تو انہیں الگ کرکے دور لے جا کر کہیں پھینک دو۔"

وہ لیزا کے ساتھ بنگلے سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے بہت دور چلا آیا تھا کہ بم کا دھماکا ہو تو وہ محفوظ رہ سکے۔

بنگلے کے اندر دو حواری پھر عدنان کو تلاش کرنے کے لیے اس بیڈ روم میں آئے۔ عدنان ٹی وی بند کرکے اسٹور روم میں چلا گیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ اسی کمرے میں تھا لیکن اعلیٰ بی بی اور عبداللہ نے دو حواریوں کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا اور انہیں یہ سمجھنے نہیں دیا تھا کہ عدنان اس ... میں موجود ہے۔ جب کہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے ... غائب دماغ رہنے کے باعث عدنان انہیں نظر نہیں ...

اس بار بھی وہ اس بیڈ روم میں آئے ہر جگہ ... کیا اسٹور روم کا دروازہ بھی کھول کر دیکھا۔ وہاں عدنان ... ہوا تھا لیکن انہیں نظر نہیں آیا۔ اس وقت وہ دونوں ... دماغ تھے۔

سیم سن نے فون کا بزر سن کر آن کرتے ہوئے ... سے لگایا۔ دوسری طرف سے حواری نے کہا "باس! ... یہاں اچھی طرح ڈھونڈ لیا ہے وہ بچہ دکھائی نہیں ... ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں نے اسکرین پر اسے ... ہے۔ کیا میرے بیڈ روم کے کیمرے آن نہیں ہیں؟ ... نے دوسری بار بھی وڈیو کیسٹ کے ذریعے اس بچے ... تھا؟"

"اس وقت کوئی غلطی ہوئی تھی۔ ہم ابھی ٹی وی ... پر دیکھ رہے ہیں۔ بیڈ روم خالی دکھائی دے رہا ہے۔ ... بنگلے کے دوسرے حصے بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ بچہ ... نظر نہیں آرہا ہے۔"

"تعجب ہے میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے فون کو بند کیا پھر گاڑی اسٹارٹ کرکے ... کرتا ہوا بنگلے کے احاطے میں آگیا۔ گاڑی سے اتر کر ... پکڑ کر کھینچتا ہوا اندر لے گیا۔ اس نے ٹی وی لاؤنج ... ہی اسکرین پر دیکھا اس کا بیڈ روم خالی دکھائی دے رہا ... اسے بچے کی آواز سنائی دی "میں یہاں ہوں۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ عدنان زینے کے اوپری ... کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول ... اعلیٰ بی بی اس کے دماغ میں تھی اور عبداللہ سیم سن کے ... کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اس کے اندر دہشت پیدا کر رہا تھا ... بچے کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول ہے تو اس کا مطلب ... کہ اس کے لباس کے اندر یقیناً بم بندھے ہوئے ہوں ... ریموٹ کنٹرول کا بٹن دباتے ہی دھماکا ہوگا اور ان ... چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

وہ خوف سے ذرا پیچھے ہٹ کر بولا "تم کون ہو؟ ... سے کیا چاہتے ہو؟"

عدنان نے لیزا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ... میری سسٹر ہے میں اسے یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں ...

وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا "ٹھیک ہے ٹھیک ہے ... اسے لے جاؤ، تم فوراً یہاں سے جاؤ۔"

لیزا بڑی محبت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ زینے سے اتر کر اس کے پاس آیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا "کم آن سسٹر! ہم یہاں سے چلیں۔"

وہ اس کے ساتھ بنگلے کے باہر نکل آیا۔ وہاں سیم سن کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ لیزا عدنان کے ساتھ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگئی پھر کار کو اسٹارٹ کرکے وہاں سے جانے لگی۔ سیم سن دروازے پر کھڑا انہیں جاتا دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بہت دور نکل گئے تب اس نے اطمینان کی سانس لی۔

لیزا نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا "تمہیں میرے ڈیڈی نے بھیجا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں تمہارے ڈیڈی کو نہیں جانتا۔"

اس نے ہاتھ کھڑکی سے باہر کرکے اس ریموٹ کنٹرولر کو پھینک دیا۔ لیزا نے کہا "یہ تو ٹی وی کا ریموٹ کنٹرولر تھا۔ کیا تمہارے لباس کے اندر بم بندھے ہوئے نہیں ہیں؟"

اس نے لباس کے اندر سے پرفیوم کی ایک شیشی نکال کر کہا "میں بموں سے نہیں کھیلتا۔ مجھے خوشبو اچھی لگتی ہے۔"

"تم کون ہو اور اس بنگلے میں کیا کر رہے تھے؟"

"مجھے نیند آرہی تھی۔ میں وہاں سونے کے لیے گیا تھا۔"

"کیوں تمہارا اپنا گھر نہیں ہے؟"

"میرا گھر ہوتا تو میں ادھر کیوں آتا؟"

"تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟"

"ماں باپ بچھڑے ہوئے ہیں۔ میں ممی کو تلاش کر رہا ہوں اور پاپا مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

"تم انہیں کہاں تلاش کر رہے ہو؟"

"کوئی بھی گم ہو جائے تو اسے کہاں تلاش کرنا چاہیے؟ کیا تم بتا سکتی ہو؟"

"نہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں تلاش کرنا چاہیے۔ اسی لیے گم ہونے والوں کو جگہ جگہ تلاش کیا جاتا ہے۔ تم واقعی بھٹک رہے ہو گے میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

وہ کھڑکی کے باہر دیکھ کر بولا "گاڑی روکو۔"

اس نے گاڑی روک کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولا "میں اس دکان سے چاکلیٹ لے کر ابھی آتا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا ایک بڑی سی دکان کے اندر چلا گیا۔ اس کی جیب میں ایک سکہ بھی نہیں تھا۔ اس نے دکان کے اندر پہنچ کر اپنی پسند کا ایک چاکلیٹ لیا پھر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اسے یاد آیا کہ اس کی جیب تو بالکل خالی ہے۔ وہ چاکلیٹ نہیں کھا سکے گا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے دکان دار کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "بیٹے! کوئی بات نہیں چاکلیٹ لے جاؤ۔"

وہ دکان کے دوسرے دروازے سے باہر جانے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "اس دروازے سے نہیں اس دروازے سے جاؤ۔ وہ لڑکی لیزا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

عدنان نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں تمہارے پاپا کی بہن ہوں۔ تمہاری آنٹی ہوں۔ اگر تم لیزا کے پاس نہیں جاتے تو نہ سہی۔ یہیں تھوڑی دیر انتظار کرو۔ تمہاری گرینڈ مما آرہی ہیں۔"

اسی لمحے عدنان کے خیالات گڈ مڈ ہونے لگے۔ وہ جو ایک خیال پر مرکوز تھا۔ اب نہیں رہا اعلیٰ بی بی اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ وہ وہیں رکا ہوا ہے یا کہیں جا رہا ہے؟ وہ فوراً ہی لیزا کے دماغ میں پہنچی پھر اسے کار سے نکل کر اس دکان کے اندر آنے اور پھر دوسرے دروازے سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ وہ بچہ کہیں گم ہو گیا ہے اسے تلاش کرنا ہے۔

وہ دکان کے آگے پیچھے ہر جگہ جا کر اسے ڈھونڈنے لگی۔ اب وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے سونیا کے پاس آکر کہا "اوہ مما! آپ کا پوتا بہت پریشان کر رہا ہے۔ وہ پھر گم ہو گیا ہے۔"

سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا اس کے خیالات پھر ناقابلِ فہم ہو گئے ہیں؟"

"ہاں... پھر خیالات گڈ مڈ ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں رہے گا اس وقت تک ہمیں معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"چلو اس بات کا تو اطمینان ہے کہ وہ اسی شہر میں ہے اور ہم اسے کہیں نہ کہیں ڈھونڈ لیں گے۔"

"کیا آپ کا پاسپورٹ بن چکا ہے؟"

"ہاں۔ برازیل کے گورنر نے ایک گھنٹے کے اندر پاسپورٹ اور ویزا پہنچا دیا ہے۔ اس میں عدنان کی بھی انٹری ہے میں اسے ساتھ لے کر جا سکتی ہوں۔"

"اب تو وہ جیسے ہی ملے آپ اسے پکڑ کر اپنے ساتھ یہاں سے لے جائیں۔"

"وہ پکڑ میں آئے تب کی بات ہے۔ بے چارہ اپنی ماں کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اسے سمجھایا بھی ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ اس دنیا میں نہیں ہے لیکن وہ بضد ہے کہ اسے تلاش کرکے ہی رہے گا۔ پتا نہیں کہاں سے اس مرنے والی کو ڈھونڈ کر لائے گا؟"

وہ ایک شاہراہ کے فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا دور تک دیکھ رہا تھا۔ جیسے اپنی ماں کو تلاش کر رہا ہو پھر وہ ایک طرف جانے لگا۔ جس کا وجود ہو اور کوئی پتا ٹھکانا نہ ہو' تو تلاش بسیار کے بعد وہ مل ہی جاتا ہے لیکن جس کا وجود ہی نہ ہو وہ کیسے ملے گا؟

ایک تو وہ بچہ تھا پھر تلاش کرنے کا انداز بھی بچگانہ تھا پیدل چل رہا تھا۔ کوئی گاڑی نہیں تھی۔ سر پر کوئی چھت نہیں تھی۔ جیب میں رقم نہیں تھی۔ دنیا والوں کے جھوٹ اور فریب کو نہیں سمجھتا تھا۔ اپنوں سے کترا رہا تھا اور دشمنوں سے بچ بچ کر نکل رہا تھا۔

دلربا ایک دکان سے نکل کر اپنی کار کی طرف جا رہی تھی۔ سامنے سے عدنان گزر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ کچھ سوچا' یاد کیا پھر اسے آواز دی "اے بچے...! رک جاؤ۔ ادھر دیکھو۔ میری بات سنو۔"

وہ سن نہیں رہا تھا۔ اپنی دھن میں چلا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پیچھے آئی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں تمہیں بلا رہی ہوں۔ رک جاؤ میری بات سنو۔"

وہ رک گیا۔ اس کی طرف دیکھ کر بولا "تم کون ہو؟ میں اپنی ممی کے پاس جا رہا ہوں۔ تم میری ممی نہیں ہو سکتیں۔"

دلربا نے پوچھا "کیا تمہارا نام عدنان ہے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر کہا "ہاں۔ تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"میں تمہارے پاپا کو جانتی ہوں۔ ان کا نام پورس ہے میں ان کی گرل فرینڈ ہوں۔"

عدنان نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھیں شیوانی جیسی تھیں اور اس وقت ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے شیوانی گھور کر اپنی سوکن کو دیکھ رہی ہو۔

دلربا اس سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھیں اس کے دل کو جکڑ رہی ہیں اور اس کا دل اب دھڑکنا بھول جائے گا۔

وہ اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "اوہ گاڈ! پورس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ تمہاری آنکھیں اتنی خطرناک ہیں۔"

وہ اس طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ نظریں جھکا کر بول رہی تھی "تم میرے ساتھ چل کر گاڑی میں بیٹھو۔ میں ابھی تمہارے پاپا کو فون کرتی ہوں۔ وہ یہاں آجائیں گے۔"

وہ سخت لہجے میں بولا "میری طرف دیکھو۔"

اس نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں جیسے ان ننھی آنکھوں سے چپک کر رہ گئیں۔ وہاں سے وہ نظریں نہ ہٹا سکی پھر اسے یوں لگا جیسے عدنان کی بچگانہ آواز میں کسی عورت کی آواز گھل مل گئی ہے اور وہ بڑے ہی سخت لہجے میں کہہ رہی ہے "تم پورس کی زندگی سے نکل جاؤ۔ میں حکم دیتی ہوں یہاں سے جاؤ اور پھر کبھی پورس سے نہ ملو۔ جاؤ چلی جاؤ۔"

اس پر سحر سا طاری ہو گیا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر اپنی کار کی طرف ایسے جانے لگی جیسے نیند میں چل رہی ہو۔ اس کی پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں۔ وہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر اسے اسٹارٹ کرکے وہاں سے جانے لگی۔ عدنان چپ چاپ کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا۔ جب وہ کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ بھی پلٹ کر بھٹکنے کے لیے وہاں سے جانے لگا۔

❂☆❂

وہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ وقت نہیں گزر رہا تھا۔ جینا نے اس سے کہا تھا کہ اس کی وہ قابلِ اعتراض تصویریں اسے واپس مل جائیں گی۔ وہ دو گھنٹے کے اندر بدنامی سے بچ جائے گی۔

وہ دو گھنٹے نہیں گزر رہے تھے۔ وہ ٹھیک دو گھنٹے بعد فون پر جینا سے پوچھنے والی تھی کہ اس کا کام ہو گیا ہے یا نہیں؟ کیا اس کا ہرجائی محبوب تصویریں واپس کر چکا ہے؟

اس کے باپ نے آکر کہا "دو گھنٹے گزرنے والے ہیں امید ہے کہ تمہارا کام ہو جائے گا اور ہم بدنامی سے بچ جائیں گے۔"

وہ بولی "سنجے بہت ہی ذلیل اور کمینہ ہے۔ مجھے امید نہیں ہے کہ وہ میری تصویریں واپس کرے گا۔ پتا نہیں یہ سہاگن دیوی اپنی آتما شکتی سے کچھ کرپائے گی یا نہیں؟"

باپ نے کہا "تم کس آتما شکتی کی باتیں کرتی ہو سائنسی ترقی کے دور میں سانسیں لے رہی ہو اور جاہلانہ عقیدے کی باتیں کر رہی ہو۔ میں آتما شکتی کو نہیں مانتا۔"

"پھر تو ہمیں مایوس ہو جانا چاہیے۔ سہاگن دیوی کچھ نہیں کرے گی۔"

"ضرور کرے گی میں اب بھی یقین سے کہتا ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے یاری کر چکی ہے۔ وہ تمہارا کام ضرور کرے گی۔"

"آپ پھر اس کی ٹیلی پیتھی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اگر وہ جانتی ہے تو جانے دیں۔ آپ اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیں گے۔ ڈی' جی اور کمشنر صاحب نے بھی وعدہ کیا ہے کہ اب سدا سہاگن دیوی کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کال بیل کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازمہ نے آکر کہا "سنجے صاحب آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہو گئی۔ اپنے باپ سے بولی "معلوم ہوتا ہے میرا کام ہو رہا ہے۔ سہاگن دیوی نے اسے بھیجا ہوگا۔"

پھر اس نے ملازمہ سے کہا "جاؤ۔ اسے فوراً یہاں بھیجو۔"

وہ چلی گئی۔ ایک منٹ کے اندر ہی سنجے سر جھکائے وہاں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا لفافہ تھا۔ اس نے وہ لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ارچنا! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں دھوکا دیا اور اس کے بعد تمہیں بدنام کرنا چاہتا تھا لیکن اب نہیں کروں گا۔ اس لفافے میں تمہاری تصویریں ہیں۔ ساری تصویریں آدھی آدھی جلی ہوئی ہیں۔ نیگیٹیو بھی ہیں۔ تم دیکھ کر تسلی کر سکتی ہو۔"

وہ لفافہ لے کر باپ سے دور ہو گئی پھر ایک جگہ جا کر وہ تصویریں نکال نکال کر دیکھنے لگی۔ اگرچہ چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ تصویریں آدھی جلی ہوئی تھیں اس کے باوجود اس نے پہچان لیا کہ یہ سب اسی کی تصویریں ہیں۔ نیگیٹیو بھی اسی کے تھے۔ اس نے ان سب کو دوبارہ لفافے میں رکھا پھر پلٹ کر اس کی طرف آتے ہوئے بولی "میں انہیں ابھی جلا ڈالوں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہارا ارادہ کیسے بدل گیا؟ کیا سہاگن دیوی تمہارے پاس آئی تھی؟"

"وہ میرے گھر نہیں آئی تھی۔ میرے خواب میں آئی تھی۔ اگرچہ وہ سونے کا وقت نہیں تھا لیکن اچانک میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ سہاگن دیوی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ کسی کو بدنام کرنا کسی کو بدنام کرکے اس پر کیچڑ اچھالنا بہت بڑا پاپ ہے وہ تصویریں ارچنا کو واپس کردو۔ ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ تمہارا باپ ابھی کار کے حادثے میں زخمی ہو کر اسپتال پہنچا ہوا ہے۔ اگر تم ارچنا کو تصویریں واپس نہیں کرو گے تو وہ اسپتال سے واپس نہیں آسکے گا۔ اس کی لاش ہی یہاں لائی جائے گی۔"

سنجے نے ارچنا کو دیکھا پھر کہا "جب میری آنکھ کھلی تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے میرے ڈیڈی کے سیکریٹری نے اطلاع دی کہ وہ کار کے حادثے میں زخمی ہو گئے ہیں اور اس وقت اسپتال میں ہیں۔"

وہ دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا "میں نے اسی وقت توبہ کرلی اور سمجھ گیا کہ سہاگن دیوی اپنی آتما شکتی سے یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ میں نے ان تصویروں کو تھوڑا تھوڑا سا جلایا تاکہ تمہارا چہرہ کسی کو دکھائی نہ دے تمہیں بھی دکھائی نہ دے پھر میں یہ سب کچھ تمہارے پاس لے آیا۔"

ارچنا نے کہا "تم نے دشمنی کی تھی لیکن ان تصویروں کو لوٹا کر مجھ پر احسان کر رہے ہو۔ بیٹھو چائے پی کر جاؤ۔"

"نہیں۔ ہمارے بزرگوں کی سیاسی دشمنی قائم رہے گی۔ میں دشمن کے گھر میں پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹا اور تیزی سے چلتا ہوا باہر چلا گیا۔ ارچنا نے ریسیور اٹھا کر جینا کے نمبر ڈائل کیے' پھر رابطہ ہونے پر کہا "میں ارچنا بول رہی ہوں۔ سہاگن دیوی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اسے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جینا کی آواز سنائی دی "ہاں ارچنا! بولو کیا تمہارا کام ہو گیا؟"

"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم بے شک آتما شکتی والی ہو۔ مجھے بولو میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔"

"میں غریبوں سے کبھی کچھ نہیں لیتی ہوں لیکن جو دھنوان ہوتے ہیں ان سے کہتی ہوں لاکھ' دس لاکھ کروڑ جتنی بھی رقم وہ دے سکتے ہیں وہ میرے پاس پہنچا دیں۔ میں یہ رقم غریبوں کو دان کرتی رہتی ہوں۔"

ارچنا نے اپنے باپ سے کہا "خوامخواہ سہاگن دیوی پر شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اچانک دولت مند ہو گئی ہے۔ جبکہ وہ ہم جیسے دھنوانوں سے رقم لے کر غریبوں کو دیتی ہے۔ اب بتائیں اتنے بڑے کام کے بدلے آپ سہاگن دیوی کو کتنی رقم دینا چاہیں گے؟ لاکھوں کی بات کریں۔"

"ٹھیک ہے میں ایک لاکھ روپے بھیج دوں گا۔"

"ایک نہیں پانچ لاکھ روپے دیں گے۔ اس نے صرف مجھے ہی نہیں آپ کے سیاسی کیریئر کو بھی بچایا ہے۔"

"اچھی بات ہے میں پانچ لاکھ کا چیک دوں گا۔"

اس نے فون پر کہا "سہاگن دیوی! میں پانچ لاکھ کا چیک کل صبح تک بھیج دوں گی۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے باپ نے کہا "ہمارا شبہ درست ثابت ہو رہا ہے وہ بہت چالاک ہے۔ اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا رہی ہے یا پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے اندر چھپا رکھا ہے۔"

"پھر وہی باتیں کر رہے ہیں کیا اس کے خلاف ایکشن لیں گے؟"

"نہیں اب ہم اسے نہیں چھیڑیں گے ورنہ وہ خوامخواہ ہماری دشمن ہو جائے گی میں اس سلسلے میں ہائی کمان سے رابطہ کروں گا۔"

جینا نے ریسیور رکھ کر اپنے دل کو تھام لیا۔ فوراً سمجھ گئی کہ کبریا نے ارچنا کی مشکل آسان کر دی ہے۔

وہ انوکھا محبوب تھا اس کے اندر آ کر خاموش رہتا تھا۔ اس سے بولتا نہیں تھا لیکن اس کی بڑی بڑی مشکلیں آسان کرتا رہتا تھا۔ وہ بڑے کرب سے بولی "کبریا۔ میری مشکل کب آسان کرو گے؟ میں تمہیں دن رات پکارتی رہتی ہوں۔ کب تک مجھ سے ناراض رہو گے؟ آج میں تمہارے خدا کا واسطہ تمہیں دیتی ہوں۔ مجھ سے بولو۔"

اسے اپنے اندر ایک گہری سانس سنائی دی پھر کبریا نے کہا "تم نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا ہے اس لیے بول رہا ہوں۔ ابھی باتیں کرنے کے بعد خاموش ہو جاؤں گا پھر کبھی نہیں بولوں گا۔"

"یہ کیسی سزا دے رہے ہو؟ مجھ سے کیوں نہیں بولو گے؟"

"کیوں بولوں؟ جب تم میری بات نہیں مانتی ہو تو میں تم سے کیا بولوں؟ کس لیے بولوں؟"

"میں تمہاری یہ بات مان لوں گی۔ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو مجھے چھونا چاہتے ہو میں راضی ہوں آجاؤ مجھ سے دور نہ رہو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

"میں تمہیں صرف چھونا نہیں چاہتا تمہیں اپنی شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم آپریشن کے لیے راضی ہو جاؤ۔"

"میں آپریشن نہیں کراؤں گی، ایک بہت بڑے ڈاکٹر نے پتاجی سے کہا تھا کہ دیر ہو چکی ہے بچپن ہی میں آپریشن ہو جانا چاہیے تھا۔ اب اگر ہو گا تو میرے بچنے کی امید بہت کم ہو گی شاید میں قسمت سے بچ جاؤں ورنہ موت لازمی ہے۔"

"کون جانتا ہے ہماری تمہاری موت کب آئے گی اور کس بہانے سے آئے گی؟ اگر آپریشن کے بہانے سے موت نے آنا ہے تو ہم تم روک نہیں سکیں گے اور اگر مقدر میں زندگی لکھی ہے تو تم آخری سانسوں تک زندگی گزارتی رہو گی۔"

"پلیز اس سلسلے میں مجھ سے بحث نہ کرو۔ میری بات مان لو چلے آؤ خدا کے لیے چلے آؤ۔ دیکھو میں بھگوان کا نام نہیں لے رہی ہوں۔ تمہارے خدا کا نام لے رہی ہوں آجاؤ۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "اب تو آنا ہی ہو گا۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ایک وعدہ کرو۔"

"کیسا وعدہ؟"

"یہاں آنے تک تم میرے دماغ میں نہیں رہو گے۔ مجھے تنہا چھوڑ دو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ خود آ رہا ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ خوشی سے جھومتی بل کھاتی اٹھلاتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آئی اور کنیزوں کو آوازیں دینے لگی۔ ایک ایک کنیز آنے لگی۔ وہ ان سے پوچھنے لگی "آج کیا پکایا ہے؟ بہترین کھانا پکاؤ اس کوٹھی کے اصلی مالک آ رہے ہیں۔ تم سب اپنا حلیہ درست کرو۔"

اس نے دوسری کنیز سے کہا "پورے بنگلے کو اچھی طرح چیک کرو کہ ٹھیک طرح صفائی ہوئی ہے یا نہیں ورنہ دوبارہ صفائی کرو۔"

اس نے تیسری کنیز کو کہا "باہر جا کر سیکیورٹی افسر سے کہو۔ حمزہ صاحب آنے والے ہیں انہیں گیٹ پر نہ روکا جائے۔"

وہ پھر خود آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے حسین سراپا کو دیکھتے ہوئے بناؤ سنگھار میں مصروف ہو گئی۔ ایک کنیز الماری سے ملبوسات نکال نکال کر دکھا رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سا لباس پہن کر کبریا کے سامنے جانا چاہیے۔

اس نے سولہ برس تک کبھی اپنے لیے بھی سنگھار نہیں کیا تھا۔ صاف ستھری اور پاکیزہ رہتی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھتی تھی مگر کبھی بننے سنورنے کا شوق دل میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ آج پہلی بار وہ کبریا کے لیے سنگھار کر رہی تھی۔

وہ پہلا مرد تھا جس کے سامنے جانے کے لیے خوب سے خوب تر بننے کا جذبہ پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو خوب نکھار رہی تھی۔ اسی وقت ایک کنیز نے آ کر کہا "حمزہ صاحب کی کار

احاطے میں داخل ہو گئی ہے۔"

اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ وہ بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔ دوسری کنیز نے آ کر کہا "حمزہ صاحب گاڑی سے اتر کر آ رہے ہیں۔"

پھر وہ آگیا وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ جینا نے اسے بہت پہلے ایک بار ہوٹل کے کمرے میں دیکھا تھا۔ وہ چند منٹ تک سامنے رہ کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد اب نظر آ رہا تھا۔

کبریا نے بھی پہلی بار اسی ہوٹل میں اسے دیکھا تھا اور ہزار جان سے عاشق ہو گیا تھا پھر اسے چھپ چھپ کر دیکھتا رہا تھا۔ آج تو وہ قیامت لگ رہی تھی اتنی خوب صورتی سے ساڑھی باندھ رکھی تھی کہ جسم کے نشیب و فراز بغاوت پر آمادہ کر رہے تھے۔ چہرے کے نقوش بڑے ہی جاذب نظر تھے۔ آنکھوں میں گہری سنجیدگی اور چمک اور ایسی دلکشی تھی کہ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔

وہ شرما رہی تھی۔ سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "میرے کمرے میں چلیں۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ کبریا اس کے ساتھ ساتھ بیڈ روم میں آیا۔ تنہائی ملتے ہی اس نے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہولے ہولے کانپنے لگی پھر عاجزی سے بولی "پلیز۔ مجھے ہاتھ نہ لگائیں۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا۔ مجھے چھونے دو گی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

"تم تو کانپ رہی ہو۔ جذبوں سے کانپ رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے تمہیں اچھا لگ رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ مجھے آج تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔"

"کوئی پرایا ہاتھ لگائے تو اچھا نہیں لگتا کیا میں پرایا ہوں؟ تم مجھے اپنا نہیں سمجھتی ہو۔"

"میرا دل جانتا ہے میرا بھگوان جانتا ہے کہ میں اپنے سے بھی زیادہ تمہیں اپنا سمجھتی ہوں۔ دن ہو یا رات ہو سوتے جاگتے تمہارے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہوں۔"

"میں تمہارے دل کا اور دماغ کا حال جانتا ہوں۔ اسی لیے اپنا حق مانگ رہا ہوں۔"

اس نے اچانک ہی اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھر لیا وہ جذبوں سے تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کے سینے میں منہ چھپانے لگی۔ بہت کچھ بولنا چاہتی تھی مگر ان لمحات میں بولنا بھول گئی تھی۔

کبریا نے کہا "ہمارے میل ملاپ کی ایک حد قائم رہے گی۔ میں اس حد سے کبھی آگے نہیں بڑھوں گا ہمارے ایک روحانی پیشوا نے مجھے سمجھایا ہے کہ جب تک تمہارا آپریشن نہیں ہو گا اس وقت تک ہمارے درمیان فاصلہ رہنا چاہیے۔ لہٰذا میں فاصلہ قائم رکھوں گا۔"

وہاں سے بہت دور پولیس کمشنر آرمی ہیڈ کوارٹر میں ایک اعلیٰ افسر مانک لال سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے جینا کے بارے میں بہت کچھ بتا رہا تھا۔ مانک لال نے کہا "میں نے سہاگن دیوی کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔ اخبارات میں اس کے متعلق خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں اس کی تصویریں بھی دیکھی ہیں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس کی آتما شکتی کے پیچھے ٹیلی پیتھی چھپی ہوئی ہے۔"

کمشنر نے کہا "ہمارے دیش میں فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک عرصے سے چھپے ہوئے ہیں اور پتا نہیں ہمارے ملک کے خلاف کیا کر رہے ہیں؟ مجھے شبہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سہاگن دیوی کے پاس آتے ہیں اس سے دماغی رابطہ رکھتے ہیں۔"

"شبہ ہونا ہی چاہیے۔ وہ ایک سدا سہاگن لڑکی کو سہاگن دیوی بنا کر لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں لیکن ہم ان کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ تم اس سہاگن دیوی کو گرفتار کر لو۔"

"سر بہت مشکل ہے جو بھی اسے گرفتار کرنے جائے گا۔ وہ دماغی اذیتوں میں گرفتار ہو جائے گا اس سے پہلے بھی جس کسی نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اسے ہی نقصان پہنچ گیا یا تو وہ جان سے گیا یا پھر اپاہج بن گیا۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کے خوف سے اس لڑکی کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا؟"

"ضرور کیا جائے گا سر۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے ہمارا ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس لڑکی کا محاسبہ کر سکتا ہے وہ بے نقاب ہو گی تو پتا چلے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی ہوئی ہے۔"

"ہوں۔ تم ایسا کرو اس لڑکی کے بڑے بڑے فوٹو گراف لے آؤ میں چنڈال جوگیا سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

"میں ابھی ایک گھنٹے کے اندر اس کے کئی فوٹو گراف پہنچوا دوں گا۔"

وہ پرنام کر کے چلا گیا۔ مانک لال ان چھ یوگا جاننے والے افسروں میں سے ایک تھا جو چنڈال جوگیا سے براہِ راست رابطہ رکھتے تھے۔ اس نے پانچ یوگا جاننے والے افسروں کو فون پر کہا "ایک اہم معاملے پر گفتگو کرنی ہے لہٰذا

آپ فوراً کانفرنس روم میں چلے آئیں۔"

وہ سب آرمی ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ پندرہ منٹ کے اندر کانفرنس روم میں پہنچ گئے۔ مانک لال انہیں جینا کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ اس کی تمام باتیں سننے کے بعد پانچوں افسران نے تشویش کا اظہار کیا اور اس بات سے متفق ہوئے کہ جینا کے پیچھے ضرور فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے رہتے ہیں۔

ایک افسر نے کہا "ہمارا چنڈال جوگیا ہی اس لڑکی کو بے نقاب کرسکتا ہے۔"

مانک لال نے کہا "ہم نے فیصلہ کیا تھا' چنڈال جوگیا کو فرہاد سے کبھی ٹکرانے نہیں دیں گے اس سے دور ہی رکھیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "ہم اپنے اس فیصلے کو قائم رکھیں گے۔ چنڈال جوگیا ہمارے دیش کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ یوں سمجھیں کہ ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار ہمارے پاس آگیا ہے ہم اسے ہر پہلو سے تحفظ دیتے رہیں گے۔"

"سہاگن دیوی کو بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے۔ ہمیں کوئی تدبیر سوچنا چاہیے۔ چنڈال جوگیا اس طرح خیال خوانی کرے کہ فرہاد کو دشمنی کا شبہ نہ ہو۔ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور اس وقت تک دشمنی نہیں کرتا جب تک کوئی اسے دشمنی پر مجبور نہ کرے۔"

کمشنر نے جینا کی بڑی بڑی تصویریں پہنچوا دیں۔ وہ ان تصویروں کو دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا "یہ تو بہت ہی خوب صورت لڑکی ہے یقین نہیں آتا کہ یہ سدا سہاگن ہے۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "کیا واقعی یہ لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہے؟"

"ہم نے تو یہی سنا ہے اب اندر کا بھید وہی جانتی ہے یا پھر ہمارا چنڈال جوگیا اس کے خیالات پڑھ کر اس کے اندر کی بات معلوم کرسکتا ہے۔"

مانک لال نے فون کے ذریعے چنڈال جوگیا سے رابطہ کیا پھر کہا "میں ایک ضروری معاملے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا "آپ بولیں میں سن رہا ہوں۔"

"یہ باتیں فون پر نہیں ہوسکیں گی۔ میں ابھی آکر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ آجائیں میں انتظار کررہا ہوں۔"

چنڈال جوگیا نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ بہت پریشان تھا پہلے تو اسے معلوم ہوا کہ فرمان کہیں گم ہوگیا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تو فرمان نے سانس روک کر اسے اپنے اندر آنے نہیں دیا تھا۔ اسی وقت اس نے سمجھ لیا تھا کہ فرمان اس کے تنویمی عمل سے رہائی حاصل کرچکا ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اس نے فوراً ہی اپنی بیٹی انیتا سے رابطہ کیا پتا چلا کہ وہ بھی اس کی خیال خوانی کی لہروں کو روک رہی ہے۔ بیٹی اور داماد دونوں ہی باغی ہوگئے تھے۔ اس نے انیتا کی ملازمہ کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ انیتا نے اسے چھٹی دے دی تھی۔ وہ بنگلے میں تیار ہونا چاہتی تھی کیونکہ اس کا انیل شرما اس سے ملنے کے لیے آنے والا تھا۔

اس نے ملازمہ کو اس بنگلے کی طرف دوڑایا تاکہ اس کے ذریعے انیتا سے باتیں کرے اور اگر وہ دماغ میں نہ آنے دے تو ملازمہ کے ذریعے اسے زخمی کرکے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے معلوم کرسکے کہ فرمان کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟

جب ملازمہ اس بنگلے میں پہنچی تو معلوم ہوا' وہ خالی ہے۔ انیتا وہاں سے جاچکی ہے۔ وہ غصے سے بڑبڑانے لگا "فرمان نے بڑی تیزی دکھائی ہے میں دوسری طرف خیال خوانی میں مصروف رہا۔ اتنی دیر میں اس کم بخت نے نہ صرف خود آزادی حاصل کی بلکہ میری بیٹی کو بھی مجھ سے دور کردیا ہے۔"

اس نے اپنے بیٹے ہنس راج سے رابطہ کیا پھر اسے بتایا کہ فرمان اس کی گرفت سے نکل چکا ہے اور اس کی بیٹی انیتا کو بھی اپنے ساتھ کہیں لے گیا ہے۔ ہنس راج جوگیا انٹیلی جنس کے چیف رنجیت ورما کے روپ میں تھا۔ بعد میں اسے ترقی دلا کر دراس میں پولیس کمشنر بنادیا گیا تھا۔

اس نے کہا "میں چھٹیاں لے کر اتر پردیش آؤں گا اور دہلی میں رہ کر ان دونوں کو تلاش کروں گا ہوسکے تو آپ میرا ٹرانسفر دہلی کروا دیں پھر میں وہاں کی پولیس فورس کو انہیں تلاش کرنے کے لیے استعمال کروں گا۔"

وہ مانک لال سے اپنے بیٹے کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ٹرانسفر کرانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مانک لال ابھی اس سے ملنے آرہا تھا وہ اس سلسلے میں باتیں کرسکتا تھا لیکن اسے یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ یہ باتیں ان چھ یوگا جاننے والے افسران کو معلوم ہوتیں تو وہ اسے بے وقوف کہتے۔ وہ ان کی نظروں میں بے وقوف بننا نہیں چاہتا تھا۔

مانک لال اس سے ملنے کے لیے آگیا۔ اس نے پرنام کرتے ہوئے کہا "ایک بہت اہم معاملہ ہے اس لیے تکلیف دینے آیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں' یہ بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

"آپ نے کسی سہاگن دیوی کا نام سنا ہے۔"

"میں نے اخبار میں اس کے متعلق کچھ پڑھا تھا۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے بات کیا ہے؟"

"ہمیں شبہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر اس کے پیچھے فرہاد علی تیمور چھپا ہوا ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔ یہ شبہ کیوں ہورہا ہے؟"

مانک لال جینا کے بارے میں پوری تفصیلات بتانے لگا۔ چنڈال نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "یہ میرے لیے بڑی دلچسپی کی بات ہے کہ وہ لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہے۔ میں اسے ضرور دیکھوں گا۔"

مانک لال نے لفافے سے تمام تصاویر نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں۔ وہ ان تصویروں کو دیکھ کر جیسے باؤلا ہوگیا۔ للچائی ہوئی نظروں سے ایک ایک تصویر کو دیکھنے لگا۔ کہنے لگا "ارے واہ۔ یہ تو آسمان سے اتری ہوئی پری دکھائی دے رہی ہے۔ غضب کی لڑکی ہے کیا حسن ہے کیا جوانی ہے۔ اسے تو میری گود میں ہونا چاہیے۔"

"کیا فرہاد کی گود میں جانا چاہتے ہو؟"

اس نے چونک کر مانک لال کو دیکھا پھر کہا "آپ نے اس لڑکی کے بارے میں جتنی باتیں بتائی ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر کوئی اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے؟ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ فرہاد ہی ہو' معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کون ہے؟"

"کیا تم اس کے دماغ میں جاکر معلوم کروگے؟"

"میں ابھی اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ جاؤں گا اور اس کے خیالات پڑھوں گا۔"

"ایک بات یاد رکھو اس کے اندر پہنچ کر خود کبھی نہ بولنا وہاں فرہاد یا کوئی بھی چھپا ہوگا تو تمہیں پہچان لے گا۔"

وہ جینا کی ایک تصویر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ میں پہنچنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے سانس روک لی۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں اس نے مانک لال کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ لڑکی یوگا کی ماہر ہے یا پھر اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔"

"کیا اس کے دماغ میں پہنچنے کا کوئی راستہ بن سکتا ہے؟"

"ضرور بن سکتا ہے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا یا کسی طرح زخمی کرنا ہوگا پھر یہ سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو نہیں بھگا سکے گی۔"

"ایسا کرنے کے لیے وہاں ہمارے کسی آدمی کو جانا ہوگا۔"

"یہ ضروری نہیں ہے اس کے بنگلے میں داس اور داسیاں ہوں گی۔ میں ان میں سے کسی کی آواز سن کر اس کے اندر جاکر اسے اپنے طور پر استعمال کرسکتا ہوں۔ کیا اس کا فون نمبر معلوم ہے؟"

اس نے کمشنر سے فون پر رابطہ کیا پھر اس سے کہا "مجھے سہاگن دیوی کا فون نمبر بتاؤ اس کے بنگلے میں کتنے فیملی ممبرز ہیں؟"

کمشنر نے دو فون نمبر بتائے پھر کہا "وہ اپنے باپ کے ساتھ رہتی ہے اور کوئی رشتہ دار نہیں ہے البتہ نوکر اور نوکرانیاں بہت ہیں ابھی مجھے ایک اہم اطلاع ملی ہے۔"

"کیسی اطلاع؟"

"ہمارے جاسوس اس لڑکی کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ حمزہ نامی ایک بہت بڑا بزنس مین اس کے بنگلے میں گیا ہے۔"

"وہ اس کا عقیدت مند اور ضرورت مند ہوسکتا ہے۔"

"وہ شام چھ بجے کے بعد کسی عقیدت مند سے نہیں ملتی ہے۔ حمزہ دو گھنٹے سے اس بنگلے میں ہے۔"

"اس کی عمر کیا ہے؟ اور اس کا بزنس کیا ہے؟"

"وہ ایک صحت مند قد آور نوجوان ہے۔ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی کا مالک ہے ہمارے دیش کے ہر حصے میں اس کی دوائیں فروخت ہوتی رہتی ہیں کروڑوں روپوں کا بزنس کرتا رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے آپ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ کیوں آیا ہے اور ان کی اتنی طویل ملاقات کیا معنی رکھتی ہے؟"

اس نے ریسیور رکھ کر چنڈال جوگیا کو حمزہ کے بارے میں بتایا۔ اس نے کہا "اگر وہ صحت مند نوجوان ہے تو یوگا کا ماہر ہوسکتا ہے۔ فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہوسکتا ہے۔"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ نوجوان اس وقت سہاگن دیوی کے پاس موجود ہے تو میں کبھی تمہیں اس کے دماغ میں جانے نہ دیتا۔ اس نے سانس روک کر تمہیں آنے سے روکا ہے۔ یہ بات اس نوجوان کو معلوم ہوگئی ہوگی۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کا کوئی یار اس کے پاس موجود ہوگا۔ وہ تو بڑی پارسا بنتی ہے کوئی مرد اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے پھر وہ نوجوان دو گھنٹے سے وہاں کیا کررہا ہے؟"

"میرا مشورہ ہے تم اس کے گھر فون نہ کرو۔ وہاں تم کسی نوکر یا نوکرانی کی آواز سن کر اس کے ذریعے اس لڑکی کو کمزور بنانا چاہتے تھے۔ اب ایسا کرو گے تو ناکامی ہو سکتی ہے۔ وہ دونوں محتاط ہو گئے ہوں گے۔"

"جب وہ نوجوان وہاں سے چلا جائے گا تب میں سہاگن دیوی کو ٹریپ کروں گا۔ فی الحال تو صبر کرنا ہے۔"

وہ جینا کی تصویریں دیکھ دیکھ کر للچا رہا تھا۔ اسے صبر نہیں ہو رہا تھا جلد سے جلد اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔ مانک لال خوب سمجھتا تھا کہ چنڈال عیاش ہے اور وہ سہاگن دیوی اس کے اندر ہلچل پیدا کر رہی ہے۔

اس نے کہا "تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ہمارے مشوروں پر عمل کرو گے اور کبھی ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے۔ اس لیے میں تمہیں سمجھاتا ہوں، سہاگن دیوی کو حاصل کرنے کے سلسلے میں کبھی جلدی نہ کرنا ورنہ جلد بازی کے نتیجے میں خود بھی نقصان اٹھاؤ گے اور ہمیں بھی نقصان پہنچاؤ گے۔"

"میں یہ سوچ کر الجھ رہا ہوں کہ وہ لڑکی ہوتے ہوئے بھی لڑکی نہیں ہے پھر کسی نوجوان سے کیسے یاری کر رہی ہے؟ اور اگر کر رہی ہے تو ایسی عجیب و غریب لڑکی کو میری آغوش میں رہنا چاہیے۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ تمہاری آغوش میں آئے گی لیکن تمہیں صبر کرنا ہوگا۔ میں اسے قانونی شکنجے میں لے کر تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔ وعدہ کرو تم خود اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"تم اچھی باتیں سمجھا رہے ہو۔ اگر اس لڑکی کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے تو مجھے اس سے ٹکرانا نہیں چاہیے دور ہی دور رہ کر تماشا دیکھنا چاہیے مجھے یقین ہے کہ تم اس حسینہ کو میرے پاس ضرور پہنچا دو گے۔"

چنڈال جوگیا نے خیال خوانی کے ذریعے جینا کے پاس جانے کی غلطی کی تھی اس غلطی نے جینا کو اور کبریا کو چونکا دیا تھا اس وقت وہ آمنے سامنے بیٹھے کھانے میں مصروف تھے۔ ایسے ہی وقت جینا نے تھوڑی دیر کے لیے سانس روک لی تھی۔ کچھ پریشان ہو گئی تھی۔ کبریا نے اس کی حالت دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ تم اچانک ہی پریشان ہو گئی ہو۔"

"ابھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ پتا نہیں کون میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا؟"

کبریا کو تشویش ہوئی اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے جینا کو دیکھا پھر کہا "کھانے سے ہاتھ نہ روکو کھاتی رہو۔ وہ دوسری بار آئے گا تو مجھے اشارہ کرنا میں تمہارے اندر آ کر دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

وہ تیزی سے سوچنے لگا۔ کون ہو سکتا ہے۔ اب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے درمیان نہیں آیا تھا۔ کسی کو جینا سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟

وہ بولی "پولیس اور انٹیلی جنس والے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کیا یہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پیچھے لگا رہے ہیں؟"

"تم نہیں جانتیں کہ ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام چنڈال جوگیا ہے۔ وہ سرکاری پناہ میں رہتا ہے یقیناً وہ اس کے ذریعے تمہاری اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"اسے دوبارہ میرے پاس آنا چاہیے تھا لیکن وہ نہیں آ رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

"وہ سمجھ گیا ہے کہ تم سیدھی طرح اسے اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گی۔ لہٰذا اب وہ چور راستے اختیار کرے گا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ یہاں کسی ملازم یا ملازمہ کو اپنا آلہ کار بنا کر اس کے ذریعے تمہیں زخمی کرے گا یا پھر تمہارے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے گا۔"

"یعنی میں اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں رہ سکوں گی۔ وہ کسی وقت بھی کچھ کر سکتا ہے۔"

"یہ لوگ ہر حال میں معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر ہو۔"

"کبریا مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اب کیا ہوگا یہ لوگ تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ یہ تو ایک دن ظاہر ہونا ہی تھا کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں اور مجھ میں آتما شکتی والی صلاحیتیں بھی نہیں ہیں۔"

"جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمارے روحانی پیشوا ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہارے اندر ڈھکی چھپی روحانی قوتیں ہیں جو رفتہ رفتہ ظاہر ہونے والی ہیں۔ اس لیے تم یہ نہ سمجھو کہ تمہارے اندر آتما شکتی کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ بے شک ہیں لیکن تم ابھی انہیں سمجھ نہیں پا رہی ہو۔"

"میں کھانے پینے کے معاملے میں محتاط رہوں گی کل صبح سے خود ہی پکاؤں گی خود کھاؤں گی۔ منرل واٹر کی پیکڈ بوتلیں اپنے کمرے میں رکھوں گی۔ کوئی ملازمہ میرے کھانے کی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔ کوئی مجھے زخمی کرنے آئے گا تو میں بچنے کی کوشش کروں گی اور تم بھی میرے اندر رہ کر مجھے بچالیا کرو گے۔ فی الحال تو یہی بچاؤ کی صورتیں نظر آ رہی ہیں۔"

وہ دونوں کھانے کے بعد بیڈ روم میں آ گئے۔ کبریا نے کہا "فی الحال اپنے تمام ملازموں کو فون اٹینڈ کرنے سے منع کر دو چاہے کسی کا بھی فون آئے تو کوئی ملازم یا ملازمہ ریسیور نہ اٹھائے۔ یہ سب تمہیں بڑی عقیدت سے مانتے ہیں انہیں گونگے بن کر رہنے کو کہو گی تو ساری زندگی کسی سے نہیں بولیں گے۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔ جاؤ۔ انہیں یہ حکم دے آؤ۔"

جینا نے ڈرائنگ روم میں آ کر تمام ملازمین کو بلایا پھر ان سے کہا "تم سب میری بات مانتے ہو آج میں تم لوگوں سے ایک بات منوانا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ آج سے تم سب گونگے بن جاؤ۔ ایک دوسرے سے کچھ نہ بولو اشاروں سے اپنی بات کرو یا پھر ضروری بات کاغذ پر لکھ کر ایک دوسرے کو دیا کرو۔ باہر سے جو بھی آئے اس کے سامنے بھی تمہیں گونگے بن کر رہنا ہے کیا ایسا کر سکو گے؟"

سب نے ہاتھ جوڑ کر کہا "ہم ضرور ایسا کریں گے ہماری جان چلی جائے گی۔ تب بھی منہ سے آواز نہیں نکالیں گے۔"

جینا نے کہا "پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے بھی کچھ نہیں بولو گے انہیں کسی بات کا جواب دینا ہو تو لکھ کر دو گے۔ اس کے علاوہ کبھی ریسیور نہیں اٹھاؤ گے کسی کا بھی فون آئے اسے اٹینڈ نہیں کرو گے۔"

اس نے یہ ساری ہدایتیں دیں ان تمام ملازمین نے وعدہ کیا کہ وہ کبھی نہیں بولیں گے۔ ہمیشہ گونگے بن کر رہیں گے۔ جینا بیڈ روم میں واپس آ گئی۔ کبریا نے کہا "میں کسی حد تک مطمئن ہوں بنگلے کے اندر وہ چنڈال جوگیا تمہارے کسی بھی ملازم کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ یہاں کسی کے ذریعے تمہارے قریب نہیں آ سکے گا۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

پھر کبریا نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! میں بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا "ہاں بیٹے! بولو۔ کیا بات ہے؟"

کبریا نے اپنے اور جینا کے تمام حالات بتائے چنڈال جوگیا پر شبہ کیا کہ اس نے جینا کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے بری طرح شبہ کر رہے ہیں کہ جینا ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا ہم میں سے کوئی جینا کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔

میں ان کے تمام حالات پر غور کرنے لگا پھر کبریا سے کہا "معاملہ پیچیدہ ہونے والا ہے۔ انہوں نے چنڈال جوگیا کو بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ اسے زیادہ خیال خوانی کرنے نہیں دیتے۔ وہ چھپ کر تم پر اور جینا پر خیال خوانی کے ذریعے حملے کرے گا۔"

"ہم بھارتی اکابرین کے ذریعے چنڈال جوگیا تک پہنچ سکتے ہیں؟"

"نہیں آرمی کے چند یوگا جاننے والے افسران ہیں جو چنڈال جوگیا سے خفیہ طور پر رابطہ رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھارتی اکابرین نہیں جانتے کہ وہ ہندوستانی خیال خوانی کرنے والا کہاں رہتا ہے اور کس طرح اس کی حفاظت کی جا رہی ہے؟"

پھر میں نے ذرا سوچ کر کہا "بیٹے! تمہیں جینا کے بنگلے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ انٹیلی جنس والے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے تمہیں یہاں دیکھ لیا ہوگا اس بات کے لیے بھی تیار رہو کہ وہ تمہارا محاسبہ کر سکتے ہیں۔"

"جینا کے پاس آنے سے پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ وہ چنڈال جوگیا اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کرے گا اور یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔"

"وہ ہمارے لیے مصیبت نہیں بنے گا۔ خیال خوانی کے ذریعے ہمارا مقابلہ نہیں کرے گا۔ تم دونوں کا محاسبہ قانونی طور پر کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کرو ابھی جا کر بیڈ پر لیٹ جاؤ میں تم پر ایک مختصر سا تنویمی عمل کروں گا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا بیڈ پر جا کر چاروں شانے چت لیٹ گیا آنکھیں بند کر کے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں نے اس پر ایک چھوٹا سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو حکم دیا "تمہارا دماغ لاک نہیں رہے گا تم کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روکو گے۔ سب ہی آ کر تمہارے چور خیالات پڑھیں گے اور وہ چور خیالات بتائیں گے کہ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو۔ تمہارا نام واقعی حمزہ ہے اور تم جرمنی کی دوا ساز کمپنی کے شیئر ہولڈر ہو اور ایک عام بزنس مین ہو۔"

میں نے خیال خوانی کے سلسلے میں اس کے دماغ کو حکم دیا کہ جب بہت ہی شدید ضرورت ہوگی اور ٹیلی پیتھی کا ہتھیار مجبوراً استعمال کرنا ہوگا۔ تب وہ خیال خوانی کر سکے گا پھر کامیابی حاصل کرنے کے بعد خیال خوانی بھول جائے گا۔

پھر ایک اور اہم بات یہ اس کے دماغ میں نقش کی کہ وہ سہاگن دیوی کا عقیدت مند ہے۔ اس کی آتما شکتی کے باعث اسے اپنے کاروبار میں بہت منافع حاصل ہو رہا ہے۔ اس لیے

وہ سہاگن دیوی کو ہر ہفتے ایک لاکھ روپے دیا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ لالچی نہیں ہے ان روپوں سے اپنا بھلا نہیں کرتی ہے۔ بلکہ مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتی رہتی ہے۔

تمام ضروری ہدایات دینے کے بعد میں نے اسے آدھے گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد جینا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ کر آنکھیں بند کیں اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں نے اس پر بھی مختصر سا تنویمی عمل کرکے اسے حکم دیا "تم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کبریا کو نہیں جانتی ہو۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہے۔ تمہیں کبھی کبھی آتما شکتی سے گیان حاصل ہوتا ہے تو تم ناممکن کو بھی ممکن بنادیتی ہو ایسے مسائل بھی حل کردیتی ہو جو ناقابلِ حل ہوتے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں دوسری بات نقش کی کہ اس کی پرارتھنا کرنے سے حمزہ کو کاروبار میں بہت زیادہ منافع حاصل ہورہا ہے۔ اس لیے حمزہ اس کا عقیدت مند بن گیا ہے۔ اسے ہر ہفتے ایک لاکھ روپے دان کرتا ہے اور کبھی کبھی اس کے پاس آکر گھنٹوں بیٹھتا ہے اور اس سے دھرم کرم کی باتیں سنتا رہتا ہے۔ وہ فی الحال کبریا کو بھول جائے گی صرف حمزہ کو یاد رکھے گی۔"

میں نے اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہے گی۔ اس کے بیدار ہونے سے پہلے ہی حمزہ وہاں سے جاچکا ہوگا۔

چونکہ حمزہ پر پہلے تنویمی عمل کیا تھا وہ جینا سے پہلے سو رہا تھا۔ اس لیے جینا سے پہلے بیدار ہوکر بنگلے سے باہر آگیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ بنگلے کے احاطے سے باہر نکل کر مین روڈ پر آیا تو آگے پیچھے سے پولیس کی گاڑیوں نے روک لیا۔ ایک پولیس افسر نے اس کے پاس آکر کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا "میرا نام حمزہ خان ہے۔"

"مسٹر حمزہ تمہیں حراست میں لیا جارہا ہے۔"

"مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کس جرم میں گرفتار کیا جارہا ہے؟"

"ہمارے ساتھ چلو تمہیں سب معلوم ہوجائے گا۔"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں بیٹے! ان کے ساتھ چلے جاؤ۔"

کبریا نے پھر کوئی سوال نہیں کیا کوئی اعتراض نہیں کیا اپنی گرفتاری پیش کردی۔

○☆○

پارس اور پورس نے ایک طویل عرصے کے بعد سونیا سے ملاقات کی سامنا ہوتے ہی سونیا نے دونوں کو سینے سے لگا کر پیار کیا پھر پورس سے کہا "تم نے کیسا عجیب و غریب پوتا ہمیں دیا ہے اس نے تو ناک میں دم کردیا ہے۔"

پورس ہنسنے لگا۔ پارس نے کہا "ابھی آدھا گھنٹا پہلے اعلیٰ بی بی نے بتایا تھا کہ وہ عدنان کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے اور اسے آپ کی طرف لے جانے والی ہے عدنان کو اب تک آپ کے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں کہ اس نے ناک میں دم کردیا ہے پھر کہیں گم ہوگیا ہے۔"

پورس نے کہا "مما! میرا تو جی کرتا ہے کہ وہ اس بار جیسے ہی ملے، میں اسے زنجیروں سے باندھ کر آپ کے حوالے کردوں۔"

"نہیں بیٹے! ایسی باتیں نہ کرو میرا بیٹا کوئی مجرم نہیں ہے کہ تم اسے زنجیروں سے باندھنا چاہو گے بچہ ہے بھٹک رہا ہے۔ میں اسے سمجھنا منا کر اپنے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی۔"

"اس کے دماغ میں کوئی بات بیٹھ جاتی ہے تو پھر نہیں نکلتی ہے یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہوگئی ہے کہ اس کی ماں زندہ ہے اور وہ کسی دن اس سے ملنے والی ہے۔"

سونیا نے کہا "ہاں وہ کہتا ہے کہ اس کی ماں اس کے اندر آکر بولتی ہے اور پھر وہ جو کہتی ہے۔ وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔"

پارس نے کہا "مجھے شبہ ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی عورت اس کے اندر آکر اسے ادھر سے ادھر بھٹکاتی رہتی ہے۔"

"نہیں بیٹے! کوئی عورت اسے کیوں بھٹکائے گی اسے کیا فائدہ حاصل ہورہا ہے؟ اگر واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے تو وہ ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہے اس نے میرے پوتے کو مجھ سے ملایا ہے۔ اگر کوئی دشمن اسے ٹریپ کرتا ہے تو وہ اس کے ذریعے ہی اس دشمن کو اس کے ذریعے برے انجام تک پہنچادیتی ہے۔"

پورس نے کہا "میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں آتی ہے۔ بلکہ یہ قدرتی معاملات ہیں میرا بیٹا پیدائشی طور پر غیر معمولی ہے مما! آپ نے عدنان کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ بالکل شیوانی کی طرح ہیں ان میں بھی وہی کشش ہے وہ کسی کو دیکھتا ہے تو اسے نگاہوں کے ذریعے ہی جکڑ لیتا ہے۔"

"ہاں مجھے اپنے پوتے پر فخر ہے۔ میں مانتی ہوں اسے قدرتی طور پر آگہی حاصل ہوتی ہے۔ میں اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی وہاں اسے تعلیم و تربیت ملتی رہے گی تو اس کی غیر معمولی صلاحیتوں میں زیادہ نکھار پیدا ہوگا۔"

وہ تینوں ایک بنگلے کے لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بنگلا سونیا کو سرکاری طور پر رہائش کے لیے دیا گیا تھا۔ مرحبا کار ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے میں آئی۔ پارس نے اسے دیکھ کر سونیا سے کہا "مما! ہم نے دو جڑواں بہنوں کا ذکر کیا تھا یہ ان میں سے ایک ہے۔"

مرحبا کار سے اتر کر ان کے قریب آئی۔ پورس نے پوچھا "تم دلربا ہو یا مرحبا؟"

وہ بولی "تعجب ہے تم اپنی گرل فرینڈ کو نہیں پہچانتے۔"

وہ مسکرا کر بولا "اچھا پہچان گیا تم دلربا ہو ہماری مما سے ملو۔"

مرحبا نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یہ دونوں ہم بہنوں کو دیکھ کر چکرا جاتے ہیں۔ اس وقت بھی دھوکا کھا رہے ہیں۔ میں دلربا نہیں ہوں بلکہ مرحبا ہوں اور یہ مجھے دلربا سمجھ رہے ہیں۔"

پورس نے پوچھا "دلربا کہاں ہے؟"

"اس کی حالت نہ پوچھو وہ بری طرح گھبرائی ہوئی ہے۔ سہمی ہوئی ہے تم سے ملنا نہیں چاہتی۔"

پورس نے پریشانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی وہ پریشان کیوں ہے اور مجھ سے ملنا کیوں نہیں چاہتی؟"

"تمہارا بیٹا عدنان اسے ملا تھا۔ وہ اسے تمہارے پاس لانا چاہتی تھی لیکن جانتے ہو اس نے کیا کہا؟"

"میں کیسے جان سکتا ہوں۔ تم بتاؤ گی تو معلوم ہوگا۔"

"تمہارے بیٹے کی آنکھیں بہت خطرناک ہیں دلربا کہہ رہی تھی کہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے کے بعد وہ جکڑ کر رہ گئی تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ جب وہ بچہ بولنے لگا تو اسے ایسا لگا جیسے اس کے اندر سے کوئی عورت بول رہی ہو۔"

"کوئی عورت کیسے بولے گی میرا بیٹا ہی بول رہا ہوگا۔ دلربا کو مغالطہ ہوا ہوگا۔"

"کوئی مغالطہ نہیں ہوا، اس نے صاف طور سے کسی عورت کی آواز سنی تھی۔ وہ دلربا کو وارننگ دیتے ہوئے کہہ رہی تھی کہہ رہی تھی کہ وہ پورس سے دور رہے ورنہ اس کا برا انجام ہوگا۔"

پارس پورس اور سونیا نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سونیا نے پوچھا "دلربا نے میرے پوتے کو کہاں دیکھا تھا؟"

وہ بولی "سی پورٹ جانے والی شاہراہ کے فٹ پاتھ پر وہ تنہا جارہا تھا۔ دلربا نے اسے مخاطب کیا اور اسے بتایا کہ اس کے پاپا پورس کو جانتی ہے اور وہ پورس کی گرل فرینڈ ہے۔ بس اسی بات پر وہ بچہ ناراض ہوگیا تھا۔"

پھر وہ پورس سے بولی "دلربا بہت سہمی ہوئی ہے تمہیں اس کے پاس جاکر اسے دلاسا دینا چاہیے۔"

پورس نے کہا "مما! میں تھوڑی دیر کے لیے جارہا ہوں۔ دلربا کو تسلی دے کر اس کے دل سے خوف نکال کر آجاؤں گا۔"

سونیا نے کہا "تم نہیں جاؤ گے جب میرے پوتے نے منع کیا ہے کہ اس سے دور رہنا چاہیے تو دلربا کی بہتری کے لیے ہی دور رہو۔ ورنہ اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

پارس نے کہا "دلربا کو پورس سے دور رہنے کے لیے کہا گیا ہے لیکن میں تو جاسکتا ہوں میں اسے تسلیاں دے سکتا ہوں۔ بے چاری خوامخواہ سہمی ہوئی ہے۔"

وہ مرحبا کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت عدنان کی آواز سنائی دی۔ وہ سونیا کو پکار رہا تھا "مما!"

سب نے چونک کر بڑے گیٹ کی طرف دیکھا۔ عدنان وہاں سے دوڑتا ہوا سونیا کی طرف آرہا تھا۔ سونیا بھی دوڑتی ہوئی گئی پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر سینے سے لگا کر خوب چومنے لگی۔ اس پر قربان ہونے لگی۔ کہنے لگی "شریر لڑکے! تم حد سے زیادہ پریشان کررہے ہو۔ کہاں گم ہوگئے تھے؟"

"آپ پریشان کیوں ہوگئیں تھی؟ میں کوئی ننھا بچہ تو نہیں ہوں۔"

پارس نے اسے گود میں لے کر چومتے ہوئے پوچھا "اچھا تو تم بچے نہیں ہو؟"

"ہاں میں تم سے بھی بڑا ہوں۔ دادا جان ہوں، مما! آپ دادا جان سے کہیں وہ ریٹائر ہوجائیں۔ میں فرہاد علی تیمور بنوں گا۔"

وہ سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ پورس نے اس کے سامنے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "تم تو ہمارے باپ کے بھی باپ ہو۔ اب اتنا بتادو کہ ہمیں کب تک اپنے پیچھے دوڑاتے رہو گے؟"

اس نے پوچھا "آپ لوگوں کو پیچھے پیچھے دوڑنے کی عادت کیوں پڑ گئی ہے۔ آرام سے کیوں نہیں رہ سکتے؟"

"بیٹے! تم آرام سے رہنے دو گے تو رہیں گے اتنا بتا دو کہ اب آگے کیا ارادہ ہے اور ہمیں کتنا دوڑاؤ گے؟"

"میں نے تو نہیں دوڑایا میں خود چل کر اپنی گرینڈ مما کے پاس آیا ہوں۔ یہ مجھے جہاں لے جائیں گی وہاں جاؤں گا۔"

سونیا نے اسے گود میں لے کر پیار کرتے ہوئے کہا "آخر میرا پوتا ہے میرے پاس ہی لوٹ کر آیا ہے اور اب کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ کیوں بیٹے میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ اگر آپ میری بات مانتی رہیں گی تو میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔"

"میں اپنے بیٹے کی ہر بات مانتی رہوں گی۔"

وہ پھر اسے چومنے لگی۔ عدنان نے پہلی مرتبہ سر گھما کر مرحبا کو دیکھا پھر غصے سے بولا "تم پھر میرے پاپا کے پاس آگئیں؟"

پارس نے مرحبا کو دیکھا پھر عدنان سے کہا "نہیں بیٹا! تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ وہ لڑکی نہیں ہے یہ اس کی ہم شکل ہے۔ میری گرل فرینڈ ہے اور یہ مرحبا ہے۔"

پورس نے کہا "تمہارے انکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ میری گرل فرینڈ نہیں ہے۔ تم نے اسے منع کیا تھا اس لیے وہ میرے پاس نہیں آئے گی۔ میں بھی اس سے دور رہوں گا۔"

سونیا نے پوچھا "بیٹے! تم نے دلربا کو پورس کے پاس آنے سے کیوں منع کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا میری ممی نے مجھ سے جو کہا وہی میں نے اس سے کہہ دیا۔"

سونیا نے پورس سے کہا "یہ جو کہہ رہا ہے اس پر عمل کرو اسی میں بہتری ہوگی۔ فی الحال دلربا کے پاس نہ جاؤ بنگلے کے اندر جا کر گورنر کو فون کرو اور کہو کہ میں آج ہی کسی فلائٹ سے پیرس جانا چاہتی ہوں۔ میرے اور میرے پوتے کے لیے دو سیٹیں بک کروا دیں۔"

پورس فون کرنے کے لیے بنگلے کے اندر چلا گیا۔ سونیا نے پارس سے پوچھا "تم اور پورس یہاں کب تک رہو گے؟"

"مما! ہم یہاں دو چار دن رہیں گے پھر بابا صاحب کے ادارے میں چلے آئیں گے۔ کیا میں مرحبا کے ساتھ جاؤں؟"

"نہیں تم دیکھ رہے ہو میرا پوتا واپس آیا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ پھر کہیں گم ہو جائے۔ لہٰذا جب تک میں جہاز میں سوار نہ ہو جاؤں اس وقت تک تم اور پورس اس کی نگرانی کرو گے۔ ہم تینوں اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔"

وہ عدنان کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلتی ہوئی بنگلے کے اندر اپنے کمرے میں آئی پھر ایک سفری بیگ میں اپنا سامان رکھنے لگی۔ عدنان سے بولی "ابھی ہم شاپنگ کے لیے جائیں گے۔ میں تمہارے نئے لباس، جوتے اور ضرورت کی چیزیں خریدوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد گورنر کے پرسنل سیکریٹری کا فون آیا۔ اس نے کہا "میڈم! اب سے تین گھنٹے بعد ایک فلائٹ پیرس کے لیے روانہ ہوگی۔ آپ کے لیے دو سیٹیں او کے کرا دی گئی ہیں۔"

سونیا نے اس کا شکریہ ادا کر کے ریسیور رکھ دیا پھر سامان پیک کرتے ہوئے پارس اور پورس کو بلا کر کہا "ہماری سیٹیں کنفرم ہو چکی ہیں۔ تین گھنٹے کے بعد فلائٹ ہے۔ ابھی ہم شاپنگ کے لیے چل رہے ہیں۔ میں اس کے لیے جو نیا سوٹ لائی تھی وہ اسے پہنا دو۔"

وہ عدنان کو لے کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ سب ایک شاپنگ سینٹر میں تھے۔ عدنان کے لیے ضروری چیزیں خرید رہے تھے۔ وہ تینوں بہت محتاط تھے۔ عدنان کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے شاپنگ کرنے کے بعد وہ ایرپورٹ پہنچ گئے۔

جب سونیا عدنان کو لے کر جہاز میں پہنچ گئی۔ تب پورس نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "خدا کا شکر ہے۔ وہ مما کے ساتھ جہاز میں سفر کرتا رہے گا۔ اسے کہیں بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے تو غضب کا بیٹا پیدا کیا ہے۔ اتنی سی عمر میں ناکوں چنے چبوا رہا ہے بڑا ہو کر لوہے کے چنے چبوائے گا۔"

وہ جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ عدنان کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "میرا بیٹا بہت اچھا ہے۔ میری بات مانتا ہے۔ میں جہاں جا رہی ہوں وہاں میرے ساتھ جا رہا ہے۔"

اس نے پوچھا "مما! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"بیٹے! ہم پیرس جا رہے ہیں۔"

"پیرس کہاں ہے؟"

"فرانس میں ہے۔"

"مگر میں تو اٹلی جاؤں گا۔ وہاں روم کے کھنڈرات میں میری ممی مجھ سے ملنے والی ہیں۔"

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس کو دیکھا پھر کہا "بیٹے! یہ جہاز سیدھا پیرس جائے گا۔ اس کے راستے میں اٹلی نہیں آتا ہے۔ یہ اپنا روٹ بدل کر اٹلی نہیں جائے گا۔"

"جائے گا مما! آپ مجھے وہاں لے جائیں گی۔"

"دیکھو بیٹے تم پھر بہکی بہکی باتیں کر کے مجھے پریشان کر رہے ہو! تم نے کہا تھا کہ میری بات مانو گے میں جہاں چلوں گی وہاں میرے ساتھ چلو گے۔ مجھے تنگ نہیں کرو گے۔"

"آپ نے بھی وعدہ کیا تھا۔ آپ میری بات مانیں گی اس لیے آپ میرے ساتھ اٹلی کے شہر روم جا رہی ہیں۔"

اس نے حیرانی سے اپنے پوتے کو دیکھتے ہوئے کہا "او گاڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ پیرس جانے والا جہاز اپنا روٹ بدل لے گا اور تمہیں اٹلی کے شہر روم پہنچائے گا۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کر لیں چند سیکنڈ کے بعد ہی سونیا نے تعجب سے دیکھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب چکا تھا۔ اسے پروا نہیں تھی کہ جہاز کہاں جا رہا ہے جہاں بھی جا رہا ہے اسے روم کے کھنڈرات میں پہنچنا تھا۔ اس کی ماں شیوانی اسے بلا رہی تھی۔

☼☆☼

کبریا کو گرفتار کرنے کے بعد انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ڈی جی کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ وہ ایک کانفرنس روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کمشنر آف پولیس اور دوسرے اعلیٰ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ معاملہ نہایت سنگین تھا۔ اس پر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا شبہ کیا جا رہا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ میرے بیٹے کبریا کو یا میرے کسی خیال خوانی کرنے والے کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

وہ سب خاموش تھے۔ کبریا سے کوئی سوال نہیں کر رہے تھے۔ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ بھی خاموش بیٹھا رہے تھوڑی دیر بعد اس سے سوالات کیے جائیں گے۔ میں اپنے بیٹے کے دماغ میں موجود تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ چنڈال جوگیا بھی وہاں ہے اور اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر بڑی خاموشی سے کبریا کے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔

چنڈال جوگیا نے سوچا تھا کہ سہاگن دیوی کے پاس آنے والا جوان صحت مند ہے۔ لہٰذا یوگا کا ماہر ہوگا اس کے دماغ میں فوراً ہی جگہ نہیں ملے گی۔ اس کے دماغ میں جبراً گھس کر خیالات پڑھنے ہوں گے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی چنڈال کو بڑی آسانی سے کبریا کے اندر جگہ مل گئی تھی اور اس کے خیالات پڑھنے میں کسی طرح کی بھی رکاوٹ پیش نہیں آ رہی تھی۔

اس طرح پہلے ہی مرحلے میں چنڈال کو یقین ہو گیا کہ وہ کوئی خطرناک نوجوان نہیں ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام واقعی حمزہ خان ہے۔ وہ بہروپیا نہیں ہے۔ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی میں شیئر ہولڈر ہے۔ اس سلسلے میں اس کے پاس قانونی دستاویزات موجود ہیں۔

چنڈال جوگیا نے اس کے اندر سوال پیدا کیا کہ سہاگن دیوی سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور آج وہ پانچ گھنٹے تک اس کے بنگلے میں کیا کرتا رہا ہے؟

کبریا نے جواب دیا "میرا اس سے بہت ہی پاکیزہ رشتہ ہے میں اسے دیوی مانتا ہوں اور یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں تو کیا دنیا کا کوئی بھی شخص اسے بری نیت سے چھو نہیں سکتا۔ جو اسے چھونا چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

چنڈال نے سوال کیا "جب اس سے کوئی تعلق نہیں تو پھر اسے ہر ہفتے لاکھوں روپے کیوں دیتے ہو؟"

"اس دیوی کی کرپا سے مجھے کروڑوں روپوں کا فائدہ ہو رہا ہے۔ اس لیے میں لاکھوں روپے دان کرتا ہوں اور یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ لالچی نہیں ہے۔ ہم جیسے دھنوانوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتی رہتی ہے۔"

"تم آج رات آٹھ بجے سے ایک بجے تک اس کے بنگلے میں تھے۔ پانچ گھنٹے اس کے ساتھ کیا کر رہے تھے؟"

"اس نے مجھے کھانے پر بلایا تھا کھانے کے بعد وہ اپنے دھرم کرم کی دلچسپ باتیں سنا رہی تھیں۔ میں ان باتوں میں گم ہو گیا تھا۔"

چنڈال طرح طرح کے سوالات کر رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ کسی بھی انسان کے چور خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ کبریا کے اندر کوئی کھوٹ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک سیدھا سادا بزنس مین ثابت ہو رہا تھا۔

چنڈال جوگیا اپنے خفیہ محل نما بنگلے میں ایک جگہ بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے کبریا کے اندر موجود تھا۔ آرمی کا اعلیٰ افسر مانک لال اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ چنڈال نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "میں نے اس کے خیالات اچھی طرح

پڑھے ہیں۔ اسے اچھی طرح کھنگال کر ٹٹول کر دیکھا ہے وہ نہ تو یوگا کا ماہر ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور نہ ہی کوئی غلط کام کرلیا ہے۔ ایک سادہ سابزنس مین ہے۔"

مانک لال سے پوچھا "وہ آج سہاگن دیوی کے بنگلے پر کیا کرنے گیا تھا؟"

اس نے بتایا کہ حمزہ خان عاشق مزاج نہیں ہے۔ سہاگن دیوی کو سچ مچ دیوی مانتا ہے۔ اس کا عقیدت مند ہے۔ اس کی مہربانی سے کروڑوں روپوں کا منافع کما رہا ہے اس لیے اسے ہر ہفتے لاکھوں روپے دیا کرتا ہے۔

مانک لال نے فون کے ذریعے پولیس کمشنر سے کہا "حمزہ خان بے قصور ہے۔ اس پر خواہ مخواہ شبہ کیا گیا تھا۔ لہٰذا اسے رہا کردیا جائے۔"

کمشنر نے کہا "ہم حمزہ خان کو رہا کررہے ہیں لیکن سہاگن دیوی کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے ہمیں اس دیوی کا محاسبہ کرنا چاہیے۔"

مانک لال نے کہا "بے شک اب تم اس کے بنگلے کا محاسبہ کرو لیکن اسے گرفتار نہ کرو اس کے لاکھوں عقیدت مند پیدا ہوگئے ہیں۔ خواہ مخواہ ہنگامہ شروع ہوجائے گا۔"

"ہم اسے گرفتار نہیں کریں گے لیکن ہمارے خیال خوانی کرنے والے کے لیے دیوی کے دماغ کا دروازہ کھولنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے تم وہاں جاؤ اور بنگلے کے اندر ہی اسے حراست میں رکھتے ہوئے اسے کوئی ایسا انجکشن لگاؤ یا ایسی دوا کھلاؤ کہ وہ کچھ کمزور ہوجائے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے کا راستہ نہ روک سکے۔"

مانک لال نے ریسیور رکھ دیا۔ چنڈال نے کہا "مجھے یقین ہے کہ سہاگن دیوی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ خیال خوانی کرنے والا کوئی شخص اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ ابھی اس کے چور خیالات پڑھوں گا تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔"

میں جینا کے پاس آگیا۔ وہ آدھا گھنٹا تنویمی نیند سونے کے بعد بیدار ہوگئی تھی۔ اب اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ دل میں کچھ بے چینی سی تھی ذہن پریشان تھا۔ جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ڈرائنگ روم میں آکر تمام ملازمین کو بلایا پھر کہا "میں نے تم سب سے کہا تھا کہ یہاں گونگے بن کر رہو۔ کسی سے کچھ نہ بولو اور ٹیلی فون بھی اٹینڈ نہ کرو اب میں اپنی یہ ہدایت واپس لیتی ہوں۔ تم سب ایک دوسرے سے بول سکتے ہو اور ٹیلی فون بھی اٹینڈ کرسکتے ہو۔"

سیکیورٹی افسر نے وہاں آکر کہا "دیوی جی! پولیس اور انٹیلی جنس والے آئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے انہیں آنے دو۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ ایسے ہی وقت میں نے اس کے اندر پیٹ کی تکلیف کا احساس پیدا کیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ اس نے ایک ملازمہ سے کہا "میرے کمرے میں چورن رکھا ہوا ہے جلدی سے لے آؤ۔ شاید اسے کھانے سے تکلیف کم ہوجائے۔"

ملازمہ چورن لینے کے لیے کمرے کی طرف گئی۔ انٹیلی جنس کا ڈی جی ایک پولیس انسپکٹر کے ساتھ وہاں آیا۔ جینا نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے میں آپ لوگوں کے استقبال کے لیے نہیں اٹھ سکوں گی۔ بہت تکلیف میں مبتلا ہوں۔"

چنڈال جوگیا ڈی' جی کے دماغ میں تھا۔ جینا کی یہ بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچا تو آسانی سے جگہ مل گئی۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مانک لال سے کہا "ابھی فوراً ڈی' جی کو فون پر کہو کہ سہاگن دیوی کو اعصابی کمزوری کی کوئی دوا نہ کھلائیں۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل چکی ہے۔"

وہ پھر جینا کے دماغ میں آگیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ جینا کو کچھ پتا نہیں تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ انجان تھی چنڈال بڑی آزادی سے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔

پھر اس نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "پتا نہیں میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں رہ گیا ہے۔ میرے پیٹ میں تکلیف ہورہی ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے میری تکلیف کم کردے گا۔"

جینا نے حیرانی سے سوچا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں! کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بات کررہی ہوں؟ میرا تو کوئی ایسا جاننے والا نہیں ہے کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے پیٹ کا درد کم کیا جاسکتا ہے۔"

چنڈال نے اس کی سوچ میں کہا "میرے پاس جو دکھی انسان آتے ہیں اپنا دکھڑا روتے ہیں اور کئی طرح کے پیچیدہ مسائل پیش کرتے ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان مسائل کو حل کردیتی ہوں۔"

جینا نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "یہ مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں کیوں سوچ رہی ہوں؟ یہ پولیس اور انٹیلی جنس والے بھی مجھ پر شبہ کرتے ہیں۔ میں انہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو۔ میں اپنی آتما شکتی سے اور بھگوان کی کرپا سے پیچیدہ مسائل کو حل کردیتی ہوں اور کبھی کبھی ناممکن کو ممکن بنادیتی ہوں۔"

وہ اس کی سوچ میں بولا "حمزہ خان میرے من مندر کا دیوتا ہے جب وہ مجھے آغوش میں لے کر پیار کرتا ہے تو۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ چھی چھی کہہ کر اپنے کان پکڑنے لگی۔ دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپانے لگی اور کہنے لگی "یہ کیسی شرمناک باتیں ہیں؟ میں اپنے دھرم کرم کی باتوں کے سوا کوئی دوسری بات نہیں سوچتی۔ آج ایسی گندی باتیں کیوں سوچ رہی ہوں؟"

چنڈال نے اس کی سوچ میں پوچھا کہ حمزہ خان سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اس نے وہی جواب دیا جو کبریا اس سے پہلے کہہ چکا تھا وہ طرح طرح سے اس کے ذہن کو کرید رہا تھا۔ اس کے ایک ایک ڈھکے چھپے خیال کو پڑھ لینا چاہتا تھا' سمجھ لینا چاہتا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ یقین کررہا تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اس کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یقیناً وہ آتما شکتی اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے لوگوں کے کام آکر دیوی کہلاتی ہے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر مانک لال سے بولا "یہ سچ مچ بھگوان کی بھگت ہے کچھ غیر معمولی صلاحیتیں اس کے اندر ہیں جن کے ذریعے یہ مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتی ہے۔ بڑے بڑے دھنوان اسے لاکھوں کروڑوں روپے دیتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے یہ اس قدر دولت مند نظر آنے لگی ہے۔"

مانک لال نے پوچھا "کیا اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے؟"

"نہیں اس نے اپنی قدرتی صلاحیتوں سے دولت اور شہرت حاصل کی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے ہمارا وقت خواہ مخواہ ضائع ہوتا رہا۔ اس لڑکی کے ذریعے ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں پکڑسکیں گے اسے بھی رہا کرنا ہوگا۔"

"نہیں آپ فی الحال اسے رہا نہیں کریں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیوں جب اس کا کوئی جرم نہیں ہے تو اسے گرفتار کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"تم بہت جلدی بھول جاتے ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ سہاگن دیوی کو میری آغوش میں پہنچاؤ گے۔"

"ہاں۔۔۔ لیکن ذرا سہولت سے آرام سے جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔"

"جلد بازی کیسی؟ ابھی وہاں پولیس اور انٹیلی جنس والے پہنچے ہیں ان سے کہیں کہ اس پر شبہ کیا جارہا ہے۔ لہٰذا اس کا محاسبہ کرنے اور چند ضروری سوالات کرنے کے لیے اسے ہیڈ کوارٹر میں پہنچایا جارہا ہے۔"

"تم چاہتے ہو میں اسے ہیڈ کوارٹر میں بلاؤں؟"

"نہیں۔ اسے کسی پرائیویٹ بنگلے میں قید کرکے رکھیں۔ میں رازداری سے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ وہ لڑکی ہے اور نہیں بھی ہے میں اس کی ادھوری جوانی سے نمٹ لوں گا۔"

مانک لال نے پھر فون کے ذریعے ڈی جی سے رابطہ کیا اور اسے کہا "سہاگن دیوی کو حراست میں لو لیکن اس طرح کہ اسے اپنی توہین کا احساس نہ ہو۔ اس سے کہا جائے کہ آرمی کے اعلیٰ افسران اس سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں اور ان کے اپنے بھی کچھ مسائل ہیں وہ اپنی آتما شکتی اور قدرتی صلاحیتوں سے حل کرسکتی ہے۔"

میں ڈی جی کے اندر رہ کر اس کی یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے جینا کے خیالات پڑھ کر اس کے عقیدت مندوں کے ٹیلی فون نمبر معلوم کیے پھر باری باری ان کے نمبر پنچ کرکے نسوانی آواز میں ان سے کہا "میں سہاگن دیوی بول رہی ہوں۔ اس وقت بڑی مشکل میں ہوں۔ مجھے انٹیلی جنس اور آرمی والے گرفتار کرکے لے جانا چاہتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں مجھے گرفتاری سے بچایا جائے۔ اب یہ تم سمجھو کہ مجھے کیسے بچاؤ گے؟"

وہ سب دولت مند تھے۔ قانونی لڑائی نہیں لڑسکتے تھے کیونکہ انٹیلی جنس اور آرمی والوں کا معاملہ تھا ان کے سامنے بس یہی راستہ تھا کہ بغاوت کریں۔ لہٰذا وہ اس علاقے میں گئے جہاں پہلے جینا رہتی تھی وہاں کی عورتوں اور مردوں کو بتایا کہ اس وقت سہاگن دیوی مصیبت میں ہے۔ فوراً اس کے بنگلے کا محاصرہ کیا جائے اور اسے گرفتار نہ ہونے دیا جائے۔

ممبئی کے کئی علاقوں تک یہ باتیں پہنچنے لگیں۔ وہاں سے عورتیں مرد بوڑھے اور بچے سب ہی گاڑیوں میں بیٹھ کر ٹرکوں میں سوار ہوکر اس بنگلے کی طرف آنے لگے۔

اس وقت تک مانک لال نے ایک یوگا جاننے والے افسر کو کہا تھا کہ وہ اپنی گاڑی لے کر جائے اپنے ساتھ ایک ماتحت رکھے لیکن وہ ماتحت گونگا بن کر رہے اور وہ سہاگن دیوی کو اس کے بنگلے سے ایک پرائیویٹ بنگلے میں لے

آ ئے۔

اس آرمی افسر کو جینا کے بنگلے تک پہنچنے تک ایک گھنٹا لگا۔ اتنی دیر میں وہاں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ لگتی جارہی تھی۔ ٹرک پر ٹرک اور بسوں پر بسیں آرہی تھیں اور ان میں سے جینا کے عقیدت مند اتر کر پولیس انٹیلی جنس کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے اس کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ کمشنر اور ڈی جی بنگلے کے اندر تھے چاروں طرف سے اپنے خلاف نعرے سن کر پریشان ہورہے تھے۔ فون پر فون کھڑکا رہے تھے۔ آرمی والوں سے کہہ رہے تھے کہ یہاں معاملہ بہت بگڑ گیا ہے۔ جنتا غصے میں آگئی ہے۔ جینا کے خلاف کوئی قانونی کارروائی پسند نہیں کرے گی اور ہم یہاں مصیبت میں پڑجائیں گے۔

مانک لال نے کہا "بنگلے کے چاروں طرف چند سو افراد ہوں گے۔ ابھی آرمی کے جوان وہاں جائیں گے۔ ہوائی فائرنگ کریں گے تو سب لوگ وہاں سے بھاگتے ہوئے نظر آئیں گے۔"

ڈی جی نے کہا "نہیں جناب! میں چھت پر سے دیکھ چکا ہوں چاروں طرف لوگوں کا ہجوم ہے ہزاروں نہیں لاکھوں افراد ہیں۔ آپ کے آرمی والے بھی انہیں کنٹرول نہیں کرسکیں گے۔"

مانک لال نے چنڈال سے کہا "بڑی گڑبڑ ہورہی ہے۔ جنتا لاکھوں کی تعداد میں وہاں پہنچ گئی ہے۔ انٹیلی جنس اور پولیس والوں کے خلاف نعرے لگا رہی ہے۔ اس کی گرفتاری پر احتجاج کررہی ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ ایک گھنٹے کے اندر اتنی ساری پبلک کیسے وہاں جمع ہوگئی؟ میں سہاگن دیوی کے اندر مسلسل رہا ہوں۔ اس نے کسی کو بھی فون نہیں کیا کسی بھی ذریعے سے کسی کو اطلاع نہیں دی ہے پھر اتنی ساری جنتا کو کیسے معلوم ہوگیا کہ اسے گرفتار کیا جارہا ہے؟"

وہ جینا کے اندر آکر اس کی سوچ میں بولا "اتنی ساری جنتا یہاں کیسے جمع ہوگئی ہے؟ کیسے انہیں معلوم ہوا کہ مجھے گرفتار کیا جانے والا ہے؟"

وہ اپنی سوچ میں بولی "یہ میرے بھگوان کی کرپا ہے وہ مجھے برے وقت میں برے لوگوں سے بچاتا ہے۔ میں نے اپنی زبان سے کسی کو کچھ نہیں کہا ہے لیکن میری آتما شکتی ان سب کو یہاں کھینچ لائی ہے۔"

چنڈال جوگیا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مانک لال سے کہا "یہ کیا بکواس کرتی ہے! کہہ رہی ہے اس کی آتما شکتی لاکھوں لوگوں کو اس کے بنگلے کی طرف کھینچ لائی ہے۔ میں اس کی آتما شکتی کو نہیں مانتا۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس نے ان سب کو مختلف علاقوں میں جاکر اطلاع دی ہے اور یہ سب ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ آتما شکتی جانتی ہے اس کے اندر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں اور اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے؟"

"اس وقت بھی میں نے درست کہا تھا اب بھی درست کہہ رہا ہوں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ سہاگن دیوی خود نہیں جانتی ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ بہت مکار ہے اس کے اندر چھپ کر رہتا ہے اور اس سے اسی طرح کا فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔"

"وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟ کیا سہاگن دیوی کو پتا نہیں چلتا ہوگا؟"

"اسے کیسے معلوم ہوگا۔ وہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب دماغ بنادیتا ہوگا اسے کسی طرح بھی حراست میں لے کر اس پرائیویٹ بنگلے میں پہنچایا جائے۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو؟ کیا ہم لاکھوں جنتا کے خلاف کچھ کرسکتے ہیں؟"

"کمشنر اور ڈی جی سے کہیں وہ ان تمام لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ اس لڑکی کو گرفتار نہیں کیا جارہا ہے بلکہ ایک ضرورت کے تحت اسے آرمی ہیڈ کوارٹر میں بلایا جارہا ہے۔ ضرورت پوری ہوتے ہی اسے واپس پہنچادیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی فون پر ان سے کہتا ہوں۔"

وہ پھر فون پر کمشنر سے بولا "ریسیور سہاگن دیوی کو دو۔"

تھوڑی دیر بعد جینا کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں بول رہی ہوں۔"

مانک لال نے کہا "دیوی جی! ہم آپ کو گرفتار نہیں کرنا چاہتے، آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ ہم ایک اہم مسئلے سے دوچار ہیں اور امید کرتے ہیں آپ اس مسئلے کو آتما شکتی سے حل کردیں گی۔ اس لیے ہم آپ کو واپس پہنچادیں گے۔"

جینا نے میری مرضی کے مطابق کہا "آپ کا کوئی بھی مسئلہ ہو میں ضرور حل کروں گی لیکن میرا وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔ آپ فون پر مسئلہ بیان کردیں یا خود چلے آئیں۔"

"آپ یہاں کیوں نہیں آنا چاہتیں؟"

"میری آتما شکتی کہہ رہی ہے مجھے گیان حاصل ہورہا ہے کہ بنگلے سے باہر جاؤں گی تو خطرات میں گھر جاؤں گی۔ لہٰذا مجھے اس بنگلے کی چار دیواری کے اندر ہی رہنا چاہیے۔"

مانک لال نے ریسیور رکھ کر چنڈال جوگیا سے کہا "وہ کہہ رہی ہے جو بھی مسئلہ ہو اسے فون پر بیان کریں یا ہم خود وہاں چلے آئیں۔ وہ اپنے بنگلے سے باہر نکلے گی۔ اس کی آتما شکتی کہہ رہی ہے کہ باہر اس کے لیے خطرات ہیں۔"

"میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے خطرات سے آگاہ کررہا ہے۔ اسے میری طرف آنے سے روک رہا ہے میں اس کی ایسی کی تیسی کردوں گا۔ یہ سہاگن دیوی میرے لیے چیلنج بن گئی ہے۔ میں اسے ضرور حاصل کروں اسے ادھر ضرور بلاؤں گا۔"

مانک لال نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر کہا "پلیز! ذرا مجھ کو برداشت کرو۔ تمہیں صرف اس لیے غصہ آرہا ہے کہ سہاگن دیوی تمہارے ہاتھ آتے آتے نکل رہی ہے مگر وہ نکل کے کہاں جائے گی؟ ہمارے دیش میں ہے ممبئی میں ہے کسی وقت بھی اسے خاص طیارے میں وہاں سے یہاں لایا جاسکتا ہے مگر تم ذرا صبر کرو۔ ابھی بہت گڑبڑ ہوجائے گی۔"

"تم بہت دیر سے مجھے صبر کرنے کو کہہ رہے ہو میں چاہوں تو ابھی خیال خوانی کے ذریعے اسے وہاں سے یہاں لا سکتا ہوں۔"

"اور اس کے پیچھے جو ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے وہ بھی اس کے ساتھ تمہارے پاس چلا آئے گا۔ کچھ عقل کی بات کرو ذرا سوچو۔"

"میرے پاس عقل ہے۔ مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔ اسے یہاں بلاؤں گا اور اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بے نقاب کروں گا۔"

"تم کس طرح اسے بے نقاب کرو گے؟ جبکہ وہ اس طرح چھپا ہوا ہے کہ سہاگن دیوی بھی اس کی موجودگی کو نہیں سمجھتی ہے۔"

"میں اس دیوی کے اندر جاکر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چیلنج کروں گا۔ اسے باتیں کرنے پر مجبور کروں گا تو وہ ضرور بولے گا۔ تب مجھے پتا چلے گا کہ وہ کون ہے؟ وہ اپنا نام اور پتا کبھی نہیں بتائے گا لیکن اس کے گفتگو کے انداز سے بہت کچھ معلوم ہوسکے گا۔"

"تم ہوا میں تیر چلا رہے ہو۔ صرف سہاگن دیوی کی جوانی سے کھیلنے کے لیے بے چین ہورہے ہو۔ پاگل ہورہے ہو اور اس کے لیے ہو تم سمجھتے ہو کہ اس کے اندر چھپا ہوا ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی احمق ہوگا جو سہاگن دیوی سے نہیں بولتا ہے اور تم سے بولنے لگے گا وہ کیوں اس کے اندر اپنی آواز سنائے گا؟ جب وہ اس کے اندر خاموشی سے چھپا ہوا رہتا ہے۔"

"مسٹر مانک لال! میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں چند گھنٹوں میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بے نقاب کرکے بتاؤں گا کہ وہ کون ہے؟ کیا وہ اسی دیش میں رہتا ہے یا پھر کسی دوسرے ملک میں بیٹھا خیال خوانی کررہا ہے؟"

مانک لال نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "تم جو چاہو کرو اس لیے کہ ہم تمہیں روک نہیں سکیں گے لیکن ہماری ایک بات مان لو۔"

"میں مان لوں گا مگر مجھے صبر کرنے کو نہ کہو۔"

"میں بہت زیادہ صبر کرنے کو نہیں کہوں گا مجھے صرف دو گھنٹوں کی مہلت دو۔"

"تم دو گھنٹے کی مہلت کیوں چاہتے ہو؟"

"میں کسی تدبیر سے سہاگن دیوی کو تمہارے پاس پہنچاؤں گا۔ اگر دو گھنٹے تک ایسا نہ کرسکا تو پھر تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر جاکر خود کو ظاہر کرو۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو چیلنج کرو پھر جو کرنا چاہو اپنے معاملات میں آزاد رہو گے ہم تمہیں کسی بات سے نہیں روکیں گے۔"

"ٹھیک ہے تم یہاں رہ کر دو گھنٹے تک جتنی کوششیں کرسکتے ہو کرو۔ میں دیکھوں گا کہ میرے لیے کیا کررہے ہو؟"

"مجھے یہاں سے آرمی ہیڈ کوارٹر جانا ہوگا میں وہاں سے کوشش کروں گا۔"

"جب تم فون کے ذریعے پورے ملک میں اپنے احکامات صادر کرسکتے ہو تو پھر یہاں بیٹھ کر میرا کام کیوں نہیں کرسکتے؟"

مانک لال اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر اس نے اچانک ہی ریوالور نکال کر اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "تم خر دماغ ہو۔ گدھے کے بچے ہو۔ تمہیں اتنی محبت سے اور دوستی سے سمجھایا جارہا ہے مگر عقل کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ضائع نہیں ہونے دیں گے اور نہ ہی کوئی حماقت کرنے دیں گے۔"

چنڈال نے گھبرا کر کہا "یہ کیا کررہے ہو؟ میں تمہارے دیش کا خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ تمہیں بہت زیادہ فائدے پہنچانے والا ہوں۔ کیا مجھے جان سے مار ڈالو گے؟"

"نہیں۔ ہم جان سے نہیں ماریں گے لیکن ہم نے تمہارا علاج سوچ لیا تھا کہ جب بھی تم ہمارے منصوبے کے خلاف کام کرو گے اور ہماری بات نہیں مانو گے تو ہم تمہارے

ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

یہ کہتے ہی اس نے چنڈال کے ایک پیر میں گولی ماری۔ وہ اچھل کر گر پڑا مانک لال نے کہا "دوسری گولی تمہارے سینے کے پار ہو سکتی ہے۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو وہیں فرش پر پڑے رہو۔ ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔"

وہ اپنا موبائل فون نکال کے نمبر پنچ کرنے کے بعد اپنے یوگا جاننے والے باقی پانچوں افسران سے رابطہ کرنے لگا۔

○☆○

فرمان اور ویٹو مارکس کے درمیان سمجھوتا ہوگیا۔ ان کے سامنے فی الحال سب سے بڑا مسئلہ چھپ کر رہنا تھا۔ انیتا اور کلپنا ہندوستانی تھیں وہ کسی بھی ماحول میں گھل مل کر رہ سکتی تھیں۔ کوئی انہیں دیش دشمن کی حیثیت سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ فرمان بھی کسی حد تک اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا لیکن ویٹو مارکس امریکی تھا۔ ہندی بولنے کے باوجود لہجہ امریکی ہوجاتا تھا۔

ایک تیز رفتار ٹرین ممبئی جانے والی تھی۔ ان چاروں نے اپنے لیے ٹکٹیں خریدلی تھیں۔ اب اندیشہ تھا کہ ریلوے پلیٹ فارم پر انہیں روکا ٹوکا جاسکتا ہے۔ فرمان نے کہا "تم کلپنا کو اپنے ساتھ نہ رکھو کلپنا اور انیتا میرے ساتھ رہیں گی۔ تنہا ٹرین میں سوار ہونے کے لیے جاؤ کوئی بھی پولیس یا انٹیلی جنس والا تمہیں روکے گا تم سے بات کرے گا تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے کنٹرول کروں گا۔ اسے تم پر شبہ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ تینوں پہلے ٹرین میں اپنی ریزرو کرائی ہوئی سیٹوں پر بیٹھ گئے پھر فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "مارکس! اب تم آسکتے ہو میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔"

وہ بکنگ آفس کے پاس سے چلتا ہوا گیٹ پر آیا وہاں ٹی سی کے علاوہ ایک پولیس انسپکٹر اور چار سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ویٹو مارکس کو دیکھتے ہی روک لیا پھر انسپکٹر نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ کس ملک سے آرہے ہو؟ اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دکھاؤ۔"

ویٹو مارکس نے اپنے بیگ میں سے پاسپورٹ اور کاغذات نکالے۔ انسپکٹر کے قریب ایک شخص سادے لباس میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پاسپورٹ لیا تو ویٹو مارکس نے پوچھا "تم کون ہو اور تم میرے کاغذات کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"میں سی آئی اے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم چپ چاپ کھڑے رہو۔"

ویٹو مارکس نے فرمان کے اندر پہنچ کر کہا "تم انسپکٹر کے اندر رہو میں اس شخص کے اندر رہ کر اسے ... گا۔"

وہ دونوں کاغذات چیک کر رہے تھے۔ ان سے بتا رہے تھے کہ کاغذات درست ہیں پھر بھی اپنے ... کو یہ رپورٹ دینی ہوگی کہ ایک امریکی اس ٹرین ... ہے اور ٹرین کی روانگی سے پہلے ہی یہاں آکر اس ... جاسکتا ہے۔

لیکن ان دونوں نے اپنے اعلیٰ افسران کو ... دی۔ ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رہ کر ایک دوسرے سے ... اور کہا "کاغذات تو درست ہیں کسی شک و شبہے کی ... نہیں ہے۔ لہٰذا جانے دیا جائے۔"

انہوں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ ... ان کا شکریہ ادا کیا۔ کاغذات اپنے بیگ میں رکھے ... اٹھا کر پلیٹ فارم پر آگیا ان چاروں کی سیٹیں ایک جگہ ... تھوڑی دیر بعد وہ ان تینوں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ کلپنا ... "اچھا ہی ہوا کہ تم میرے ساتھ نہیں تھیں۔ ورنہ ... ضرور شبہ کرتے۔"

فرمان نے کہا "اب ہمیں یہاں اطمینان حاصل ... ہے لہٰذا سب سے پہلے مجھے یہ دیکھنا ہے کہ چنڈال میرے خلاف کوئی ایکشن لے رہا ہے یا نہیں؟"

ویٹو مارکس نے کہا "ہاں۔ مجھے بھی دیکھنا چاہیے ... ارجن چوپڑا کے بنگلے سے نکل کر آئے ہیں تو اس کا ... اس پر کیا ہو رہا ہے؟"

کلپنا اور انیتا ایک سیٹ پر بیٹھ گئیں اور ایک ... سے باتیں کرنے لگیں۔ وہ دونوں خیال خوانی میں ... ہوگئے۔ فرمان اچھی طرح جانتا تھا کہ چنڈال جوگیا ... سخت حفاظتی انتظامات میں رکھا گیا ہے۔ اس کے بنگلے ... اندر جو کنیزیں تھیں وہ دوسروں کے سامنے گونگی بن ... تھیں۔ صرف تنہائی میں چنڈال سے باتیں کیا کرتی ... کیونکہ فرمان اس کا پرسنل باڈی گارڈ تھا۔ اس لیے ... اس کی موجودگی میں باتیں کیا کرتی تھیں۔ اب اس کا ... حاصل ہونے والا تھا کہ وہ ان کنیزوں کے دماغ میں ... چنڈال کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم ... تھا۔

اس نے ایک کنیز کے ذریعے چنڈال کو دیکھا۔ وہ ... پریشان نظر آرہا تھا لیکن پریشانی کیا تھی؟ نہ یہ کنیز کو بتا ... نہ اپنے چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران سے بول ... کہ اس کا باڈی گارڈ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ وہ اسے دھوکا ...

... چلا گیا۔ فرمان نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہریں محسوس کی ... اور سانس روک لی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ چنڈال جوگیا ... کوشش کر رہا ہے پھر انیتا نے بھی کہا تھا کہ اس کے اندر ... نے کی کوشش کی تھی تو اس نے سانس روک لی ... نے کہا "تمہارا باپ ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ کبھی ... کے قریب میں نہ آنا اسے ذرا سی دیر کے لیے ... دماغ میں جگہ نہ دینا ورنہ پہلے وہ تمہارے دماغ پر ... گا اس کے بعد میرے پیچھے پڑ جائے گا۔"

اس کے بعد چنڈال ان کے دماغوں میں نہیں آیا۔ ان کنیزوں کے ذریعے اسے دیکھتا رہا۔ جب میجر مانک لال ... کے پاس آیا تو وہ دونوں سہاگن دیوی کا محاسبہ کرنے ... پہلے حمزہ یعنی کبریا کو گرفتار کر کے لے گئے یہ معلوم کرنا ... چاہتے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا نہیں؟

فرمان بہت اچھی طرح کبریا کو جانتا اور پہچانتا تھا لیکن ... کا نام حمزہ لیا جارہا تھا اور اس کا قالب و لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔ ... لیے فرمان اسے کبریا کی حیثیت سے سمجھ نہیں پایا۔

اس نے بھی کبریا کے چور خیالات پڑھے اور اسی نتیجے پر ... کہ وہ بے چارہ ایک بزنس مین ہے اور اس کا دور تک بھی ... پیتھی سے واسطہ نہیں ہے۔ اس کے بعد سہاگن دیوی کا ... ہو گیا۔ چنڈال اس دیوی کے اندر پہنچ کر اس کے ... لات کو کھنگال رہا تھا اور کسی طرح یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ... ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا پھر اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے ... چھپا ہوا ہے؟

فرمان کو بھی اس کے اندر جانے کا موقع ملا تھا تو وہ بھی ... کے خیالات پڑھ رہا تھا اور یقین کر رہا تھا کہ اس کے ... ٹیلی پیتھی کا کوئی چکر نہیں چل رہا ہے۔

فرمان کبھی سہاگن دیوی کے دماغ میں رہتا تھا اور کبھی ... مانک کے دماغ میں چلا آتا تھا۔ جو چنڈال جوگیا کے بنگلے میں ... اور فرمان کی مرضی کے مطابق ایک جگہ چھپی ہوئی ... اور مانک لال کی گفتگو سن رہی تھی۔

چنڈال اس سہاگن دیوی کو حاصل کرنے اسے اپنے ... لانے کے لیے بے چین ہو رہا تھا اور اس پر الزام لگا رہا ... کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے اور ... خیال خوانی کرنے والے کو بے نقاب کرنا چاہتا ہے۔

مانک لال اسے سمجھا رہا تھا کہ اگر کوئی خیال خوانی ... چھپا ہوا ہے تو اس سے ٹکرانا نہیں چاہیے۔ اگر ... دیوی کے حسن و شباب کے لیے للچا رہا ہے تو اس دیوی کو کسی دوسرے ہتھکنڈے سے اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ وہ جلد بازی نہ کرے لیکن وہ جلد باز تھا۔ اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ مانک لال نے سمجھ لیا کہ یہ اپنی حماقت سے کام بگاڑنے والا ہے۔ لہٰذا اس نے ریوالور سے ایک ٹانگ پر گولی مار کر اسے زخمی کردیا پھر اس سے کہا "اگر تم چاہتے ہو کہ دوسری گولی سینے کے پار نہ ہو تو چپ چاپ فرش پر پڑے رہو۔"

فرمان اور ویٹو مارکس ٹرین میں بیٹھے ہوئے اپنی اپنی جگہ خیال خوانی میں مصروف تھے۔ ٹرین اپنی پوری تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ فرمان نے انیتا سے کہا "تمہارا باپ بہت ہی خبیث ہے۔ وہ ایک سیدھی سادی پاکیزہ سہاگن دیوی کی جوانی سے کھیلنا چاہتا تھا۔ مجھے تو بڑا غصہ آرہا تھا۔ اگر میجر اسے گولی نہ مارتا تو میں اسے ضرور سزا دیتا۔"

انیتا نے ایک دم سے روتے ہوئے پوچھا "کیا میرے پتا جی کو کسی نے گولی ماردی ہے؟"

"رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خبیث ابھی زندہ ہے۔ شیطان اتنی جلدی نہیں مرتا۔"

کلپنا ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے اپنے محبوب ویٹو مارکس کو دیکھا۔ وہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اس نے کہا "اگر تمہارے پتا جی کو گولی ماری گئی ہے تو اب وہ آرمی والے ان کو اپنا معمول اپنا غلام بنائیں گے۔ ان پر تنویمی عمل کرائیں گے۔ میرے ویٹو مارکس کے ساتھ بھی انہوں نے یہی سلوک کیا تھا۔"

انیتا نے کہا "انیل! اب تو تم میرے باپ کے دماغ میں جاسکتے ہو پلیز ابھی جاؤ ان کی خیریت معلوم کرو۔ ان پر کوئی ظلم نہ ہونے دو۔"

"کیوں نہ ہونے دوں؟ کیا تمہارے باپ نے تم پر اور مجھ پر کم ظلم کیا ہے۔ انہوں نے کس طرح ہمیں جدا کیا تھا؟ میں تو پھر بھی پرایا ہوں تم تو بیٹی ہو۔ انہوں نے تم سے کیوں دشمنی کی تھی؟"

"پتا جی نے غلطی کی تھی۔ تم غلطی نہ کرو۔ ان کے کام آؤ۔"

"تم مجھ سے بہت زیادہ ہمدردی کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ تم میری جان ہو۔ اس لیے میں اتنا کروں گا کہ تمہارے باپ کو ان کے ہاتھوں مرنے نہیں دوں گا۔"

انیتا نے کہا "یہی بہت ہے۔ بس انہیں زندہ رہنے دو۔ وہ زندہ رہیں گے تو خود ہی اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لیں گے۔ وہ بہت بڑے گیانی ہیں۔ کالے جادو میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے

اور وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ خود ہی ان کے شکنجے سے نکل آئیں گے۔"

"ان کے شکنجے سے نکل آنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ وہ ویٹو مارکس کو قیدی بنا کر ایک تجربہ کر چکے ہیں ان کی کسی غلطی یا کمزوری کے باعث ویٹو مارکس نے رہائی حاصل کر لی لیکن اب وہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔"

وہ اس کے بازو سے لگ کر بولی "تم میرے سامنے باتیں بنا رہے ہو پلیز جاؤ دیکھو وہ میرے پتا جی کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہیں؟"

فرمان پھر خیال خوانی کے ذریعے چنڈال جوگیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جس خفیہ بنگلے میں اسے چھپا کر رکھا گیا تھا اور جہاں وہ زخمی پڑا ہوا تھا وہاں آرمی کا ایک ڈاکٹر اور چار مسلح جوان پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر اس کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا پھر اس نے چنڈال کے ایک بازو میں انجکشن لگاتے ہوئے کہا "یہ نشہ آور دوا ہے اس کے اثر سے یہ کئی گھنٹوں تک نشے کی حالت میں رہے گا اور خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔"

وہ چاروں مسلح جوان چنڈال کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر بنگلے سے باہر لے آئے۔ وہاں ایک بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ وین کے پچھلے حصے میں چنڈال کو پہنچایا گیا۔ دروازے کو لاک کیا گیا پھر وہ وین وہاں سے آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف جانے لگی۔

ٹرین تیز رفتاری سے رواں دواں تھی۔ کلپنا، انیتا اور فرمان آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ویٹو مارکس آنکھیں بند کیے خیال خوانی میں مصروف تھا پھر اس نے آنکھیں کھول کر ان تینوں کو دیکھا فرمان نے پوچھا "خیریت تو ہے؟ جہاں سے فرار ہو کر آئے ہو وہاں تو تمہیں تلاش کیا جا رہا ہوگا؟"

ویٹو مارکس نے کہا "ہم ارجن ڈی جی کے بنگلے میں تھے، وہ میرا معمول بن چکا ہے۔ میرے خلاف کبھی کسی سے کچھ نہیں کہے گا لیکن میرے متعلق یہ سوچا گیا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے کسی بڑے افسر یا عہدے دار کو ٹریپ کر کے اس کے گھر میں چھپ کر رہ سکتا ہوں۔ لہٰذا بڑے بڑے افسروں اور عہدے داروں کے گھروں میں مجھے تلاش کیا جا رہا ہے۔ انٹیلی جنس والے ارجن چوپڑا کے بنگلے میں بھی آئے تھے۔"

فرمان نے کہا "اور چوپڑا نے انہیں تمہارے متعلق کچھ نہیں بتایا ہوگا؟"

"ہاں اس نے تو نہیں بتایا لیکن وہاں ہمارا بہت سا سامان رکھا ہوا ہے۔ میں اور کلپنا جو لباس پہن کر ان کی قید سے فرار ہوئے تھے۔ وہ اتارے ہوئے لباس اس ... گئے تھے۔ وہ ان لباسوں کو دیکھ کر اب ارجن چوپڑا ... کر رہے ہیں۔ اسے الزام دے رہے ہیں کہ اس ... اپنے بنگلے میں چھپا رکھا تھا۔ اب کہیں اور چھپا رکھا ...

کلپنا نے کہا "لیکن ارجن چوپڑا تو تمہارے ... کے زیر اثر ہوگا۔ اسے کچھ یاد نہیں آ رہا ہوگا۔"

"ہاں وہ بھولا ہوا ہے وہ نہیں جانتا کہ ہم اس ... کر کے اسی کے بنگلے میں گئے تھے اور وہاں چھپ کر ... تھے۔"

کلپنا نے پوچھا "کیا اس عامل پر شبہ کیا جا رہا ہے ... تم پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

"نہیں اس پر کسی کو شبہ نہیں ہو رہا ہے اور نہ ... یاد ہے کہ میں نے الٹا اسی پر تنویمی عمل کیا ہے ... معمول اور ماتحت بنا ہوا ہے۔"

پھر ویٹو مارکس نے فرمان کو مخاطب کرتے ہوئے ... ابھی چنڈال جوگیا کا ذکر کر رہے تھے۔ اسے تو زخمی ... بنا لیا گیا ہے۔"

"کیا تم چنڈال جوگیا کے دماغ میں گئے تھے؟"

"نہیں۔ میں اس عامل کے دماغ میں تھا۔ ... کوارٹر میں اس عامل کو بلایا گیا ہے اور اس سے کہا جا ... کہ چنڈال جوگیا کو وہاں لایا جا رہا ہے اس پر ابھی نشہ ... ہے۔ جب نشہ کم ہوگا تو وہ عامل اس پر تنویمی عمل کر کے ... چھ یوگا جاننے والوں کا معمول اور محکوم بنائے گا۔"

کلپنا نے ٹرین میں گشت کرنے والے ویٹر ... منگوایا۔ کھانا آنے کے بعد وہ چاروں کھانا کھانے لگے ... منصوبہ بندی کرنے لگے کہ ممبئی پہنچنے کے بعد انہیں ... ہے؟ کہاں جانا ہے؟ ویٹو مارکس نے کہا "مجھے تو ہر حال ... انڈیا چھوڑ کر جانا ہوگا۔ یہاں میں آسانی سے چھپ کر ... سکوں گا۔"

کلپنا نے کہا "ارجن چوپڑا کے بنگلے میں ... دوران میں مارکس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا ... میرا... پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرا لیے ... اپنے فرضی ناموں اور چہروں کے ساتھ یہاں سے ... ہیں۔"

ویٹو مارکس نے کہا "ائرپورٹ پر اگر کسی کو شبہ ہوا ... اسی طرح خیال خوانی کے ذریعے ان شبہ کرنے والوں ... زیر اثر لے آئیں گے۔ ایسے وقت تم بھی اپنی خیال ... کے ذریعے ہماری مدد کرو گے۔"

فرمان نے کہا "میں ضرور مدد کروں گا۔ تم دونوں کو یہاں سے نکل جانے کا موقع دوں گا بلکہ میں بھی یہی چاہوں گا کہ اب یہاں نہ رہوں ممبئی پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنا اور انیتا کا پاسپورٹ بنواؤں گا۔"

اس نے کھانے سے فارغ ہو کر انیتا سے کہا "اب میں ذرا تمہارے باپ کی خبر لیتا ہوں کہ وہ کس حال میں ہے؟"

ویٹو مارکس نے کہا "میں بھی اس عامل کے ذریعے چنڈال جوگیا تک پہنچوں گا دیکھوں گا کہ اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جاتا ہے؟"

وہ دونوں پھر خیال خوانی میں مصروف ہو گئے۔ ویٹو مارکس عامل کے پاس چلا آیا اور فرمان چنڈال کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے ننگے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ تقریباً پانچ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اسے نشے کا انجکشن دیا گیا تھا۔ اب وہ نشہ ختم ہو رہا تھا۔ مانک لال اور یوگا جاننے والے پانچوں افسران آہنی سلاخوں کے باہر کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "عزت تمہیں راس نہیں آئے گی۔ ہم نے تمہیں کتنا مان مرتبہ دیا تھا۔ تمہیں ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا سمجھ کر سر پر بٹھا رہے تھے لیکن تم تو پاؤں کی جوتی بننے کے بھی لائق نہیں ہو۔"

دوسرے افسر نے کہا "تم ٹھوکروں میں رہنے کے قابل ہو۔ ہم تمہیں دم ہلانے والا کتا بنا کر رکھیں گے۔ تمہیں اس قدر مجبور اور بے بس بنا دیں گے کہ تم ہمارے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

مانک لال نے کہا "سہاگن دیوی کے بارے میں اچھی طرح تحقیقات کی گئی ہیں تم بھی اس کے دماغ میں جا کر پہلے یہ تسلیم کر چکے تھے کہ نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور نہ ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ بعد میں تم اس کی جوانی سے کھیلنے کے لیے اپنی بات سے پلٹ گئے۔ یہ کہنے لگے کہ اس کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور تم اسے بے نقاب کرنا چاہتے ہو تم خود کو بہت مکار سمجھتے ہو لیکن ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ اب تمہیں کس طرح اپنے قابو میں رکھا جائے گا؟"

ایک افسر نے کہا "اب تمہاری کوئی خواہش پوری نہیں کی جائے گی کوئی عورت تمہارے قریب نہیں لائی جائے گی تم مرغن کھانے نہیں کھاؤ گے۔ تمہیں سوکھی روٹی اور دال کھلائی جائے گی۔"

چنڈال جوگیا کی ایک ٹانگ پر گولی لگی تھی۔ اس کی مرہم پٹی کی گئی تھی وہ اپنے زخم کو سہلاتے ہوئے بولا "تم لوگ بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے کب تک اپنا پابند بنا کر رکھو گے مجھ سے جانوروں جیسا سلوک کرنا چاہتے ہو مگر یہ بھول رہے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"جب تم ہمارے معمول اور معمولی علاج بن جاؤ گے تو ٹیلی پیتھی کا علم صرف ہماری مرضی سے استعمال کرو گے۔"

مانک لال نے کہا "اور اگر کبھی تم نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمیں معلوم ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا رہے ہو، ہمارے دشمنوں سے ساز باز کر رہے ہو تو یہاں تمہیں الیکٹرک شاک پہنچائے جائیں گے۔ تمہیں دن میں بھی تارے نظر آتے رہیں گے۔ اس وقت تم ہمارے قدموں میں گر کر گڑگڑاتے رہو گے۔ معافیاں مانگتے رہو گے تم دیکھو تو سہی آئندہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے؟"

"ہم تمہیں کالے جادو کے سلسلے میں ایک بھی منتر پڑھنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

چار مسلح سپاہی آہنی سلاخوں کے پیچھے چنڈال کے پاس آئے۔ انہوں نے اسے زمین پر چاروں شانے چت لٹا دیا پھر اپنی بندوقوں کا رخ اس کی طرف کیا۔ مانک لال نے کہا "اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑو اور ہمارے عامل کی ایک ایک بات پر عمل کرو۔ اگر اس کے حکم کے خلاف کوئی حرکت کرو گے تو تمہارے جسم کے ایک ایک حصے میں گولی مار کر تمہیں زخمی کیا جائے گا۔ مرنے سے پہلے خوب تڑپایا جائے گا۔"

وہ عامل ان آرمی افسران کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ وہاں سے چلتا ہوا چنڈال جوگیا کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور ویٹو مارکس نے طے کر لیا کہ ایسے وقت انہیں کیا کرنا چاہیے۔

◎✲◎

گجرات میں مسلم کش فسادات ہو چکے تھے۔ اب عارضی طور پر وہاں امن و امان تھا لیکن آثار ایسے تھے کہ پھر کسی وقت بھی فسادات ہو سکتے تھے۔ دونوں طرف کشیدگی تھی۔ دونوں طرف غم و غصہ تھا کہ ان کے لوگ مارے گئے ہیں۔ ہندو درجنوں کی تعداد میں مارے گئے تھے لیکن مسلمانوں کو سیکڑوں کی تعداد میں صرف ہلاک ہی نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ ان کے گھروں کو آگ بھی لگائی گئی تھی۔ کاروبار تباہ ہو گئے تھے۔ یہ آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں۔ اس کا کوئی معقول جواز نہیں تھا۔ تقریباً ساٹھ ستر برس سے ہندو مسلمان لڑتے آ رہے تھے۔ ایک دوسرے کے خون سے پیاس بجھا رہے تھے اور پیاس تھی کہ بجھ نہیں پا رہی تھی۔

پہلے اس بات کا جھگڑا تھا کہ مسلمان اپنا ایک الگ ملک بنانا چاہتے تھے اور اس کے لیے ہندوستان کے ٹکڑے

چاہتے ہیں۔ تاریخی حالات اکثر بدلتے رہتے ہیں۔ ملکوں کا جغرافیہ بھی بدل جاتا ہے۔ لہٰذا دنیا کے نقشے میں ہندوستان کا جغرافیہ بدل گیا اور پاکستان وجود میں آگیا۔

اب ہندو، مسلم فسادات کو ختم ہو جانا چاہیے تھا لیکن ان میں اور تیزی آگئی تھی۔ ہر مہینے یا ہر سال یہی خبریں شائع ہوتی رہتی تھیں اور یہ دنیا دیکھتی آرہی تھی کہ ہندوستان میں مسلم کش فسادات ہو رہے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں کبھی ہندو کش فسادات نہیں ہوتے۔ وہاں ہندوؤں کو تحفظ حاصل ہوتا رہتا ہے۔ دراصل ہندوؤں کو آج بھی اس بات کا غصہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی جدوجہد سے ان کے ملک کے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔

اب وہ غصے سے کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے اپنے لیے ایک الگ ملک بنا لیا ہے تو پھر ہمارے ہندوستان میں کیوں رہتے ہیں۔ ابتدا میں انہوں نے مسلمانوں پر ملازمتوں اور تعلیم کے دروازے بند کر دیے تھے۔ اگر مسلمان سر اٹھانا چاہتے تھے تو ان کے سر قلم کر دیئے جاتے تھے لیکن ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمان نہ تو مایوس ہوئے نہ ان سے مرعوب ہوئے، وہ رفتہ رفتہ اپنے قدم جماتے رہے اور اپنی صلاحیتیں منواتے رہے۔

آج وہ سرکاری عہدوں پر بھی ہیں آرمی میں بھی ہیں اور تجارت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ کھیل کے میدانوں میں بھی نمایاں کارکردگی دکھا رہے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہندوستان کے کئی علاقوں میں مسلمانوں کی اس قدر اکثریت ہے کہ ان کے ووٹ کے بغیر کوئی سیاسی لیڈر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ان کی یہ کامیابی اور کامرانی اندیشوں میں مبتلا کرتی ہے کہ یہ مسلمان پھر رفتہ رفتہ ان پر حاوی نہ ہو جائیں ویسے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمام ہندو حاسد اور شرپسند نہیں ہیں۔ وہ انسان دوست ہیں مسلمانوں سے گپ شپ کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہندوستان میں مسلمانوں کا گزارہ بہت مشکل ہو جاتا۔

جینا بھی ہندو تھی لیکن اس کے پاس آنے والے عقیدت مندوں میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی سکھ بھی تھے عیسائی بھی تھے اور یہودی بھی وہ مسلمانوں سے اس لیے محبت کرتی تھی کہ اس کی زندگی میں ایک مسلمان کبریا آیا ہوا تھا جو اسے بام عروج پر پہنچا رہا تھا۔ بلکہ کبریا کی آمد سے پہلے بھی اس کے اندر انسانیت تھی وہ دھرم کو اپنی ذات تک محدود رکھتی تھی۔ ورنہ میل ملاپ کے وقت اور کسی کے کام آتے وقت یہ نہیں دیکھتی تھی کہ کون ہندو ہے اور کون مسلمان وہ سب ہی سے یکساں محبت کرتی تھی۔

اس نے ممبئی کے عقیدت مندوں سے کہا "میں کچھ دنوں کے لیے گجرات جا رہی ہوں۔ وہاں ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک دوسرے سے دشمنی کی ہے۔ جس کے نتائج ان کے بیوی بچوں کے سامنے آرہے ہیں کوئی ودھوا ہو گئی ہے، کوئی اناتھ ہو گیا ہے، کسی کا روزگار ختم ہو گیا ہے، کوئی تین وقت کے فاقے کر رہا ہے، کسی کے سر پر چھت نہیں ہے، گھر جل چکے ہیں۔ لہٰذا میں ان کے کام آنے کے لیے وہاں جا رہی ہوں۔"

اب وہ اس قدر مشہور ہو چکی تھی کہ اس کی خبریں اخبارات میں شائع ہونے لگی تھیں۔ یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے گجرات جا رہی ہے۔ پہلے احمد آباد پہنچے گی پھر ساسانگر اور سومناتھ وغیرہ کا دورہ کرے گی۔ اس نے تمام دولت مندوں سے اپیل کی کہ وہ گجرات ریلیف فنڈ میں دل کھول کر عطیہ دیں۔

میرے تنویمی عمل کے مطابق کبریا اپنے اصل نام اور اصل شخصیت کو بھلا کر خود کو حمزہ کی حیثیت سے پہچان رہا تھا۔ جینا کو ایک عاشق کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک عقیدت مند کی حیثیت سے جان رہا تھا اور دل و جان سے اس کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے کہا "سہاگن دیوی میں حمزہ خان بول رہا ہوں۔ ایک کاروباری سلسلے میں گجرات پہنچ رہا ہوں۔ وہاں تمہیں جتنی رقم کی ضرورت ہو گی وہ میں دیتا رہوں گا۔"

"میں جانتی ہوں تم ہاتھ نہیں روکو گے مجھے ضرورت پڑتی رہے گی اور تم دیتے رہو گے لیکن پچھلا تجربہ بہت تلخ رہا ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے ہم پر شبہ کرنے کی انتہا کر دی تھی۔ خوامخواہ مجھے بھی پریشان کیا اور تم بھی پریشان ہوتے رہے۔"

"دکھ سکھ، پریشانیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ ایسی آزمائشوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ اگر مقاصد اچھے اور ارادے سچے ہوں تو ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"تم گجرات میں میرے قریب رہو گے تو وہ پھر شبہ کریں گے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے وہ پھر ہمارا محاسبہ کریں لیکن ہمارے خلاف ثبوت نہیں ملے گا وہ پھر شرمندہ ہوں گے۔"

"میں کل صبح کی فلائٹ سے جا رہی ہوں۔"

"مجھے پتا ہے میں بھی اس فلائٹ سے جا رہا ہوں۔ وہیں

ہماری ملاقات ہوگی اچھا خدا حافظ۔"

جینا نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی باتیں کررہی تھی۔ اس کے آس پاس ممبئی کے چند دولت مند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی ان میں سے کچھ نقد رقم لائے ہوئے تھے۔ کچھ ایسے تھے جن کا بینک اکاؤنٹ احمد آباد میں تھا۔ وہ اسے بھاری رقم کا چیک پیش کررہے تھے۔ ایک ملازم نے آکر کہا "دیوی جی! ایک لڑکی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

"اسے تم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کسی عقیدت مند سے ملنے کا وقت نہیں ہے؟"

ملازم نے کہا "میں نے اس سے کہا تھا وہ کہتی ہے جب مصیبت کسی وقت بھی مل سکتی ہے تو دیوی جی کیوں نہیں مل سکتیں؟"

اس کی اس بات نے جینا کو متاثر کیا۔ وہ بولی "ٹھیک ہے۔ اسے یہاں اندر بھیج دو۔"

ملازم چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکی اس کے ساتھ ساڑھی پہنے ہوئے آئی۔ اس کے پیروں میں چپلیں تھیں' چوٹی گوندھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے حلیے سے سیدھی سادی اور متوسط طبقے کی لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے تمام لوگوں کو دیکھا پھر جینا کو دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا۔ اس کے بعد بولی "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ گجرات جارہی ہیں۔ وہاں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کریں گی؟"

ایک سیٹھ نے کہا "کیا تم مدد مانگنے آئی ہو؟"

وہ انکار میں سرہلا کر بولی "نہیں۔ میں نہیں جانتی کہ ہندو مسلم فسادات کیوں ہوتے رہتے ہیں؟ جب میں پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ میرے ماں باپ بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ تب سے یہ جھگڑے ہوتے آرہے ہیں لیکن اس بار میری وجہ سے گجرات میں فسادات ہوئے ہیں۔"

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ جینا نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر پوچھا "تمہاری وجہ سے فسادات کیسے ہوئے ہیں؟ کیا تم نے ہندو مسلمان کو لڑوایا ہے؟"

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ محبت کروں گی تو نفرتیں پیدا ہونے لگیں گی۔"

جینا نے کہا "یہ کیا بات ہوئی؟ محبت کرو تو یہ دور تک پھیلتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ محبت سے کبھی نفرت جنم نہیں لیتی۔"

"جنم لے چکی ہے۔ خون خرابا ہوچکا ہے صرف اس لیے کہ میں ہندو ہوں' میرا نام شکنتلا ہے اور میں ایک مسلمان لڑکے جان محمد سے محبت کرتی ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگا جیسے سکتہ طاری ہوگیا ہو۔ جبکہ سکتہ طاری ہونے والی بات نہیں تھی محبت تو کسی سے بھی ہوسکتی تھی۔ جینا نے کہا "آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو۔"

وہ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی پھر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ ایک بیوپاری نے اس سے کہا "تم نے پہلے نہیں سوچا کہ یہ غلط ہے؟ ہندو کبھی نہیں چاہتے کہ ان کی بہنیں اور بیٹیاں کسی مسلمان سے محبت کریں۔ اسی طرح مسلمان یہ نہیں چاہتے کہ ان کی بہنیں اور بیٹیاں کسی ہندو سے بیاہی جائیں۔"

شکنتلا نے کہا "ایسا کیوں ہوتا ہے؟ محبت میں ذات پات نہیں دیکھی جاتی۔ ہمارے ہاں ہندی میں جو ناول شائع ہوتے ہیں اور جو ہندی فلمیں بنائی جاتی ہیں ان میں دکھایا جاتا ہے کہ ایک ہندو لڑکا ایک مسلمان لڑکی سے محبت کرتا ہے اس سے شرارتیں کرتا ہے۔ گانے گاتا ہے اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارتا ہے۔ اس وقت تمام ہندو اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ سنسر بورڈ ایسی فلمیں کیوں پاس کرتا ہے؟"

"یہ تو سراسر بحث کرنے والی بات ہے فلموں میں اور اصل زندگی میں بہت فرق ہوتا ہے۔"

وہ بولی "کوئی فرق نہیں ہوتا۔ آج کی نئی نسل ماں باپ سے اتنا نہیں سیکھتی جتنا ناولوں اور فلموں سے سیکھتی ہے۔ ہندو اور مسلمان ایک ملک میں ایک شہر میں ایک محلے اور ایک گلی میں رہتے آئے ہیں۔ ہندو لڑکیاں مسلمانوں اور مسلمان لڑکیاں ہندو لڑکوں میں دلچسپی لیتی ہیں۔ جب مسلمان لڑکی کسی ہندو لڑکے میں دلچسپی لیتی ہے تو آپ لوگ خاموشی سے تماشا کیوں دیکھتے ہیں؟ اس کی فلمیں ڈالتے ہیں لیکن جب کوئی مسلمان لڑکا ہندو لڑکی سے محبت کرتا ہے تو اعتراض کرتے ہیں۔ فلمیں بنانا اور اس پر کہانی لکھنا دور کی بات ہے انہیں ایک دوسرے سے ملنے بھی نہیں دیتے اور اگر وہ ملنا شروع کردیں تو فساد برپا کردیتے ہیں۔"

جینا نے کہا "تم درست کہتی ہو اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے یہ بات' قابل برداشت ہے تو نہ ایسے ناول لکھے جائیں اور نہ ہی ایسی فلمیں بنائی جائیں۔"

پھر وہ شکنتلا سے بولی "ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے جب ہم اس ملک' اس ماحول اور اس معاشرے میں رہتے ہیں تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارا معاشرہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اگر یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی ہی ذات برادری میں شادی کریں تو ذات برادری سے باہر کسی سے محبت نہیں کرنی چاہیے۔"

شکنتلا نے کہا "محبت پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ یہ کی نہیں جاتی خود بہ خود ہو جاتی ہے کیا آپ کو کسی سے محبت نہیں ہوئی؟"

جینا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ اسے کبریا یاد نہیں تھا۔ صرف حمزہ یاد تھا۔ محبت کا نام سنتے ہی اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے سینے پر گیا۔ دھڑکنوں کو جیسے چھپانے لگا۔

شکنتلا نے پوچھا "آپ چپ کیوں ہوگئیں؟ میری بات کا جواب دیں؟"

"میں صرف اپنے بھگوان سے محبت کرتی ہوں۔"

"چلیں بھگوان سے ہی سہی اگر آپ سے کہا جائے کہ بھگوان سے محبت نہ کریں تو کیا آپ نہیں کریں گی؟"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے' میں مرجاؤں گی لیکن بھگوان سے محبت کرنا نہیں چھوڑوں گی۔ میری آخری سانس تک میرے بھگوان کا نام میرے ہونٹوں پر رہے گا۔"

"اسی طرح میری آخری سانس تک میرے جان محمد کا نام میرے ہونٹوں پر رہے گا۔ یہ ایک بے اختیار جذبہ ہے ایسے قدرتی جذبوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔"

جینا نے آس پاس بیٹھے ہوئے دولت مند حضرات کو دیکھا پھر شکنتلا سے پوچھا "جان محمد کہاں ہے؟"

شکنتلا نے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا پھر سر جھکا کر بولی "میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں مگر۔۔۔۔"

ایک سیٹھ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "دیوی جی! مجھے اجازت دیں میں جانا چاہتا ہوں۔"

دوسرے بھی سمجھ گئے کہ سہاگن دیوی اب تنہائی چاہتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر جانے لگے وہ ان کے ساتھ چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر انہیں رخصت کرنے کے بعد واپس آئی اور صوفے پر شکنتلا کے پاس بیٹھ کر بولی "تم گجرات میں کہاں رہتی ہو؟"

"میں سومناتھ کی رہنے والی ہوں۔ سومناتھ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر پردیرا دل ایک جگہ ہے میں وہیں پیدا ہوئی تھی۔"

وہ سومناتھ سے آئی تھی۔ سومناتھ مندر ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے دھرم کی روایت کے مطابق اس مندر کو سومراج نے بنایا تھا۔ سومراج اس دیوتا کو کہتے ہیں جو چاند پر رہتا ہے۔ سومراج نے اس مندر کا ڈھانچا سونے کا بنایا تھا۔ اس کے بعد لنکا کے راون نے اس کے درودیوار چاندی کے بنوائے تھے پھر کرشن بھگوان نے اس مندر کے لیے لکڑیاں پہنچوائی تھیں۔ یہ کبھی ہندوستان کا سب سے دولت مند مندر تھا۔ اس کے بتوں کے اندر اتنے ہیرے جواہرات اور اتنا خزانہ چھپا ہوا تھا کہ جس کا کوئی حساب نہیں کرسکتا تھا۔

محمود غزنوی نے ان بتوں کو توڑ کر وہ سارا خزانہ حاصل کیا تھا اور انہیں اونٹوں' ہاتھیوں اور گدھوں پر لاد کر لے جانے کے باوجود بھی وہ خزانہ خالی نہ ہوسکا تھا پھر وہ مندر سات سو برس تک کبھی اجڑتا رہا کبھی آباد ہوتا رہا۔ سترہ سو چھ میں اورنگزیب نے حکم دیا کہ اس مندر کو آئندہ کوئی تعمیر نہیں کرے گا۔ اس وقت سے انیس سے پچاس تک وہ مندر کھنڈر کی صورت میں رہا۔ اس کے بعد ایس وی پٹیل نامی دولت مند سیاست دان نے اس کی از سرنو تعمیر کرکے اسے پہلے جیسی خوبصورتی دینے کی کوشش کی تھی۔

شکنتلا نے کہا "جب مسلمانوں کی حکمرانی تھی۔ تب انہوں نے سومناتھ کا مندر توڑا۔ آج ہندوؤں کی حکمرانی ہے وہ بابری مسجد کو توڑ کر رام مندر بنارہے ہیں۔ مسلمان ہوں یا ہندو ہوں کوئی کسی کے دین اور دھرم کا تحفظ نہیں کرتا' مندر ہو مسجد ہو یا انسان کا دل ہو اپنے مطلب کے لیے سب توڑ دیے جاتے ہیں۔"

جینا نے پوچھا "جان محمد کون ہے اور کیا کرتا ہے؟"

"وہ احمد آباد میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک ٹیکسٹائل مل کا مالک تھا۔ میں کالج میں پڑھنے کے لیے احمد آباد جاکر رہتی تھی۔ وہیں اس سے ملاقات ہوئی۔ پہلے تو میں اس کی طرف مائل نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن یہ دل بڑا بے ایمان ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مسلمان ہے میں اس کی طرف جھکتی چلی گئی پھر ہمارا پیار رنگ لانے لگا۔ پہلے ہم چھپ کر محبت کرتے تھے پھر کھل کر ہونے لگی دنیا والوں کو معلوم ہونے لگا کہ ہم ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہنے لگے ہیں۔ تب اعتراضات شروع ہوگئے۔"

وہ ذرا ٹھہر کر بولی "پہلے تو کالج کے لڑکوں نے جان محمد کو وارننگ دی کہ وہ میری محبت سے باز آجائے۔ مجھ سے دور رہے ورنہ اسے زندہ نہیں چھوڑا جائے گا پھر یہ بات محلے اور میرے گھر تک پہنچ گئی۔ سب مجھے چھی چھی' تھو تھو کرنے لگے ہمیں بچپن سے اسکول کی کتابوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمان کتنے ظالم اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں۔ انہوں نے

ہمارے دھرم کا لحاظ نہیں کیا۔ ہماری مورتیوں اور ہمارے مندر کو توڑ ڈالا تھا۔"

وہ ذرا رک کر پھر بولنے لگی "یہ تاریخی نفرت تھی جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ ایسے میں' میں نے ایک مسلمان سے محبت کر کے بہت بڑا پاپ کیا تھا۔ میرے ماں باپ نے مجھے گھر کی چار دیواری میں قید کر کے یہ فیصلہ سنا دیا کہ اب میں کالج میں نہیں پڑھوں گی اور جب تک شادی نہیں ہو گی مجھے گھر سے باہر پاؤں رکھنے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی۔"

پھر شکنتلا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "ہم محبت میں بہت دور نکل آئے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کو اپنا جیون ساتھی مان لیا تھا۔ جان محمد نے ایک رات چوری چھپے میری مانگ میں سندور بھرا تھا اور مجھے پہلا کلمہ پڑھایا تھا۔ میں اس مسلمان کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ میں احتجاج کرنے لگی۔ میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ دوسری طرف جان محمد کا بھی یہی حال تھا کہ وہ میرے لیے بھٹکتا ہوا سومناتھ آ گیا وہاں میرا پتا پوچھ کر ویراول کے میرے محلے میں پہنچا۔ اس وقت میں چھت پر کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دور سے دیکھتے ہی میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے اشارے سے اسے وہیں رکنے کو کہا پھر کمرے میں آ کر ایک کاغذ پر لکھا کہ یہاں نہ آنا سب تمہارے دشمن ہیں آج رات بارہ بجے کے بعد میں کسی طرح گھر سے نکلوں گی پھر تم جہاں چاہو گے میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔

"میں نے کاغذ کی اس چھوٹی سی پرچی کو ایک چھوٹے سے پتھر میں لپیٹ کر چھت پر آ کر اسے پوری قوت سے اس کی طرف پھینکا۔ وہ بہت فاصلے پر تھا پھر بھی وہ گولا اس کے قدموں میں گرا اس نے اسے اٹھا کر کاغذ کو کھول کر پڑھا پھر خوش ہو کر ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ وہ آج رات ضرور آئے گا۔ ایسے ہی وقت ایک آدمی نے اسے دیکھتے ہی کہا "ارے یہ تو جان محمد ہے یہ ضرور ہماری شکنتلا کے پاس آیا ہو گا۔

"اس کے ساتھ دو اور جوان بھی تھے وہ بھی چیخ چیخ کر لوگوں کو بلانے لگے پھر انہوں نے آ کر جان محمد پر حملہ کیا میں چھت پر سے دیکھ رہی تھی پریشان ہو کر رو رہی تھی۔ وہ ان تینوں سے مقابلہ کر رہا تھا لیکن ویراول کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور اس کی پٹائی کر رہے تھے۔ وہ بڑی مشکل سے خود کو چھڑا کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ لوگ اس کا پیچھا کرنے لگے مگر وہ بہت تیز رفتار تھا۔ ان کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر انہیں ڈاج دے کر نکل گیا۔

"یہ غلط الزام سومناتھ سے لے کر احمد آباد ...
ایک مسلمان لڑکا ایک ہندو لڑکی کی عزت لوٹنے ...
ویراول کے لوگوں نے اس کی خوب پٹائی کی لیکن ...
بھاگ نکلا ہے احمد آباد اپنے گھر گیا ہو گا۔
"ایک مسلمان کسی ہندو لڑکی کی عزت لوٹنے آیا ...
اس بات نے ہندوؤں کی غیرت کو للکارا اس بات کو ...
جگہ جگہ جلسے جلوس ہونے لگے مسلمانوں کی دکانوں میں
توڑ پھوڑ ہونے لگی۔ گلی کوچوں میں چھرا گھونپنے کی وارداتیں
ہونے لگیں اس طرح فسادات کی آگ دور دور تک ...
چلی گئی۔ بات بہت بگڑ گئی تھی اس رات جان محمد وعدے کے
مطابق نہ آیا۔ ایک تو وہ بری طرح مار کھا چکا تھا زخمی ...
تھا پھر یہ کہ سومناتھ سے احمد آباد تک آگ بھڑکی ہوئی ...
ایسے میں وہ میرے گھر کے دروازے تک نہیں آ سکتا تھا۔
معلوم ہوا کہ احمد آباد میں اس کے ماں باپ کو مار ڈالا ...
ہے اور اس کے ٹیکسٹائل مل میں توڑ پھوڑ کی گئی تھی ...
بیناجی شہر گئے تھے وہ اپنے پیروں پر چل کر نہ آ سکے ...
کاندھوں پر آئے۔ انہیں کسی مسلمان نے مارا تھا۔
ہماری محبت لہو میں نہا رہی تھی پتا نہیں کتنے مسلمانوں
کے گھر جلا دیے گئے۔ کتنی ہندو عورتیں ودھوا ہو گئیں ...
طرف سے نقصانات ہو رہے تھے۔ چونکہ پولیس ...
ہندوؤں کا ساتھ دے رہے تھے۔ اس لیے مسلمان ...
تعداد میں مر رہے تھے اور ان کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔ ...
رفتہ فسادات کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی کسی حد تک امن ...
قائم ہوا۔ دو ماہ بعد ساسا نگر میں ہماری ایک رشتے ...
شادی تھی میں اس شادی میں اپنی ماں اور بڑے بھائی کے
ساتھ گئی بھگوان سے پرارتھنا کرتی گئی کہ کہیں جان محمد ...
سامنا ہو جائے۔ ایک بار اس کی صورت دیکھ لوں۔
میرا دن کا چین اور رات کی نیند اڑ گئی تھی۔ ...
میں کروٹ بدل بدل کر صبح کر دیتی تھی۔ شادی کی ایک رات
پہلے رت جگا تھا۔ خوب ناچ گانا ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت
حویلی کے پیچھے کسی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ میرے ...
سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی میں اچانک اپنے جان محمد کی ...
میں آ گئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس سے لپٹ کر رونے ...
اس نے مجھے چپ کرایا۔ آنسو پونچھے پھر کہا "میں یہاں ...
دیر تک نہیں رہ سکتا۔"
میں نے کہا "اور اب میں تمہارے بغیر نہیں رہ ...
مجھے کہیں لے چلو نہیں تو مر جاؤں گی۔"

اس نے کہا "میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن ہمیں سوچ سمجھ کر یہاں سے نکلنا ہو گا۔ اگر ہم ایک ساتھ دیکھے جائیں گے' پکڑے جائیں گے تو پھر فسادات برپا ہوں گے۔"

اس نے جیب سے نوٹ نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا "اس وقت میرے پاس پانچ ہزار روپے ہیں انہیں رکھ لو اور کسی طرح ممبئی پہنچ جاؤ۔ وہاں سہاگن دیوی کی پناہ میں رہو۔ میں کبھی نہ کبھی کسی دن وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"اس نے مجھے خوب پیار کیا۔ تسلیاں دیں پھر چھپ کر آیا تھا چھپ کر چلا گیا اس سے ملنے کے بعد خوش بھی تھی اور پریشان بھی پتا نہیں کیوں دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔ اس کے جاتے ہی دوبارہ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ حویلی میں ناچ گانا ہو رہا تھا۔ فائرنگ کی آواز پر سب چپ ہو گئے۔ میرے بھائی نے ایک مسلح دوست کے ساتھ آ کر کہا' وہ مسلمان یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ اس شادی کے گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔

"میرے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی میں نے ساڑھی کے پلو کو منہ میں ٹھونس لیا۔ ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ منہ چھپا کر آنسوؤں کو پونچھنے لگی۔ میرے بھائی نے قسم کھائی تھی۔ جان محمد کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ آخر اس نے قسم پوری کر دی تھی۔

"مجھے صدمہ بھی تھا' غصہ بھی تھا۔ بھائی سے نفرت تھی۔ میں نے بھی قسم کھالی کہ گھر واپس نہیں جاؤں گی۔ اسی شادی کے گھر سے بھاگ کر ایک بس میں بیٹھ کر وہاں سے احمد آباد پہنچی پھر ٹرین میں سوار ہو کر دوسرے دن یہاں آ گئی۔

"یہاں آ کر پتا چلا کہ گجرات میں پھر فسادات پھوٹ پڑے ہیں میرے یوں بھاگ آنے سے شاید یہ بات بنائی جا رہی تھی کہ پھر کوئی مسلمان لڑکا مجھے بھگا کر لے گیا ہے۔"

یہ کہہ کر شکنتلا نے آنچل میں منہ چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہنے لگی "مجھے کہیں بھگا کر لے جانے والا تو اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے میرا اس دنیا میں کوئی نہیں رہا ہے۔ میں اپنے گھر واپس نہیں جاؤں گی جس بھائی نے میری محبت مجھ سے چھین لی ہے میں اس کا منہ کبھی نہیں دیکھوں گی۔"

وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی "جان محمد کے آخری الفاظ یہی تھے کہ مجھے سہاگن دیوی کے پاس جا کر پناہ لینی چاہیے اسی لیے تو میں یہاں آ گئی ہوں۔ کیا آپ مجھے پناہ دیں

جینا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "تم صحیح جگہ آ گئی ہو۔ آنسو پونچھ لو میں تمہیں پناہ دوں گی۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے قدموں میں بیٹھ گئی پھر عاجزی سے بولی "میں نے سنا ہے آپ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہیں کیا آپ میرے جان محمد کو واپس لا سکتی ہیں......؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ طاقت صرف بھگوان کے ہاتھوں میں ہے وہی انسان کو مارتا ہے اور وہی اسے نئی زندگی دیتا ہے میں کوئی سچ مچ کی دیوی نہیں ہوں۔"

"آپ دیوی ہیں آپ کے اندر آتما شکتی ہے۔ آپ میرے جان محمد کو ایک نئی زندگی دے سکتی ہیں۔ اسے پھر میرے پاس واپس لا سکتی ہیں۔"

اس کی باتیں سن کر جینا کو یاد آیا حمزہ (کبریا) نے اس سے کہا تھا کہ اس کے اندر آتما شکتی چھپی ہوئی ہے جسے ابھی وہ نہیں سمجھ پا رہی ہے رفتہ رفتہ یہ شکتی ظاہر ہو گی تو وہ بھی ٹیلی پیتھی کی مدد کے بغیر بڑے بڑے مشکل مسائل حل کر سکے گی۔

شکنتلا نے پوچھا "آپ کیا سوچ رہی ہیں......؟ کیا میرے جان محمد کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کر رہی ہیں؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی میں نہیں جانتی تمہارے جان محمد پر کیا گزری ہے؟ کسی نے اسے کس طرح قتل کیا ہے؟ اگر گولی کھا کر بھی بچ کر آنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو میں بھگوان سے کہوں گی کہ وہ میری آتما شکتی کی لاج رکھے اور اسے واپس لے آئے۔"

جینا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اٹھاتے ہوئے بولی "تم نے یہ سفید ساڑھی پہن رکھی ہے جان محمد نے تمہاری مانگ میں سندور بھرا تھا۔ تم خود کو بیوہ سمجھ رہی ہو مجھے افسوس ہے کہ بھری جوانی میں تم نے بیوہ کا لباس پہن رکھا ہے میں دل سے پرارتھنا کروں گی کہ بھگوان تمہارا سہاگ تمہیں لوٹا دے میں صرف پرارتھنا کر سکتی ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی آؤ اشنان کرو لباس تبدیل کرو پھر ہم بھوجن کریں گے۔"

وہ شکنتلا کو اپنے بیڈ روم میں لے گئی۔ کبریا اپنے بیڈ روم میں سو رہا تھا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا وہ عارضی طور پر خود کو کبریا نہیں سمجھے گا اور خیال خوانی عارضی طور پر بھول جائے گا۔ اس وقت یہ اندیشہ تھا کہ چنڈال جوگیا پھر کبھی اس کے دماغ میں آ کر اس کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے اب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ چنڈال جوگیا خود مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔

میں نے اپنے بیٹے پر پھر ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ اب وہ خیال خوانی کیا کرے گا لیکن جب بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا تو فوراً کبریا کی حیثیت اور خیال خوانی کو بھول جائے گا پھر جیسے ہی پرائی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے باہر جائیں گی وہ پھر خیال خوانی کرنے کے قابل ہو جائے گا ورنہ وہ خود کو ایک بزنس مین حمزہ سمجھنے لگے گا۔

یہ مختصر تنویمی عمل کرنے کے بعد میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اب میرے دل میں یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ چنڈال جوگیا یا انڈین پولیس یا آرمی والے میرے بیٹے کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ثابت کر سکیں گے یا اس پر کسی قسم کا الزام عائد کر سکیں گے۔

کبریا صبح پانچ بجے بیدار ہوا اور اسے یاد آگیا کہ وہ کبریا ہے اور خیال خوانی کرنا جانتا ہے اس کے ساتھ ہی اسے جینا بھی یاد آگئی وہ حمزہ کی حیثیت سے اسے جان رہا تھا' پہچان رہا تھا لیکن اب وہ ایک معشوق کی حیثیت سے یاد آ رہی تھی۔ وہ اسے تصور میں دیکھ کر مسکرانے لگا پھر مسکرا کر اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ بھی صبح اٹھ کر پوجا پاٹ کی عادی تھی اور اس وقت پوجا میں ہی مصروف تھی میں نے اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ عارضی طور پر کبریا کو بھول جائے گا اس کی ٹیلی پیتھی کو بھی بھول جائے گا لیکن جب وہ دماغ میں آئے گا اور اسے مخاطب کرے گا تو اسے کبریا کی حیثیت سے پہچان لے گی۔

وہ بھگوان سے لو لگائے بیٹھی تھی۔ اسی وقت اسے اپنے اندر ایک گہری سانس کی آواز آئی۔ وہ ایک دم سے چونک گئی فوراً ہی اسے کبریا کی یاد آئی اس نے خوش ہو کر بھگوان کو دیکھا پھر پوچھا "کبریا! یہ تم ہو؟"

وہ سرگوشی میں بولا "اور کون ہو سکتا ہے میں اپنی جان کے پاس واپس آگیا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "اب تک یہ کیا ہو رہا تھا میں تمہیں کیسے بھول گئی تھی؟"

"دشمنوں کو دھوکا دینے اور یہاں کی پولیس اور آرمی کو مطمئن کرنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ میرے پاپا نے ہم دونوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کو بھلا دیا تھا۔ چنڈال جوگیا نے ہم دونوں کے خیالات پڑھے تھے اسے یقین کرنا پڑا کہ ہم خیال خوانی نہیں جانتے۔"

وہ کبریا کو شکنتلا کی روداد سنانے لگی وہ توجہ سے سنتا رہا پھر بولا "بڑی درد بھری رومانی داستان ہے۔ سب [illegible] ہندو کی حیثیت سے اپنی مانگ بھری' سہاگن بنی' [illegible] کی خاطر مسلمان بن کر کلمہ طیبہ پڑھا میری دعا ہے [illegible] اپنے پیار کی سچائی اور ایمانداری کا انعام ملے کاش [illegible] لیے ہم کچھ کر سکتے؟"

وہ ناشتا کرتے کرتے رک گئی پھر بولی "کبریا! میرا دل ڈر رہا ہے۔"

کبریا نے حیرانی سے پوچھا "اچانک دل کیوں گھبرا رہا ہے؟"

میں شکنتلا اور جان محمد کا انجام دیکھ رہی ہوں میں [illegible] ہندو ہوں تم بھی تو مسلمان ہو۔ ہمارا انجام کیا ہوگا؟"

"وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا جب ہمارے عشق [illegible] کا بھید کھلے گا اور ہر طرف سے اعتراضات کیے جائیں [illegible] پھر ہم یہاں نہیں رہیں گے میں یہاں سے دور کہیں تمہیں لے جاؤں گا۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں..... میں یہاں پیدا ہوئی ہوں۔ مجھے ہندوستان کی مٹی سے پیار ہے۔ اس مٹی کی خوشبو مجھے دنیا کے کسی حصے میں نہیں ملے گی۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے تم یہاں سے کہیں نہ جانا میں یہاں تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں جب کبھی ہماری محبت کا بھید کھلے گا تو ہم اپنے مخالفین سے نمٹنے کے راستے نکال لیں گے۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "بھگوان کے بعد تم ہی میری سب سے بڑی طاقت ہو' بھگوان میرے دل میں رہتا ہے۔ تم دل میں رہتے ہو تمہاری آواز سنتے ہی ایسا لگتا ہے جیسے میں موت سے بھی لڑ جاؤں گی' موت کو شکست دیتی رہوں گی اور نئی زندگی حاصل کرتی رہوں گی۔"

"اچھا میں جا رہا ہوں۔ سفر کی تیاری کرنی ہے فلائٹ کی روانگی کے لیے چار گھنٹے رہ گئے ہیں اور ہمیں تین گھنٹے بعد ائرپورٹ پہنچنا ہے۔"

کبریا اس کے دماغ سے چلا گیا۔ شکنتلا اس کے ساتھ بیٹھی ناشتا کر رہی تھی۔ اس نے کہا "میں ابھی چلی جاؤں گی تم میری غیر موجودگی میں یہاں رہو گی۔ میں نے تمام ملازموں سے کہہ دیا ہے کہ تم میری بہن ہو اور میرے ساتھ یہاں رہا کرو گی۔"

وہ بولی "آپ مجھ پر مہربان ہیں' میں آپ کی مہربانیاں کبھی نہیں بھولوں گی بس میری ایک ہی التجا ہے کہ آپ میرے جان محمد کے لیے پرارتھنا کریں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ آپ کی [illegible] سے آپ کی پرارتھنا سے مجھے زندہ سلامت ملے گا۔"

"بھگوان کرے تمہارا یقین سچ ثابت ہو اور وہ جلد ہی تمہیں مل جائے۔ میں پرارتھنا کرتی رہوں گی۔"

وہ ناشتا کرنے کے بعد سفر کی تیاریاں کرنے لگی۔ ڈھائی گھنٹے بعد ملازم نے اس کا سفری بیگ لے جا کر گاڑی میں رکھا جانے سے پہلے پوجا کے کمرے میں آئی پھر بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں بند کر لیں ایسے ہی اسے محسوس ہوا جیسے اس کا دماغ روشن ہو گیا ہے۔ اس کے اندر یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ اسے جان محمد کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔

ایسا صرف چند سیکنڈ کے لیے ہوا تھا پھر اسے دماغ کے اندر روشنی کا احساس ختم ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں شکنتلا کھڑی ہوئی تھی پھر وہ سر جھکا کر پوجا کے کمرے سے باہر آتی ہوئی شکنتلا سے بولی "تم جان محمد کے بارے میں اور کیا جانتی ہو......؟"

"میں اسے کالج کے زمانے سے جانتی ہوں۔ اس کے والد ایک ٹیکسٹائل مل کے مالک تھے۔ انہیں فسادات کے دوران کسی ہندو نے قتل کر دیا تھا۔ ہم جب بھی ملتے تھے پیار و محبت کی باتیں کرتے تھے۔ ہمیں کبھی دوسری باتیں کرنے کا خیال نہیں آتا تھا۔"

جینا باہر آ کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر شکنتلا سے بولی "میں تم سے فون پر رابطہ رکھوں گی۔ تم جان محمد کے بارے میں یاد کرو۔ کہ کون کون سی اہم باتیں جانتی ہو اور مجھے بتا سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے میں اپنے دماغ پر زور ڈال کر یاد کرنے کی کوشش کروں گی۔"

جینا وہاں سے روانہ ہو کر ائرپورٹ پہنچ گئی۔ وہاں کبریا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ شرماتے اور مسکراتے ہوئے اس کے پاس آگئی اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا "میں تمہارا ہاتھ تھام سکتا ہوں؟ تمہیں چھونے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

اس نے سر جھکا کر شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ دونوں کرسیوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ جینا نے کہا۔ "آنے سے پہلے میں پوجا گھر میں گئی تھی۔ وہاں بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوئی تھی اس وقت مجھے ایسا لگا جیسے میرا دماغ روشن ہو گیا ہے پھر میرے دماغ میں بات آئی کہ مجھے جان محمد کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ اس کے بعد میرے اندر روشنی کا احساس ختم ہو گیا۔"

کبریا نے کہا "جناب عالیٰ اسد اللہ تبریزی نے درست کہا تھا کہ تمہارے اندر آتما شکتی چھپی ہوئی ہے وہ رفتہ رفتہ ظاہر ہوگی اب وہ ظاہر ہو رہی ہے۔ تمہاری روحانی قوت نے تم سے کہا ہے کہ تمہیں جان محمد کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ اب تم اس بات کو اہمیت دو اور اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کرو۔"

"کیسے معلوم کروں؟ میں نے شکنتلا سے اس کے بارے میں پوچھا تھا وہ بھی اس کے متعلق بہت کم جانتی ہے جب بھی اس سے ملتی رہی پیار و محبت کی باتیں کرتی رہی کوئی دوسری بات کرنے کا خیال نہیں آیا۔ وہ اس کے گھریلو حالات بھی نہیں جانتی ہے۔"

کبریا سر جھکا کر سوچنے لگا پھر اس نے کہا "وہ نہیں جانتی ہے لیکن ہم اس کے گھر والوں کے ذریعے جان محمد کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں اسے اس کے گھر اور ٹیکسٹائل مل کے فون نمبر شاید پتا ہوں گے۔"

جینا نے اپنے موبائل فون کے ذریعے اپنے گھر کے فون پر رابطہ کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی پھر شکنتلا کی آواز آئی "ہیلو! آپ کون ہیں؟"

جینا نے کہا "تم شکنتلا بول رہی ہو؟"

"جی ہاں دیوی جی! میں بول رہی ہوں۔"

"کیا تم جان محمد کے گھر کا یا ٹیکسٹائل مل کا فون نمبر جانتی ہو؟"

وہ بولی "نہیں دیوی جی! میں ان کے گھر کا نمبر تو نہیں جانتی لیکن جان محمد کے پاس ایک موبائل فون تھا۔ اس کے نمبر جانتی ہوں۔"

شکنتلا نمبر بتانے لگی پھر جینا نے فون بند کر دیا۔ کبریا جینا کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "اپنے موبائل فون سے اس کے موبائل فون پر رابطہ کرو۔"

وہ بولی "وہ فون جان محمد کے پاس رہتا ہو گا جب وہ زندہ ہی نہیں ہے تو فون کون اٹینڈ کرے گا؟"

"یہی تو دیکھنا ہے کہ موبائل فون کہاں ہے؟ اور کون اٹینڈ کرے گا؟"

اس نے وہ نمبر پنچ کیے پھر فون کو اپنے کان سے لگایا۔ دوسری طرف بیل کی آواز سنائی دے رہی تھی تھوڑی دیر بعد ایک خاتون کی آواز سنائی دی "ہیلو! کون ہے؟"

جینا نے کہا "میں جان محمد کی کلاس فیلو ہوں۔ آپ اس سے بات کروائیں۔"

وہ کچھ پریشان سی ہو کر بولی "وہ زندہ نہیں ہے تم ہم سے زیادہ جانتی ہو۔ وہ کہیں مر کھپ گیا ہے۔"

"کیا تم نے اس کی لاش دیکھی ہے؟"

"نہیں دیکھی اور نہ ہی کوئی دیکھ سکتا تھا کیونکہ وہ گولی کھانے کے بعد کھائی میں گر پڑا تھا۔ وہ بہت گہری کھائی تھی۔ اس کی تہ میں کوئی نہیں جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے اس کی گہرائی میں کوئی نہیں جا سکتا لیکن اس گہرائی سے جان محمد نکل آیا ہے۔ تم سے اپنا موبائل فون لینے آ رہا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی "اے! تم کون ہو؟ تم شکنتلا نہیں ہو سکتیں۔ میں خواہ مخواہ تم سے باتیں کر رہی ہوں شٹ۔"

اس خاتون نے فون بند کر دیا۔ جینا نے اپنا فون بند کرتے ہوئے کبریا کو دیکھا پھر پوچھا "یہ کون ہو سکتی ہے؟ یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی کہ جان محمد زندہ ہے۔"

کبریا نے کہا "ایک ذرا انتظار کرو۔ میں اس کے چور خیالات پڑھنے جا رہا ہوں۔"

وہ اس خاتون کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ جان محمد کا ایک بڑا بھائی ہے اس کا نام احسان محمد ہے۔ اور وہ احسان محمد کی بیوی ہے۔ اس کا نام زلیخا ہے۔ وہ فطرتاً ڈرپوک تھی۔ موت سے ڈرتی تھی۔ چونکہ جینا نے ایک مرنے والے کو زندہ کہا تھا۔ اس لیے وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

کبریا نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ وہ فون جان محمد کے پاس رہا کرتا تھا۔ پھر اس کے پاس کیسے آ گیا؟

زلیخا کی سوچ نے کہا "کل رات شکنتلا کے بھائی نے بڑے فخر سے فون پر اطلاع دی تھی کہ ہم نے جان محمد کو مار ڈالا ہے وہ گولی کھا کر ایک کھائی میں گر پڑا ہے اپنے دوسرے مسلمانوں سے کہہ دو کہ جو ہماری بہو' بیٹیوں کو میلی نظروں سے دیکھے گا ان سے عشق فرمانے کی کوشش کرے گا تو وہ بھی اسی طرح کتے کی موت مارا جائے گا۔"

زلیخا کی سوچ کہہ رہی تھی کہ میرے شوہر احسان محمد نے یہ فون کل رات کو سنا تھا۔ دوسری صبح میں نے جان محمد کا یہ موبائل فون اپنے شوہر کے پاس دیکھا اس سے پوچھا کہ یہ جان محمد کے پاس رہا کرتا تھا "آپ کے پاس کیسے آ گیا؟

میرے شوہر نے کہا' جان محمد اسے گھر میں بھول کر چلا گیا تھا تم چاہو تو اسے استعمال کر سکتی ہو۔"

زلیخا کی سوچ کہہ رہی تھی "مجھے مرنے والوں کی چیزوں سے بھی ڈر لگتا ہے میں نے اس فون کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ یہ یہیں پڑا رہتا ہے ابھی اس کی گھنٹی بج رہی تھی کوئی [illegible] کرنے والا نہیں تھا۔ اس لیے میں نے مجبور ہو کر اسے [illegible] لگایا تھا۔"

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جینا کو دیکھا وہ [illegible] ہوا؟ کچھ معلومات حاصل ہو رہی ہیں؟"

"ہاں..... کچھ کچھ معلوم ہو رہا ہے اور ابھی [illegible] معلوم ہونے والا ہے۔"

"اسی چکر کو تو سمجھنا ہے جان محمد کل رات شادی [illegible] گھر میں شکنتلا سے ملنے آیا تھا۔ کیا اس وقت اس کے [illegible] وہ موبائل فون تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں نے یہ بات شکنتلا سے [illegible] پوچھی ہے کیا ابھی پوچھ لوں؟"

"نہیں میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا ہوں۔"

کبریا نے شکنتلا کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ[illegible] اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا "کیا کل رات جب جان محمد [illegible] سے ملنے آیا تھا تو اس کے پاس موبائل فون تھا؟"

شکنتلا نے کہا "ہاں..... میں نے اس کے ہاتھ میں [illegible] کا اپنا فون دیکھا تھا۔"

کبریا نے دماغی طور پر واپس آ کر جینا سے کہا "جس [illegible] جان محمد کو قتل کیا گیا اس وقت وہ موبائل فون اس کے [illegible] تھا۔ اس موبائل فون کو اس کے ساتھ ہی کسی گہری کھائی [illegible] پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ فون اس کے بڑے بھائی کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟"

"یہ تو تم اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔"

"ہاں..... زلیخا کی سوچ نے بتایا ہے کہ اس کا شوہر احسان محمد باتھ روم میں ہے۔ ابھی غسل کر کے کمرے [illegible] آنے والا ہے۔ ابھی یہاں سے اٹھو فلائٹ کی روانگی کا [illegible] ہونے والا ہے۔"

انہوں نے وہاں سے اٹھ کر کاؤنٹر کے پاس آ کر [illegible] اپنے بورڈنگ کارڈز لیے۔ کبریا نے اس کا سفری بیگ [illegible] پھر وہ دونوں چیکنگ کے مرحلے سے گزرتے ہوئے جہاز [illegible] سوار ہو گئے' وہاں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھتے وقت جینا [illegible]

"میں پہلی بار ہوائی جہاز میں سفر کر رہی ہوں۔"

کبریا نے مسکراتے ہوئے کہا "اب تک زمین پر [illegible] آسمان کو دیکھتی رہیں۔ آج آسمان سے زمین کو دیکھو۔"

وہ بڑی محبت سے اور عقیدت سے کبریا کا ہاتھ [illegible] بولی "یہ سب تمہاری بدولت ہے تم نے مجھے زمین [illegible] آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔"

اس سے پہلے کہ تم میری اور زیادہ تعریفیں کرو۔ مجھے خیال خوانی شروع کر دینی چاہیے۔ وہ غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آ گیا ہو گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پھر زلیخا کے اندر پہنچ گیا۔ احسان محمد باتھ روم سے آ کر لباس پہن کر آئینے کے سامنے کنگھی کر رہا تھا۔

زلیخا کہہ رہی تھی "ابھی شکنتلا کا فون آیا تھا۔"

احسان نے چونک کر بیوی کو دیکھا پھر پوچھا "وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"پتا نہیں وہ شکنتلا تھی یا کوئی اور تھی کہہ رہی تھی کہ جان محمد زندہ ہے اور اسے مردہ نہ کہا جائے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تم نے سی۔ ایل۔ آئی میں نمبر دیکھا تھا؟ وہ کہاں سے فون کر رہی تھی؟"

"میں نے نمبر نہیں دیکھا تھا۔ آپ دیکھ لیں۔"

وہ فوراً ہی فون کے پاس آ کر اسے اٹھا کر چیک کرنے لگا۔ سی۔ ایل۔ آئی میں جینا کے موبائل فون کا نمبر پڑھا جا رہا تھا۔

کبریا نے جینا سے فون لے کر اسے آف کر دیا۔ جینا نے پوچھا "اسے بند کیوں کر دیا ہے؟"

"وہ تمہیں شکنتلا سمجھ کر باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کی کھوپڑی میں جا کر اس کی باتیں سن رہا ہوں۔"

وہ احسان محمد کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ خون کے رشتے سے جان محمد کا سگا بھائی تھا مگر دشمن تھا۔ وہ اپنے باپ کا بھی دشمن تھا۔ نالائق اولاد کہلاتا تھا۔ باپ نے اسے اچھی تعلیم دلانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نو جماعتوں سے زیادہ نہیں پڑھ پایا تھا۔ اس کے برعکس جان محمد بی۔ کام پاس کرنے والا تھا۔ باپ غصے میں کہا کرتا تھا کہ اس نالائق کو میں اپنی ٹیکسٹائل مل میں سے حصہ نہیں دوں گا۔ میرا تمام کاروبار جان محمد سنبھالے گا اور یہ ہمارا تماشا بن کر رہے گا۔ اسے کھانے پینے اور عیاشی کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا ہے۔

باپ نے اسے راہِ راست پر لانے کے لیے زلیخا سے اس کی شادی کی تھی لیکن شادی کے بعد بھی وہ بے راہ روی سے باز نہیں آیا۔ پچھلے دنوں باپ نے اسے بہت سختی سے کہا تھا کہ اب بھی اگر وہ نہ سنبھلا تو اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دے گا' عاق کر دے گا۔ اپنی جائیداد میں سے ایک پائی بھی نہیں دے گا۔

تب احسان محمد نے فیصلہ کر لیا کہ وہ باپ کا اور بھائی کا احسان نہیں لے گا اگر باپ راستے سے ہٹ جائے تو اللہ کو پیارا ہو جائے گا تو پھر اسے عاق کرنے والا کوئی نہیں رہے گا وہ تمام دولت اور جائیداد میں سے آدھے کا حصہ دار ہو جائے گا۔

ان ہی دنوں ویراول اور سومناتھ سے لے کر احمد آباد تک شکنتلا اور جان محمد کے عشق کا چرچا ہونے لگا۔ دین اور دھرم کے حوالے سے غم و غصے کی آگ بھڑکنے لگی فسادات ہونے لگے' شکنتلا کا بڑا بھائی دھیرج اپنے علاقے میں بہت بدنام تھا۔ منشیات کا دھندا کرتا تھا۔ فسادات کے دوران میں لوٹ مار کے ذریعے اسے مال کمانے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔

اس نے احسان محمد سے کہا "اپنے بھائی کو گجرات سے کہیں دور بھیج دو۔ نہیں تو وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

احسان نے کہا "تم کیسے بے غیرت بھائی ہو؟ میرا بھائی تمہاری بہن کی عزت سے کھیل رہا ہے اور تم صرف دھمکیاں دے رہے ہو۔ کیا اسے قتل نہیں کر سکتے؟"

دھیرج نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "کیا تم اپنے بھائی کی موت چاہتے ہو؟"

"اگر تم ان فسادات کے بہانے اسے ختم کر دو تو میں تمہیں پچاس ہزار روپے دوں گا۔ اگر میرے باپ کو بھی ٹھکانے لگا دو تو اور پچاس ہزار روپے دوں گا۔ تم پر قتل کا الزام بھی نہیں آئے گا اس لیے کہ فسادات کے دوران میں کوئی نہیں جانتا کہ کون کسے قتل کر رہا ہے۔"

دھیرج نے اس سے پچاس ہزار روپے لیے پھر اپنے غنڈوں کے ساتھ ٹیکسٹائل مل پر حملہ کیا وہاں توڑ پھوڑ کے دوران اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ یوں احسان کے راستے کا ایک بہت بڑا کانٹا دور ہو گیا۔ اب اسے دولت اور جائیداد سے بے دخل کرنے والا باپ نہیں رہا تھا۔

وہ مسلمان اور ہندو شرپسند جو ایک دوسرے کے علاقوں میں حملے کرتے تھے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیے رکھتے تھے۔ وہ رات کو شراب خانے اور جوئے کے اڈے میں یکجا ہو جاتے تھے۔ وہاں نہ کوئی دین ہوتا نہ دھرم ہوتا تھا۔ وہاں شراب کے گھونٹ بھر بھر کر فیصلے کیے جاتے تھے کہ اگلے دن کون کہاں واردات کرے گا اور کوئی کسی کی لوٹ مار کے دوران رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اسی جگہ احسان محمد نے دھیرج سے ملاقات کی دھیرج نے کہا "تمہارا ایک کام تو ہو گیا ہے اب اگلے کام کے پچاس ہزار نکالو۔"

احسان نے کہا "آج تم چاہتے تو جان محمد کو ٹھکانے لگا سکتے تھے۔ وہ تمہارے گھر کی طرف گیا تھا۔ سنا ہے شکنتلا سے

ملنا چاہتا تھا۔"
"ہاں۔۔۔۔ وہ ہماری طرف آیا تھا لیکن اس کی قسمت اچھی تھی مار کھانے کے باوجود بچ کر نکل گیا۔"
احسان نے چھوٹے بھائی کو ٹھکانے لگانے کے لیے اسے مزید پچاس ہزار روپے دیے اگلے دو ماہ تک دھیرج کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ کسی طرح جان محمد کو کہیں گھیرتا اور مار ڈالتا۔ ایک روز دھیرج نے احسان سے کہا "ہم کل شام ساسا نگر ایک شادی کی تقریب میں جا رہے ہیں۔ میں وہاں شکنتلا کو لے جاؤں گا۔ تم کسی طرح جان محمد کے کانوں میں یہ بات ڈال دو کہ شکنتلا اس تقریب میں آنے والی ہے وہ خود ہی ادھر کھنچا چلا جائے گا پھر میں اسے زندہ واپس نہیں جانے دوں گا۔"
گجرات کے بیشتر ہندو امن و امان کے باوجود جان محمد کے دشمن تھے۔ وہ یہ برداشت نہیں کر رہے تھے کہ ایک ہندو لڑکی سے تعلق رکھنے والا مسلمان زندہ رہے۔ جان محمد ان ہی علاقوں میں چھپتا پھر رہا تھا۔ کسی طرح شکنتلا سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے بھائی اور بھابی سے فون کے ذریعے رابطہ رکھتا تھا اور ضرورت کے مطابق ان سے رقمیں حاصل کرتا رہتا تھا۔
احسان نے فون کے ذریعے جان محمد سے کہا "تم شکنتلا کے لیے مارے مارے پھر رہے ہو اسے اپنے ساتھ لیے بغیر اس علاقے سے نہیں جاؤ گے۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ آج ساسا نگر کی لال حویلی میں شادی کی تقریب ہے۔ شکنتلا اپنے بھائی اور ماں کے ساتھ وہاں جانے والی ہے تم چاہو تو اس سے ملاقات کرو اور یہاں سے دور کہیں چلے جاؤ جب معاملہ بالکل ٹھنڈا ہو جائے گا اور تمہارے خلاف نفرتیں ختم ہو جائیں گی تو میں تمہیں واپس بلا لوں گا۔"
احسان محمد اور دھیرج اس کی تاک میں تھے لال حویلی کے باہر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ شکنتلا سے ملنے کے بعد جا رہا تھا اس حویلی سے دور ایک جگہ انہوں نے اسے گھیر لیا۔ رات کی تاریکی تھی۔ اس کے باوجود جان محمد نے شکنتلا کے بھائی دھیرج کو پہچان لیا پھر اپنے بھائی احسان محمد کو دیکھتے ہوئے بولا "بھائی جان! آپ اور یہاں؟"
احسان نے کہا "ہاں۔۔۔۔ یہ جو ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہیں میں انہیں ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ تمہارا خاتمہ ہو جائے۔"
دھیرج نے اسے شوٹ کرنے کے لیے اپنی گن سیدھی کی وہ فوراً ہی وہاں سے بھاگنے لگا ایسے میں اس کا موبائل زمین پر گر پڑا۔ دھیرج نے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ چونکہ وہ متحرک تھا اس لیے گولی اس کے پاؤں پر لگی وہ لڑکھڑا کر لڑھکتا چلا گیا۔ احسان نے اس کا موبائل فون اٹھا لیا پھر دونوں اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے گئے۔
تاریکی میں قریب جا کر ہی ایک دوسرے کو کسی حد تک دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ اسے ڈھونڈتے ہوئے آگے گئے پھر ایک جگہ رک گئے کیونکہ آگے گہری کھائی تھی اس لیے اس کے زندہ بچنے کی امید ہی نہ تھی۔
اور اب تیس گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔ اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو فون کے ذریعے اپنے بڑے بھائی سے رابطہ کرتا۔ اسے لعن طعن کرتا کہ وہ دولت اور جائیداد کی خاطر اپنے چھوٹے بھائی کو قتل کروانا چاہتا ہے لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی۔ اس نے رابطہ نہیں کیا تھا۔ یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ مر چکا ہے اور اس کی لاش کئی سو فٹ گہری کھائی میں پڑی ہو گی۔
کبریا نے کسی حد تک احسان محمد کے خیالات پڑھے اب ایسے خبیث بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ یہ بعد میں طے کیا جا سکتا تھا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جہاز ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ جینا اس کے شانے پر سر ٹیکے سو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے نیند کی حالت میں محسوس کیا کہ اس کا دماغ پھر روشن ہو گیا ہے وہ جیسے خواب میں دیکھنے لگی کہ ایک نوجوان کی ٹانگ میں گولی لگی ہے اور وہ نشیب کی طرف لڑھکتا ہوا گیا ہے لیکن گہری کھائی میں گرنے سے پہلے ایک گڑھے میں گر گیا تھا اور وہیں تڑپ رہا تھا۔
اس کے دو قاتل اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے لیکن وہ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر جینا نے دیکھا کہ وہ ایک کمرے میں صاف ستھرے بستر پر لیٹا ہوا ہے اور اس کی ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی ہے اس منظر کے ساتھ ہی دماغی روشنی آہستہ آہستہ بجھنے لگی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔
وہ سوچنے لگی کہ وہ کہاں ہے؟ پھر اسے جہاز کا اندرونی حصہ دکھائی دیا پھر اپنا سر ایک شانے پر نظر آیا۔ اسے یاد آیا لگا کہ وہ کبریا کے شانے سے سر ٹیک کر سو گئی تھی۔
اس نے سر ہٹا کر اسے دیکھا اس سے نظریں ملا کر وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ۔ بعد میں باتیں ہوں گی۔"
اس نے کہا "نہیں میں بہت بے چین ہوں۔ ابھی نیند کی حالت میں میرا دماغ روشن ہو گیا تھا پھر مجھے آگہی ملی ہے"
"خدا کا شکر ہے کہ تمہاری روحانی قوتیں تیزی سے ... رہی ہیں۔ کیا اس قوت نے تمہیں کچھ بتایا ہے؟"
اس نے اثبات میں سر ہلایا پھر کہا "میں نے خواب کی صورت میں ایک نوجوان کو دیکھا۔ دو قاتلوں نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری تھی۔ وہ لڑھکتا ہوا کسی کھائی کی طرف گیا تھا۔ وہ قاتل اسے تلاش کر رہے تھے لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب کہ وہ کھائی کی گہرائی میں نہیں گیا تھا۔ کسی گڑھے میں گر پڑا تھا پھر میں نے دوسرا منظر دیکھا کہ وہ ایک کمرے میں صاف ستھرے بستر پر پڑا ہوا ہے اور اس کی ایک زخمی ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی ہے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"
کبریا نے کہا "اوہ گاڈ! کتنی سچی آگاہی ہے جان محمد کے ساتھ یہی ہوا ہے اس کی ٹانگ پر گولی ماری گئی تھی اور وہ کھائی کی طرف چلا گیا تھا۔ اب تمہاری آگاہی سے یہ یقین ہو گیا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"
وہ خوش ہو کر بولی "یہ شکنتلا کے لیے بہت بڑی خوش خبری ہو گی کیا میں اسے فون پر یہ خبر سناؤں؟"
"ابھی نہیں پہلے میں جان محمد کے دماغ میں پہنچ کر پوری طرح یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ اور کب تک شکنتلا کے پاس پہنچنے والا ہے۔"
"تم نے جان محمد کی آواز نہیں سنی ہے اس کے اندر کیسے پہنچو گے؟"
"جان محمد کی رہائش گاہ میں اس کی کوئی تصویر ضرور ہو گی۔ میں وہ تصویر حاصل کر کے اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"
"احسان محمد نے اپنے بھائی سے بڑی بدترین دشمنی کی ہے اسے اس کی سزا تو ملنی چاہیے۔"
"بے شک اسے سزا ملے گی۔"
"بے شک اسے سزا ملے گی لیکن احمد آباد پہنچنے کے بعد ہی یہ سب کچھ ہو سکے گا۔ ہمیں انتظار کرنا ہو گا۔"
وہ سر جھکا کر سوچنے لگی اب جو ہونا تھا وہ احمد آباد پہنچ کر ہی ہونے والا تھا۔

○☆○

جیک کلر اور مہادھابی ہتھیاروں کے بہت بڑے سپلائر تھے۔ جیک کلر پورے یورپ میں دہشت گردوں اور حکومت کے باغیوں کو ہتھیار فروخت کرتا تھا۔ اسی طرح مہادھابی پورے ایشیا میں ہتھیاروں کا دھندا کرتا رہتا تھا۔ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور بڑی کامیابی سے خود کو چھپا کر رکھتے تھے۔ ایف بی آئی اور انٹرپول والے انہیں تلاش کرتے رہتے تھے مگر کبھی ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ پاتے تھے۔
اب مجھ سے ٹکرانے کے بعد ان کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ پچھلے دنوں میں نے انہیں کروڑوں ڈالر کا نقصان پہنچایا تھا۔ انہوں نے مجھ سے چھپ کر انتقامی کارروائی کی تھی۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ مجھے ان کی چال بازی کا پتا نہیں چل سکے گا۔ میں نے انہیں چیلنج کیا تھا کہ اب میری طرف سے انتقامی کارروائی ہو گی۔ وہ اپنے اسلحے کے تمام گوداموں کو بچا سکتے ہیں تو بچا لیں ورنہ ان کے کسی بھی گودام میں کوئی ہتھیار نہیں رہے گا۔
انہوں نے اپنی دانست میں حفاظتی تدابیر کی تھیں اپنے تمام ہتھیار کسی دوسرے گودام میں پہنچا دیے تھے۔ پچھلے تمام گودام خالی کر دیے تھے۔ اس کے باوجود انہیں اطلاع مل رہی تھی کہ ان کے نئے گوداموں کو بھی تباہ کیا جا رہا ہے یا پھر مقامی پولیس اور آرمی والوں کو ان کے خفیہ گوداموں کا پتا بتایا جا رہا ہے۔ وہاں چھاپے پڑ رہے ہیں اور آرمی والے ان کے تمام ہتھیار اپنے کیمپوں میں لے جا رہے ہیں۔
جیک کلر نے مہادھابی سے کہا "یہ فرہاد تو ہمارے لیے عذاب جان بن گیا ہے۔ ہم اس سے اپنے نئے اسلحہ کے

گوداموں کو بھی نہ چھپا سکے۔"
مہادھابی نے کہا "ہم کیسے چھپا سکتے ہیں جو دہشت گرد تنظیمیں اور باغی تنظیمیں ہم سے ہتھیاروں کا سودا کرتی ہیں۔ وہ سودا ہونے کے بعد ان ہتھیاروں کو لینے کے لیے گوداموں تک جاتی ہیں اس طرح فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والی ان تنظیموں کے ذریعے نئے گوداموں تک پہنچ جاتے ہیں۔"

جیک کلر نے کہا "میں اب تک تقریباً نو سو کروڑ ڈالر کا نقصان اٹھا چکا ہوں۔ اب مجھ میں نقصان اٹھانے کا حوصلہ نہیں ہے میں یہ دھندا بند کردوں گا۔ کوئی دوسرا کام شروع کروں گا اس طرح کبھی فرہاد کو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ اب میں کہاں ہوں اور کیا کررہا ہوں۔"

مہادھابی نے کہا "میں سمجھ رہا تھا کہ فرہاد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہے۔ وہ مجھے نظر انداز کررہا ہے اور صرف تمہیں نقصان پہنچا رہا ہے لیکن کل میرے کوالالمپور اور جنوبی ہند کے دو گوداموں پر وہاں کی مقامی آرمی والوں نے چھاپے مارے تھے اور وہاں کا تمام اسلحہ اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کیں تو آرمی کے افسران کے خیالات نے بتایا کہ خفیہ طور پر کسی نے مخبری کی تھی۔ وہ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ہوں گے۔"

"فرہاد نے میری یورپ کی مارکیٹ تباہ کردی ہے اب تمہاری باری ہے وہ تمہاری ایشیا کی مارکیٹ کو بھی نہیں چھوڑے گا۔ تمہیں بھی یہ دھندا چھوڑنے پر مجبور کردے گا۔"

مہادھابی نے کہا "ہم نے مشترکہ سرمائے سے اٹلی میں ایک اسلحہ فیکٹری قائم کی ہے وہاں جدید ترین ہتھیار تیار کیے جائیں گے۔ کیا ہم فرہاد سے اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں سے اس فیکٹری کو چھپا سکیں گے؟"

"مجھے یہی فکر ستا رہی ہے کہ ہم کس طرح اس دشمن سے چھپ کر اپنا یہ نیا کاروبار جاری رکھ سکتے ہیں؟"

"ہمارا ایک ایجنٹ چلی سے جدید ترین اسلحہ کے نئے نئے ڈیزائن لے کر آرہا ہے اس کا کیا بنا وہ کب تک اٹلی پہنچے گا؟"

"میں ابھی اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرتا ہوں۔ تم میرے اندر رہو اور ہماری باتیں سنو۔"

وہ دونوں اپنے اس ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس ایجنٹ نے ساؤتھ امریکا کی ایک اسلحہ ساز فیکٹری سے چند جدید ترین ہتھیاروں کے ڈیزائن چرائے تھے اور ان کی تصویریں ایک فائل میں رکھی تھیں۔ وہ اس فائل کو لے کر اٹلی آنا چاہتا تھا لیکن بارہ گھنٹے بعد اٹلی جانے والی فلائٹ مل سکتی تھی مگر انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑ گئے تھے اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ اس لیے وہ پیرس کی ایک فلائٹ میں سوار ہوگیا تھا۔

جیک کلر نے اس ایجنٹ سے کہا "تم نے انٹیلی جنس والوں سے نجات حاصل کرلی ہے۔ لیکن غلط فلائٹ میں سوار ہوگئے ہو۔ یہ جہاز پیرس جائے گا جب کہ تمہیں اٹلی پہنچنا چاہیے تھا۔"

ایجنٹ نے کہا "میں اور کیا کرسکتا تھا؟ مجھے اپنی جان بھی بچانی تھی اور آپ کے اسلحہ کے نئے ڈیزائن بھی چھپا کر لانے تھے۔ اب آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔ میں پہلے پیرس پہنچوں گا پھر وہاں سے دوسری فلائٹ کے ذریعے اٹلی پہنچوں گا۔"

"نہیں بہت دیر ہوجائے گی۔ ہم اتنا انتظار نہیں کرسکیں گے۔ ویسے ہی ہمارے دشمن نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔"

وہ سوچنے لگے۔ کہ کیا کرنا چاہیے؟ مہادھابی نے کہا "اب اسلحے کا کاروبار چھوڑ ہی دیں تو بہتر ہے ایک بہت بڑی پارٹی اس اسلحہ ساز فیکٹری کو خریدنا چاہتی ہے۔ یہ ایجنٹ نئے ڈیزائن لے کر آرہا ہے۔ اس ڈیزائن کے ساتھ ہم اس اسلحہ فیکٹری کو بیچ دیں گے اور پھر کوئی دوسرا دھندا شروع کردیں گے۔"

"بے شک ہمیں یہی کرنا ہوگا اور جلد سے جلد کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ان نئے ڈیزائن کا انتظار نہیں کیا جاسکتا۔ اس جہاز کو اب پیرس نہیں اٹلی پہنچنا چاہیے' نئی پارٹی اسلحہ کے نئے ڈیزائن کو دیکھ کر ہی فیکٹری کو خریدے گی۔"

مہادھابی نے کہا "اب ہمیں پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس جہاز کا روٹ بدلنا ہوگا۔"

جیک کلر نے کہا "جب یہ جہاز انگلینڈ کے قریب پہنچنے لگے تب ہی ہم اس کا رخ پلٹ کر اٹلی کی طرف لے جائیں گے۔"

اس جہاز کے مسافر بڑے اطمینان سے سفر کررہے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ آگے جاکر کیا ہونے والا ہے۔ عدنان سونیا کی گود میں سر رکھے سو رہا تھا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ جہاز پیرس نہیں اٹلی جائے گا۔ روم کے تاریخی کھنڈرات میں اس کی ممی اسے بلا رہی ہے۔

وہ جہاز چلی سے پرواز کرتا ہوا پیرس جانے والا تھا۔ فی الوقت وہ برازیل کی فضاؤں میں ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کررہا تھا۔ عدنان نے کہا تھا کہ وہ پیرس نہیں بلکہ اٹلی کے شہر روم جائے گا۔ ابھی سونیا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ پیرس جانے والا یہ جہاز اسے روم تک کیسے پہنچائے گا؟

طیارے میں کوئی نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ پائلٹ کو بھی علم نہیں تھا کہ آگے چل کر اس جہاز کا روٹ بدلنے والا ہے۔ راستے کیسے بدل جاتے ہیں۔ منزل کیسے بدل جاتی ہے۔ مقدر کیسے کھیل تماشے دکھاتا ہے۔ پہلے سے کوئی نہیں جانتا جب ایسا ہوجاتا ہے تب حیرانی سے کہا جاتا ہے سوچا تھا کیا کیا ہوگیا؟ اس جہاز کی پرواز کے پیچھے جیک کلر اپنا ایک کاروباری کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ اور مہادھابی یورپ اور ایشیا میں ہتھیاروں کے سب سے بڑے سپلائرز تھے۔ بڑی کامیابی سے ہتھیار فروخت کرنے کا دھندا کرتے تھے۔ ان کی شامت آئی تھی کہ انہوں نے سونیا اور عدنان کے خلاف سازش کی۔ جس کے نتیجے میں' میں ان کے اسلحے کے گوداموں کو تباہ کرنے لگا۔ وہ دونوں بوکھلا گئے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہی آرہا تھا کہ اب اس دھندے کو چھوڑنا ہوگا۔ ورنہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود کنگال بن جائیں گے اور ایک نہ ایک دن میں ان کی شہ رگ تک بھی پہنچ جاؤں گا۔

مہادھابی نے جیک کلر سے کہا "دولت کمانے کے اور بھی کئی دھندے ہیں۔ ہم اس دھندے کو چھوڑ کر خاموشی اختیار کرلیں گے۔ اب بھی ہم روپوش رہتے ہیں۔ فرہاد یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہمارا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے اور نہ.... آئندہ ہونا چاہیے۔"

دوسرے اسلحے کے تاجر ان کے اسلحے کے گوداموں کو خریدنا چاہتے تھے پھر وہ دونوں اٹلی میں ایک اسلحہ ساز فیکٹری قائم کرنے والے تھے لیکن اب مجھ سے دہشت زدہ ہوکر اس فیکٹری کو بھی ایک تاجر کے ہاتھوں فروخت کرنے پر تیار ہوچکے تھے۔

ایک تاجر سے اس فیکٹری کا سودا ہوچکا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ برازیل سے ہتھیاروں کے کچھ نئے ڈیزائن آرہے ہیں ان ڈیزائنز کو بھی وہ فروخت کریں گے۔ ان کا ایک ایجنٹ ان ڈیزائنز کے خاکے چلی سے ایک فائل میں رکھ کر رہا تھا اور اسی طیارے میں سفر کررہا تھا۔

ان کا وہ ایجنٹ برازیل پولیس کو مطلوب تھا۔ وہ اسے تلاش کررہی تھی۔ وہ ایجنٹ قانونی گرفت سے بچنے کے لیے پیرس جانے والے طیارے میں سوار ہوگیا تھا۔ جبکہ اسے اٹلی جانا تھا۔

جیک کلر اور مہادھابی اپنے ایجنٹ کی مجبوریوں کو سمجھ رہے تھے۔ اگر وہ اٹلی جانے والی فلائٹ کا انتظار کرتا تو چلی میں گرفتار ہوجاتا اور پھر وہ ڈیزائن ان کے پاس نہ پہنچ پاتے۔

ان حالات میں جدید اسلحے کے وہ ڈیزائن انہیں دیر سے ملنے والے تھے اور دیر ہونے سے انہیں نقصان پہنچ سکتا تھا۔ وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اس فیکٹری اور ان تمام نئے ڈیزائنز کو فروخت کرکے اسلحہ سپلائی کرنے والے دھندے سے نکل جانا چاہتے تھے۔ انہیں ہر لمحہ یہ اندیشہ تھا کہ مجھے ان کی اس خرید و فروخت کی اطلاع مل سکتی ہے اور میں پھر انہیں کروڑوں ڈالر... کا نقصان پہنچا سکتا ہوں۔

جیک کلر نے کہا "اس جہاز کو اب پیرس نہیں اٹلی پہنچنا چاہیے۔"

مہادھابی نے کہا "یہ جہاز اپنے روٹ کے مطابق یہاں سے پہلے اسپین کے شہر میڈرڈ پہنچے گا۔ وہاں سے لندن جائے گا پھر لندن سے پیرس اس کی آخری منزل ہے۔"

وہ دونوں سوچنے لگے پھر مہادھابی نے کہا "پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمانا ہوگا پھر وہ ہماری مرضی کے مطابق اس کا روٹ بدل دے گا۔"

"روٹ بدلتے ہی کنٹرول ٹاور والے حیران اور پریشان ہوں گے کہ یہ طیارہ اپنا ٹریک چھوڑ کر کدھر چلا گیا ہے؟"

"یہ طیارہ اسپین تک اپنے معمول کے مطابق جائے گا۔ اسپین سے ہم راستہ بدل دیں گے۔ وہاں سے اٹلی دو گھنٹے میں پہنچے گا۔ ان دو گھنٹوں میں تمام متعلقہ ممالک کے کنٹرول ٹاور میں ہلچل مچی رہے گی۔ پائلٹ سے بازپرس کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن اس کا دماغ ہمارے قبضے میں ہوگا اور وہ ہماری مرضی کے مطابق عمل کرتا رہے گا۔"

جہاز برازیل سے گزرنے کے بعد بحر اوقیانوس کے اوپر پرواز کررہا تھا۔ انہوں نے اپنے ایجنٹ کے ذریعے ایک ائر ہوسٹس کی آواز سنی پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ ان کی مرضی کے مطابق وہاں سے چلتی ہوئی کیبن میں آئی اور پائلٹ سے پوچھا "کیا کافی پینا چاہو گے؟"

پائلٹ اسے دیکھ کر مسکرایا پھر کہا "کافی کڑوی ہوتی ہے لیکن تمہارے ہاتھوں سے میٹھی ہوجائے گی۔ ضرور پلاؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ وہ دونوں پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ کبھی کبھی کنٹرول ٹاور والوں سے اس کا رابطہ ہوتا تھا اور وہ ان کی باتوں کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں کنٹرول ٹاور کے ایک افسر کے دماغ میں بھی

پہنچ گئے۔ اس کے ذریعے دوسرے اہم افراد کے اندر بھی جگہ بنانے لگے۔

طیارے کو ہائی جیک کرنے کے لیے وہ ابتدائی تیاریاں کررہے تھے۔ روم کے ایک ہوائی اڈے کا نام فیومی سینی ہے وہ اس ائرپورٹ کے اہم عہدے داروں کے اندر بھی پہنچنے لگے۔ وہ اس طرح یہ کام کرنا چاہتے تھے کہ متعلقہ ممالک کو ہائی جیک کرنے والوں کا سراغ بھی نہ مل سکے۔

عدنان سونیا کی گود میں سر رکھے سو رہا تھا۔ وہ بڑی ممتا سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی اور سوچ رہی تھی "بڑا ہی عجیب و غریب پوتا ہے۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے حیران کردیتا ہے ابھی کہہ رہا تھا کہ یہ جہاز پیرس نہیں جائے گا۔ بلکہ اسے روم پہنچائے گا۔"

یہ بات بڑی مضحکہ خیز تھی کہ پیرس جانے والا جہاز ایک بچے کی خاطر اپنا روٹ بدل دے گا لیکن سونیا اپنے پوتے کی اس بات پر سنجیدگی سے غور کررہی تھی۔ اب تک تو یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ وہ جو کہتا تھا وہی ہوتا تھا اور اس کی بے تکی حرکتوں کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد چھپا رہتا تھا اور انہیں فائدہ پہنچاتا رہتا تھا۔ اس سے بڑا فائدہ اور کیا پہنچ سکتا تھا کہ اس پوتے نے اپنی اس دادی کو بچھڑے ہوئے تمام رشتے داروں سے ملا دیا تھا۔

وہ کئی بار بچھڑتا رہا تھا اور ملتا رہا تھا اس بار سب محتاط تھے اور اس کی نگرانی کررہے تھے کہ وہ اب سونیا سے دور نہ ہونے پائے۔ الپا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ نے یہ طے کیا تھا کہ باری باری عدنان کے دماغ میں رہیں گے۔ جب اس کے خیالات گڈمڈ ہونے لگیں گے تو وہ سونیا کے دماغ میں آکر اس کے ذریعے عدنان پر نظر رکھیں گے اور سونیا تو محتاط رہنے ہی والی تھی۔

اس وقت وہ خاموش بیٹھی ہوئی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انتظار کررہی تھی۔ وہ تینوں فی الحال اس کے اور عدنان کے دماغ میں نہیں تھے۔ کہیں مصروف تھے، سو رہے تھے یا کھانے پینے میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد آنے والے تھے۔

پارس اور پورس چلّی میں رہ گئے تھے۔ وہ سونیا اور عدنان کے ساتھ ائرپورٹ تک آئے تھے۔ جب وہ دونوں طیارے میں سوار ہوکر وہاں سے رخصت ہوگئے تو پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تھینکس گاڈ! اب میں اپنی دلربا سے مل سکوں گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "اگر بیٹا کہیں محبت کے چکر میں پڑجائے تو باپ بیٹے کو روکتا ہے یہاں تو تمہارا بیٹا تمہیں دلربا کے عشق میں گرفتار ہونے سے روک رہا تھا۔"

وہ بھی ہنستے ہوئے بولا "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں نے اپنا بیٹا نہیں باپ پیدا کیا ہے۔"

وہ کرائے کی کار میں بیٹھ کر دلربا اور مرحبا کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگئے۔ پارس نے کہا "ویسے عدنان کی حرکتوں نے سمجھا دیا ہے کہ وہ کوئی ایب نارمل بچہ نہیں ہے۔ اسے پیچ پیچ آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اس سے ہم کو نقصان نہیں پہنچتا۔"

"بے شک ہمیں عدنان کی باتوں اور حرکتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور اس کی کسی بھی بات کو غیر اہم نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"لیکن تم سمجھ رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"اس نے دلربا کو منع کیا ہے کہ وہ تم سے نہ ملے۔ یاد کرو مرحبا ہم سے کیا کہہ رہی تھی۔ عدنان جب دلربا سے تمہیں ملنے کو منع کررہا تھا تب اس کی آواز بدل رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے اندر سے کوئی عورت بول رہی ہو۔"

پورس نے سوچتے ہوئے کہا "اس کی آنکھیں شیوانی کی طرح ہیں اور شیوانی کی طرح ہی کشش ہے۔ وہ دیکھنے والوں کو اپنی نگاہوں سے جکڑ لیتا ہے۔ بہرحال دلربا کو اس سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں ابھی جاکر اسے سمجھاؤں گا۔"

پارس نے کہا "اور میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اس بات کو اہمیت دو کہ عدنان نے اسے تم سے دور کیوں کیا ہے؟ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس بچے کے اندر شیوانی چھپی ہوئی ہے اور دلربا کو اپنی سوکن سمجھ کر اسے تم سے دور رکھنا چاہتی ہے۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو؟ یہ تو ہندوؤں والا عقیدہ ہوگیا کہ ایک مرنے والی کی آتما کسی کے اندر جاکر گھس گئی ہے اور اپنی بات منوا رہی ہے۔"

"میرا یہ عقیدہ نہیں ہے اس کے باوجود ہماری دنیا میں بعض اوقات ایسے عجیب و غریب واقعات پیش آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں اور کیسے ہو رہا ہے؟"

وہ دونوں ان جڑواں بہنوں کے بنگلے میں پہنچ گئے۔ مرحبا نے انہیں دیکھ کر پوچھا "کیا تمہاری مما جاچکی ہیں؟"

"ہاں۔ وہ چلی گئی ہیں۔"

پھر اس نے پوچھا "وہ بچہ بھی چلا گیا ہے ناں اب یہاں نہیں آئے گا؟"

پارس نے مسکرا کر کہا "کیا تم بھی اس سے خوف زدہ ہو؟"

"میں تو نہیں ہوں لیکن دلربا بری طرح خوف زدہ ہے ابھی تک سہمی ہوئی ہے۔ یہی کہتی ہے کہ چاہے کچھ ہوجائے پورس سے نہیں ملے گی۔"

پورس نے پریشان ہوکر کہا "یہ تو میرے لیے مشکل ہوجائے گی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دلربا اتنی بزدل ہے مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

مرحبا نے کہا "وہ اپنے بیڈ روم میں ہے۔"

اس نے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی پھر کہا "دلربا! دروازہ کھولو میں آیا ہوں۔"

اندر سے آواز آئی "نہیں۔ میں دروازہ نہیں کھولوں گی تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"یہ کیا حماقت ہے؟ ایک بچے نے ڈرایا اور تم ڈر گئیں۔ دروازہ کھولو میں تمہارے دل سے ڈر نکال دوں گا۔"

"میں نے کہہ دیا کہ میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔ اس بچے کی ماں تمہاری بیوی ہے وہ نہیں چاہتی کہ میں تمہارے قریب آؤں۔"

"میری بات کا یقین کرو۔ تین برس پہلے وہ مرچکی ہے۔ اب وہ کیسے تمہیں میرے قریب آنے سے روک سکتی ہے؟"

"وہ روک رہی ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ وہ کیسے روک رہی ہے؟"

"سامنے آکر بتاؤ تو یقین ہوگا۔"

کمرے کے اندر خاموشی رہی۔ پورس نے پھر اسے مخاطب کیا "کیا ہوا تم خاموش کیوں ہو؟"

"تم ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔ میں چینج کرکے آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں جاتا ہوں۔ تم جلدی آؤ۔"

وہ ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ پارس مرحبا کے ساتھ ایک بیڈ روم میں آگیا۔ اس نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھرنا چاہا تو وہ خود کو چھڑانے لگی۔ کہنے لگی "یہ کیا کر رہے ہو؟ مجھے یہ سب پسند نہیں میں یہ سب نہیں چاہتی؟"

"کیوں نہیں چاہتیں، کیا مجھے پسند نہیں کرتیں؟"

"بے شک میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ تمہیں چاہتی ہوں لیکن ہم ذرا دور دور رہیں گے۔ یہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ ہم دونوں بہنیں ہم مزاج ہیں، ہم سے محبت کرنے والے اسی لیے بھاگ گئے کہ ہم نے کبھی انہیں ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی۔ بس دور سے محبت کرنا چاہی تو وہ بیزار ہوگئے۔"

"تم چاہتی ہو کہ میں بھی تم سے بیزار ہوجاؤں۔"

"میں ہرگز یہ نہیں چاہتی۔ تم دور ہوجاؤ گے۔ کہیں چلے جاؤ گے تو میں پریشان ہوجاؤں گی۔"

"عجیب محبت ہے تمہاری۔۔۔! میرے بغیر نہیں رہ سکتی اور میں تمہارے قریب آتا ہوں تو مجھے دور بھگاتی ہو۔"

"میں دل سے ایسا نہیں کرتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم مجھے پیار کرو۔ مجھے خود سے قریب کرو۔ میں تمہاری بانہوں میں پگھل جانا چاہتی ہوں لیکن ڈرتی ہوں لیکن ڈرتی ہوں۔ میں کبھی ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"تعجب ہے کس بات سے ڈرتی ہو؟"

"میں تمہیں کیا بتاؤں اگر میں تمہیں چھونے کی اجازت دوں گی۔ تم مجھے پکڑ لوگے میں تمہیں پکڑنے کی اجازت دوں تو جکڑ لوگے پھر مجھ سے میاں بیوی والا تعلق چاہو گے۔ بولو چاہو گے ناں؟"

"ہاں۔ ایسا تو ضرور چاہوں گا۔"

"اور بس میں یہی نہیں چاہتی اگر یہ تعلق ہوگا تو پھر میں ماں بن جاؤں گی اور ماں بننے کے بعد مرجاؤں گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟ کس نے کہا کہ تم ماں بننے کے بعد مرجاؤ گی؟"

"میری ماں بھی ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اسے بھی ماں بننے سے ڈر لگتا تھا پھر میرے باپ نے اسے رضامند کرلیا اور پھر وہی ہوا جس سے وہ ڈر رہی تھی۔ ہم دونوں بہنوں کی پیدائش کے وقت نہ جانے کیا ہوا کہ وہ مرگئی۔"

پارس نے پوچھا "اگر ماں مرچکی ہے پھر یہ کون ہے جو گھر میں موجود ہے۔"

"یہ میری سوتیلی ماں ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مجھے ماں بناؤ۔"

"کون کم بخت تمہیں ماں بنا رہا ہے۔ میں تو محبوبہ بنا رہا ہوں۔"

"لیکن اس کے بعد ماں بننے کا مرحلہ آئے گا۔"

"یہ بات تمہارے دماغ میں کیوں نقش ہوگئی ہے کہ ماں بننے والی ہر عورت مرجاتی ہے؟ ہماری دنیا میں کروڑوں مائیں ہیں۔ جو اولادیں پیدا کررہی ہیں اور زندہ ہیں۔"

"ان کی بات اور ہے جو جڑواں بچے پیدا کرتی ہیں۔ ان کے بچنے کا چانس صرف فائیو پر سنٹ ہوتا ہے۔ ڈاکٹرز ڈلیوری کے وقت ان کو بچا نہیں پاتے اور وہ مرجاتی ہیں۔"

وہ بیزار ہو کر بولا "تم ایب نارمل ہو الٹی باتیں سمجھتی ہو۔ سیدھی باتیں سمجھ نہیں پاتیں۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ ناراض ہو کر جانے لگا تو اس نے ہاتھ پکڑلیا۔ عاجزی سے بولی "پلیز مت جاؤ۔ میرے دل میں ڈر ہے۔ اس ڈر کو ختم ہونے دو میں نہیں جانتی کہ یہ ڈر کیسے ختم ہوگا؟ تم کچھ کرو۔"

اس بات نے پارس کو خوش کردیا۔ وہ چہک کر بولا "ہاں کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

پورس ڈرائنگ روم میں بیٹھا بیزار ہورہا تھا پھر اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا دلربا کے بیڈ روم کے دروازے پر آیا۔ دستک دے کر بولا "دلربا! تم کیا کررہی ہو۔ کیا چینج کرنے میں اتنی دیر لگتی ہے؟ پلیز جلدی باہر آؤ۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دروازے پر دستک دی۔ دلربا کو مخاطب کیا لیکن اس کی آواز سنائی نہ دی۔ اس نے دروازے کے ہینڈل پر دباؤ ڈال کر اسے کھولا تو وہ کھل گیا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ وہ وہاں سے جاچکی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اسے بنگلے کے ہر حصے میں ڈھونڈنے لگا اور آوازیں دینے لگا اس کی آواز پر مرحبا اور پارس اپنے کمرے سے باہر آئے پھر پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "دلربا تھوڑی دیر پہلے اپنے بیڈ روم میں تھی مجھ سے کہا کہ چینج کرکے آتی ہوں۔ میں ڈرائنگ روم میں انتظار کروں۔ وہ مجھے جھانسا دے کر کہیں چلی گئی ہے۔ یہاں کہیں نظر نہیں آرہی ہے۔"

ایسے ہی وقت موبائل فون سے سگنل موصول ہوا وہ اسے آن کرکے کان سے لگاتے ہوئے بولا "ہیلو...؟"

دوسری طرف سے دلربا کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ میں بول رہی ہوں۔ تم وہاں سے چلے جاؤ میں تم سے ملنا نہیں چاہتی۔"

"دلربا! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیوں پریشان ہورہی ہو؟ اور مجھے بھی پریشان کررہی ہو۔ ایک بار میرے سامنے آؤ میں تمہارے دل سے ڈر نکال دوں گا۔"

اچانک ہی آواز بدل گئی۔ دوسری طرف سے کہا گیا "تمہیں شرم نہیں آتی؟ اپنے بچے کی ماں کو بھول گئے اور اس کی سوکن سے دل لگا رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "شیوانی! یہ... یہ تم بول رہی ہو؟"

پارس شیوانی کا نام سن کر چونک گیا پھر بولا "پورس! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم فون پر شیوانی کی آواز سن رہے ہو؟"

دوسری طرف سے دلربا کی آواز سنائی دے رہی تھی "میں کہہ چکی ہوں۔ تمہارا سامنا نہیں کروں گی۔ تمہارے قریب نہیں آؤں گی۔ میرے گھر سے چلے جاؤ۔"

پورس نے پوچھا "تم یہ بتاؤ ابھی تم آواز بدل کر بول رہی تھیں۔"

"نہیں میں نے آواز نہیں بدلی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوگئی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میرے اندر کوئی بول رہی ہے۔"

پورس نے حیرت سے پارس کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ دلربا بولتے بولتے تھوڑی دیر کے لیے چپ ہوگئی تھی۔ ایسے وقت میں نے شیوانی کی آواز سنی تھی مگر یہ... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ شیوانی تو تین برس پہلے مرچکی تھی۔"

پارس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "پورس! یہ بہت ہی نازک معاملہ ہے تمہارا بیٹا جو کہتا ہے وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔ ہمیں اس معاملے پر بہت ہی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ فی الحال یہاں سے چلو۔"

اس نے پورس سے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "دلربا! میں پورس کو یہاں سے لے جارہا ہوں۔ تم کہیں مت بھٹکو۔ واپس گھر آجاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ پورس حیران اور پریشان تھا۔ اس نے ابھی ابھی شیوانی کی آواز سنی تھی پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ جو تین برس پہلے مرچکی ہے وہ ابھی اس کے کان میں بول رہی تھی۔

۞✲۞

طیارہ اپنی منزل کی طرف محو پرواز تھا۔ سونیا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ آس پاس کوئی اس سے بات کرنے والا نہیں تھا۔ دوسرے تمام مسافر یا تو سو رہے تھے یا آپس میں بول رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اسے اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی "ہائے مما! مجھے آنے میں دیر ہوگئی۔"

"چلو آتو گئیں۔ کیا کہیں مصروف تھیں؟"

"جی ہاں۔ کہیں نہ کہیں تو مصروفیت رہتی ہے۔ ٹیلی پیتھی عجیب و غریب علم ہے کسی کے خیالات پڑھو کسی کے معاملات میں الجھو آدمی الجھتا ہی چلا جاتا ہے آپ سنائیں خیریت ہے۔ کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہورہی ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہورہی ہے شاید ہونے والی ہے۔"

"واقعی؟ آپ ایسا کیوں سمجھ رہی ہیں؟ کیا وہاں ایسے آثار پیدا ہورہے ہیں؟"

"ہمارا پوتا ایسے آثار پیدا کرتا رہتا ہے۔ دوسروں کی نیندیں اڑا کر خود سوتا رہتا ہے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ وہ اٹلی کے شہر روم جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا جہاز پیرس نہیں جائے گا بلکہ اسے روم کے ائرپورٹ پہنچائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اس کی بات پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ یہ جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ کیا آپ ایسا سمجھ رہی ہیں کہ اس طیارے کا روٹ بدل سکتا ہے؟"

"میں کیسے سمجھوں گی بھلا طیارے کا روٹ خواہ مخواہ کیوں بدلے گا؟"

"مما! ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ یہاں ہائی جیکر موجود ہوں اور وہ اسے ہائی جیک کرکے اٹلی کی طرف لے جائیں؟"

"ہاں۔ ایسا ہوسکتا ہے لیکن اس طیارے میں ایسے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ یہاں تمام مسافر آرام سے سفر کررہے ہیں۔ میں طیارے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتی ہوئی ایک ایک کو دیکھتی گئی کوئی مشکوک دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

"آپ کسی ائرہوسٹس سے گفتگو کریں۔ میں اس کے ذریعے پائلٹ کے دماغ میں جاکر معلوم کروں گی کہ وہاں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔"

سونیا نے ایک ائرہوسٹس کو بلایا پھر اس سے پوچھا "کیا ڈنر کا انتظام کیا جارہا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "یس میڈم! ابھی ہم آدھے گھنٹے میں ڈنر سرو... کرنے والے ہیں۔"

وہ وہاں سے جانے لگی۔ اعلیٰ بی بی اس کے اندر پہنچ گئی اسے لے کر سیدھی پائلٹ کیبن میں پہنچی وہاں کو پائلٹ سے پوچھا "کیا بھوک لگی ہے؟ میں مسافروں کو کھانا دینے جارہی ہوں۔"

کو پائلٹ نے کہا "بے شک بھوک تو لگی ہے پہلے مسافروں کو کھانا دے دو۔"

وہ چلی گئی۔ اعلیٰ بی بی اس کو پائلٹ کے دماغ میں آئی پھر اسے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے پائلٹ سے پوچھا "کیا کھانے سے پہلے ڈرنک لوگے؟"

"ہاں میرے لیے ایک پیگ بناؤ۔"

کو پائلٹ نے شراب کی بوتل نکالی پھر اپنے اور اس کے لیے ایک ایک پیگ بنایا۔ اعلیٰ بی بی پائلٹ کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جس سے اسے خطرہ محسوس ہوتا۔

طیارے میں امن و امان تھا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ طوفان کے آنے سے پہلے سمندر کی سطح پر سکون ہوجاتی ہے اور ہوسکتا تھا کہ طیارے کا یہ سکون یہ امن و امان کسی خطرے کا پیش خیمہ ہو۔ اس نے الپا اور عبداللہ کو مخاطب کیا پھر کہا "میرے پاس آؤ اور میری باتیں سنو۔"

وہ دونوں اس کے دماغ میں آئے۔ وہ بولی "عدنان مما سے کہہ چکا ہے کہ یہ پیرس جانے والا طیارہ اپنا روٹ بدل کر اٹلی جائے گا۔ کیونکہ عدنان اٹلی جانا چاہتا ہے۔"

عبداللہ نے کہا پھر تو عدنان بابا کی بات درست ہوسکتی ہے۔ ہم کئی بار آزما چکے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں وہ ہوتا ضرور ہے۔"

الپا نے کہا "عدنان کی پیش گوئی کے پیچھے ضرور کوئی بات ہوگی لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پیرس جانے والا طیارہ اچانک اپنا روٹ کیسے بدل سکتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "سسٹر! کوئی اس طیارے کو ہائی جیک کرسکتا ہے۔ ایسی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح روٹ بدل سکتا ہے۔"

"ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس طیارے میں ہائی جیکر موجود ہیں یا نہیں؟"

"میں نے آپ دونوں کو اسی لیے بلایا ہے۔ ہم ایک ایک مسافر کے دماغ میں پہنچیں گے اور معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہاں کوئی مجرم تو چھپا ہوا نہیں ہے؟"

پھر ان تینوں نے سلسلہ وار خیال خوانی کی مہم شروع کی۔ ائرہوسٹس اور اسٹیوارڈز وغیرہ کے ذریعے مسافروں کے دماغوں میں جانے لگے پھر ایک مسافر کے ذریعے دوسرے مسافر کو مخاطب کرنے لگے۔ اس طرح انہیں ہر ایک کے دماغ میں جگہ ملتی رہی اور وہ ان کے خیالات پڑھتے گئے۔

ان مسافروں کے درمیان وہ ایجنٹ بھی بیٹھا ہوا تھا جو جیک کلر اور مہا دھابی کے لیے کام کیا کرتا تھا۔ چونکہ وہ ان کا مستقل ایجنٹ تھا اور ان کے اہم کام سرانجام دیا کرتا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر رکھی تھی کہ وہ کبھی ان کی خیال خوانی کو یاد نہ رکھے ان کی باتوں کا جواب دینے کے بعد ٹیلی پیتھی کو بھول جایا کرے۔

اس وقت بھی وہ جیک کلر اور مہا دھابی کو ان کی خیال خوانی سمیت بھولا ہوا تھا۔ الپا نے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا وہ ایک بہت بڑے بزنس مین کا نمائندہ ہے اور کاروبار

کے سلسلے میں پیرس جا رہا ہے۔

ان تینوں نے جہاز کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ایک ایک مسافر کے خیالات کو کھنگال ڈالا۔ ائر ہوسٹس اسٹیوارڈ اور پائلٹ کو پائلٹ سب ہی کے خیالات پڑھے ان میں سے نہ تو کوئی خطرناک مجرم تھا اور نہ ہی کوئی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے مجرم کا آلہ کار تھا۔ وہ تینوں تھک ہار کر سونیا کے پاس آئے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ”مما! ہم ایک ایک کے خیالات پڑھ چکے ہیں یہاں کوئی مجرم نہیں ہے۔“

سونیا نے کہا ”تعجب ہے پھر یہ طیارہ اپنا روٹ کیسے بدلے گا؟ اٹلی کیسے جائے گا؟“

الپا نے پوچھا ”کیا پہلے کبھی ہو چکا ہے کہ عدنان کی بات غلط ثابت ہوئی ہو؟“

سونیا نے کہا ”میں تو اب تک یہی دیکھتی آ رہی ہوں۔ میرے پوتے کی ہر بات سچ ہوتی ہے۔ پتا نہیں اس بار کیسے درست ہوگی؟“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”مما! کوئی ضروری تو نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ایک بار پیش گوئی غلط ہو جائے۔“

”میں نہیں مانتی تم اپنے باپ کو بلاؤ۔ میں ان سے بات کروں گی۔“

اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا ”عدنان کا ایک مسئلہ ہے۔ مما آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔“

میں سونیا کے دماغ میں آیا۔ اس وقت عدنان نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ سب لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ وہ واش روم میں جا کر منہ ہاتھ دھو کر واپس آ گیا پھر اپنی دادی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ میں نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“

سونیا نے عدنان کی پیش گوئی کے بارے میں بتایا اور تشویش ظاہر کی اعلیٰ بی بی نے کہا ”میں سسٹر اور عبداللہ کے ساتھ یہاں کے تمام مسافروں کے خیالات پڑھ چکی ہوں۔ ان میں سے کوئی مجرم نہیں ہے کہیں سے کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہو رہی ہے کہ اس جہاز کو ہائی جیک کیا جائے گا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اپنا روٹ بدل کر اٹلی کے شہر روم کیسے پہنچے گا؟“

میں نے سوچنے کے انداز میں کہا ”ہوں، ہم اپنے پوتے کی پیش گوئی کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور یہ بات فی الحال سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ہمارا پوتا روم کیسے پہنچے گا؟“

سونیا نے کہا ”جہاز کے روٹ بدلنے کا ایک ہی راستہ سمجھ میں آ رہا ہے اور وہ یہ کہ کوئی اسے ہائی جیک کرے گا جبکہ ایسا نہیں ہونے والا ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ اسے کسی دوسری جگہ اتارا جا سکتا ہے وہاں سے روٹ بدل جائے گا۔“

میں نے کہا ”یہی دوسری بات ہو سکتی ہے۔ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہوگی تو اسے اسپین یا افریقا کے کسی بھی مغربی حصے میں اتار دیا جائے گا۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ دیکھتے ہیں کہ ایسی کیا بات ہوتی ہے۔ ویسے فکر و پریشانی کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ طیارہ جہاں بھی جائے ہم عدنان کی حفاظت ہر طرح سے کریں گے۔“

سونیا نے کہا ”یہاں اس کی حفاظت کی بات نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنی ماں سے ملنے کے لیے بھٹک رہا ہے آخر اس کی حقیقت کیا ہے۔ کیا واقعی اس کے اندر شیوانی بولتی ہے اگر بولتی ہے تو کیسے؟ جبکہ وہ تین برس پہلے مر چکی ہے۔“

عبداللہ نے کہا ”میڈم! ابھی میں پارس اور پورس صاحب کے پاس تھا۔ وہ دونوں مرحبا اور دلربا سے ملنے گئے تھے لیکن دلربا نے پورس صاحب سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ اس کے بنگلے میں پہنچے تو وہ اپنے بنگلے سے بھاگ گئی کہیں دور جا کر اس نے فون پر باتیں کیں۔ ان باتوں کے درمیان پورس صاحب نے صاف طور پر شیوانی کی آواز بھی سنی۔“

یہ ایسی بات تھی جو ہمیں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے عبداللہ سے پوچھا ”شیوانی کیا کہہ رہی تھی؟“

”سر! اس وقت میں پارس صاحب کے دماغ میں تھا۔ اس لیے میں نے ان کا صحیح فقرہ نہیں سنا بس انہوں نے ایک فقرہ ادا کیا تھا۔ شاید ان سے شکایت کی تھی کہ وہ بچے کی ماں کو بھول کر کسی دوسری سے کیوں محبت کر رہے ہیں؟“

سونیا نے کہا ”میں نے پورس کو سمجھایا تھا کہ وہ دلربا کے پاس نہ جائے۔ جب عدنان نے منع کیا ہے تو اس کے پیچھے ضرور کوئی اہم بات ہوگی۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”مما! یہ بات میری عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ پورس بھائی نے شیوانی کی آواز سنی تھی بھلا وہ کیسے بولے گی۔ کہاں سے بولے گی؟ کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے کہ دلربا کی زبان سے بول رہی تھی؟“

”شیوانی ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی اور نہ ہی وہ زندہ ہے کہ اس کی زبان سے بولے گی میرے پوتے کے حوالے سے

دلربا کے ذہن میں یہ بات نقش ہو گئی ہے کہ اس کی ماں اس کے اندر سما گئی ہے اور اسے پورس سے دور رکھنا چاہتی ہے اسی لیے وہ اس سے دور بھاگ رہی ہے۔“

میں نے کہا ”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پورس نے دلربا کی زبان سے شیوانی کی آواز نہ سنی ہو یہ فریبِ سماعت بھی ہو سکتا ہے۔“

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے کانوں میں کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دیتی ہیں یا ایسا لگتا ہے جیسے کسی شناسا نے ہمیں پکارا ہو۔ جبکہ وہ پکارنے والا ہمارے آس پاس کہیں موجود نہیں ہوتا۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ اسے فریب سماعت بھی کہتے ہیں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ”میں نے پائلٹ کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے کہ یہ طیارہ ابھی رات بھر پرواز کرے گا۔ صبح پانچ بجے اسپین کے شہر میڈرڈ پہنچے گا۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے روٹ میں تبدیلی ہوتی ہے یا نہیں؟“

میں نے کہا ”ٹھیک ہے میں وہاں کے وقت کے مطابق پانچ بجے سونیا کے پاس آؤں گا۔“

ہم سب خیال خوانی کرنے والے سونیا اور عدنان کے پاس سے چلے آئے۔ سونیا نے عدنان سے کہا ”بیٹے! سونا چاہو تو سو جاؤ۔ ورنہ ٹی، وی پر کارٹون فلم چل رہی ہے دیکھتے رہو۔ میں ذرا سونا چاہتی ہوں۔“

اس نے سیٹ کی پشت کو آرام دہ بنایا اور نیم دراز ہو کر اپنے پوتے کے بارے میں سوچنے لگی اور سوچتے سوچتے سونے لگی۔

○*○

جینا اور کبریا احمد آباد پہنچ گئے۔ ائرپورٹ کے باہر ہندو اور مسلمانوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ انہیں اخبارات اور دوسرے میڈیا کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ سہاگن دیوی آفت زدہ علاقوں کا دورہ کرنے اور ان کی مدد کرنے کے لیے آ رہی ہے۔ گجرات میں ہندو مسلم فسادات دوبارہ ہو چکے تھے۔ یہ فسادات بڑے پیمانے پر ہوئے تھے۔ ہندو اگر بڑی تعداد میں مارے گئے تھے تو ہلاک ہونے والے مسلمانوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔ ان کے گھروں کو جلایا گیا تھا۔ دکانیں لوٹ لی گئی تھیں۔ کاروبار تباہ کر دیے گئے تھے۔ ہندوؤں کا خیال تھا کہ سہاگن دیوی ان کی اپنی ہے۔ اس لیے وہ ان کی مدد زیادہ کرے گی۔ مسلمانوں نے سن رکھا تھا کہ سہاگن دیوی متعصب نہیں ہے۔ ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔ لہٰذا وہ بھی اس کے استقبال کے لیے ائرپورٹ آئے ہوئے تھے۔

حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں کی کوششوں سے امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ ہندو اور مسلمان کے لیڈروں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ بڑی محبت اور عقیدت سے سہاگن دیوی کا استقبال کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے درمیان اختلافات پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ہندو پہلے اپنے ساتھ سہاگن دیوی کو لے جائیں گے۔ دیوی ان کے ساتھ چند گھنٹے گزارنے کے بعد مسلمانوں کے علاقوں میں جائے گی۔

وہ لوگ ایک بڑے جلوس کی صورت میں اسے اپنے علاقے میں لے گئے۔ کبریا بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہاں ایک بہت بڑے جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہندو عورتیں اور مرد ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے اور سہاگن دیوی کی جے جے کار کر رہے تھے۔ اسے بٹھانے کے لیے ایک بہت ہی اونچا سا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ وہاں مائیک اور اسپیکر کا خاصا انتظام تھا تاکہ لوگ اس کی آواز دور دور تک سن سکیں۔

جینا کو پھولوں کے ہار پہنائے جا رہے تھے۔ سب ہی اس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہے تھے سر جھکا رہے تھے۔ بڑے بڑے لیڈر اور مندروں کے پنڈت اسٹیج پر آ کر مختصر تقریریں کر کے اس کی شان میں تعریفی فقرے ادا کرتے ہوئے .... کہہ رہے تھے کہ سہاگن دیوی بہت دیالو ہیں مصیبت زدہ اور محتاج لوگوں کے لیے پرارتھنا بھی کرتی ہیں اور روپے پیسے سے ان کی مدد بھی کرتی ہیں۔ ہم بڑے بھاگوان ہیں کہ یہ ممبئی سے چل کر ہمارے پاس آئی ہیں اور ہماری بھرپور سہائتا کرنے والی ہیں۔

تمام عورتیں، بچے، بوڑھے سب ہی تالیاں بجا رہے تھے اور ”سہاگن دیوی کی جے“ کہہ رہے تھے پھر کبریا نے مائیک کے پاس آ کر کہا ”اس سے پہلے کہ سہاگن دیوی آپ کے سامنے آ کر کچھ کہنا چاہیں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ میرا نام حمزہ خان ہے میں مسلمان ہوں لیکن دیوی جی کا عقیدت مند ہوں۔ ان کے ساتھ دن رات ایک چلتے پھرتے بینک کی طرح رہتا ہوں۔ جب بھی کسی مجبور اور محتاج کے لیے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو میں ان کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔“

لوگ یہ سن کر تالیاں بجانے لگے۔ اس نے کہا ”ویسے میں تنہا ان کی مالی امداد نہیں کرتا ہوں۔ میرے علاوہ ممبئی کے بڑے بڑے کاروباری حضرات بھی آپ کے دکھ سکھ میں شریک ہیں۔ انہوں نے بھی آپ کے لیے بڑی بڑی رقمیں

بھیجی ہیں۔ آپ میں سے جو مستحق افراد ہوں گے انہیں یہ رقم پیش کی جائے گی۔"

تمام حاضرین خوش ہورہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ جینا کچھ کہنے کے لیے مائیک کے پاس آئی تو سب اس کی جے جے کار کرنے لگے۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر تمام حاضرین کو نمستے کہا۔ سب نے ہاتھ جوڑ کر اپنے سر جھکادیے۔ خاموشی چھاگئی۔ وہ کہنے لگی "میری بہنو! اور بھائیو! میں آپ کی بڑی ابھاری ہوں کہ آپ مجھے اتنا مان دے رہے ہیں۔ میں دیوی نہیں ہوں لیکن آپ مجھے دیوی کا مان مرتبہ دے رہے ہیں۔ بھگوان نے مجھے کچھ شکتی دی ہے۔ میں اس شکتی کے ذریعے آپ کے کام آتی رہتی ہوں۔"

مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اور مسلمان آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہم پہلے ہندو کیوں ہیں؟ مسلمان کیوں ہیں؟ پہلے انسان کیوں نہیں ہیں؟

"ہمارے پاس وہی دو ہاتھ ہیں دو پاؤں ہیں۔ وہی جسم ہے اور جسم میں وہی جان ہے۔ سینے میں وہی ایک دل ہے جو مسلمانوں کے پاس ہے پھر وہ ہمارا اور ہم ان کا دل کیوں توڑتے ہیں؟ کیوں کسی کی جان لیتے ہیں؟ کیا کسی کی جان لینے سے ہمیں دو روٹیاں زیادہ مل جاتی ہیں؟ یا دنیا جہاں کی دولت مل جاتی ہے؟

"اگر ہم انسانیت سے گر جاتے ہیں اور جانور بن جاتے ہیں تو پھر ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟ میں چاہتی ہوں کہ یہاں آئندہ کبھی ہندو مسلم جھگڑا نہ ہو۔ اس سلسلے میں اگر آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہیں تو میں ضرور سنوں گی اور اپنے جواب سے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گی۔"

اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ایک لیڈر نے کہا "دیوی جی! شاید آپ نہیں جانتیں کہ یہ جھگڑا کیسے شروع ہوا تھا مسلمانوں نے پہل کی تھی ہماری غیرت کو للکارا تھا۔ ہمارے دھرم کی ایک لڑکی کی عزت سے کھلواڑ کیا تھا۔ کیا ہم یہ برداشت کرسکتے تھے؟"

کبریا اس شخص کے خیالات پڑھنے لگا۔ جینا نے کہا "میں اس بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ اس لڑکی کو بھی جانتی ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ وہ لڑکی کیا اس لڑکے سے راضی نہیں تھی؟ بے شک راضی تھی جب دو دل آپس میں ملتے ہیں اور دو محبت کرنے والے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو پھر یہ جائز اور قانونی بات ہے۔"

اس شخص نے کہا "وہ لڑکی راضی نہیں تھی۔ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔ اسے بہکایا گیا تھا۔"

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "میں اندر کی باتیں جان لیتی ہوں۔ شاید اسی لیے مجھے دیوی کہا جاتا ہے۔ میں ابھی تمہارے اندر کی بھی باتیں بتاسکتی ہوں۔ کیا میں تمہارا راز سب کے سامنے کھول دوں؟"

وہ ذرا پریشان ہوا۔ ذرا ہچکچایا پھر ڈھیٹ بن کر بولا "میں۔۔ میرا کیا راز ہوسکتا ہے؟ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں کیا میں کوئی غلط دھندا کرتا ہوں؟"

"تم اگر کہو گے تو میں وہ راز اگل دوں گی پھر میں اسے سچ بھی ثابت کردوں گی۔"

پھر جینا نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں صرف اس سیاست دان لیڈر کی بات نہیں کررہی ہوں۔ تم میں سے جو بھی اپنے ماضی اور حال کی بات پوچھنا چاہے گا۔ میں اسے بتاسکتی ہوں۔ اس کے اندر کا سارا جھوٹ اور سچ باہر نکال سکتی ہوں۔"

اس لیڈر نے مجمع میں سے ایک شخص کو مخاطب کیا "اے رام اوتار! چل اٹھ کر کھڑا ہوجا اور دیوی جی کے سامنے آ۔ یہ تیرے بارے میں سچ اور جھوٹ بتائیں گی۔"

ایک نوجوان شخص اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر قریب آیا پھر بولا "دیوی جی! میرا نام رام اوتار ہے اور میں ایک مل میں مزدور یونین کا لیڈر ہوں۔ آپ میرے بارے میں کیا بتاسکیں گی؟"

جینا دونوں ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کرکے یوں ظاہر کرنے لگی۔ جیسے گیان دھیان میں مصروف ہوگئی ہو اور اب کچھ بتانے والی ہو۔ ایک منٹ کے اندر کبریا نے رام اوتار کے چند خیالات پڑھے پھر وہ کبریا کی مرضی کے مطابق بولنے لگی "رام اوتار! دو برس پہلے تمہاری بہن کو اغوا کیا گیا تھا۔ بولو یہ درست ہے؟"

اس نے کہا "جی دیوی جی! یہ درست ہے۔"

"پولیس والے تمہاری بہن کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ ملی آخر تمہیں معلوم ہوگیا کہ اس لیڈر نے تمہاری بہن کو اغوا کیا تھا اور اس کی عزت سے کھیلتا رہا تھا پھر اس نے اچھی خاصی رقم دے کر اسے تمہارے پاس بھیج دیا۔ تم بہادر ہو جوشیلے ہو لیکن اس لیڈر کی طاقت سے ٹکرا نہیں سکے اس نے تمہیں خوش کرنے کے لیے مزدور یونین کا لیڈر بنادیا۔ اب تم اس کے ماتحت ہو اور اس کی مرضی کے مطابق مل کے مزدوروں کو مل کے مالک کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہو۔"

رام اوتار پریشان ہوگیا تھا۔ انکار کرنا چاہتا تھا۔ کبریا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اسے بولنے پر مجبور کررہا تھا "دیوی جی! آپ کی جے ہو۔ آپ مہان ہیں آپ مہا گیانی ہیں آپ اندر کی باتیں سمجھ لیتی ہیں۔ میں آپ کے سچ سے انکار نہیں کرسکوں گا۔"

جینا نے تمام حاضرین کو دیکھتے ہوئے کہا "آپ سب نے سن لیا اس کی بہن کو اس لیڈر نے اغوا کیا تھا۔ میں اس لیڈر کی یہی اندر کی بات آپ کو بتانے والی تھی۔ اب آپ کو ان دونوں کے اندر کی باتیں معلوم ہوچکی ہیں۔"

کبریا اس لیڈر کے اندر پہنچ گیا تھا۔ وہ سچائی سے انکار کرنا چاہتا تھا۔ جینا کو جھوٹا کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا سر ہلا کر اقرار کرنے لگا "ہاں ہاں۔ میں مانتا ہوں۔ دیوی جی! میں آپ کے سامنے انکار کرنے کی ہمت نہیں کرسکوں گا۔"

جینا نے کہا "جب تم ہندو ہوکر اپنے ہی ہندو بھائی کی بہن کو اغوا کرکے اس کی عزت سے کھیلتے ہو۔ تب تمہاری غیرت 'عزت' انسانیت اور شرافت کہاں جاتی ہے؟ اگر ایک مسلمان ایک ہندو لڑکی سے سچی محبت کرتا ہے اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پھر تم غیرت میں کیوں آجاتے ہو؟ جھوٹی غیرت کا مظاہرہ کرکے ہندو مسلم فسادات کیوں برپا کرتے ہو؟"

ایک عورت نے کہا "ہمیں اس بات پر اعتراض ہے کہ ایک مسلمان نوجوان ہمارے ہندو دھرم کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ کیا اس کے مذہب میں کوئی مسلمان لڑکی نہیں ہے؟"

"ہر ایک کے مذہب میں لڑکیاں بھی ہیں۔ لڑکے بھی ہیں لیکن جب یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بھارت میں سیکولرازم ہے۔ ہندو مسلم سکھ عیسائی سب آپس میں بھائی بھائی ہیں رشتے دار ہیں اور آپس میں رشتے داریاں کرسکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے گھروں میں شادیاں کرسکتے ہیں تو پھر اس دعوے کے خلاف تم لوگ کیوں اعتراض کرتے ہو؟"

جینا نے اس عورت سے کہا "بہن! تم اس بات پر اعتراض کررہی ہو کہ مسلمان لڑکے نے ہندو لڑکی سے کیوں محبت کی؟ کیا ہندو نوجوان مسلمان لڑکیوں سے محبت نہیں کرتے ہیں؟ کیا اس دیش میں ہندوؤں نے مسلمان عورتوں سے شادیاں نہیں کی ہیں؟ اور جب ایسا کرتے ہیں تو اس وقت تم اعتراض کیوں نہیں کرتی ہو کہ ہندوؤں نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

پھر وہ حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "ہمارے دیش میں کتابیں چھپتی ہیں فلمیں بنائی جاتی ہیں اور ان میں دکھایا جاتا ہے کہ ایک ہندو مسلمان عورت سے محبت کرتا ہے۔ اس سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ بعد میں اس سے شادی کرتا ہے۔ حال ہی میں ایک فلم زبیدہ ریلیز ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایک اور فلم غدر ریلیز ہوئی ایسی ہی کئی فلموں میں دکھایا جارہا ہے کہ ہندو نوجوان ہیرو ہیں۔ ان سے مسلمان لڑکیاں پھنس جاتی ہیں۔ ان کی دیوانی ہوجاتی ہیں اور وہ اس لڑکی سے محبت کرتے ہیں شادی کرتے ہیں۔ تم سب ایسی فلموں پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ انکار کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچاتی ہیں۔ ان کی غیرت کو نہیں للکارتی ہیں؟"

جینا نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ دو افراد کے اندر کی باتیں بتائی تھیں۔ سب اس سے متاثر ہوگئے تھے۔ اسے سچ مچ کی دیوی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے وہ جو کہہ رہی تھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کررہا تھا۔ سب خاموشی سے سن رہے تھے۔

"جب بھارتی سیکولرازم کے مطابق ہندو مسلمان سے اور مسلمان ہندو سے شادی کرسکتا ہے تو پھر ہم میں سے کسی کو بھی اعتراض کا حق نہیں پہنچتا ہے۔ اگر ہم اعتراض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں یہ پسند نہیں ہے تو ہمیں اپنے حکمرانوں سے کہہ کر یہ قانون بدل دینا چاہیے اور دنیا والوں کے سامنے یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کہ ہندو مسلم بھائی بھائی ہیں اور یہ آپس میں شادیاں کرکے محبت کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہندوستان کے لوگ کس قدر محبت کرنے والے ہیں۔ یہ جھوٹا ثبوت پیش نہ کیا جائے۔"

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں بہت زیادہ لمبی تقریر نہیں کروں گی۔ صرف اتنا کہوں گی کہ جو آپ سے کہہ رہی ہوں' وہی مسلمانوں کے پاس جاکر بھی کہوں گی کہ ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے زندگی گزاریں اور کبھی دنگے فساد نہ کریں۔ امن و امان سے رہیں گے تو ساری دنیا تسلیم کرے گی کہ ہندوستان محبتوں کا گہوارہ ہے۔"

جینا سے پہلے وہاں جن لیڈروں نے تقاریر کی تھیں۔ ان کی تقریروں کے دوران میں کبریا ان کے اندر پہنچتا رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھ کر ان کے مزاج اور عادتوں کو سمجھتا رہا تھا۔ جینا نے کہا "اب میں آپ تمام لوگوں کے سامنے ان چند افراد کے نام پیش کرتی ہوں' جو سچے اور دیانت دار ہیں۔

میں انہیں بہت بڑی رقم دوں گی تو یہ دیانت داری سے وہ رقم مستحق افراد میں تقسیم کریں گے۔ مسٹر رام شاستری اور مسٹر جیون لال آپ دونوں یہاں تشریف لے آئیں۔"

دو ادھیڑ عمر افراد مائیک کے سامنے آکر جینا کے آس پاس کھڑے ہوگئے۔ وہ بولی "ویسے تو آپ کے علاقے میں کئی مہان ہستیاں ہیں۔ وہ سب سچے اور دھرم والے ہیں۔ میں نے ان میں سے ان دونوں کا انتخاب کیا ہے۔"

ان دونوں نے ہاتھ جوڑ کر حاضرین کے سامنے سر جھکالیے۔ وہ بولی "میرا گیان کہتا ہے یہ دونوں ایک معمولی بیوپاری ہیں۔ ان کے پاس اتنی پونجی نہیں ہے کہ اپنے بیوپار کو آگے بڑھاسکیں۔ میں سب سے پہلے ان کی سہائتا کرنا چاہتی ہوں۔ انہیں اپنا کاروبار آگے بڑھانے کے لیے ہر ایک کو پانچ پانچ لاکھ روپے دے رہی ہوں۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ جینا نے کہا "میری اس امداد سے ان کے دکھ اور پریشانیاں فوری طور پر دور ہوجائیں گی تو پھر یہ پوری دل جمعی سے میری دی ہوئی رقم آپ لوگوں میں تقسیم کرسکیں گے۔"

وہ حاضرین میں سے عورتوں اور بچوں کو دیکھتے ہوئے بولی "اس فساد میں کتنی ہی عورتیں ودھوا ہوچکی ہیں۔ کتنے ہی بچے اناتھ ہوچکے ہیں۔ اب ان کی آمدنی کا کوئی آسان راستہ نہیں رہ گیا ہے۔ یہ تو بھگوان ہی جانتا ہے کہ یہ عورتیں اور بچے کتنی مصیبتوں سے اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں چاہوں گی کہ ایسی ودھوا عورتوں کو ایک ایک لاکھ روپے دیئے جائیں۔ تاکہ وہ گھریلو دستکاری جیسا کوئی کام کرسکیں۔"

سب ہی خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ سہاگن دیوی کی جے جے کار کرنے لگے۔ وہ بولی "کتنے ہی ہندو بھائیوں کے کاروبار تباہ ہوچکے ہیں۔ میں انہیں کاروبار شروع کرنے کے لیے ہر ایک کو دو دو چار چار لاکھ روپے ان کی ضرورت کے مطابق دینا چاہتی ہوں۔"

پھر زوردار تالیاں بجنے لگیں۔ اس کی جے جے کار ہونے لگی۔ اس نے کہا "میں فی الحال دو کروڑ روپے کا چیک دے رہی ہوں۔ یہ چیک کل صبح یہاں کے بینک میں کیش ہوجائے گا۔ یہ رقم کم پڑے گی تو میں اور بھی ضرورت کے مطابق دیتی رہوں گی۔"

اس نے پرس میں سے چیک بک نکال کر رقم لکھی۔ دستخط کیے پھر وہ چیک رام شاستری کو دیا۔ رام شاستری اور جیون لال کو الگ سے دس لاکھ روپے کا چیک دے کر حاضرین سے کہا "میں آپ سے بنتی کرتی ہوں کہ اپنی تباہی اور بربادی پر غور کریں۔ ایسا کیوں ہوا۔ اگر آپ جھوٹی غیرت سے غصہ اور جوش میں نہ آتے اپنے لیڈروں کے بہکانے اور بھڑکانے سے دنگا نہ کرتے تو یہ نوبت کبھی نہ آتی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں یہ باتیں صرف آپ سے نہیں کہہ رہی ہوں۔ ابھی مسلمانوں کے پاس جاؤں گی ان سے بھی یہی بنتی کروں گی۔ آپ کو لڑانے والے صرف چند لوگ ہوتے ہیں۔ وہ آپ کو اس طرح بھڑکاتے ہیں کہ لڑنے مرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔"

پھر وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "بھگوان کے لیے، عقل سے کام لیں۔ اپنے دشمنوں کو پہچانیں۔ دشمن صرف مسلمانوں میں اور دوسرے دھرم والوں میں ہی نہیں ہیں۔ آپ کے اپنے ہندو دھرم میں بھی آستین کے سانپ کی طرح دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ آپ سب میری اس بنتی پر غور کریں۔ نفرت اور تعصب سے نہ سوچیں، محبت سے مسلمانوں کو گلے لگائیں۔"

وہ پھر ہاتھ جوڑ کر بولی "اب میں آپ سے آگیا چاہوں گی۔ میری مسلمان بہنیں اور بھائی اپنی بستی میں میرا انتظار کررہے ہیں۔ میں جلد سے جلد ان کے زخموں پر بھی مرہم رکھنا چاہتی ہوں۔"

ایک شخص نے کہا "دیوی جی! آپ جب تک یہاں رہیں گی، تب تک ہم آپ کے درشن کرتے رہنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی "مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ میں شہر سے باہر ایک ریسٹ ہاؤس میں رہوں گی۔ میں کل شام چار بجے سے چھ بجے تک آپ لوگوں سے ملتی رہوں گی۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ریسٹ ہاؤس کے سامنے بہت بڑا میدان ہے۔ وہاں مسلمان بھی مجھ سے ملنے آیا کریں گے۔ آپ سب آپس میں ایک ہو کر ایک دوسرے سے مل بیٹھ کر مجھ سے باتیں کریں گے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

وہ ان سے رخصت ہوکر جانے لگی۔ کئی مسلمان اسے لینے کے لیے اپنی گاڑیاں لے کر آئے تھے۔ وہ اور کبریا ان کی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ہندو اسے رخصت کرتے وقت "سہاگن دیوی کی جے" کہہ رہے تھے اور مسلمان "سہاگن دیوی زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ وہ اسے ایک چھوٹے سے جلوس کی صورت میں اپنے ساتھ لے گئے۔

مسلمانوں نے بھی اپنے علاقے میں جلسے کا اہتمام کیا تھا۔ عورتیں، بچے جوان مرد اور بوڑھے ہزاروں کی تعداد میں

موجود تھے۔ وہ ایک اسٹیج پر ان کے سامنے آئی تو سب کھڑے ہو کر' ہاتھ جوڑ کر "سہاگن دیوی' زندہ باد" کے نعرے لگانے لگے۔ وہاں کے مسلمان لیڈر اور اکابرین مائیک کے سامنے آکر سہاگن دیوی کی شان میں مختصر تقریریں کر رہے تھے۔ کبریا ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے مختصر خیالات پڑھتا جا رہا تھا اور ان کی نیکی اور بدی کو سمجھتا جا رہا تھا۔

ان معزز افراد میں جان محمد کا بھائی احسان محمد بھی موجود تھا۔ احسان محمد کی بیوی زلیخا خواتین کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے گھر جانے پر مجبور کیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر مجمع سے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اپنے بنگلے میں پہنچ گئی۔ وہاں ان میاں بیوی کی الماری میں ایک البم رکھی ہوئی تھی۔ اس البم میں جان محمد کی کئی تصویریں تھیں۔ اس نے البم میں سے دو تصویریں نکالیں۔ انہیں ایک لفافے میں رکھا پھر الماری کو بند کر کے بنگلے سے باہر آگئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر جلسہ گاہ کی طرف واپس جانے لگی۔

جینا اور کبریا کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جان محمد زندہ ہے مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ اب کبریا جان محمد کی تصویر دیکھ کر' اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ سکتا تھا اور اس کے مکمل حالات سے واقف ہو سکتا تھا۔ زلیخا نے جلسہ گاہ میں واپس آکر کبریا کی مرضی کے مطابق تصویروں والا لفافہ ایک شخص کو دیتے ہوئے کہا "دیوی جی کے ساتھ جو حمزہ صاحب آئے ہیں' یہ لفافہ انہیں دے دو۔"

اس شخص نے وہ لفافہ لا کر کبریا کے حوالے کر دیا۔ اس نے لفافے میں سے تصویریں نکال کر دیکھیں پھر ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا جان محمد کے اندر پہنچ گیا۔ وہ خیریت سے تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے بھائی احسان محمد نے اس کے خلاف سازش کی تھی۔ شکنتلا کے بھائی دھیرج کے ذریعے اسے قتل کرایا تھا۔

لیکن وہ دونوں قاتل دھوکا کھا گئے تھے۔ رات کے اندھیرے میں انہوں نے سمجھا تھا کہ جان محمد گولی کھا کر گہری کھائی میں گر پڑا ہے اور مر چکا ہے۔

اس کے نصیب اچھے تھے۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی تھی۔ وہ قریب ہی ایک گڑھے میں گر گیا تھا۔ جب وہ قاتل وہاں سے واپس چلے گئے تو وہ بھی گڑھے سے نکل کر لنگڑاتا ہوا ایک ہندو ڈاکٹر کے دروازے پر آگرا تھا۔ وہ ڈاکٹر متعصب نہیں تھا۔ اپنے پیشے کے مطابق ہندو مسلمان سب ہی کا علاج کرتا تھا۔ اس کا زخم گہرا نہیں تھا۔ اس نے اس کی مرہم پٹی کی۔ رات کو اپنے ہاں پناہ دی۔ دوسرے دن بھی اس نے اس کا علاج کیا' دوائیں دیں۔ اب جان محمد شکنتلا سے ملنے کے لیے ممبئی آچکا تھا اور جینا کے بنگلے میں پہنچنے والا تھا۔

کبریا یہ تمام معلومات حاصل کرتا رہا پھر دماغی طور پر اس جلسے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت جینا مائیک کے سامنے کھڑی ہوئی تقریر کر رہی تھی "میری بہنو اور بھائیو! میں ہندو ہوں لیکن میرا دل ہر مذہب اور ہر ذات پات کے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ میرا دھرم کہتا ہے کہ ہندو' مسلم اور سکھ' عیسائی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے زندگی گزارنی چاہیے۔"

وہ کبریا کی طرف دیکھ کر بولی "آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ ایک مسلمان سخی داتا حمزہ خان صاحب ہیں۔ یہ بھی ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کوئی بھید بھاؤ نہیں رکھتے۔ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنی دولت سے ہندو اور مسلمان دونوں کی مدد کر رہے ہیں۔

میری بہنو اور بھائیو! آپ لوگوں نے اور ہندوؤں نے بہت زیادہ اپنی جان و مال کا نقصان اٹھایا ہے۔ اب آپ لوگوں کو عقل سے سوچنا چاہیے کہ جس طرح مسلمانوں میں سب ہی فرشتے نہیں ہوتے' اسی طرح ہندوؤں میں بھی سب ہی شر پسند نہیں ہوتے۔ ان میں سے کچھ لوگ لالچی' مفاد پرست اور حاسد ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے لیے دنگے فسادات کراتے رہتے ہیں۔ جس طرح وہاں ہندوؤں کے درمیان راکھشش موجود ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے درمیان بھی شیطان موجود ہیں۔ یہ شیطان اور یہ راکھشش اپنے چہروں سے نہیں' اپنی عادتوں اور حرکتوں سے پہچانے جا سکتے ہیں۔

گجرات میں جو دنگے فسادات ہوئے ان کے پیچھے سیاست دانوں کا ہاتھ تھا۔ ایک بہت بڑا سیاست داں مسلمانوں کو دہشت زدہ کر کے اور انہیں اپنے دباؤ میں لا کر اپنے حق میں ووٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہو جائے تاکہ وہ ہندوؤں کے ووٹ سے کامیابی حاصل کر کے اسمبلی میں پہنچ جائے۔

مسلمان ووٹروں کی تعداد کم کرنے کا یہی ایک طریقہ اس کی سمجھ میں آیا کہ ان کا قتل عام کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس سیاسی لیڈر نے یہاں کے ایک مسلمان کو آلہ کار بنایا اور وہاں کے ایک ہندو کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ اس ہندو کا نام دھیرج تھا۔ یہ اس شکنتلا کا بھائی تھا' جو ایک مسلمان سے محبت کرتی ہے اور اپنے محبوب کی خاطر در در بھٹک رہی تھی۔

اس بڑے سیاست داں نے شکنتلا کے بھائی دھیرج کو پچاس لاکھ روپے دیئے تھے۔ تاکہ وہ ہندوؤں کی غیرت کو للکارے کہ ایک مسلمان اس کی بہن کی عزت سے کھیل رہا ہے اور اسے بھگا کر لے جانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف اس سیاست داں نے یہاں کے ایک مسلمان کو اپنا آلہ کار بنایا۔ اس مسلمان نے ہندو مسلم فسادات سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں کے ذریعے اپنے باپ کو ہلاک کرایا پھر اپنے بھائی کو دھیرج کے ذریعے قتل کرایا اور مسلمانوں سے یہ کہتا آرہا ہے کہ ایک ہندو لڑکی اس کے بھائی کو پھانس کر لے گئی ہے۔ دوسری طرف دھیرج نے یہ الزام لگایا کہ ایک مسلمان نے ہندو لڑکی کو اغوا کیا ہے۔ اس طرح ہندو اور مسلمان طیش میں آکر ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور مرتے رہے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "دیوی جی! آپ بہت کچھ جانتی ہیں۔ آپ کو بھگوان نے آتما شکتی دی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ وہ بدبخت مسلمان کون ہے۔"

جینا نے احسان محمد کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا "یہ ہے احسان محمد اس نے اپنے باپ کو دنگے فساد میں قتل کروایا تھا اور دھیرج کو موقع دیا کہ وہ اس کے بھائی کو گولی مار دے۔"

احسان محمد اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر غصے سے بولا "یہ جھوٹ ہے مجھے الزام دیا جا رہا ہے۔ دیوی جی! میں آپ سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ آپ مجھے کسی ثبوت کے بغیر مجرم قرار نہ دیں۔ ورنہ میں ان مسلمانوں کی نظروں سے گر جاؤں گا اور قانونی طور پر مجرم کہلاؤں گا۔ کیا میرے خلاف آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے کوئی [illegible] ہے؟"

جینا نے [illegible] کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میری بہنو! اور بھائیو! اب سے پہلے بھی مجھے بار بار چیلنج کیا جاتا ہے کہ میں اپنی سچائی ثابت کروں اور میں ثابت کر دیتی ہوں۔ میں کبھی کسی سے دشمنی نہیں کرتی۔ کسی پر جھوٹا الزام نہیں لگاتی۔ میں ابھی آپ کو بتاتی ہوں کہ حقیقت کیا ہے؟"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کیں پھر دھیان گیان میں جیسے ڈوب گئی۔ پورے جلسے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے چند سیکنڈ کے بعد آنکھیں کھول کر کہا "میری بہنو اور بھائیو! اس احسان محمد نے اور شکنتلا کے بھائی دھیرج نے سازش کی ہندو مسلمانوں کو سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لیے لڑوایا۔ دھیرج کو یہ فائدہ پہنچا کہ اسے پچاس لاکھ روپے ملے اور احسان محمد کو یہ فائدہ پہنچ رہا ہے کہ باپ' بھائی کے مر جانے کے بعد یہ ان کی دولت اور جائداد کا مالک بن گیا ہے اور آج مل اونر کہلا رہا ہے۔"

یہ کہہ کر جینا نے احسان محمد کو دیکھا پھر کہا "یہ سمجھ رہا ہے کہ گولی مارنے کے بعد اس کا بھائی جان محمد مر چکا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

احسان محمد نے چونک کر جینا کو دیکھا پھر گھبرا کر کہا "یہ جھوٹ ہے۔ وہ زندہ نہیں ہے۔ وہ مر چکا ہے۔"

"اگر وہ مر چکا ہے تو تم نے آج تک اس کی لاش نہیں دیکھی۔ میں کہتی ہوں وہ زندہ ہے اس لیے میں اسے سب کے سامنے یہاں پیش کر سکتی ہوں لیکن ابھی وہ ممبئی میں ہے میرے جوہو والے بنگلے میں پہنچا ہوا ہے۔ اسے یہاں بلانے میں وقت لگے گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں ٹیلی فون پر اس سے باتیں کروا سکتی ہوں۔"

اس جلسے میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے پولیس والے بھی موجود تھے۔ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "دیوی جی! میں فون پر جان محمد سے بات کرنا چاہوں گا۔ آپ کی کرپا ہو گی اگر اس سے بات کرا دیں احسان محمد اور دھیرج کے خلاف ثبوت پیش کر دیں۔"

دوسری طرف ممبئی میں جان محمد لنگڑاتا ہوا۔ جینا کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اندر جانا چاہتا تھا لیکن سیکیورٹی گارڈز اسے روک رہے تھے۔ انہوں نے بنگلے کے اندر شکنتلا کو اطلاع دی کہ کوئی نوجوان اپنا نام جان محمد بتاتا ہے اور اس سے ملنا چاہتا ہے۔

یہ سنتے ہی شکنتلا خوشی سے دوڑتی ہوئی باہر آئی پھر احاطے کے گیٹ پر پہنچ کر جان محمد کو دیکھتے ہی باہر آکر اس سے لپٹ گئی خوشی سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اس نے سیکیورٹی افسر سے کہا "یہ جان محمد ہے دیوی جی اسے جانتی ہیں۔ پلیز اسے اندر آنے دو۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "آپ ایسا کریں کہ میرے دفتری کمرے میں جان محمد کو بٹھائیں۔ میں دیوی جی سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے جینا سے رابطہ کیا۔ جلسے میں بیٹھی ہوئی جینا کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو! کون ہے...؟"

سیکیورٹی افسر نے کہا "دیوی جی! یہاں ایک نوجوان آیا

ہے۔ اس کا نام جان محمد ہے۔ وہ شکنتلا کی جان پہچان والا ہے اور آپ کی کوٹھی کے اندر آنا چاہتا ہے۔"

جینا نے کہا "اسے نہ روکو عزت کے ساتھ میری کوٹھی میں آنے دو۔ وہیں رہنے دو۔ ابھی فون بند نہ کرو اور جان محمد سے میری بات کرواؤ۔"

سیکیورٹی افسر نے جان محمد کو بلا کر فون اسے دیا اور کہا "دیوی جی آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

جان محمد نے فون کو کان سے لگا کر کہا "دیوی جی! نمستے میں آپ کا بہت احسان مند ہوں۔ ابھی شکنتلا نے بتایا ہے کہ آپ نے اسے بڑی محبت سے پناہ دی ہے۔"

جینا نے کہا "میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ فی الحال تم سے ایک ضروری کام ہے۔ یہاں ... پولیس کے ایک اعلیٰ افسر تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تمہیں گولی ماری گئی تھی لیکن تم زندہ ہو۔ لو ان سے بات کرو۔"

پولیس کا وہ اعلیٰ افسر جان محمد سے فون پر باتیں کرنے لگا۔ طرح طرح کے سوالات کرنے لگا پھر اس نے کہا "میں دیوی جی کی عزت کرتا ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں بولتیں سچ سامنے لے آتی ہیں پھر بھی قانون کے مطابق چشم دید گواہی لازمی ہے۔ لہٰذا تم احمد آباد آجاؤ تاکہ تمہاری موجودگی میں دشمنوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکے۔"

جینا نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "آپ! فی الحال جان محمد کو یہاں نہ بلائیں اگر آنکھوں سے اسے دیکھنا چاہتے ہیں تو ممبئی چلے جائیں یا ممبئی کی پولیس کے ذریعے انکوائری کرائیں کہ واقعی جان محمد میرے بنگلے میں زندہ سلامت موجود ہے یا نہیں؟"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "دیوی جی! آپ جان محمد کو یہاں آنے سے کیوں منع کررہی ہیں؟"

"اس لیے کہ ابھی تک حالات پوری طرح سازگار نہیں ہیں۔ ہندو مسلمانوں کے دلوں سے میل صاف کرنا ہوگا۔ انہیں اس بات پر آمادہ کرنا ہوگا کہ جان محمد اور شکنتلا کی شادی ہوسکتی ہے۔ جب تک شکنتلا اور جان محمد کی سلامتی کی ضمانت نہیں ملے گی اس وقت تک ان دونوں کو گجرات کے کسی بھی علاقے میں نہیں آنا چاہیے۔"

ایسا کہتے وقت اچانک ہی جینا نے اپنے دماغ کے اندر روشنی محسوس کی کبریا بھی اس کے اندر موجود تھا اور اس روشنی کو محسوس کررہا تھا۔ اسے آتما شکتی کے ذریعے آگاہی حاصل ہورہی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اس مجمع میں کوئی شخص کھڑا ہوا ہے۔ اس نے چادر لپیٹ رکھی ہے اور اس چادر کے اندر ایک گن چھپی ہوئی ہے۔ وہ اس گن سے جینا کا نشانہ لے رہا ہے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر کو دبا کر فائر کرتا کبریا چھلانگ لگا کر جینا کے پاس آیا پھر اس سے لپٹ کر اسے لے کر زمین پر گر پڑا۔ فائر کی آواز گونجی ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی پھر اس کے پیچھے اسٹیج کی دیوار میں پیوست ہوگئی۔ عورتیں اور بچے چیخنے لگے لوگ دہشت زدہ ہوکر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ قاتل بھی بھاگ رہا تھا اور ہوائی فائر بھی کرتا جارہا تھا لیکن چند جیالے مسلمانوں نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اسے چاروں طرف سے گھیر کر دبوچ لیا۔

جینا اور کبریا ہندو مسلم فسادات برپا کرنے والے شرپسندوں کو بے نقاب کررہے تھے۔ جھوٹوں کو ان کے گھر تک پہنچا رہے تھے لیکن اس سے پہلے ہی گڑبڑ ہوگئی۔ سچ کو چھپانے جھوٹ اور فریب کو جاری رکھنے کی سیاست شروع ہوگئی۔

O*O

چنڈال جو گیا ٹیلی پیتھی کا شیر ببر بن کر بھارتی سرکار کے سائے میں آیا تھا۔ دنیا کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مقابلہ کرنے کے سلسلے میں بھارتی اکابرین نے اسے اچھی خاصی ٹریننگ دی تھی۔ تاکہ وہ اپنے دیس ہندوستان کی سیوا کرے۔ سیوا کرنے سے ہی میوہ ملتا ہے لیکن وہ حسب توقع سیوا نہ کرسکا میوہ بھی نہ مل سکا۔ وہ شیر ببر بن کر آیا تھا۔ اب کتا بن کر رہ گیا۔

اس کے گلے میں پٹا ڈال کر رکھا گیا تھا۔ لوہے کے اس پٹے سے لوہے کی ایک زنجیر منسلک تھی۔ اس زنجیر کا دوسرا سرا دیوار کے کنڈے سے بندھا رہتا تھا۔ اس طرح اسے ایک کتے کی طرح قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ انڈین آرمی کے چھ یوگا جاننے والے اعلیٰ افسران چاہتے تھے کہ اس پر تنویمی عمل کروایا جائے اور اسے اپنا معمول اور غلام بنا کر رکھا جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے تنویمی عمل کرنے والے اس عامل کو بلایا تھا۔ جس نے کبھی ویٹو مارکس پر عمل کرکے اسے انڈین آرمی انٹیلی جنس والوں کا معمول اور محکوم بنایا تھا۔

تنویمی عمل کے سلسلے میں وہ عامل بہت ہی ماہر تھا۔ چنڈال پر بھی عمل کرسکتا تھا لیکن وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ ایک عام طریقے سے تنویمی عمل کرتا تھا۔ جس کے لیے لازمی تھا کہ چنڈال ذہنی طور پر خود کو عمل کرانے کی طرف مائل کرے جب تک معمول راضی نہ ہو اس وقت تک عمل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اور وہ عمل کرانے کے لیے راضی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کو انڈین آرمی اپنا غلام بنا کر رکھے وہ نہیں کہا کر کہہ رہا تھا کہ ان کی غلامی کرتا رہے گا اور کبھی ان کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ کسی بات کی ضد نہیں کرے گا۔ ساگن دیوی کو بھی حاصل کرنے کی ضد نہیں کرے گا۔ ایک بار اس پر بھروسا کیا جائے وہ ان کا فرمانبردار رہ کر دیش کی خدمت کرتا رہے گا۔

لیکن اب اس پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آرمی والوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ خردماغ ہے مغرور ہے اور اپنی ٹیلی پیتھی کے غرور میں اعلیٰ افسران اور بھارتی اکابرین کو کم تر سمجھتا ہے اور کسی کا بھی حکم ماننے سے انکار کرتا ہے۔

اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے ننگے فرش پر قیدی بنا کر رکھا گیا تھا پھر چاروں طرف سے اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دے اور ذہنی طور پر تنویمی عمل کے لیے آمادہ ہوجائے۔ اس کے سامنے عامل کھڑا ہوا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر اس عمل کے لیے آمادہ نہیں ہورہا تھا۔ مسلح سپاہی لات جوتوں سے اس کی پٹائی کررہے تھے۔ ایک بار اسے الیکٹرک شاک بھی پہنچایا گیا اس سے زیادہ شاک پہنچانا مناسب نہیں تھا۔ عامل نے کہا تھا کہ اگر یہ ذہنی طور پر بہت زیادہ کمزور ہوجائے گا تو عمل اسے متاثر نہیں کرسکے گا اور وہ صحیح طور پر معمول ..... نہیں بن سکے گا۔

ویٹو مارکس، کلپنا، فرمان اور انیتا ایک ٹرین میں سفر کرنے کے دوران فرمان اور ویٹو مارکس خیال خوانی کے ذریعے چنڈال کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے۔ انیتا اپنے باپ چنڈال کے لیے بہت پریشان تھی۔ اگرچہ اس کے باپ نے اسے اور فرمان کو یعنی ہونے والے داماد کو اپنا معمول بنایا تھا۔ ان کی مرضی کے خلاف ان پر تنویمی عمل کیا تھا پھر بھی وہ بیٹی تھی اور باپ کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ باربار فرمان سے کہہ رہی تھی کہ اس کے باپ کو انڈین آرمی والوں کا غلام بننے نہیں دیا جائے۔

فرمان اور ویٹو مارکس انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے سوچا تھا کہ جب وہ عامل چنڈال پر عمل کرے گا تو وہ مداخلت نہیں کریں گے۔ بعد میں اس کے ذہن پر حاوی ہوجائیں گے اور اسے اپنا غلام بنالیں گے۔ انیتا بضد تھی کہ اسے کسی کا غلام نہ بننے دیا جائے۔ بلا سے فرمان اسے اپنا غلام بنالے اسے یہ منظور تھا کہ اس کا باپ اس کے محبوب انیل شرما یعنی فرمان کا غلام بن جائے۔

فرمان نے کہا "تمہارا باپ بہت ڈھیٹ ہے۔ وہ آرمی والوں کے قابو میں نہیں آرہا ہے اپنے آپ کو تنویمی عمل کے لیے پیش کرنے سے انکار کررہا ہے ہم ابھی اس کا یہی... تماشا دیکھ رہے ہیں۔"

ویٹو مارکس نے کہا "اگر تمہاری انیتا چاہتی ہے کہ وہ صرف تمہارا غلام بن کر رہے تو پھر تم یہی کرو۔"

وہ دونوں چنڈال کے دماغ پر قبضہ جما کر اس پر تنویمی عمل کرسکتے تھے اور فرمان اسے اپنا معمول اور غلام بنا سکتا تھا۔ اس وقت وہ اسے مسلح سپاہیوں کے لات جوتے کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اسے الیکٹرک شاک بھی پہنچایا گیا تھا۔ اس پر ظلم ہورہا تھا اور فرمان کو خوشی ہورہی تھی۔ کیونکہ اس کم بخت نے فرمان کو بہت پریشان کیا تھا اور اسے بڑی چالاکی سے اپنا غلام بنا کر رکھا تھا۔

فرمان نے ویٹو مارکس سے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں یہ بات انیتا کے سامنے نہیں کرنا چاہتا صرف تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہم چنڈال پر بعد میں تنویمی عمل کریں گے۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ ابھی اس کی پٹائی ہوتی رہے اور اس کے سارے کس بل نکل جائیں بعد میں ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

ویٹو مارکس نے کہا "جیسے تمہاری مرضی تم سسر داماد ہو جو چاہو اس کے ساتھ سلوک کرو میں تو صرف تماشائی بن کر رہوں گا۔"

فرمان نے انیتا سے کہا "ابھی تمہارے باپ کو وہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے اور اس پر زبردستی کی جارہی ہے کہ وہ کسی طرح تنویمی عمل کے لیے آمادہ ہوجائے لیکن وہ راضی نہیں ہورہا ہے۔"

انیتا نے پوچھا "کیا تم انہیں وہاں سے رہائی نہیں دلا سکتے؟"

"بہت مشکل ہے ایسا کرنے کے لیے ہمیں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا اور ہم ابھی ایسا کرنا نہیں چاہتے۔"

ویٹو مارکس نے کہا "وہاں چھ آرمی افسر یوگا کے ماہر ہیں۔ ہم ان پر اثر انداز نہیں ہوسکیں گے۔ اگر تمہارے باپ کو رہائی دلانے کی کوشش کی اور جب وہ ہاتھ سے نکلتا ہوا دکھائی دے گا تو وہ آرمی افسران اسے گولی ماردیں گے۔ کیا تم اپنے باپ کی موت چاہتی ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں۔ میں ایسا نہیں چاہتی اسے سہولت سے کسی بھی طرح اس قید سے رہائی دلا دو۔ میں انتظار کروں گی۔"

انڈین آرمی کے وہ چھ اعلیٰ افسران پریشان تھے کہ کس طرح اس کم بخت کو قابو میں لایا جائے۔ عامل کہہ رہا تھا کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے گا۔ تب بھی اس پر تنویمی عمل مناسب نہیں ہوگا۔ یہ پوری طرح معمول نہیں بن سکے گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ خود ذہنی طور پر عمل کے لیے راضی ہوجائے۔ اس پر تشدد کیا جائے اور اسے مجبور کردیا جائے کہ یہ کسی بھی طرح راضی ہوجائے۔

اسے راضی کروانے کے لیے اس کے گلے میں ایک پٹا ڈال دیا گیا تھا اور اسے زنجیر سے کتے کی طرح باندھ کر رکھا گیا تھا پھر اسے کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں دیا جارہا تھا۔ وہ بھوکا بھی تھا اور پیاسا بھی تھا۔

اسے گولی مار کر زخمی کیا گیا تھا۔ اس کے زخم کی مرہم پٹی کی گئی تھی۔ ابھی کسی حد تک تکلیف تھی۔ اس لیے وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھا انتظار کررہا تھا کہ دماغ میں پہلے جیسی توانائی پیدا ہو تو وہ خیال خوانی کے ذریعے کوئی ایسی چال چلے کہ ان انڈین آرمی والوں سے نجات مل جائے۔

وہ بھوکا پیاسا رہ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچنے لگا تو یہی بات سمجھ میں آئی کہ فی الحال تنویمی عمل کے لیے راضی ہوجائے لیکن اس کے عمل سے مکمل طور پر متاثر نہ ہو۔ عامل کو یہی تاثر دے کہ وہ اس کا غلام بن رہا ہے لیکن غلام نہ بنے۔

پھر اس نے سوچا کہ فرمان میری بیٹی انیتا کے ساتھ فرار ہوگیا ہے کہیں چھپا ہوا ہے کیا وہ چھپ کر اب میرے دماغ میں نہیں آرہا ہوگا؟

اس کی عقل نے سمجھایا کہ فرمان ضرور خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آتا جاتا ہوگا اور اس کے حالات معلوم کررہا ہوگا۔ فرمان اگرچہ ہونے والا داماد تھا لیکن اس کے اور چنڈال کے درمیان شدید اختلافات رہتے تھے۔ ایسے وقت چنڈال اس سے معافی مانگ سکتا تھا۔ اسے اپنی مدد کے لیے آمادہ کرسکتا تھا۔ مجبوری یہ تھی کہ ابھی وہ خیال خوانی کی پرواز کرنے کے قابل نہیں تھا۔ انتظار کررہا تھا کہ گولی کا زخم مندمل ہو اور تکلیف کم ہوجائے دماغی توانائی بحال ہوجائے تب ہی وہ خیال خوانی کرسکے گا۔

فرمان نے اسے مخاطب کیا "میں تمہارے اندر موجود ہوں اور تمہارے کمینے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تمہیں وہاں کتا بنا کر رکھا گیا ہے تمہارا انجام یہی ہونا چاہیے تھا۔"

وہ سوچ کے ذریعے گڑگڑا کر بولا "انیل! ہم تم ... ہیں۔ ہمارے درمیان جتنے بھی اختلافات ہیں' ابھی انہیں بھول جاؤ۔ میری مدد کرو مجھے یہاں سے کسی طرح رہائی دلاؤ۔"

"کیوں رہائی دلاؤں؟ جب تم نے مجھے غلام بنا کر رکھا تھا اور میں تمہارے سامنے گڑگڑاتا تمہارے قدموں میں گرتا کیا تم مجھے معاف کردیتے؟ کیا تم مجھے غلام بنا کر نہیں رکھتے؟ تم تو بہت ہی کمینے اور بدذات ہو۔ تمہارے ساتھ اس سے بھی برا سلوک ہونا چاہیے۔ اب میں دیکھتا رہوں گا کہ تمہارا کیا انجام ہوتا ہے؟ تم یہاں لات جوتے کھاتے رہو گے اور بھوکے پیاسے مرتے رہو گے اور میں خوش ہوتا رہوں گا۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے تم میرے لیے کچھ نہیں کرنا چاہتے نہ کرو۔ بس ایک چھوٹا سا کام کردو۔ میری بیٹی سے بات کرادو۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم نے بیٹی پر بھی بڑے مظالم ڈھائے ہیں اسے مجھ سے جدا کردیا تھا پھر بھی وہ بیٹی ہے۔ تمہارے لیے تڑپ رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ میں تمہیں کسی طرح یہاں سے رہائی دلاؤں اور میں اسے بہلا رہا ہوں۔ اسے یہ نہیں بتاؤں گا کہ تمہیں رہائی دلا سکتا ہوں مگر نہیں دلانا چاہتا۔"

"تم ایک بار بیٹی سے بات تو کروادو۔"

"بات کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس کے جذبات سے کھیلو گے۔ وہ پہلے ہی تمہارے لیے پگھل رہی ہے مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں تمہیں انڈین آرمی والوں کا غلام نہ بننے دوں۔ بلا سے تمہیں اپنا غلام بنالوں۔"

وہ جلدی سے بولا "ہاں ہاں۔ تم یہی کرو۔ مجھے اپنا غلام بنالو اور مجھے کسی طرح بھی یہاں سے نکال کرلے چلو۔"

"بے شک۔۔۔ میں تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھوں گا لیکن ابھی نہیں۔ ابھی میں تمہیں لات جوتے کھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور خوش ہورہا ہوں۔"

وہ غصے سے بولا "میں تمہاری جتنی خوشامد کررہا ہوں۔ تم اتنا ہی سر چڑھ کر بول رہے ہو۔ تم خود کو کیا سمجھتے ہو؟ میں بھی کچھ عقل رکھتا ہوں۔ ابھی میں ان لوگوں سے کہوں گا کہ میں نے تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھا تھا۔ تم آزادی حاصل کرچکے ہو اور اب میرے دماغ میں آتے ہو اور یہ کہہ رہے ہو کہ جب بھی انڈین آرمی والے مجھے معمول بنانا چاہیں گے مجھ پر تنویمی عمل کریں گے تو تم ان کے تنویمی عمل کو ناکام کرو گے۔"

"چنڈال! تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ زبان سے یہ کہو گے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا ہے اور وہ تمہارا دشمن ہے یا دوست ہے تو وہ لوگ اس بات کو برداشت نہیں کریں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جب ان کا عامل تمہیں اپنا غلام بنائے تو اس وقت کوئی مداخلت نہ کرے اور جب انہیں یہ معلوم ہوجائے گا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا ہے اور ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا سکتا ہے تو وہ تمہیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر نہیں آنے دیں گے۔ تمہیں گولی مار دیں گے۔"

انیتا فرمان کو مخاطب کررہی تھی۔ اس لیے وہ چنڈال کے دماغ سے چلا گیا۔ چنڈال سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ واقعی انڈین آرمی والوں کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میرے دماغ میں فرمان آسکتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہوگا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ فرمان کا یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا غلام نہیں بننے دیں گے۔

پھر اس نے سوچا "اگر میں انڈین آرمی والوں کے ہاتھوں راضی ہوجاؤں اور انہیں عمل کرنے دوں اور وقتی طور پر ان کا غلام بن جاؤں تو کبھی نہ کبھی مجھے ان سے نجات حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

پھر یہ خیال آیا کہ ان کے تنویمی عمل کے دوران میں فرمان مداخلت کرسکتا ہے اور اسے ان سے چھین کر اپنا معمول اور محکوم بنا سکتا ہے۔

وہ اس پہلو سے غور کرنے لگا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ انڈین آرمی والوں کا غلام بنے یا فرمان کا یہ مقدر میں لکھا ہوچکا ہے کہ کسی نہ کسی کا غلام بننا ہے تو پھر یہی سہی بعد میں نجات کا راستہ ڈھونڈ لیا جائے گا۔

اس نے یوگا جاننے والے آرمی افسر مانک لال کو پیغام بھجوایا کہ وہ تنویمی عمل کے لیے راضی ہے۔ اسے بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے۔

وہ یوگا جاننے والے چھ آرمی افسران خوش ہوگئے۔ انہوں نے عامل کو بلایا۔ وہ بھوکا تھا عامل نے کہا "پوری طرح اس کی بھوک نہ مٹائی جائے۔ اسے کسی حد تک بھوکا رہنا ضروری ہے اس لیے صرف ایک گلاس جوس دیا جائے۔"

اسے پینے کے لیے جوس دیا گیا پھر وہ ایک بیڈ پر آرام سے لیٹ گیا۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر بولا "آؤ۔ مجھ پر عمل کرو میں تمہارا راضی ہوں۔"

ایسے وقت فرمان انیتا' ویٹو مارکس اور کلپنا ممبئی پہنچ گئے تھے۔ وہ چاروں ٹرین سے اتر کر اسٹیشن سے باہر آئے پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ دونوں الگ الگ ہوٹلوں میں رہیں گے۔ ایک ساتھ رہنے میں خطرہ تھا۔ انہیں پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے بچ کر رہنا تھا۔ ویٹو مارکس کسی بھی طرح جلد سے جلد وہ ملک چھوڑ کر جانا چاہتا تھا اور فرمان نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے ساتھ اس سلسلے میں وہ تعاون کرلے گا۔

ایک ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے انیتا نے کہا "میرے پتاجی کی خبر لو۔ ان کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

"میں اس وقت ویٹو مارکس سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہا ہوں۔ اسے کلپنا کے ساتھ اس دیس سے باہر جانا ہے۔ پہلے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ پتاجی کو کہیں مار نہ ڈالیں۔"

"آرمی والے اتنے احمق نہیں ہیں کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے ہاتھ سے نکلنے دیں۔ وہ اسے ہر طرح مجبور کرکے اپنا غلام بنانا چاہیں گے اور تم بے فکر رہو تمہارا باپ بہت ڈھیٹ ہے۔ وہ ان کے زیر اثر کبھی نہیں آئے گا۔ ابھی ان آرمی افسران کو پریشان کررہا ہے۔"

فرمان جان بوجھ کر چنڈال کو نظرانداز نہیں کررہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ابھی وہ اپنی ڈھٹائی دکھاتا رہے گا مصیبتیں سہتا رہے گا اور کسی طرح بھی ان سے نجات حاصل کرنے کی کوششیں کرتا رہے گا۔ فرمان اس وقت تک ویٹو مارکس کے کام آنا چاہتا تھا۔

ممبئی پہنچنے کے بعد ویٹو مارکس امریکی سفارت خانے اور بھارتی امیگریشن کے اعلیٰ افسران کے اندر پہنچنے کی کوششیں کررہا تھا اور ان کے ذریعے اپنے اور کلپنا کے لیے نئے پاسپورٹ اور ویزا تیار کروا رہا تھا۔ وہ دونوں دہلی سے نئے میک اپ اور گیٹ اپ میں آئے تھے۔ اسی تصویر میں ان کے نئے پاسپورٹ وغیرہ تیار ہورہے تھے۔

ٹیلی پیتھی سے بڑا کوئی جادو نہیں ہے۔ یہ جادوگر امیگریشن والوں کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ انہوں نے صرف دو گھنٹوں کے اندر کلپنا اور ویٹو مارکس کے نئے پاسپورٹ بنادیئے۔ انہوں نے یورپ کے ایک ملک کے لیے ویزا لگوایا۔ اس دوران میں شام کی ایک فلائٹ سے ان کی دو سیٹیں ریزرو ہوچکی تھیں۔ انیتا اور فرمان انہیں الوداع کہنے کے لیے ائرپورٹ آئے پھر خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرتے رہے کہ وہاں کے جاسوس انہیں تلاش کررہے ہیں یا نہیں۔

نہیں۔

بے شک انہیں تلاش کیا جارہا تھا لیکن پولیس اور انٹیلی جنس والے تلاش کرنے کے سلسلے میں کچھ زیادہ سرگرمی نہیں دکھا رہے تھے۔ اگر کوئی ویٹو مارکس کو روکنا چاہتا تو وہ اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے انہیں گمراہ کرسکتے تھے۔ بہرحال انہوں نے یہی کیا اور ویٹو مارکس کلپنا کو لے کر اس فلائٹ کے ذریعے ہندوستان سے چلا گیا۔

کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے چنڈال کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ ذرا حیران ہوا پھر مسکرا کر انیتا سے بولا "تمہارا باپ تو بہت ہی مکار ہے۔ اس کی دماغی توانائی بحال ہوچکی ہے اور وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔"

انیتا نے خوش ہو کر کہا "اس کا مطلب ہے۔ میرے پتا جی کی دماغی توانائی بحال ہوچکی ہے وہ خیال خوانی کرسکتے ہیں اور ان آرمی افسران سے مقابلہ بھی کرسکتے ہیں۔"

فرمان نے کہا "وہ ایسا ہی کچھ کررہا ہوگا۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بعد میں معلوم کروں گا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے یا وہ دوسروں کے ساتھ کیا کررہا ہے؟؟"

دیکھا جائے تو چنڈال کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ انڈین آرمی والے اسے گولی مار سکتے تھے یا فرمان اسے اپنا غلام بنا سکتا تھا یا پھر ویٹو مارکس ان سب کو دھوکا دے کر چنڈال کو اپنے زیر اثر لا سکتا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا لیکن ویٹو مارکس ہندوستان چھوڑ کر جاچکا تھا۔ فرمان کو موقع نہ مل سکا کہ وہ اس پر ہونے والے تنویمی عمل کے دوران مداخلت کرکے اس عمل کو ناکام بنائے اور چنڈال کو اپنا معمول بنا کر رکھے۔

جب وہ اس کے پاس گیا تو اس نے سانس روک لی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس پر تنویمی عمل ہوچکا تھا اور انڈین آرمی والے کامیاب ہوچکے تھے۔

جس عامل نے چنڈال کو ان چھ آرمی افسران کا محکوم بنایا تھا۔ وہ عامل ویٹو مارکس کے زیر اثر تھا۔ ویٹو مارکس نے سفر کے دوران سوچا کہ اب چنڈال کی خبر لینا چاہیے کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟

اس نے اس عامل کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ چنڈال پر تنویمی عمل کرچکا ہے اور وہ تنویمی نیند پوری کرچکا ہے اب اس پر اثر انداز نہیں ہوسکے گا اور نہ ہی آرمی افسران اسے چنڈال کے قریب جانے دیں گے۔

عامل کی سوچ نے بتایا کہ اس کا تنویمی عمل تقریباً پندرہ بیس دن تک موثر رہے گا۔ آئندہ بھی چنڈال کو غلام رکھنے کے لیے پندرہ دن کے بعد دوبارہ اس پر عمل ضروری ہوجائے گا۔

ویٹو مارکس نے سوچا کہ ٹھیک ہے میں پندرہ دن تک انتظار کروں گا پھر وہ عامل دوبارہ اس پر عمل کرے گا تو میں چنڈال کے ذہن پر حاوی ہوجاؤں گا۔

اس نے فرمان سے رابطہ کرکے کہا "میں کلپنا کے ساتھ سفر کررہا ہوں اور خیریت سے ہوں۔ کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ میں نے چنڈال کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی اب وہ سانس روک لیتا ہے۔"

فرمان نے کہا "ہاں۔ میں نے بھی یہی کوشش کی تھی اب وہ ہمیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔"

"میں نے اپنے عامل کے خیالات پڑھے ہیں۔ اب پندرہ دن بعد ہی وہ اس پر دوبارہ عمل کرے گا پھر ہم دیکھیں گے کہ کیا کرسکتے ہیں؟؟"

مانک لال اور اس کے باقی چھ یوگا جاننے والے افسران نے یہ طے کیا تھا کہ اب چنڈال کو ہیڈ کوارٹر میں ایک چھوٹے سے بنگلے میں رکھا جائے گا۔ اس بنگلے کے باہر سخت سیکیورٹی رہے گی۔ وہاں کسی پرندے کو بھی پر مارنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

کچھ عرصہ پہلے انڈین ٹاپ سیکرٹ "انٹیلی جنس کے ڈی جی ارجن چوپڑا نے ویٹو مارکس کو اسی عامل کے ذریعے معمول بنایا تھا پھر بازی پلٹ گئی تھی۔ ویٹو مارکس نے ارجن چوپڑا اور اس عامل کو اپنا معمول بنا لیا تھا اور ارجن چوپڑا کے بنگلے میں کلپنا کے ساتھ چھپا رہتا تھا۔ بعد میں وہ وہاں سے فرار ہوا تو ان دنوں بڑے بڑے سرکاری عہدے داروں کے گھروں میں چھاپے مارے جارہے تھے اور یہ خیال کیا گیا کہ ویٹو مارکس خیال خوانی کے ذریعے کسی عہدے دار کو ٹریپ کرکے اس کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ اس طرح یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ارجن چوپڑا کو اپنا معمول اور محکوم بنا کر اس کے بنگلے میں چھپا ہوا تھا۔

اب اس انٹیلی جنس کے ڈی جی ارجن چوپڑا کا محاسبہ کیا جارہا تھا۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ ارجن چوپڑا کس طرح زیر اثر آگیا تھا۔ اسی لیے اسی یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ مارکس اس کے ہی بنگلے میں چھپا ہوا ہے۔

چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران میں سے ایک مانک لال تھا اور دوسرے کا نام جگدیش راٹھور تھا۔ وہ تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ جگدیش راٹھور نے کہا "ویٹو مارکس نے ارجن چوپڑا کو اپنا معمول بنایا تھا تو پھر اس عامل کو بھی اپنا معمول بنایا ہوگا اور ہم نے اس عامل کے ذریعے چنڈال کو اپنا غلام بنوایا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ویٹو مارکس تنویمی عمل کے دوران اس کے اندر چھپا رہا ہو اور بعد میں کوئی گڑبڑ کرنے والا ہو۔"

وہ اعلیٰ افسران اپنا یہ شبہ دور کرنا چاہتے تھے انہوں نے ایک اور تنویمی عمل کرنے والے کی خدمات حاصل کیں یہ اطمینان حاصل کیا کہ وہ دوسرا عامل بھی یوگا کا ماہر ہے اور اس کے دماغ میں کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آسکے گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک تنویمی عمل کرنے والا ہے تم اس پر عمل کرو اور یہ معلوم کرو کہ کیا ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ویٹو مارکس نے کبھی اس پر عمل کرکے اسے اپنا غلام بنایا تھا۔

اس دوسرے عامل نے ان کے احکامات کی تعمیل کی۔ اس نے پہلے عامل کو سلا کر اس پر تنویمی عمل کیا اور اسے اپنا معمول بنا کر اس سے اصلیت اگلوائی تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس پر ویٹو مارکس نے عمل کیا تھا اور اسے اپنا معمول بنا کر رکھا ہوا تھا۔ اب بھی وہ اس کے زیر اثر ہے۔

پھر اس سے پوچھا گیا کہ جب وہ چنڈال پر تنویمی عمل کررہا تھا تو کیا ویٹو مارکس اس کے اندر موجود تھا؟ اس عامل نے کہا "میں نہیں جانتا کہ وہ چپ چاپ خیال خوانی کے لیے میرے اندر موجود رہا تھا یا نہیں۔ ویسے یہ بات یقین سے کہتا ہوں کہ مجھے اپنا معمول بنانے کے بعد وہ پھر کبھی میرے دماغ میں نہیں آیا تھا اور نہ مجھے کبھی مخاطب کیا تھا۔ چھپ کر آتا ہو تو یہ میں نہیں جانتا۔"

اس دوسرے عامل نے اس کے دماغ سے ویٹو مارکس کے تنویمی عمل کو مٹا دیا لیکن اس سے ان چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران کی تسلی نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ اب اس بات کا انتظار تھا کہ چنڈال ان کی مرضی کے مطابق ان کے احکامات کی تعمیل کرے گا یا ویٹو مارکس کے زیر اثر رہے گا۔ یہ بات تو آگے چل کر معلوم ہونے والی تھی۔

اب اس کی خیال خوانی کو آزمایا جارہا تھا۔ اسے حکم دیا جاتا تھا کہ وہ امریکی اکابرین کے دماغوں میں جاتا رہے اور معلوم کرتا رہے کہ وہ کیا کررہے ہیں اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے کب رابطہ کرتے ہیں اور کس سلسلے میں ان کی گفتگو ہوتی رہتی ہے؟

چنڈال وقفے وقفے سے خیال خوانی کرتا رہتا تھا اور چھ یوگا جاننے والے افسران کو رپورٹ دیتا رہتا تھا کہ امریکی اکابرین کی مصروفیات کیا ہیں اور کبھی کبھی ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جب ان کے اندر آکر بولتے تھے تو اسے ان خیال خوانی کرنے والوں کی باتیں سننے کا اور ان کے لب ولہجے کو خوب اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا رہتا تھا کہ وہ کن اہم معاملات میں مصروف ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

بھارتی اکابرین کو اس کی خیال خوانی سے بڑے فائدے حاصل ہورہے تھے۔ اتنی بڑی دنیا میں بھارتی اکابرین صرف پاکستان کو ہی اپنا بہت بڑا دشمن سمجھتے تھے۔ اب انہیں موقع مل رہا تھا کہ اہم معاملات میں امریکا جب بھی پاکستان کی حمایت کرتا تھا تو بھارتی اکابرین کو پہلے سے معلوم ہوجاتا تھا کہ امریکا کی پالیسی کس طرح بدلنے والی ہے۔ وہ چنڈال کو ان امریکی متعلقہ عہدے داروں کے دماغوں میں پہنچا کر ان کی پالیسیاں تبدیل کرسکتے تھے۔

یہ ساری پلاننگ ہورہی تھی کہ آئندہ اگر ایسا ہوگا تو وہ پاکستان کے خلاف کس طرح اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو استعمال کریں گے۔

وہ بڑی خاموشی اور بڑی رازداری سے ایسی دشمنی کررہے تھے اس وقت مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ یہ سب کچھ چنڈال کے ذریعے کیا جارہا ہے۔ بظاہر یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ امریکی مسلمانوں کو شروع سے ہی دہشت گرد کہتے آرہے ہیں اور اب پاکستان کو بھی یہی کہنے لگے ہیں۔ وہ پہلی بار ٹیلی پیتھی کے ذریعے خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے تھے۔ پاکستان پر کامیاب حملہ کررہے تھے۔ یہ پاکستانی حکمرانوں کی ذہانت اور حکمت عملی تھی کہ وہ دنیا والوں کے سامنے اپنے عمل سے ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے جارہے تھے کہ وہ دہشت گرد نہیں ہیں اور نہ ہی کسی دہشت گرد فرد یا تنظیم کی درپردہ حمایت کررہے ہیں۔

اگرچہ بھارت کو پاکستان کے خلاف ایسا حملہ کرکے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہورہی تھی پھر بھی وہ مطمئن تھے کہ آئندہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ بہت کچھ کرسکیں گے۔ انہیں چنڈال پر بھروسا ہوگیا تھا کہ وہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلہ کار نہیں ہے۔ مانک لال نے اپنے ساتھیوں سے کہا "یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے اور خوش قسمتی ہے کہ ویٹو مارکس نے چنڈال کے دماغ پر قبضہ نہیں جمایا ہے اور نہ ہی پہلے والے عامل کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "اب ہمیں اور زیادہ محتاط رہنا

چاہیے ہمارا یہ دوسرا تنویمی عمل کرنے والا ہمارے لیے قابل اعتماد ہے۔ آئندہ یہی چنڈال پر عمل کرے گا۔"

وہ بار بار چنڈال کو سمجھاتے رہتے تھے کہ اسی طرح رازداری سے خیال خوانی کرتا رہے اور جس کے دماغ میں بھی جائے وہاں اپنی موجودگی کبھی ظاہر نہ کرے۔ خاص طور پر پاکستانی حکمرانوں کے خیالات پڑھتے وقت بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ان کے اندر جاکر کبھی 'کھانسنا' کھنکارنا نہیں چاہیے۔ اگر یہ شبہ ہوگا کہ پاکستانی اکابرین کے خیالات پڑھے جارہے ہیں تو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے چنڈال کے پیچھے پڑجائیں گے پھر جس سکون اور اطمینان سے یہ خیال خوانی کررہا ہے۔ آئندہ نہیں کرسکے گا وہ اس کی راتوں کی نیند اور دن کا سکون برباد کردیں گے۔ اسے پوری طرح ذہانت اور حاضر دماغی سے کام نہیں کرنے دیں گے۔

پاکستانی حکمرانوں کے خیالات سے انہیں پتا چل رہا تھا کہ وہ کبھی ہندوستان سے جنگ نہیں چاہتے۔ اپنے دل اور دماغوں میں خیرسگالی کے جذبات رکھتے ہیں لیکن جب کبھی ہندوستان کی طرف سے جنگ مسلط کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے تو پھر وہ کچھ کہنے اور عملی اقدامات کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

بھارتی حکمرانوں کو چنڈال جوگیا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے توقع سے زیادہ کامیابیاں حاصل ہورہی تھیں۔ ایسے ہی وقت انہیں ایک اور بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی وہ امریکن آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ایسے وقت اسے پتا چلا کہ اس کی بیٹی ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محبت کرتی ہے۔ اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ٹونی جے تھا اور اس کی محبوبہ کا نام ہیلنا تھا۔ وہ اس سے دیوانہ وار محبت کرنے لگا تھا۔ پہلے تو اس کی کوشش یہ تھی کہ وہ اپنی خیال خوانی کبھی ہیلنا پر ظاہر نہ کرے اور خاموشی سے ایک عام انسان کی طرح محبت کرتا رہے۔

ہیلنا جتنی حسین تھی اتنی ہی مغرور بھی تھی۔ اس نے پہلے ٹونی جے کو لفٹ نہیں دی تھی۔ مجبور ہوکر ٹونی جے خیال خوانی کے ذریعے بڑی خاموشی سے اسے متاثر کرنے لگا تھا۔ وہ جلد ہی ٹیلی پیتھی کی کرشمہ سازی کے طفیل اس کی طرف مائل ہوکر اسے دل و جان سے چاہنے لگی تھی۔

اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اچانک کیوں اس قدر تمہیں چاہنے لگی ہوں؟"

ٹونی جے نے پوچھا "تمہیں حیرانی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم بار بار مجھ سے لفٹ لیتے رہے لیکن میں تمہاری طرف مائل نہیں ہوئی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تم ایک عام سے نوجوان ہو۔ تم میں کوئی خاص بات نہیں ہے اور نہ ہی کوئی خاص کشش ہے۔ میری بات کا برا نہ ماننا۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں کبھی برا نہیں مانوں گا۔ کیونکہ اب تو تم مجھ سے کتراتی ہو اور نہ ہی بیزار رہتی ہو۔ بلکہ مجھے دل و جان سے چاہنے لگی ہو۔"

دیکھا جائے تو یہ سچ نہیں تھا۔ وہ دل سے مجبور ہوکر اس کی طرف مائل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ٹیلی پیتھی سے مجبور ہو کر اس کی آغوش میں آئی تھی۔ ٹونی جے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اس کی ہوچکی ہے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کبھی اسے اپنی ٹیلی پیتھی کا راز نہیں بتائے گا۔ ورنہ شاید وہ اس سے بدظن ہوجائے کہ اس نے اس پر جادو کیا ہے اور جادو کے ذریعے اسے حاصل کرتا رہتا ہے۔

دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورت موجود ہے لیکن جس پر دل آجاتا ہے وہ دنیا کی سب سے حسین ترین عورت ہوتی ہے پھر اس کے مقابلے میں کوئی عورت دل میں نہیں سماتی۔ یہی حال ٹونی جے کا تھا ہیلنا کے سامنے دنیا کا تمام حسن و شباب پھیکا نظر آتا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں اس کا دیوانہ تھا۔ اس نے محبت کے اس رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے اس سے شادی کرلی۔ اس کا خیال تھا کہ شادی کرکے بچے ہوجائیں گے تب ہیلنا پر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی وہ اسے چھوڑ کر نہیں جاسکے گی۔

وہ واشنگٹن میں ایک بزنس مین کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ دن رات اس کے ساتھ رہنے والی ہیلنا کو بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ کبھی کبھی حیران ہوتی تھی۔ جب ٹونی اس سے کوئی ایسی بات کہتا جسے وہ ماننا نہیں چاہتی تھی جو بات اس کے مزاج کے خلاف ہوتی تھی۔ وہ بات بھی بے اختیار مان جاتی تھی۔ وہ اس سے متاثر ہوکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہتی تھی "تم کبھی کبھی مجھے جادو کرتے ہو پتا نہیں یہ پیار کی دیوانگی ہے یا کیا ہے جو کام میں کرنا نہیں چاہتی وہ بھی تمہاری خاطر کرنے لگتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر اسے باتیں بنا کر ٹال دیتا تھا۔ ایک بار وہ رات کو کار میں اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ایک کلب سے واپس آرہا تھا۔ اچانک چند لٹیروں نے اس کی کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے اسے ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے کہا "تمہارے پاس جتنی نقد رقم ہے اسے نکالو۔"

اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نوٹوں کی چھوٹی سی گڈی نکال کر اس کے حوالے کردی پھر کہا "اب ہمیں جانے دو۔"

اس کے دوسرے ساتھی نے ہیلنا کو گھورتے ہوئے کہا "تمہیں کیسے جانے دیں؟ اتنی چکنی چیز اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ ہمیں اس سے کھیلنے دو پھر چلے جانا۔"

وہ دروازہ کھول کر ہیلنا کو زبردستی باہر نکالنا چاہتا تھا اور اس کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت ٹونی جے مجبور ہوگیا۔ اپنی ہیلنا کی عزت اور جان بچانے کے لیے اسے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ اس نے ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ریوالور کا رخ اپنے ساتھی کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ساتھی کو گولی لگی اور وہ چیخ مارتا ہوا دور جاکر زمین پر گر پڑا پھر دیکھتے ہی دیکھتے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اس کے ساتھ ہی ریوالور والے نے جو گڈی ٹونی سے لی تھی اسے بھی گاڑی میں واپس پھینک دیا۔

ہیلنا جلدی سے دوڑتی ہوئی آئی اور ٹونی سے لپٹ گئی۔ ٹونی نے کار اسٹارٹ کی پھر وہاں سے ڈرائیو کرکے جانے لگا۔ اس وقت وہ ریوالور والے کے دماغ میں بھی موجود تھا۔ اس لیے وہ ان پر گولی نہ چلا سکا۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بہت دور نکل آیا۔ ریوالور والا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ تب ہیلنا نے حیرانی سے پوچھا "یہ سب کیسے ہوگیا؟"

وہ بولا "تھینکس گاڈ! جیسے بھی ہوا ہماری جان بچ گئی۔"

ہیلنا نے کہا "لیکن یہ تو عجیب سی بات ہے! اس ریوالور والے نے تم سے نوٹوں کی ایک گڈی لی تھی پھر اسے واپس کردیا اور اپنے ساتھی کو گولی ماردی۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ پھر ہم وہاں سے روانہ ہوگئے اس نے ایک بھی گولی ہم پر نہیں چلائی یہ سب کیا تھا؟"

"گاڈ کو یہی منظور تھا۔ ہمارے مقدر میں سلامتی لکھی ہوئی تھی۔ اس لیے ہم زندہ سلامت واپس آگئے ہیں۔"

اس نے کار کو اپنے بنگلے کے سامنے روکا پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا "میری جان! چلو جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ۔"

وہ اس کے ساتھ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر آتے ہوئے بولی "میں کیسے بھول سکتی ہوں! یہ ایسی بات ہے جو کبھی بھلائی نہیں جاسکتی۔"

وہ ڈرائنگ روم میں آکر ٹیلی فون کے پاس بیٹھ گئی پھر بولی "میں ابھی ڈیڈی کو فون پر بتاتی ہوں کہ ہمارے ساتھ آج کیسا عجیب و غریب واقعہ پیش آیا ہے۔"

ٹونی یہ سنتے ہی پریشان ہوگیا۔ وہ اور اس کی طرح دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ڈیڈی اور دوسرے آرمی افسران سے رابطہ کرتے رہتے تھے۔ ہیلنا کے باپ کو اس واقعے کی تفصیل معلوم ہوتی تو وہ فوراً ہی سمجھ لیتا کہ یہ سب کچھ خیال خوانی کے ذریعے ہی ہوا ہے۔

اس نے ہیلنا کے ہاتھ سے ریسیور لے کر اسے کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ یہ بات تم اپنے ڈیڈی کو بتاؤ۔"

وہ مزید حیرانی سے بولی "کیوں ضروری نہیں ہے کیا کوئی عجیب و غریب واقعہ پیش آئے تو اپنوں کو بتایا نہیں جاتا؟"

"کوئی ایسی عجیب بات نہیں تھی۔ تم خوامخواہ اسے اہمیت دے رہی ہو۔"

"کیا کہتے ہو میرا تو سر چکرا کر رہ گیا ہے۔ کیسی عجیب سی بات ہے کہ جو ہمیں لوٹنے آیا تھا۔ اس نے ہماری رقم بھی واپس کردی اور میری عزت لوٹنے والے کو گولی ماردی۔ جبکہ وہ اس کا اپنا ساتھی تھا۔"

پھر وہ بولتے بولتے چونک گئی پھر بولی "ہاں۔ یاد آرہا ہے۔ ایسا صرف تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ ڈیڈی نے بتایا ہے کہ ہمارے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغ میں آتے رہتے ہیں۔ اب یہ بات میری سمجھ میں کچھ کچھ آرہی ہے۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ہیلنا کو دیکھا پھر پوچھا "تم کیا سمجھ رہی ہو؟"

"یہی کہ جس وقت اس ریوالور والے نے ہم پر حملہ کیا تھا اس وقت ڈیڈی کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے یا تمہارے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہماری جان بچائی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی کا چکر نہیں ہے۔ وہ ریوالور والا خبطی تھا۔ کچھ ایب نارمل تھا۔ ایسے نیم پاگل لوگ ایسی ہی حرکتیں کرتے ہیں۔ لوٹنے آتے ہیں پھر لوٹ کا مال واپس دے کر خود ہی اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے ہیلنا کو اپنی باتوں پر مائل کرکے اسے تھوڑی دیر کے لیے چپ کرا سکتا تھا اس کے باپ کو فون کرنے سے باز رکھ سکتا تھا لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ بعد میں کسی وقت بھی اپنے ڈیڈی سے ضرور اس عجیب واقعے کا ذکر کرسکتی تھی۔ بلکہ اپنی سہیلیوں اور ملنے جلنے والوں کو بھی یہ واقعہ ضرور سناتی۔

ان حالات میں ٹونی نے سوچا کہ اب ہیلنا سے اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو چھپانا نہیں چاہیے۔ یہ تو میری

ہو چکی ہے اب مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ اس بات پر ناراض نہیں ہوگی کہ میں نے اس سے اب تک اتنی اہم بات کیوں چھپائی تھی؟

ہیلنا نے کہا "تم جو کہتے ہو میں اسے مان لیتی ہوں۔ ابھی تم نے ڈیڈی کو فون کرنے سے منع کیا ہے میں ان سے بات نہیں کروں گی لیکن یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ تم مجھے فون کرنے سے کیوں روک رہے ہو؟"

وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا "ہیلنا! میں آج تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "تمہارا انداز کچھ عجیب سا ہے۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میری زندگی کا ایک بہت اہم راز ہے جو میں کسی کو نہیں بتاتا۔ تم یہ سن کر ناراض ہو جاؤ گی کہ میں نے تم پر بھی بھروسا نہیں کیا اور آج تک یہ بات تم سے بھی چھپاتا رہا۔"

"اگر تم مجھے زیادہ تجسس میں مبتلا نہ کرو اور وہ بات بتا دو تو میں تم سے ناراض نہیں ہوں گی۔ اطمینان ہوگا کہ دیر سے سہی تم نے مجھ پر بھروسا تو کیا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

اس نے چونک کر اسے بے یقینی سے دیکھا پھر پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو! تم اور ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ میں کبھی نہیں مان سکتی!"

"تم مان جاؤ گی۔ ابھی اپنے دماغ میں یہ پختہ ارادہ کر لو کہ ریسیور اٹھاؤ گی اور اپنے ڈیڈی سے رابطہ کرو گی۔ میں تمہیں ریسیور اٹھانے نہیں دوں گا، اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں روکوں گا۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ میں پختہ ارادے کے ساتھ ریسیور اٹھا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ فون کی طرف پلٹ گئی۔ ریسیور اٹھانا چاہتی تھی لیکن اس کا ہاتھ ادھر نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ حیران ہو رہی تھی۔ اس نے اس کے دماغ کے اندر کہا "دیکھو! میں پہلی بار تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں۔ ورنہ اب تک تمہارے اندر آکر خاموش رہتا تھا۔ اب تم مجھے پلٹ کر دیکھنا چاہو گی لیکن میں تمہیں سر گھما کر دیکھنے نہیں دوں گا۔"

وہ سر گھما کر اسے دیکھنے کا ارادہ کرنے لگی لیکن ناکام رہی پھر اس نے کہا "اب تم اپنے دل میں ارادہ کرو کہ تم میری طرف نہیں دیکھو گی اور مجھے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گی۔"

وہ یہی ارادہ کرنے لگی کہ میں ٹونی کی طرف نہ دیکھوں گی اور نہ ہی اسے ہاتھ لگاؤں گی۔

یہ ارادہ کرتے ہی اچانک وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی، اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ وہ بولا "ابھی ارادہ کر رہی تھیں کہ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گی، ہاتھ تو کیا پورا بدن لگا رہی ہو۔ مجھ سے لپٹ گئی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم تو باکمال ہو۔ مجھے حیران کر رہے ہو مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

وہ خوش ہو رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی "میں ہمیشہ یہی سوچتی تھی کہ تم میں ایسی کون سی غیر معمولی بات ہے کہ میں تمہاری طرف کھنچی جاتی ہوں اور تمہاری طرف مائل ہونے کے باوجود دل و جان سے تمہیں چاہنے لگی ہوں۔ اب یہ بات سمجھ میں آرہی ہے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دل و دماغ کو جیت لیا ہے۔"

وہ لپٹ لپٹ کر ٹونی پر اپنی محبت نچھاور کرنے لگی۔ لگی "اب تو میں ڈیڈی کو فون کر سکتی ہوں۔ انہیں اتنی بڑی خوش خبری سنا سکتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے رازدار بنایا ہے کہ تم یہ راز اپنے باپ کو بھی نہیں بتاؤ گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "آخر کیوں! وہ تو کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کرتے ہیں۔ ان سے باتیں کرتے ہیں پھر تم ان سے کیوں چھپنا چاہتے ہو؟"

"ویسے تو میں ان سے نہیں چھپتا۔ جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ان کا رابطہ رہتا ہے ان میں سے میں بھی ایک ہوں۔ ان کے دماغ میں جا کر ملکی معاملات پر گفتگو کرتا رہتا ہوں۔"

"تو پھر تم مجھے یہ کیوں نہیں بتانے دیتے کہ ان کا داماد ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"تم میری بات کو سمجھو۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنوں سے بھی چھپ کر رہنا پڑتا ہے۔ ہم اپنے ملک کے حکمرانوں اور آرمی کے اعلیٰ افسروں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ ان کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں لیکن کبھی ان کے سامنے نہیں جاتے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمیں پابندیوں میں رکھیں گے اور ہم پابندیاں برداشت نہیں کرتے۔"

"تم داماد ہو۔ وہ تم پر پابندی عائد نہیں کریں گے۔"

"تم دوسرے پہلو سے سوچو ان کے دماغ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوگا کہ ان کا داماد ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو وہ مجھے تمہارے ذریعے ٹریپ کریں گے۔ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنا لیں گے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ذریعے مجھے کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پھر تو تم نے مجھے رازدار بنا کر غلطی کی ہے۔ کیا ڈیڈی کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی میرے دماغ میں نہیں آئیں گے۔ کبھی خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کریں گے کہ تم خیال خوانی کرنا جانتے ہو؟"

"ہاں۔ یہ اندیشہ تو ہمیشہ رہے گا۔ تمہیں رازدار بنانے سے پہلے میں نے سوچ لیا تھا کہ تم پر تنویمی عمل کروں گا اور تمہارے دماغ کو لاک کر دوں گا پھر کوئی تمہارے ذریعے مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"پھر تو تم آج ہی مجھ پر تنویمی عمل کر کے میرے دماغ کو لاک کر دو۔ اگر میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچے گا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گی۔"

"آؤ۔ بیڈ روم میں چلو میں وہاں تم پر عمل کروں گا۔"

وہ اٹھ کر اس کے ساتھ جانے لگی۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ دونوں نے پلٹ کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا پھر ہیلنا نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو! میں ہیلنا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف اسے باپ کی آواز سنائی دی "ہیلو بیٹی! کیا کر رہی ہو؟ میرا داماد ٹونی جے کیسا ہے، کیا کر رہا ہے؟"

"ڈیڈ! ہم دونوں بہت خوش ہیں۔ ابھی کلب سے واپس آئے ہیں۔ آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

"بس اب میں سونے کے لیے جا رہا تھا۔ سوچا فون پر تمہیں وش کر دوں۔ گڈ نائٹ مائی چائلڈ! سویٹ ہیپی ڈریمز۔"

اس آرمی افسر نے ریسیور رکھ دیا۔ اس وقت چنڈال اس کے خیالات پڑھتے ہوئے ان باپ بیٹی کی باتیں سن رہا تھا۔ انڈین آرمی کے ان چھ افسران نے اسے عورتوں سے محروم رکھا تھا۔ کبھی کسی عورت کے قریب جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ تنویمی عمل کے ذریعے بھی اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرائی گئی تھی کہ وہ کبھی کسی عورت کی رفاقت کی ضد نہیں کرے گا۔

وہ تنویمی عمل کے مطابق ضد نہیں کرتا تھا لیکن وہ بنیادی طور پر ہوس پرست تھا۔ عورت اس کے اعصاب پر سوار رہتی تھی۔ ہیلنا کی رس بھری آواز سن کر اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس عورت کے خیالات پڑھے جائیں اور اس کے دماغ میں رہ کر دیکھا جائے کہ یہ کتنی حسین ہے اور کتنی جوان ہے؟

وہ باپ کے دماغ سے نکل کر بیٹی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ہیلنا ریسیور رکھ کر ٹونی کے ساتھ بیڈ روم کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہے اور اس کا شوہر ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے وہ سب سے زیادہ خوشی کے لمحات ہوتے ہیں۔ جب کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا انجانے میں اس کے سامنے آجاتا ہے بے خبری میں دھوکا کھا جاتا ہے پھر اس کے زیر اثر آکر اس کا معمول اور محکوم بن جاتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے بھی اب چنڈال کے زیر اثر آنے والا تھا۔

ہیلنا نے چنڈال کی مرضی کے مطابق کہا "مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ فریج میں جوس رکھا ہوا ہے۔ میں اسے پینا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں وہاں سے فریج کے پاس آئے۔ ٹونی فریج کھول کر اس کے لیے گلاس میں جوس نکالنے لگا۔ پاس ہی ڈائننگ ٹیبل پر پھلوں کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ ان پھلوں کے ساتھ ایک چاقو بھی رکھا ہوا تھا۔ اچانک ہی ہیلنا نے وہ چاقو اٹھا کر اس پر حملہ کیا۔ اس کے بازو کو زخمی کر دیا۔ ٹونی کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا تھا۔ وہ خود کو اس کے حملے سے بچا نہیں پایا تھا۔

ٹونی نے زخمی بازو کو پکڑ کر تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں حیران ہوں۔ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

چنڈال جو گیا اس کے دماغ میں پہنچ کر قہقہے لگانے لگا۔

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ لڑکھڑا کر گرنے کے سے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا آقا بننے کے لیے آچکا تھا۔ وہ دلبرداشتہ ہو کر بولا "آہ ہیلنا! یہ تم نے کیا کیا؟ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آچکا ہے۔ اب میں اسے بھگا نہیں سکوں گا۔ وہ ساری زندگی مجھے دوڑاتا بھگاتا رہے گا۔"

وہ خود پریشان ہو گئی تھی۔ فوراً ہی فرسٹ ایڈ باکس لا کر اس کے زخم کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔ وہ چنڈال کی مرضی کے مطابق بولا "تمہاری مرہم پٹی سے خون کا بہاؤ رک گیا ہے۔ اب میں آرام کرنے کے لیے بستر پر لیٹنے جا رہا ہوں۔ تم میری سلامتی چاہتی ہو تو اپنے ڈیڈی سے یا کسی سے بھی یہ نہ کہنا کہ

تم نے چاقو سے مجھے زخمی کیا ہے اور میں زخمی ہونے کے بعد بستر پر جاکر سو گیا ہوں۔ میری نیند کے دوران تم کسی سے رابطہ نہیں کرو گی۔"

"ہاں۔ میں کسی سے رابطہ نہیں کروں گی۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ تم یقین کرو' میں اپنے اختیار میں نہیں تھی۔"

وہ بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "ہاں۔ میں جانتا ہوں تم اپنے اختیار میں نہیں تھیں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہارے ذریعے مجھ پر حملہ کرکے مجھے زخمی کیا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ جیسے بھی حالات ہوں ہم کو ان سے نمٹنا ہی ہوگا۔"

وہ آکر بستر پر لیٹ گیا۔ چنڈال اس کے ذہن کو تھپکنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک جاگتا رہا پھر رفتہ رفتہ ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر آکر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

اسے سلانے کے بعد چنڈال ہیلنا کے اندر آیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بھی جاگتی رہے اور کسی سے رابطہ کرے لہٰذا وہ اسے دوسرے بیڈ روم میں لے گیا۔ وہاں اسے لیٹنے پر مجبور کیا۔ جب وہ لیٹ گئی تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے ذہن کو بھی تھپک تھپک کر سلا دیا۔

پھر وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے یوگا جاننے والے چھ آرمی افسران کو دیکھنے لگا۔ مانک لال نے پوچھا "کیا بات ہے بڑی لمبی خیال خوانی کر رہے تھے؟"

جگدیش راٹھور نے پوچھا "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولا "ایک ایسی خوش خبری ہے۔ جسے سنتے ہی آپ سب خوشی سے اچھل پڑیں گے۔"

"آخر بات کیا ہے؟ ہمیں بتاؤ تو سہی۔"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکی میری مٹھی میں آگیا ہے۔"

"کیا...؟" سب اسے بے یقینی اور حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ انہیں بتانے لگا کہ اس نے کس طرح اس ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کیا ہے اور اس کے دماغ میں جاکر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنانے والا ہے۔

وہ سب اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئے۔ اس کی پیٹھ تھپکنے لگے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر باری باری مصافحہ کرنے لگے اور اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ مانک لال نے کہا "چنڈال تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ فوراً اس کے دماغ میں جاؤ اور اس پر تنویمی عمل کرو اور اس بات کا خیال رکھو، اس دوران میں کوئی دوسرا اس کے دماغ میں نہ آسکے ورنہ ہماری کامیابی ناکامی میں بدل جائے گی۔"

وہ بولا "آپ فکر نہ کریں۔ اب ٹونی جے میرے شکنجے سے نہیں نکل سکے گا۔ میں نے اس کی بیوی کو بھی دوسرے بیڈ روم میں گہری نیند سلا دیا ہے۔ وہ میرے تنویمی عمل کے دوران میں مداخلت کرنے نہیں آئے گی۔"

جگدیش راٹھور نے ایک بار پھر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا "تم بڑی سمجھ داری سے کام لے رہے ہو۔ شاباش! جاؤ دیر نہ کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کیں پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ ٹونی جے کے اندر پہنچ گیا اور تنویمی عمل کرنے لگا۔ ادھر وہ چھ آرمی اعلیٰ افسران بہت خوش تھے۔ بہت بڑی کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔ ان کے ہندوستان میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہونے والا تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی۔

O✡O

جلسہ پرامن تھا۔ مسلمان عورتیں بچے' جوان مرد اور بوڑھے سب ہی نہایت اطمینان اور عقیدت سے سہاگن دیوی کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ مائیک پر کھڑی ہوئی بول رہی تھی۔ اچانک ہی اسے آتما شکتی کے ذریعے آگاہی ملی کہ کوئی شخص اس بھیڑ میں چادر لپیٹے کھڑا ہے اور اس چادر میں گن چھپی ہوئی ہے اور اس گن سے اس کا نشانہ لے رہا ہے۔

اسی وقت کبریا نے جینا پر چھلانگ لگائی پھر اسے لے کر زمین پر گرتا ہوا دوسری طرف لڑھک کر چلا گیا۔ اگر وہ عین وقت پر ایسا نہ کرتا تو وہ گولی جینا کے آر پار ہو جاتی۔

پرامن جلسے میں بھگدڑ مچ گئی۔ عورتیں' بچے خوف زدہ ہو کر چیخنے لگے۔ کیونکہ وہ ہوائی فائر کرتا ہوا۔ بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت چند جاں باز مسلمانوں نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے' اسے چاروں طرف سے گھیر کر دبوچ لیا۔

وہ لوگ اسے مار رہے تھے پھر اسے اٹھا کر جھنجوڑ کر پوچھ رہے تھے کہ تم کون ہو تم نے سہاگن دیوی پر گولی کیوں چلائی؟ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا اچانک ہی ایک خاموش گولی کہیں سے سنسناتی ہوئی آئی اور اس کی کھوپڑی میں سوراخ کرتے ہوئے گزر گئی۔ کسی نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے اسے ہلاک کیا ہوگا۔

جینا اور کبریا فرش پر سے اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔

مسلمانوں نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تھا۔ تاکہ پھر کوئی گولی سہاگن دیوی کے قریب نہ آئے۔ ایک مسلمان لیڈر مائیک کے پاس آکر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "میری بہنوں! اور بھائیو...! خاموش ہو جاؤ۔ رک جاؤ۔ یہاں سے نہ جاؤ۔ یہ ہندوؤں کی سازش ہے۔ وہ ہمارے جلسے کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ سہاگن دیوی نے انہیں کروڑوں کی امداد دی ہے تو یہ امداد ہمیں نہ دی جائے۔"

پولیس افسر نے مائیک کے پاس آکر اس مسلمان لیڈر سے سختی سے کہا "آپ اس طرح سے ہندوؤں کے خلاف نہ بولیں۔ کسی ثبوت کے بغیر آپ اشتعال انگیزی کر رہے ہیں۔ اس طرح پھر فسادات شروع ہو جائیں گے۔"

اس پولیس افسر کا ماتحت ایک انسپکٹر اور چند سپاہی اس فائرنگ کرنے والے کی لاش کے پاس گئے تھے۔ مسلمانوں کے اصرار پر اس لاش کو ننگا کیا گیا تو پتا چلا کہ وہ ہندو تھا۔

مسلمان مشتعل ہو رہے تھے۔ ہندوؤں کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ پولیس افسر اور تمام سپاہی پریشان ہو گئے تھے۔ وہ ان ہزاروں مسلمانوں کو قابو نہیں کر سکتے تھے۔ ایسے میں جینا نے مائیک کے سامنے آکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "میں آپ لوگوں سے بنتی کرتی ہوں۔ خاموش ہو جائیں۔ پلیز خاموش ہو جائیں۔"

اس کی بات سنتے ہی سب خاموش ہو گئے۔ مجمع میں سے چند مسلمان چیخ کر کہنے لگے "دیوی جی! آپ اسٹیج سے چلی جائیں۔ ورنہ پھر کوئی گولی اسٹیج کی طرف آسکتی ہے۔"

جینا نے کہا "مجھے اپنی موت کی پروا نہیں ہے۔ جب ہندو مسلمانوں کو مارنا چاہتے ہیں اور مسلمان مشتعل ہو کر ہندوؤں کو مارنا چاہتے ہیں تو مجھے شرم سے پہلے ہی مر جانا چاہیے۔ کوئی گولی میری طرف آتی ہے تو آنے دو۔ میں مرجانا پسند کرتی ہوں یا تو یہاں ہندو مسلمانوں میں یکجہتی اور محبت پیدا کروں گی یا پھر یہاں سے میری لاش جائے گی۔"

پولیس افسر نے مائیک پر آکر کہا "میں آپ سب کو یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں نہایت دیانت داری سے تحقیقات ہوں گی اور سہاگن دیوی اس بات کی گواہی دیں گی کہ ہم پولیس والے ہندوؤں کی حمایت میں مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔ جو انصاف کا تقاضا ہے۔ وہی کریں گے۔ فار گاڈ سیک۔ آپ لوگ شانت ہو جائیں اور نتیجے کا انتظار کریں۔ ورنہ آپ کے اشتعال میں آنے سے فسادات پھر شروع ہو جائیں گے۔"

کبریا جینا کو اپنے ساتھ لے کر چند مسلمانوں کے ہمراہ وہیں ایک مکان کے اندر چلا گیا۔ مائیک پر کہا گیا کہ دیوی جی یہاں موجود ہیں اور اس مکان کے اندر سے آپ کو مخاطب کریں گی۔ تاکہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں۔

جان محمد کے بھائی احسان محمد کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ پولیس افسر نے فون کے ذریعے ممبئی پہنچنے والے جان محمد سے گفتگو کی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ دیوی جی کے بنگلے میں شکنتلا کے ساتھ خیریت سے ہے۔

پولیس کے سوال کرنے پر اس نے جواب دیا تھا کہ ہاں میرے بھائی احسان محمد اور شکنتلا کے بھائی دھیرج نے آپس میں گٹھ جوڑ کیا تھا۔ میرے اور مسلمانوں کے خلاف سازش کی تھی اور ہماری محبت کو ایک بہانہ بنا کر فسادات شروع کروائے تھے۔

پولیس افسر اس وقت مائیک کے سامنے کھڑا ہوا مسلمانوں سے کہہ رہا تھا "جیسا کہ آپ لوگوں نے دیکھا تھا کہ میں نے فون کے ذریعے جان محمد سے گفتگو کی تھی۔ میں نے وہاں کے پولیس والوں سے بھی رابطہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ جان محمد سے مل کر اس کے زندہ سلامت رہنے کی تصدیق کریں۔ اب میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں دشمنوں کو معاف نہیں کیا جائے گا اور ان کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ اسی لیے ہم نے یہاں جان محمد کے بھائی احسان محمد کو گرفتار کیا ہے اور اس کے ساتھ مل کر سازش کرنے والے ہندو دھیرج کو بھی گرفتار کیا جائے گا۔"

اس نے سب کے سامنے موبائل فون نکالا اور ہندوؤں کے علاقے کے تھانے دار سے رابطہ کرکے اسے حکم دیا کہ وہ فوراً ہی دھیرج کو گرفتار کرے اور اسے فرار ہونے کا موقع نہ دے۔

اس جلسے کے منتظم نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا "میری بہنو اور بھائیو! آپ انتظار کریں۔ ہم یہ مائیک مکان کے اندر لے جا رہے ہیں۔ دیوی جی وہاں سے آپ کو مخاطب کریں گی۔"

جلسہ منتشر ہو رہا تھا۔ لوگ اِدھر اُدھر جا رہے تھے یہ اعلان سننے کے بعد پھر واپس آکر بیٹھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد جینا نے مائیک کے ذریعے کہا "میری بہنو اور بھائیو! مجھے افسوس ہے کہ آپ سے مخاطب ہونے کے دوران میں ایک ناگوار واقعہ پیش آیا۔ میری جان لینے کی کوشش کی گئی لیکن بھگوان کو یہ منظور نہیں تھا یہ کہاوت درست ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے...!

میں آپ سب سے التجا کرتی ہوں کہ ایسے وقت مذہبی

جوش اور جنون میں نہ آئیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ میں ہندو ہوں تو ہندوؤں کی حمایت میں بولوں گی۔ جو انصاف کا تقاضا ہے وہی بولوں گی اور وہی کروں گی۔

ہم سب ذرا عقل سے سوچیں تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ نہ تو تمام ہندو شرپسند ہیں اور نہ ہی تمام مسلمان فرشتے ہیں۔ جس طرح ہندوؤں میں کچھ شرپسند ہیں تو مسلمانوں میں بھی شرپسند موجود ہیں۔ اس بات کا کھلا ثبوت آپ کے سامنے ہے۔ آپ کے سامنے احسان محمد کو گرفتار کیا گیا ہے اور ادھر دھیرج کو بھی گرفتار کیا جارہا ہے۔

یہ معاملہ اس گرفتاری پر ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کو سزا دینے سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں یک جہتی پیدا ہوگی۔ کیونکہ احسان محمد اور دھیرج محض آلہ کار ہیں۔ ان کے پیچھے ان کو کٹھ پتلی کی طرح نچانے والے ہاتھ دوسرے ہیں۔ وہ مفاد پرست سیاست داں اسمبلیوں میں پہنچنے اور اپنی لیڈری چمکانے کے لیے معصوم ناخواندہ اور سیاست سے بے خبر رہنے والے عوام کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ایسے بھڑکانے والے اور فسادات برپا کرنے والے میری نظروں سے چھپے نہیں رہیں گے۔ وہ پولیس اور قانون کے دوسرے محافظوں کو دھوکا دے سکتے ہیں لیکن مجھے دھوکا نہیں دے سکیں گے۔ میں اپنی آتما شکتی کے ذریعے ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔

میں آپ کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے آئی ہوں۔ آپ یہاں صبح سے میری آمد کا انتظار کررہے تھے۔ میں آپ لوگوں کو مایوس نہیں ہونے دوں گی۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر ایک درجن ہندو مارے گئے ہیں اور انہیں نقصان پہنچا ہے تو ان کے مقابلے میں ایک ہزار مسلمان مارے گئے ہیں۔ ان کے کاروبار تباہ ہوگئے ہیں۔ ان کے گھروں کو جلا دیا گیا ہے اس طرح تباہ و برباد ہونے والے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ میں نے ہندو بہنوں اور بھائیوں کی سہائتا کے لیے فی الحال دو کروڑ روپے دیئے ہیں۔ چونکہ آپ لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لیے میں ابھی چار کروڑ روپے دے رہی ہوں۔ اس کے بعد بھی ضرورت ہوگی تو اور بہت کچھ دیتی رہوں گی اور آپ کے دکھ درد میں کام آتی رہوں گی۔"

باہر جلسے میں لوگ تالیاں بجا رہے تھے اور سہاگن دیوی زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ کبریا نے کہا "اب ہم ریسٹ ہاؤس میں جاکر آرام کریں گے۔"

وہاں کے معزز افراد نے کہا "اب رات کے کھانے کا وقت ہوچکا ہے اور ہم نے آپ کے لیے کھانے پینے کا اہتمام کیا ہے۔ پلیز آپ انکار نہیں کریں گے۔ جو بھی ہم پیش کریں گے۔ آپ تناول فرمائیں گے۔"

جینا اور کبریا نے رات کا کھانا مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھایا پھر وہاں سے ریسٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہ اطلاع ہندوؤں اور مسلمانوں تک پہنچادی گئی کہ اب انہیں کل دن کے چار بجے تک کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ چار بجے سے چھ بجے تک سہاگن دیوی ہندوؤں اور مسلمانوں سے سامنے والے میدان میں ملاقات کیا کریں گی۔

شہر سے باہر ایک بڑا سا خوب صورت ریسٹ ہاؤس تھا۔ وہ دونوں وہاں آگئے۔ وہاں انہیں تنہائی میں بہت سے معاملات پر گفتگو کرنی تھی۔ یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ کس کے اشاروں پر جینا کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اس نے کبریا سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے میرا جانی دشمن کون ہوسکتا ہے؟"

"ابھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوجائے گا ویسے یہ پیچیدہ سیاست معلوم ہوتی ہے۔ جب تک تم ہندوؤں کے علاقے میں تھیں۔ کسی نے تم پر ایک کنکر بھی نہیں پھینکا۔ مسلمانوں کے علاقے میں تم پر گولی چلائی گئی۔ تمہارے دشمن تاثر دینا چاہتے تھے کہ تم مسلمانوں کے علاقے میں محفوظ نہیں رہوگی۔ تمہیں ہندوؤں کے علاقے میں رہنا چاہیے۔"

"سازش کرنے والوں نے ایک ہندو کو میرے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ کیا انہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہ ہندو پکڑا جاسکتا ہے اور بھید کھل سکتا ہے؟"

"انہیں پورا یقین ہوگا کہ وہ فائرنگ کرتا ہوا بچ کر نکل آئے گا۔ کوئی اسے پکڑ نہیں سکے گا۔ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ پکڑا گیا اور مارا گیا۔"

پھر وہ پریشان ہوکر بولی "اس طرح تو سارے ہندو بدنام ہوں گے۔ یہ چند سازش کرنے والے اپنی پوری قوم کو کیوں بدنام کرتے ہیں؟"

"ہندو ہوں یا مسلمان ہوں۔ ہندوستان ہو یا پاکستان ہو۔ اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے لیے عوام کو اسی طرح بے وقوف بنایا اور جذباتی طور پر بھڑکایا جاتا ہے۔"

"یہ تو معلوم کرو، وہ بڑا سیاسی لیڈر کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اور وہ کیا گڑبڑ کرتا پھر رہا ہے؟"

کبریا ہندوؤں اور مسلمانوں کے کتنے ہی معزز افراد کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے ایک ہندو رہنما کے خیالات پڑھے اس کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ بڑا سیاسی لیڈر کون

دیوتا 45

ہے پتا چلا اس کا نام دیوراج پٹیل ہے۔ وہ کئی بار الیکشن جیت کر اسمبلی میں پہنچ چکا ہے اور کسی نہ کسی وزارت کا عہدہ سنبھالتا رہتا ہے۔ کبریا نے اس ہندو رہنما کو فون پر اس سے رابطہ کرنے کے لیے راضی کیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کرنے لگا پھر رابطہ ہونے پر بولا "میں ...رام بول رہا ہوں۔ پٹیل صاحب کو میرا نام بتاؤ۔ وہ مجھ سے ضرور بات کریں گے۔"

تھوڑی دیر بعد دیوراج پٹیل کی آواز سنائی دی "ہیلو! ...رام جی! میں تو آپ کو فون کرچکا تھا۔ آپ موجود نہیں ...یہاں ہماری ایک خاص میٹنگ جاری ہے۔ آپ ابھی ...آئیں۔"

اس نے کہا "ٹھیک ہے میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر جانے لگا۔ کبریا اس سے پہلے ہی ...راج پٹیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بنگلے کے اندر ...کانفرنس روم میں چند معتبر اور اپنے خاص لیڈروں کے ...ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سہاگن دیوی کے سلسلے میں گرما گرم بحث ...رہی تھی۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "ہمارے دیش میں ...بڑے بڑے رشی منی، بڑے بڑے مہاتما اور سیاسی لیڈر پیدا ...ہوئے سب ہی نے کوششیں کیں کہ انسان انسان سے نہ ...اور پھر ہندو مسلمان ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کریں ...آج تک کسی کی نصیحت نے اثر نہیں کیا پھر یہ سہاگن ...کون سا پہاڑ کاٹ لیں گی کون سی ناممکن بات کو ممکن ...دیں گی۔"

ایک اور نے کہا "یہ کروڑوں روپے ہندوؤں اور ...مسلمانوں کو دان کررہی ہیں۔ دونوں کے دل جیتنے کی کوشش ...رہی ہیں لیکن کامیابی نہیں ہوگی۔ کروڑوں روپے کھا پی کر ...ہضم ہوجائیں گے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو ...دشمنی ہے وہ قائم رہے گی۔"

دیوراج پٹیل نے کہا "اور ہم اسے قائم رکھیں گے۔ ...فسادات میں ہزاروں دشمن مارے گئے ہیں۔ اس حساب ...سے ان کے ہزاروں ووٹرز کم ہوگئے ہیں۔ یعنی میرے مخالفوں ...کی تعداد میں کمی ہوچکی ہے۔ اب مجھے ہندو کے ووٹ سے ہی ...کامیابی حاصل ہوگی۔"

اس کے ایک ساتھی لیڈر نے کہا "لیکن پٹیل صاحب یہ ...بات بہت ہی غلط ہوگئی۔ اس علاقے میں کسی ہندو کو جاکر ...دیوی پر گولی نہیں چلانی چاہیے تھی۔"

"ہاں یہ گڑبڑ تو ہوئی ہے۔ ہندو بدنام ہوں گے لیکن ...کیا کرتا مجبور تھا۔ جو مسلمان آلہ کار میرے پاس موجود ہیں۔ انہوں نے دیوی پر گولی چلانے سے انکار کردیا تھا۔ کہہ رہے تھے کہ اپنے علاقے میں دیوی پر گولی نہیں چلائیں گے کیوں کہ اگر پکڑے گئے تو ان کا قیمہ بنا دیا جائے گا۔ چھ مسلمان میرا کام کرتے ہیں میرا کھاتے ہیں اور میرا کام کرنے سے ہی انکار کردیا تھا۔"

دیوتا 45

وہ ذرا توقف کے بعد بولا "بہرحال یہ تو ان کی مجبوری تھی انہوں نے درست ہی کہا تھا کہ پکڑے جائیں گے تو بھید کھل جائے گا۔ یہی دیکھو کہ ہمارا ایک ہندو پکڑا گیا ہے اور مارا گیا ہے بدنامی تو ویسے بھی ہوتی ایسے بھی ہورہی ہے۔"

"وہ جو مارا گیا ہے وہ تو ویسے بھی بدمعاش اور قاتل کی حیثیت سے مشہور ہے اور پولیس کی بلیک لسٹ میں رہتا ہے کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا کہ میں نے اسے آلہ کار بنا کر دیوی کو قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔"

ایک نے کہا "یہ بات مشہور ہے کہ سہاگن دیوی آتما شکتی کے ذریعے بہت سی ڈھکی چھپی باتوں کو معلوم کرلیتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے میں بھی معلوم کرلے پھر آپ اور ہم سب ہی مصیبت میں پڑیں گے۔"

"وہ کوئی سچ مچ کی دیوی نہیں ہے کہ اسے آتما شکتی حاصل ہو۔ پتا نہیں وہ کیسے ہتھکنڈوں سے معلوم کرتی ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کوئی شعبدہ باز ہوگی۔"

"اس نے مسلمانوں کے جلسے میں دھیان گیان کے بعد معلوم کیا تھا کہ جان محمد زندہ ہے اور اس کے قتل میں اس کے بھائی اور شکنتلا کے بھائی دھیرج کا ہاتھ ہے۔"

دیوراج پٹیل نے کہا "صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے دھیان گیان کے ذریعے یہ باتیں معلوم نہیں کی ہیں۔ دراصل وہ جان محمد کسی طرح قتل ہونے سے بچ گیا تھا اور فرار ہوکر دیوی کے بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں وہ پناہ لے رہا تھا۔ اس نے اسے [illegible] رکھا تھا اور یہاں آکر یہ ظاہر کررہی ہے کہ اس نے یہ سب کچھ آتما شکتی کے ذریعے معلوم کیا ہے۔"

ایسے ہی وقت کبریا نے اس کے اندر سہاگن دیوی کی آواز پیدا کی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ ایک دم سے چونک کر کرسی پر اچھل کر بیٹھ گیا۔ سب نے اسے دیکھا پھر ایک نے پوچھا "پٹیل صاحب! کیا ہوا؟"

"آں۔۔؟"

اس نے خالی خالی نظروں سے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا پھر کہا "کچھ نہیں۔ وہ میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"آپ کہہ رہے تھے کہ وہ کوئی دیوی ویوی نہیں ہے۔ شعبدے بازی دکھاتی ہے اور بھولے بھالے لوگ اسے دیوی سمجھنے لگتے ہیں۔"

کبریا نے اس کے دماغ میں سہاگن دیوی کی آواز پیدا کی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دوسروں نے اسے دیکھا پھر پوچھا "مراری جی! کیا بات ہے؟"

وہ اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر ہچکچاتے ہوئے بولا "نہیں۔ کچھ نہیں۔ بس وہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ سچ مچ دیوی ہے یا دھوکے باز ہے مگر جب تک کوئی ثبوت نہ ہو۔ ہمیں اسے دھوکے باز نہیں کہنا چاہیے۔"

ایک اور شخص نے کہا "وہ تو سراسر دھوکے باز ہے۔ یہ دیکھو کہ ممبئی کے کتنے بڑے بڑے سرمایہ داروں کو پھانس رکھا ہے۔ ان سے لاکھوں کروڑوں روپے غریبوں کی امداد کے لیے لیتی ہے لیکن دیتی کتنا ہو گی۔ اگر اس نے یہاں ہندوؤں کو دو کروڑ دیئے ہیں تو اپنے بینک اکاؤنٹ میں چار کروڑ ضرور چھپا کر رکھے ہوں گے۔ وہ دیوی بن کر بہت بڑا فراڈ کر رہی ہے۔ بہت منافع حاصل کر رہی ہے۔"

کبریا نے اس کے دماغ میں سہاگن دیوی کی آواز پیدا کی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ پھر ایک دم سے اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا۔ دوسرے لیڈروں نے اسے دیکھا پھر ایک نے پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

بھنڈاری نے کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا "مجھے کچھ ایسا لگا جیسے میں نے ابھی سہاگن دیوی کی آواز سنی ہے۔"

مراری نے کہا "اے بھگوان! ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا۔ مجھے بھی سہاگن دیوی کی آواز سنائی دی تھی۔"

ان سب نے دیو راج پٹیل کو دیکھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں۔ میں نے بھی اس کی آواز سنی تھی۔"

ایک شخص نے کہا "میں دیکھ رہا ہوں کہ جو بھی سہاگن دیوی کے خلاف بولتا ہے یا اسے برا کہتا ہے تو اسے اپنے اندر اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ میں جاننا چاہوں گا کہ وہ کیا کہتی ہیں؟"

راج پٹیل نے کہا "میں نے تو بس ایک ہی لفظ سنا ہے۔ اوم نمستے وا۔"

مراری نے کہا "بالکل میں نے بھی یہی سنا ہے۔"

بھنڈاری نے بھی تائید میں کہا "ہاں۔ میں نے بھی کچھ سنا ہے۔ کیا یہ دیوی کی طرف سے کوئی وارننگ تو نہیں ہے؟"

پٹیل نے حقارت سے کہا "میں سیاسی جنگ لڑتا رہتا ہوں۔ کتنے ہی مجھے چیلنج کرتے رہتے ہیں۔ وارننگ دیتے رہتے ہیں اور میں ان کی ایسی کی تیسی کرتا رہتا ہوں۔ یہ دیوی کیا چیز ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے پھر اپنے اندر سہاگن دیوی کی آواز سنائی دی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ پھر چونک گیا۔ اس بار ذرا سا گھبرا گیا۔ پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ مراری نے پوچھا "کیا بات ہے؟ آپ نے پھر اس کی آواز سنی ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مراری نے کہا "میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اس کے خلاف نہ بولیں۔ اگر ہم اس کی برائی کیے بغیر اس کا برا کر رہے ہیں اور اس کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔ تو یہی بات ہے۔"

ان کے ساتھی نے کہا "یہ کیا بات ہوئی۔ جب آپ لوگ اس کا برا کر رہے ہیں تو اس کی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے سہاگن دیوی کا برا کرتے رہو تو وہ وارننگ نہیں دیتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے اپنے اندر آواز سنائی دی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

وہ بولنے والا ایک دم سے بوکھلا گیا پھر بولا "ابھی ابھی میں نے بھی اس کی آواز سنی ہے۔"

اسی وقت ایک پولیس انسپکٹر وہاں آیا۔ دیو راج پٹیل نے کہا "آؤ ٹھاکرے! کیا خبر ہے؟"

"بہت بری خبر ہے۔ دیوی جی واقعی مہا گیانی ہیں۔ انہیں اندر کی بات معلوم ہو جاتی ہے۔ انہوں نے احسان محمد کو مجرم ثابت کر دیا ہے۔ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ دھیرج کو بھی گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے فون پر کہہ دیا کہ وہ اپنی خیریت چاہتا ہے تو گجرات چھوڑ کر کہیں روپوش ہو جائے۔ وہ یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔"

دیو راج پٹیل نے کہا "وہ کوئی مہا گیانی نہیں ہے۔ وہ ... محمد زندہ بچ کر اتفاق سے اس کے بنگلے میں پہنچ گیا ہے۔ ... سب کچھ بتا چکا ہے اور پولیس والوں کو بھی اپنے قاتلوں کے خلاف بیان دے رہا ہے۔ اس لیے احسان محمد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دھیرج کہاں تک بچتا پھرے گا۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ مہا گیانی نہیں ہے۔ آتما شکتی اس کے پاس نہیں ہے۔ بس وہ فراڈ کر رہی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے سہاگن دیوی کی آواز اپنے اندر سنائی دی "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

انسپکٹر ایک دم سے چونک کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ پٹیل نے پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا؟"

اس نے ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر کہا "کچھ نہیں بس یونہی۔"

اس نے آگے کچھ نہیں کہا۔ بھنڈاری نے پوچھا "کیا تم نے ابھی اپنے اندر دیوی جی کی آواز سنی ہے؟"

انسپکٹر نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "یہ تم کیسے جانتے ہو؟"

"ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ جب بھی ہم اس کے خلاف بولتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اوم نمستے وا۔ کیا تم نے بھی یہی سنا ہے؟"

اس نے ہاں ہاں کے انداز میں کئی بار سر ہلایا پھر کہا "ہاں۔ میں نے بھی یہی سنا ہے۔"

اگر ان میں سے کوئی ایک ایسی آوازیں سنتا تو کہا جاتا کہ یہ فریب سماعت ہے۔ دیوی جی اس کے حواس پر چھا گئی ہے۔ اس لیے وہ ایسی آوازیں سن رہا ہے لیکن وہاں سب کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ جو جینا کی برائی کر رہا تھا۔ وہ اپنے اندر اس کی آواز سن رہا تھا۔

انسپکٹر ٹھاکرے نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "تعجب ہے کیا سچ مچ آپ لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے؟"

"ہم کوئی مذاق نہیں کر رہے ہیں۔ تم پھر آزما کر دیکھ سکتے ہو۔ جب تک اس کی برائی نہیں کرو گے اور اس کے خلاف کچھ نہیں کہو گے۔ تمہیں کچھ محسوس نہیں ہو گا۔ جیسے ہی بولو گے تمہیں اپنے اندر اس کی آواز سنائی دے گی۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ ہمیں وارننگ دے رہی ہو۔"

ٹھاکرے نے کہا "میں نہیں مانتا۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے اتفاق سے میں نے اس کی آواز سنی ہو؟ یا مجھے اس کی آواز سننے کا دھوکا ہوا ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے اپنے اندر سہاگن دیوی کی آواز سنائی دی "دھوکا۔ دھوکا۔ تو نے قانون کو دھوکا دیا ہے۔ تیرا فرض تھا کہ تو قاتل کو گرفتار کرتا۔ تو نے اسے بھگا دیا ہے۔ اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔ تیرا کیا بنے گا ٹھاکرے؟ اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا۔"

انسپکٹر ٹھاکرے چکرا کر گرتے گرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔

بوکھلا کر کہنے لگا "وہ بول رہی ہے۔ دیوی جی میرے اندر بول رہی ہے۔ وہ مجھے وارننگ دے رہی ہیں۔"

وہ سب حیرانی و پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ یقین کر رہے تھے کہ اس کے اندر ایسا ہو رہا ہو گا۔ وہ اس سے پوچھنے لگے "دیوی جی! کیا کہہ رہی ہیں۔ تم اتنا پریشان کیوں ہو گئے ہو؟ پولیس والے ہو کر گھبرا رہے ہو؟"

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا "آپ لوگوں کے ساتھ ایسا ہو گا تو آپ بھی گھبرائیں گے کیا پہلے کبھی آپ نے اپنے اندر کسی کی آواز سنی ہے؟ کیا کسی نے آپ کے اندر آ کر وارننگ دی تھی! وہ صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ مجھے دھیرج کو گرفتار کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ اب میرا کیا بنے گا؟ یہ اس کے الفاظ ہیں جو میں نے صاف صاف اپنے اندر سنے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

دیو راج پٹیل نے کہا "تمہارے آگے دو ہی راستے ہیں یا تو جاہل جنتا کی طرح اس کے عقیدت مند بن جاؤ۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اس کے چرنوں میں گر پڑو یا پھر عقل سے سوچو۔ یہ اس کی شعبدہ بازی ہو سکتی ہے۔ کوئی جادوئی ہتھکنڈہ ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس سے ڈر گئے تو سمجھو مر گئے۔"

مراری نے کہا "ٹھاکرے تم پولیس والے ہو۔ پتھر دل ہو۔ پتھر بن کر رہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہوتا ہے؟ وہ صرف وارننگ دے رہی ہے یا ہمارے خلاف کچھ کرنا بھی چاہ رہی ہے۔"

بھنڈاری نے کہا "اس سے پہلے کہ وہ ہمارے خلاف کچھ کرے۔ اسے ختم کر دینا چاہیے۔ پہلا حملہ ناکام ہوا تھا۔ دوسرا ناکام نہیں ہونا چاہیے۔"

پٹیل نے کہا "ابھی رات کے گیارہ بجے ہیں۔ صبح تک اسے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جانا چاہیے۔"

ٹھاکرے نے کہا "ابھی میں ریسٹ ہاؤس جاؤں گا۔ دیکھوں گا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ اگر اس سے آمنا سامنا ہو گا۔ تو یہ بھی سمجھنا چاہوں گا کہ وہ میرے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہے یا بولنا چاہتی ہے۔ اگر اس کی طرف سے خاموشی رہے گی تو پھر سمجھ لوں گا کہ ابھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ میرے اندر کا ڈر ہے اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔"

دیو راج پٹیل نے کہا "اور جب دل سے ڈر نکل جائے تو تم ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے اور اس کے ساتھی کو گولی مار دو گے۔"

ٹھاکرے نے پریشان ہو کر کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے

ہیں۔ ایسا کرنے سے انرتھ ہوجائے گا۔ اگر وہ سچ مچ کی دیوی ہے تو مجھ پر عذاب نازل ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اس کے اور اس کے ساتھی کے قتل کے الزام میں پکڑا جاؤں گا۔"

"کوئی چشم دید گواہ نہیں ہوگا۔ اس ریسٹ ہاؤس میں ایک باورچی اور ایک ملازم ہے۔ میں ان دونوں کو اچھی خاصی رقم لے کر خرید لوں گا۔ اگر وہ بکنا نہیں چاہیں گے۔ تو انہیں بھی ختم کردیا جائے گا۔ ہمیں ہر حال میں اسے ختم کرنا ہی ہوگا۔ وہ دیوی بن کر میرا سیاسی کیریئر تباہ کرنے آئی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے تمام منصوبے خاک میں ملائے۔ میں اسے خاک میں ملا دینا چاہتا ہوں۔ بولو اسے اور اس کے ساتھی کو ختم کرنے کے لیے کتنی رقم لوگے میں ابھی چیک لکھ کردیتا ہوں۔"

ٹھاکرے نے آس پاس بیٹھے افراد کو دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "ٹھاکرے! ہم سے کیا پردہ ہے۔ پٹیل صاحب سے تولین دین سب ہی کا رہتا ہے۔ تم بتاؤ کتنی رقم لو گے؟"

وہ بولا "میں دونوں کو ختم کرنے کے ایک ایک لاکھ روپے لوں گا مگر یہ دو لاکھ روپے نقد لوں گا۔ چیک لینے سے پکڑا جاؤں گا۔"

دیوراج پٹیل نے تائید میں سرہلا کر کہا "میں بھی چیک دوں گا تو کبھی محاسبہ ہوسکتا ہے کہ میں نے تمہیں دو لاکھ کا چیک کیوں دیا تھا۔ کل صبح بینک کھلنے کے بعد تمہیں دو لاکھ روپے کیش دیئے جائیں گے۔ شرط یہی ہے کہ تم صبح سے پہلے ان کی موت کی خوش خبری سناؤ گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "میں صبح سے پہلے ضرور خوش خبری سناؤں گا۔"

وہ ان سب کو پرنام کرکے چلا گیا۔ کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر جینا سے کہا "ایک قاتل ہماری طرف آرہا ہے۔"

اس نے پریشان ہوکر اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا "فکر نہ کرو۔ اس بار ہم اپنے دشمن کو جان سے نہیں ماریں گے یا تو اسے خود ہی مرنے پر مجبور کردیں گے یا وہ سب تمہارے قدموں میں گر کر اپنے سنگین جرائم کا اقرار کرتے ہوئے خود کو قانون کے حوالے کریں گے۔ یہاں ایسے ایسے تماشے ہوں گے جنہیں دیکھ کر ہندو مسلمان سب ہی عبرت حاصل کریں گے اور آئندہ دنگے فسادات سے باز آجائیں گے۔"

O*O

اعلیٰ بی بی دہلی میں میرے ساتھ تھی۔ جس طرح کبریا ممبئی میں حمزہ خان کے نام سے رہنے لگا تھا اور یہ کرچکا تھا کہ وہ جرمنی کی ایک دوا ساز کمپنی کا اور ممبئی کا بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اسی طرح بھی یہاں دہلی میں اچھی طرح قدم جما چکے تھے۔

شانتا بائی ایک بہت ہی امیر کبیر عورت تھی۔ مرنے کے بعد اسے پانچ سو کروڑ روپے کی دولت ملی تھی۔ اس کا باپ بہت بڑا سرجن تھا۔ ایک مشہور اسپتال کا مالک تھا۔ اس اسپتال کا نام اس شانتا کے نام پر رکھا تھا۔ اب سے سترہ برس پہلے کے سلسلے میں لندن چلی گئی تھی۔ وہاں اسے ایک انگریز سے محبت ہوگئی تھی۔ اس کے ساتھ رہی تھی۔ نتیجے کے طور پر اس کے پاؤں بھاری پریشان ہوگئی۔ اس نے اپنے عاشق سے کہا "میں ہوجاؤں گی۔ مجھ سے فوراً شادی کرلو۔"

اس عاشق نے کہا "تم جانتی ہو۔ میرا تعلق خاندان سے ہے۔ میں کسی بھی دوسرے خاندان دوسرے ملک کی لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا۔ اگر کروں لاکھوں پونڈز کی دولت اور جائداد سے محروم ہوجاؤں گا۔"

شانتا بائی نے پوچھا "کیا تم مجھے بدنام ہونے کے لیے چھوڑ دو گے؟"

"میں ایسا بھی ہرجائی نہیں ہوں۔ تم سے محبت کرتا رہوں گا اور تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ بدنام نہیں ہونے دوں گا۔"

"میں تو بدنام ہونے والی ہوں۔ اب تو اتنے چکے ہیں کہ بچے کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اسے تو پیدا ہوگا۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اسے پیدا ہونے دو۔ لندن میں ہو اور تعلیم حاصل کررہی ہو۔ رازداری سے کی پرورش کرو۔ میں اس کے لیے باقاعدہ انتظام کروں گا۔ اس کی تعلیم و تربیت میں کمی نہیں ہوگی۔ تم اسے یہاں چھوڑ کر جاؤ گی۔ اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ جب ہماری یہ حاصل کرکے جوان ہوگی تو تم اس پر فخر کروگی۔"

اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ تقریباً تین برس دودھ پلاتی رہی۔ اس پر اپنی ممتا نچھاور کرتی رہی تعلیم مکمل ہوگئی۔ ایسے ہی وقت اس کے باپ ہوگیا۔ ماں تو برسوں پہلے ہی مرچکی تھی۔ جائداد و دولت کو سنبھالنے کے لیے اس کا ضروری ہوگیا تھا۔

اس کے محبوب جارج اینڈرسن نے کہا "تمہیں تو تنہا جانا ہوگا۔ بچی کو ساتھ نہیں لے جاسکو گی۔ کیونکہ وہاں کنواری کہلاتی ہو۔"

وہ پریشان ہوکر بولی۔ "یہی تو مجبوری ہے کہ میں اپنی بچی کے بغیر کیسے رہوں گی؟ اور یہ میرے بغیر کیسے رہے گی؟"

اینڈرسن نے کہا "اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا اور ہم نے جو گورنس رکھی ہے۔ وہ بہت فرض شناس ہے۔ وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ بچی کی پرورش کرتی رہے گی۔"

وہ مجبور ہوکر اپنی بیٹی نیہا کو لندن میں چھوڑ کر ہندوستان آگئی۔ وہاں اس نے اپنے باپ کی تمام دولت اور جائداد کو پہلے اپنے نام کرایا پھر پوری طرح خود مختار ہونے کے بعد اپنے خاندان میں اعلان کیا کہ وہ لندن میں شادی کرچکی ہے اور اس کی ایک بیٹی بھی ہے۔

اس بات پر اس کے خلاف کئی باتیں ہوئیں لیکن منہ پر کسی کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ بے انتہا دولت مند تھی۔ کوئی اس پر کیچڑ نہیں اچھال سکتا تھا۔ وہ چھ ماہ بعد یہ کہہ کر لندن گئی کہ اب اپنے شوہر اور اپنی بیٹی نیہا کے ساتھ واپس آئے گی۔

لندن میں اسے اپنی بیٹی نیہا مل گئی لیکن شوہر نہیں مل سکتا تھا کیونکہ اس نے شادی نہیں کی اور نہ ہی جارج اینڈرسن اسے بیوی کی حیثیت سے اپنی سوسائٹی میں پیش کرسکتا تھا۔

اس نے کہا "سوری شانتا! میں نہ تم سے شادی کرسکتا ہوں اور نہ ہی تمہارے ساتھ ہندوستان جاسکتا ہوں۔ تمہیں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ہوسکے تو کسی اچھے ہندوستانی سے شادی کرلو۔"

وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی ایک ہی تلخ تجربہ کافی تھا۔ وہ بیٹی کو لے کر جب ہندوستان پہنچی تو سفید ساڑھی پہنے ہوئے تھی اور مانگ میں سندور نہیں تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کے پتی کا دیہانت ہوچکا ہے اور اب وہ ودھوا ہوچکی ہے۔

کئی رشتے دار یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ ان کے جوان بیٹے یا جوان بھائی یہ امید کرنے لگے تھے کہ وہ ودھوا ہونے کے بعد ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ضرور شادی کرے گی۔

کتنے ہی نوجوان اور ادھیڑ عمر کے لوگ اس پر ڈورے ڈالتے رہے اور ناکام ہوکر اس کے خلاف سازشیں بھی کرتے رہے لیکن وہ اپنی بات پر اڑی رہی۔ ودھوا رہ کر ہی زندگی گزار سکتی تھی۔ اس نے کسی سے شادی نہیں کی۔ بیٹی جب چھ برس کی ہوئی تو وہ اسے لندن لے گئی۔ وہیں اس کی رہائش اور تعلیم کا انتظام کیا۔ اسے لندن میں ہی رہنے دیا اور خود ہندوستان آکر اپنے باپ کے اس مشہور اور معروف اسپتال کے معاملات کو سنبھالتی رہی۔ اس اسپتال کی نیک نامی کے باعث اسے بھی نیک نامی ملتی رہی اور وہ دولت کماتی رہی۔

اس کی بیٹی نیہا برس دو برس بعد چند دنوں کے لیے ہندوستان آتی تھی۔ ماں سے ملتی تھی۔ رشتے داروں سے ملاقات کرتی تھی پھر واپس چلی جاتی تھی۔ اب رشتے داروں کو یہ امید بندھی تھی کہ ماں نے شادی نہ کی نہ سہی اب بیٹی چھ سات برسوں میں جوان ہونے والی ہے۔ ان کی اولادیں بھی جوان ہوچکی ہیں۔ ان سے نیہا کی شادی ہوسکتی ہے۔

جب نیہا دس برس کی ہوئی تو تمام رشتے دار مایوس ہوگئے۔ کیونکہ وہ لندن چھوڑ کر نیویارک چلی گئی تھی پھر ہندوستان واپس نہیں آئی۔

میں شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کی یہ مختصر روداد اس لیے پیش کررہا ہوں کہ اب شانتا بائی سے میرا اور اعلیٰ بی بی کا گہرا تعلق ہوچکا ہے جب اس کی بیٹی نیہا سولہ برس کی ہوئی تو اسے اطلاع ملی کہ وہ سخت بیمار ہے۔ وہ بیٹی کو دیکھنے کے لیے نیویارک گئی۔ بیٹی اسپتال میں تھی ماں کے پہنچنے کے دوسرے دن ہی اس کا انتقال ہوگیا۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسی جوان بیٹی دیکھتے ہی دیکھتے اچانک موت کے منہ میں چلی جائے گی۔ وہ کچھ روز نیویارک میں رہ کر بیٹی کی ابدی جدائی کا ماتم کرتی رہی پھر ہندوستان واپس آگئی۔ جب وہ دہلی کے ائرپورٹ پر پہنچی تو میں وہاں موجود تھا۔

ایسے وقت کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ وہ اپنا سامان ٹرالی میں رکھ کر باہر آرہی تھی۔ تب ہی مجھ سے سامنا ہوگیا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ ساڑی کے آنچل سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ اس کے آنسوؤں نے مجھے متاثر کیا۔ میں نے سوچا پتا نہیں اس پر کیا مصیبت آپڑی ہے۔ یہ کیوں رو رہی ہے؟

میں نے آگے بڑھ کر اس کی ٹرالی کو تھام کر کہا "کیا میں تمہاری کوئی مدد کرسکتا ہوں؟"

وہ بولی "نہیں شکریہ میں یہ ٹرالی اپنی کار تک لے جاسکتی

ہوں۔"

میں نے اس کی ٹرالی پکڑ کر اسے دھکیلتے ہوئے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھو۔ تمہیں کیا دکھ ہے؟ مجھے بتاؤ۔"

وہ پھر آنسو پونچھتے ہوئے بولی "کچھ نہیں۔"

میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ تب پتا چلا کہ سولہ برس کی جوان بیٹی مرچکی ہے۔ اس کا صدمہ برداشت نہیں ہورہا ہے۔ میں نے آدھے منٹ میں ہی اس کے مختصر سے اہم حالات پڑھ لیے اور اسی وقت فیصلہ کرلیا کہ میں اس کے آنسو کس طرح پونچھ سکتا ہوں۔ اور اپنا کام بھی کس طرح نکال سکتا ہوں۔

پارکنگ ایریا میں اس کی کار نہیں تھی۔ اس نے کہا "میں نے فون پر کہا تھا کہ میری کار لائی جائے پتا نہیں کیا بات ہوگئی؟"

"کوئی بات نہیں میرے پاس کرائے کی کار ہے۔ میں آپ کو ابھی آپ کی مطلوبہ جگہ پہنچا دوں گا۔"

میں نے اس کا سامان اپنی کار کی ڈگی میں رکھا۔ وہ میرے ساتھ بیٹھ گئی پھر میں نے کار میں اپنے ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔

اس نے میرے پاس آکر پوچھا "لیس پاپا! کیا بات ہے؟"

"میرے ساتھ ایک خاتون بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ انہیں معلوم نہ ہو کہ میں انہیں کہاں لے جارہا ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ میں نے اس سے کہا "میں اسے اپنے ہوٹل کے کمرے میں لے جارہا ہوں۔ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کروں گا۔ تم اپنا سامان لے کر میرے کمرے میں آجاؤ پھر میں اپنا منصوبہ بتاتا ہوں کہ آئندہ ہمیں یہاں چھپ کر رہنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟"

اعلیٰ بی بی مدراس کے علاقے میں تھی۔ ادھر سے ادھر بھٹک رہی تھی۔ میرا ابھی کوئی مستقل ٹھکانا نہیں تھا۔ میں انڈین پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو دھوکا دیتا رہتا تھا اور چھپ کر رہنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ ہمارے مقابلے میں کبریا بڑی کامیابی سے چھپا ہوا تھا۔ کوئی اس پر کبھی شبہ نہیں کرسکتا تھا۔

شانتا بائی غائب دماغ رہی۔ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق میرے ساتھ ہوٹل میں آئی پھر وہاں سے چلتی ہوئی میرے کمرے میں پہنچ گئی۔ میں نے اسے کہا "آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ بستر پر لیٹ گئی۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے سلایا پھر اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔

میں نے اس کے ذہن پر یہ نقش کیا کہ اس کی بیٹی نیہا زندہ ہے۔ اسے کسی طرح کا بھی صدمہ نہیں پہنچا ہے۔ وہ بیمار تھی صحت یاب ہوچکی ہے اور اب اس کے ساتھ نیویارک سے ہندوستان واپس آئی ہے۔

میں نے دوسری بات یہ اس کے اندر نقش کی کہ اس کا ایک منہ بولا بھائی ہے۔ اس کا نام دھرم ویر ہے۔ وہ پہلے لندن میں اور پھر نیویارک میں اس کی بیٹی نیہا کا سرپرست بن کر رہتا تھا۔ اب وہ بھی نیویارک چھوڑ کر نیہا کے ساتھ ہندوستان میں رہنے کے لیے آیا ہے اور یہاں رہ کر شانتا بائی کا کاروبار سنبھالے گا اور اس کے اسپتال کے معاملات کی نگرانی کرتا رہے گا۔

میں نے ایسی چند اہم باتیں اس کے ذہن میں نقش کیں پھر اسے چار گھنٹوں تک تنویمی نیند سونے کی ہدایت کی۔ وہ سوتی رہی۔ اعلیٰ بی بی میرے کمرے میں آگئی۔ شانتا بائی نیو یارک سے اپنی بیٹی نیہا کی تمام تصاویر پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات لے کر آئی تھی۔ میں نے وہ تمام چیزیں اعلیٰ بی بی کو دکھاتے ہوئے کہا "اپنی تصویریں یہاں پاسپورٹ اور ویزا میں نیہا کی جگہ لگادو۔ میں اس پر ٹھپا لگواؤں گا کہ تم اپنی ماں اور اپنے سرپرست دھرم ویر کے ساتھ یہاں آئی ہو۔"

مجھے بھی دھرم ویر کی حیثیت سے خود کو یہاں ثابت کرنا تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور متعلقہ افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ اپنے لیے پاسپورٹ اور ویزا تیار کروانے لگا۔ میرے چہرے پر ہلکی سی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ میں نے ان کا صفایا کیا۔ چہرے کی بناوٹ میں ہلکی سی تبدیلی کی۔ اس کے مطابق انسٹینٹ کیمرے سے فوراً اپنی تصویر اتاری پھر وہ تصویریں لے کر متعلقہ افسران کے دفتر میں پہنچ گیا۔ وہاں وہ تصویریں ایک اعلیٰ افسر کو دے کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے صرف آدھے گھنٹے کے اندر میرا پاسپورٹ تیار کیا پھر میں نے سفارت خانے کے ایک افسر کے پاس پہنچ کر اپنا ویزا تیار کروایا۔

نیہا کے پاسپورٹ اور ویزا میں اس کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ان کی جگہ اعلیٰ بی بی نے اپنی تصویریں لگادیں۔ میں نے امیگریشن آفس کے دفتر میں جاکر ان پاسپورٹ اور ویزا پر ٹھپا لگوایا۔ اس طرح اب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ نیہا

ہے اور اپنی ماں کے ساتھ نیویارک سے دہلی آئی ہوئی ہے۔

نیہا اس سے پہلے دس برس کی عمر میں ہندوستان آئی تھی۔ اس کے بعد پھر اسے کسی رشتے دار نے نہیں دیکھا تھا۔ صرف ماں اسے دیکھتی رہی تھی۔ ان چھ برسوں میں وہ جوان ہوگئی تھی۔ اس کے قد اور چہرے کی ساخت میں کافی حد تک تبدیلی آئی تھی۔ اعلیٰ بی بی سترہ برس کی تھی۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ سب ہی اسے نیہا تسلیم کرنے والے تھے۔

جب تک شانتا بائی تنویمی نیند سوتی رہی۔ میں بہت مصروف رہا۔ اسی دوران اعلیٰ بی بی شانتا بائی کے خیالات پڑھ کر... اس کے تمام گھریلو اور کاروباری معاملات کو اچھی طرح سمجھتی رہی۔ آئندہ ہم باپ بیٹی کو شانتا بائی کے بہت سے رشتے داروں کے دماغوں میں پہنچنا تھا اور یہ معلوم کرنا تھا کہ ان میں سے کتنے افراد منہ کے میٹھے اور دل کے کڑوے ہیں اور درپردہ شانتا بائی سے دشمنی رکھتے ہیں۔ آئندہ ہم سے بھی دشمنی کرسکتے ہیں۔

شانتا بائی تنویمی نیند پوری کرکے بیدار ہوگئی۔ آنکھیں کھول کر پہلے تو بستر پر پڑی رہی۔ سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ میں نے اس کے اندر خیالات پیدا کیے کہ وہ اپنی بیٹی نیہا اور منہ بولے بھائی دھرم ویر کے ساتھ نیویارک سے دہلی پہنچی ہوئی ہے۔ ائرپورٹ پر طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس لیے اس کا بھائی دھرم ویر اس کو اور اس کی بیٹی کو ہوٹل لے آیا ہے۔

وہ بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں اعلیٰ بی بی کے ساتھ کمرے میں آیا تو اس نے میری مرضی کے مطابق اعلیٰ بی بی کو نیہا کی حیثیت سے پہچان لیا۔ بستر سے اتر کر دوڑتی ہوئی آکر اسے گلے لگالیا۔ وہ بھول گئی تھی کہ بیٹی مرچکی ہے۔ ٹیلی پیتھی کی جادوگری نے اس کی بیٹی کو پھر سے زندہ کردیا تھا۔ اب اس کے اندر کوئی صدمہ نہیں رہا تھا۔

میں نے اس کے اندر یہ خیالات پیدا کیے کہ نیویارک اور لندن میں دھرم ویر نامی ایک شخص تھا۔ جسے اس نے بھائی بنایا تھا۔ وہ اس کی بیٹی نیہا کی پرورش اور تعلیم کا ذمے دار تھا اور اس کا سرپرست بن کر رہتا تھا۔ وہی دھرم ویر اس کے قریب کھڑا ہوا ہے۔

وہ اعلیٰ بی بی کو گلے لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے چوم رہی تھی پھر اس نے مجھے کہا "بھائی! میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ آپ نے میری بیٹی کو باپ اور ماموں سے زیادہ پیار دیا ہے۔"

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم میری چھوٹی بہن ہو۔ کیوں غیروں جیسی باتیں کررہی ہو' کیا اب اپنے رشتے داروں میں جاکر بھی ایسی باتیں کروگی؟"

"نہیں آپ میرے سگوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ میں سب کو یہی بتاؤں گی کہ آپ میرے لیے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ آج بھی نیہا کے سرپرست ہیں۔ میرے پاس بھی اس کے سرپرست بن کر رہا کریں گے۔"

میں نے اس ہوٹل اور رینٹڈ کار کا بل ادا کیا پھر شانتا اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ آیا۔ وہاں اس ٹیکسی کو چھوڑ کر دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر شانتا بائی کے شان دار بنگلے میں پہنچا۔ وہاں خبر ہوئی کہ شانتا آئی ہوئی ہے تو تمام رشتے دار باہر چلے آئے۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہے تھے کہ شانتا بائی اب تک کہاں رہ گئی تھی؟ جہاز تو پانچ گھنٹے پہلے آگیا تھا۔

شانتا بائی نے ناراضگی سے کہا "میں نے فون پر اطلاع دی تھی کہ ائرپورٹ پہنچ رہی ہوں۔ میری کار لائی جائے۔ وہاں نہ تو کار تھی نہ ہی کوئی مجھے لینے آیا تھا۔"

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا "بیٹی! ہم ائرپورٹ آرہے تھے۔ اچانک کار میں خرابی پیدا ہوگئی۔ ہمیں وہاں پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ جب کار کی خرابی دور کرکے ائرپورٹ پہنچے تو وہاں تم نظر نہیں آئیں پھر انڈین ائرلائن کے کاؤنٹر سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ تم اس فلائٹ سے آچکی ہو۔ ہم نے سمجھ لیا کہ تم ٹیکسی میں بیٹھ کر یہاں آگئی ہوگی لیکن یہاں بھی آکر ہم پریشان ہوتے رہے۔ آخر تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

وہ سب اندر آئے۔ شانتا بائی نے کہا "یہ میرے بھائیوں سے بڑھ کر ہیں۔ ان کا نام دھرم ویر ہے۔ میں ان کے ساتھ ایک ضروری کام سے کہیں گئی ہوئی تھی۔ اس لیے مجھے یہاں آنے میں دیر ہوگئی۔"

تمام رشتے دار عورتیں اور مرد اعلیٰ بی بی سے مل رہے تھے۔ خوشی کا اظہار کررہے تھی اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی محبتیں جتا رہے تھے۔ ان کی محبتوں میں کتنی سچائی تھی۔ میں ان کے سچ اور جھوٹ کو رفتہ رفتہ بیان کرتا رہوں گا۔

میں نے اور اعلیٰ بی بی نے وہاں پہنچتے ہی ایک ایک کے خیالات پڑھنے شروع کردیئے تھے۔ ان سے مل جل رہے تھے۔ ان کی خوشی کے جواب میں خوشی کا اظہار کررہے تھے مگر اندر سے ان کے چور ارادوں کو بھی سمجھتے جارہے تھے۔

رات کے کھانے کا وقت ہوچکا تھا۔ میز پر کھانا لگایا جارہا

تھا۔ ایک بڑی سی لابی ڈائننگ ٹیبل کے اطراف تقریباً ایک درجن رشتے دار بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب ہی قریبی اور اہم رشتے دار تھے۔ شانتا بائی انہیں زیادہ منہ نہیں لگاتی تھی۔ چونکہ نیویارک سے بیٹی کو لے کر آئی تھی۔ لہٰذا اس کے استقبال کے لیے وہ سب وہاں جمع ہوگئے تھے۔

ان میں سے جو سب سے بوڑھا اور ان کا بزرگ تھا۔ وہ شانتا بائی کا چچا تھا۔ اس کے مرحوم باپ کا بھائی تھا۔ بھائی کی موت کے بعد اس نے حتیٰ الامکان کوشش کی تھی کہ اس کی دولت اور جائداد پر قبضہ جما سکے لیکن شانتا بائی مقدمہ جیت گئی تھی۔ ان کے درمیان ہمیشہ کشیدگی رہی تھی پھر اس کے چچا امیش بھاسکر نے صلح کرلی تھی۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا "بیٹی! میں بڑا ہو کر تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھ سے بھول ہوگئی۔ آئندہ میں تمہیں اپنی بیٹی سے بڑھ کر چاہوں گا۔ میں تمہیں باپ سے بڑھ کر پیار دوں گا۔"

رشتے داروں کے درمیان بدترین دشمنی بھی ہوتی ہے پھر صلح صفائی بھی ہو جاتی ہے۔ شانتا بائی نے ماضی کی دشمنیوں کو درگزر کیا تھا لیکن ان سے ذرا دور دور رہتی تھی۔ اپنے کاروباری معاملات میں مداخلت کرنے نہیں دیتی تھی۔ ویسے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا رہتا تھا۔ سازش کرنے والوں کے لیے اتنے تعلقات بھی بہت اہم ہوتے ہیں۔ وہ میٹھی چھری بن کر بہت کچھ کر گزرتے ہیں۔

اس وقت میں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ شانتا بائی کا چچا امیش بھاسکر یہ پلاننگ کرچکا تھا کہ شانتا کو تو کبھی شیشے میں نہ اتار سکا۔ نہ ہی اس سے مقدمہ جیت سکا مگر اب اس کی بیٹی نیہا جوان ہوگئی ہے۔ اگر اس کے سر پر ماں کا سایہ نہیں رہے گا۔ تو وہ خاندان میں بزرگ ہونے کی حیثیت سے نیہا کا سرپرست بن جائے گا۔

اس خیال سے اس نے منصوبہ بنایا تھا کہ شانتا کو کھانے پینے کی چیزوں میں زہر دیا کرے۔ تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ شانتا کے بنگلے میں اس کا باورچی بہت وفادار تھا۔ امیش بھاسکر نے سمجھ لیا تھا کہ اسے لاکھوں روپے دیئے جائیں تب بھی وہ اپنی مالکن کو زہر کبھی نہیں کھلائے گا۔ لہٰذا اس نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی بندیا کے ذریعے شانتا کے کھانے میں تھوڑا سا زہر ملا دیا تھا۔

اس زہر کی تاثیر یہ تھی کہ وہ فوراً اثر نہیں کرتا تھا۔ ڈیڑھ دو ہفتے میں آہستہ آہستہ اثر کرتا رہتا تھا۔ شانتا چونکہ پرہیزی کھانا کھاتی تھی۔ اس لیے اس کا کھانا بالکل الگ تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا تھا "ہم وہاں رہ کر اس طرح خیال خوانی کریں گے کہ کبھی کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا۔ اب ہم شانتا کو زہریلا کھانا کھانے سے روکتے تو بعد میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ ہمیں کس طرح کسی کی سازش کا علم ہوگیا تھا؟"

کئی دشمن ہماری نظروں میں تھے۔ ان سے بعد میں بڑی سہولت سے نمٹ سکتے تھے۔ میں نے اچانک ہی شانتا کے دل میں درد کا احساس پیدا کیا۔ وہ تکلیف سے بے حال ہوگئی۔ ڈائننگ ٹیبل کے پاس آکر بیٹھتے ہی تکلیف کے باعث اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اعلیٰ بی بی نے اسے سہارا دے کر ایک صوفے پر بٹھایا۔ سب ہی اس کے آس پاس جمع ہوگئے۔ پوچھنے لگے کہ کیا ہوا؟

اعلیٰ بی بی نے کہا "ممی کو السر کی شکایت ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہی شدید درد پیدا ہوتا ہے۔"

ان رشتے داروں کے چھوٹے بچے بھی تھے۔ ایک بچی بلی سے کھیل رہی تھی۔ میں نے اس بچی کے دماغ میں پہنچ کر اسے بلی کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل کے قریب آنے پر مائل کیا۔ وہ بلی جب اس بچی کے ساتھ میز کے قریب آئی تو کھانے کو دیکھتے ہی بچی کی گود سے نکل کر میز پر آگئی۔

تمام دوست اور دشمن رشتے دار شانتا کے اطراف جمع ہو کر تشویش کا اظہار کر رہے تھے۔ ان رشتے داروں میں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ وہ شانتا بائی کا معائنہ کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس ڈاکٹر کے اندر پہنچ کر اسے یہ سمجھنے پر مجبور کر رہی تھی کہ واقعی اس کی ممی کو السر کی شکایت ہے اور اس وقت وہ شدید درد میں مبتلا ہے۔

ایسے ہی وقت بچی نے زور سے چیخ کر کہا "ڈیڈ۔! میری بلی۔ دیکھیں میری بلی کو کیا ہوگیا؟"

سب نے پلٹ کر دیکھا تو وہ کھانوں کی ان پلیٹوں کی طرف تھی۔ جو شانتا بائی کے لیے رکھی گئی تھیں۔ بلی نے اس کھانے کو کھایا تھا اور وہیں میز پر ادھر سے ادھر تڑپ رہی تھی پھر وہ میز سے نیچے گر کر ایک دم سے ساکت ہوگئی۔

سب حیرانی اور پریشانی سے اس بلی کو دیکھنے لگے۔ شانتا بائی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنی تکلیف بھول گئی۔ رمیش بھاسکر اس ناکامی پر کچھ پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس باورچی کی گردن پکڑ کر اس کی پٹائی کرتے ہوئے پوچھا "تو نے میری بہن کے کھانے میں زہر ملایا تھا۔ کم بخت میری بہن تجھ پر اتنا بھروسا کرتی ہے اور تو اس کی جان لینا چاہتا تھا۔"

شانتا نے چیخ کر کہا "انکل! اسے چھوڑ دیں۔ اسے نہ ماریں۔"

اس نے ہاتھ روک لیے پھر کہا "بیٹی! اگر بلی یہ کھانا نہ کھاتی تو ابھی ہم تمہیں مردہ دیکھتے اور تم کہہ رہی ہو کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ معاف کردیا جائے؟"

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ مہاراج میرا پرانا باورچی ہے۔ پتاجی کے زمانے سے ہمارا وفادار رہا ہے۔ اس نے مجھے گود میں کھلایا ہے۔ میں اس کی بے عزتی برداشت نہیں کروں گی اور نہ ہی اس پر کبھی شبہ کروں گی۔"

شانتا بائی کی پھوپی نے کہا "بیٹی! اس پر شبہ نہیں ہے تو پھر کس پر ہے؟ کیا ہم میں سے کسی نے تمہیں زہر دینے کی کوشش کی تھی؟"

وہ سخت لہجے میں بولی "ہاں۔ یہی ہوسکتا ہے۔ میں کئی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھ سے دور کی رشتے داری رکھو۔ میں نہیں جانتی کہ آپ لوگوں میں سے کون میرے لیے اچھا ہے اور کون برا ہے؟ اگر آپ سب چاہتے ہیں کہ آپ پر کوئی بھی الزام نہ آئے تو پھر ابھی معلوم کریں کہ مجھے اس کھانے میں کس نے زہر ملا کر دیا ہے۔"

وہ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا "میں نہیں چاہتی کہ پولیس اور انٹیلی جنس والے آئیں۔ خوامخواہ میری سبکی ہوگی۔ شرم سے سر جھکے گا کہ میرے خاندان میں ایسے ذلیل اور کمینے قسم کے لوگ ہیں۔"

رمیش بھاسکر نے شانتا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی بیٹی سے کبھی دشمنی نہیں کرسکتا تھا۔ پہلے ہی اس سے اختلافات مول لے کر پچھتا رہا تھا۔ میں نے اس سے معافی بھی مانگی ہے۔ میری بیٹی کا دل بہت بڑا ہے۔ اس نے مجھے معاف کردیا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اب آپ ہمیں معاف کریں۔ میں صاف صاف کہتی ہوں کہ یہاں آپ لوگوں میں سے کسی کا وجود برداشت نہیں کروں گی۔ جتنی جلدی ہوسکے یہاں سے چلے جائیں۔ میں صرف انہیں یہاں آنے کی اجازت دیا کروں گی جو میری ماں سے دشمنی کرنے والے کو بے نقاب کرے گا۔"

میں نے کہا "میں نے نیہا کی پرورش کی ہے اور شانتا نے مجھے یہ حق دیا ہے کہ میں اس کا رشتہ کہیں بھی طے کروں اور میں نے یہ طے کیا ہے۔ اسی خاندان میں کسی شریف اچھے اور نیک نیت نوجوان سے اس کی شادی کروں گا اور میں دیکھنا چاہوں گا کہ یہاں کون سچا اور کھرا ہے اور کون جھوٹا اور مکار ہے۔"

شانتا بائی نے کہا "فی الحال تو آپ یہاں سے جائیں۔ میں ابھی کسی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتی۔"

وہ سب سر جھکا کر وہاں سے جانے لگے اور کہنے لگے "ہم دشمنی کرنے والے کو ضرور بے نقاب کریں گے۔" ہر ایک کا دعویٰ یہی تھا کہ اسے پتا ہے کہ کون زہر دینا چاہتا تھا۔ وہ ثبوت اور گواہوں کے ساتھ جلد ہی اسے بے نقاب کریں گے۔

وہ سب جا رہے تھے۔ ہم نے اپنی حکمت عملی سے یہ پھوٹ پیدا کردی تھی۔ ان میں سے ہر نوجوان اور ان کے ماں باپ یہ ضرور چاہیں گے کہ ان کے بیٹے سے نیہا کی شادی ہو۔ لہٰذا وہ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہیں گے۔ ہمیں یہ اطمینان حاصل ہوا کہ شانتا فی الحال محفوظ رہے گی اور وہ آپس میں لڑتے رہیں گے اور ہم تماشائی بن کر انہیں دیکھتے رہیں گے۔

O*O

وہ جہاز اسپین کے شہر میڈرڈ کے ہوائی اڈے پر اتر گیا۔ ہم سب نے یہ طے کیا تھا کہ جب یہ جہاز اسپین پہنچ جائے گا۔ تب معلوم کیا جائے گا کہ یہ وہاں سے پیرس کی طرف جانے والا ہے یا اٹلی کے شہر روم کی طرف۔

وہ اپنے روٹ کے مطابق پیرس جانے والا تھا اور ہمیں عدنان کی خواہش کے مطابق توقع تھی کہ اس کا رخ بدل سکتا ہے۔ یہ روم کی طرف جاسکتا ہے لیکن کیسے؟

یہ ہم میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس طیارے میں کوئی ہائی جیکر بھی نہیں تھا اور کوئی دشمن بھی خیال خوانی کے ذریعے پائلٹ وغیرہ کو ٹریپ نہیں کر رہا تھا۔ یہ خیال بھی قائم کیا گیا تھا کہ جب وہ جہاز میڈرڈ سے پرواز کرتا ہوا پیرس کی طرف جائے گا تو اچانک موسم میں خرابی پیدا ہوجائے گی۔ قدرتی حالات پائلٹ کو مجبور کردیں گے کہ وہ رخ بدل کر اٹلی کی طرف چلا جائے۔

الپا اور عبداللہ خیال خوانی کے ذریعے عدنان اور سونیا کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ اگر کوئی پریشانی کی بات ہوتی یا کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہوتا تو مجھے اور اعلیٰ بی بی کو بھی وہاں بلا سکتے تھے۔

وہ دونوں پائلٹ کو پائلٹ اور ائر ہوسٹس وغیرہ کے دماغوں میں جا رہے تھے۔ پائلٹ نے ہیڈ فون پہنا ہوا تھا اور اپنی سیٹ پر مستعد بیٹھا ہوا تھا۔ جہاز میڈرڈ سے پرواز کرچکا تھا۔ پائلٹ کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا رخ پیرس کی طرف ہے۔ الپا نے بڑی دیر تک انتظار کیا اور سوچتی رہی کہ پائلٹ کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہے؟

اس نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے کنٹرول ٹاور والوں

سے کچھ تو بولنا چاہیے۔"
اس کی سوچ نے جواب دیا "ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں سیدھا اپنے رخ پر جا رہا ہوں۔ کوئی گڑ بڑ ہوگی۔ کسی رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔ تب میں رابطہ کروں گا۔"
الپا قائل ہوگئی۔ اس نے سونیا کے پاس آکر کہا "جہاز میں ہر طرف خاموشی ہے سکون ہے۔ امن و امان ہے۔ حتیٰ کہ پائلٹ کا دماغ بھی خاموش ہے۔ اس کے دماغ میں نہ کوئی پرائی سوچ ہے۔ نہ اس کی اپنی سوچ سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھ رہا ہے کہ جہاز صحیح روٹ پر جا رہا ہے۔"
سونیا نے کہا "یہ اپنے صحیح روٹ پر جا رہا ہے تو ٹھیک ہی ہے لیکن مجھے حیرانی ہے کہ میرے پوتے کی پیش گوئی غلط کیسے ثابت ہو رہی ہے؟"
اس نے عدنان کی طرف دیکھا۔ وہ وڈیو گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ الپا نے کہا "میں اور عبداللہ اس کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔ اس کے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اسے روم پہنچنا ہے۔ یہ صرف کھیل میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس وقت بالکل بچہ ہے۔"
جیک کلر اور مہادھابی اتنی خاموشی سے اور رازداری سے چالیں چل رہے تھے کہ ہمیں کسی دشمن کے خیال خوانی کرنے کا شبہ نہیں ہو رہا تھا۔ خود پائلٹ نہیں جانتا تھا کہ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔
اس وقت پائلٹ نے ہیڈ فون پہنا ہوا تھا۔ اس نے غائب دماغ رہ کر اس کے بٹن کو آف کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے کنٹرول ٹاور والوں کی آوازیں اسے سنائی نہیں دے رہی تھیں اور وہ ضرورت محسوس نہیں کر رہا تھا کہ کسی سے بات کرے۔ یہی بات الپا اور عبداللہ کو معلوم تھی۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ پائلٹ نے غائب دماغ رہ کر ہیڈ فون کو آف کر رکھا ہے۔
الپا اور عبداللہ چاہتے تو جلّی، میڈرڈ اور پیرس کے کنٹرول ٹاور والوں کے دماغوں میں جا کر بہت کچھ معلوم کر سکتے تھے۔ وہاں ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ جہاز اپنا روٹ بدل چکا تھا اور اب جہاز روم کی طرف جا رہا تھا۔
الپا اور عبداللہ نہیں جانتے تھے کہ اندر ہی اندر کیا ہو رہا ہے۔ کس طرح پائلٹ کو ٹریپ کیا گیا ہے۔ انہیں اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ کنٹرول ٹاور والوں سے ضرور رابطہ کرتے۔ وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ جہاز اپنے معمول کے مطابق اپنے روٹ پر جا رہا ہے۔

جب وہ جہاز روم کے قریب پہنچنے لگا تو جیک کلر نے پائلٹ کو غائب دماغ بنا کر بٹن کو آن کرایا۔ تب ہیڈ فون سے کنٹرول ٹاور والوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں "مسٹر مائیکل! تم نے ہیڈ فون کو کیوں بند کر رکھا ہے؟ ہم سے رابطہ کرو۔ ہیلو۔ ہیلو!"
پائلٹ ایک دم سے چونک گیا پھر بولا "میرا ہیڈ فون بند نہیں تھا۔ میں تو کب سے انتظار کر رہا ہوں کہ مجھ سے رابطہ کیا جائے۔ میں نے بھی آپ لوگوں سے رابطہ کیا تھا لیکن مجھے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔"
دوسری طرف سے کہا گیا "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم یہاں سے بول رہے تھے اور تم ہماری آواز نہیں سن رہے تھے؟"
پائلٹ نے کہا "یہ اسی طرح ہو رہا ہے کہ میں یہاں سے بول رہا تھا اور تم لوگ میری آواز نہیں سن رہے تھے۔"
اس سے پوچھا گیا "کیا تم جانتے ہو کہ تم روٹ بدل کر اٹلی کی طرف گئے ہو اور اس وقت روم کے قریب ہو۔ اس نے حیرانی اور پریشانی سے روٹ لائن کو دیکھا تو پتا چلا واقعی دوسرے روٹ پر چلا آیا ہے۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "میں حیران ہوں ایسا کیسے ہو گیا؟ میں تو پیرس کی طرف جا رہا تھا۔"
"بہرحال یہ تم سے بعد میں پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے' ابھی اسے پیرس کی طرف لے چلو۔"
وہ ڈیش بورڈ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "ایندھن کا کانٹا بتا رہا ہے کہ بہت کم ہے۔ میں یہاں سے پیرس تک جہاز کو نہیں لے جا سکوں گا۔ روم کے ائر پورٹ پر اترنا بہت ضروری ہے۔"
"ہم روم کے کنٹرول ٹاور والوں سے رابطہ کر رہے ہیں۔ ان سے درخواست کر رہے ہیں کہ جہاز کو اترنے کی اجازت دی جائے۔"
متعلقہ ممالک کے کئی کنٹرول ٹاورز سے وہاں کے عہدے دار ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ حیران و پریشان ہو رہے تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جہاز نے اپنا روٹ کیسے بدل لیا جبکہ وہاں کوئی ہائی جیکر نہیں ہے۔
الپا پائلٹ کے دماغ میں آئی تو حیران رہ گئی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ پتا نہیں اس کا ہیڈ فون کیسے بند ہو گیا تھا پھر آن ہونے کے بعد پتا چل رہا ہے کہ وہ روم کے قریب پہنچ گیا ہے اور اب اجازت ملنے پر وہاں کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔

اس نے سونیا کے پاس آکر حیرانی سے کہا "مما! یہ تو کمال ہو گیا۔ عدنان کی پیش گوئی درست ہو گئی۔ ہم سمجھ بھی نہ سکے اور یہ جہاز روم پہنچ چکا ہے۔"
سونیا نے تعجب سے اپنے پوتے کو دیکھا۔ وہ اتنے اہم معاملات سے بے نیاز بڑے مزے سے ویڈیو گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ وہ غیر شعوری طور پر مطمئن تھا کہ اسے جہاں پہنچنا ہے وہاں پہنچ رہا ہے۔
الپا نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! یہ تو کمال ہو گیا۔ عدنان کی پیش گوئی درست ہو گئی ہے۔ وہ جہاز روم کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔"
میں نے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا! کیا موسم کی خرابی کی وجہ سے یا درپردہ کسی نے ہائی جیک کیا ہے؟"
"ایسا ہی لگ رہا ہے۔ جیسے کوئی پائلٹ کے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور اس نے اپنی موجودگی ہم پر ظاہر نہ ہونے دی۔"
میں نے پائلٹ کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ بالکل معصوم تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔ اس کا ہیڈ فون بند رہا تھا اور اسے پتا بھی نہ چلا پھر اچانک ہی وہ ہیڈ فون آن ہو گیا تھا اور وہ کنٹرول ٹاور والوں کی آوازیں سننے لگا تھا۔
اس کے خیالات سے پتا چلا کہ کوئی اسے غائب دماغ بنا کر ایسا کرتا رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ اس کے دماغ میں کون چھپا ہوا ہے۔
لیکن وہ بہت شاطر تھا۔ جلّی سے اب تک کئی گھنٹوں کے دوران میں اس نے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو دھوکا دیتا رہا تھا۔ اب بھی وہ خاموش تھا۔ اپنی موجودگی کو چھپا رہا تھا۔
میں نے عبداللہ سے کہا "تم اس پائلٹ کے اندر مسلسل رہو۔ کسی نہ کسی وقت تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس سے کچھ نہ کچھ ضرور بولے گا اور کسی وقت بھی اس کی مرضی کے خلاف اس سے کام کروائے گا۔"
سونیا اور اعلیٰ بی بی اندازے کرنے لگیں کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ کسے ایسی ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ جہاز کو اغوا کر کے اٹلی کے اس شہر میں لے گیا ہے۔
ایک یہ بھی تشویش ناک خیال پیدا ہوا کہ دشمنوں کو

جہاز میں سونیا اور عدنان کی موجودگی کا پتا چل گیا ہوگا اور وہ بڑی رازداری سے انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا "یقیناً دو میں سے کوئی ایک بات ضرور ہوگی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا سونیا اور عدنان کی موجودگی سے باخبر نہیں ہے۔ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس جہاز کو اغوا کرکے روم تک لے آیا ہے یا پھر ہم سے کوئی دشمنی کررہا ہے اور وہ بڑی خاموشی سے سونیا اور عدنان کو اغوا کرنا چاہتا ہے لیکن یہ خیال کمزور ہے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا موٹی عقل سے سوچ سکتا ہے کہ انہیں اغوا کرتے ہی ہمیں علم ہوجائے گا اور ہم اس کے راستے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔"

الپا نے کہا "میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ جو بھی اس طیارے کو یہاں پہنچا رہا ہے۔ وہ مما اور عدنان کی موجودگی سے بے خبر ہے۔"

وہ جہاز رن وے پر اتر چکا تھا اور مسافروں کو اطلاع دی جارہی تھی کہ چند تکنیکی وجوہات کی بنا پر جہاز کو پیرس کے بجائے روم کے ائرپورٹ پر لایا گیا ہے۔ خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ وہ پریشان نہ ہوں۔ انہیں پیرس تک پہنچایا جائے گا۔

سونیا نے مجھ سے کہا "میں اپنے پوتے کی خواہش کے مطابق روم میں رہنا چاہتی ہوں۔ اگرچہ ہمیں قانوناً یہاں اترنے کی اجازت نہیں دی جائے گی لیکن تم کچھ کرو۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارا پوتا اس شہر میں رہے اور ہم دیکھیں کہ یہ اپنی ماں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا کرتا ہے۔ کہاں بھٹکنا چاہتا ہے، ہم اس کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔"

سونیا نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا "فرہاد! کیا یہ ممکن ہے کہ شیوانی زندہ ہو؟"

"تم کیسی باتیں کررہی ہو! زچگی کے بعد اس کی موت ہوئی تھی اور تم اسپتال میں موجود تھیں۔ تم نے اس کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس کی تجہیز و تدفین بھی دیکھی ہے پھر بھی پوچھ رہی ہو۔"

"بے شک میرا سوال احمقانہ ہے لیکن میں اپنے پوتے کی پیش گوئی درست ہوتے دیکھ رہی ہوں۔ مجھے شیوانی زندہ دکھائی دے رہی ہے۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی "کیوں ہنس رہے ہو، کیا میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"یہ تو ہے ہی مذاق اڑانے کی بات کہ تمہارے جیسی ذہین عورت شیوانی کو زندہ دیکھ رہی ہے۔"

"میں اپنے پوتے کی آنکھ سے دیکھ رہی ہوں۔ اس کے یقین سے سمجھ رہی ہوں کہ شیوانی اس شہر کے کسی کھنڈر میں موجود ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کو بلایا ہے۔ تو ہمیں بھی کہیں نہ کہیں ضرور دکھائی دے گی۔"

"سونیا! عقل سے پیدل نہ بنو۔ مرنے والے دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آتے۔"

"ہوسکتا ہے۔ اسپتال میں شیوانی نے میرے سامنے دم نہ توڑا ہو۔ اس کی جگہ کوئی دوسری ہو۔ کوئی فریب نظر ہو۔ کسی طرح دھوکا کھایا ہو۔ وہ رہ گئی ہو۔ ہم نے کسی دوسری عورت کی تدفین کی ہو۔ جس طرح بنجامن کی بیوی ہمارے عدنان کو اپنا بیٹا سمجھ کر لے گئی تھی۔ دھوکا کھارہی تھی۔ اسی طرح ہم بھی شیوانی کے بارے میں دھوکا کھارہے ہوں۔"

"پوتے کی محبت میں تم نے عقل سے سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ چلو کیا شرط لگاتی ہو اگر شیوانی زندہ نہ ہو ہمارا پوتا بھٹکتا ہی رہے اسے ماں نہ ملے۔ تو تم کیا ہارنا چاہو گی؟"

"اور اگر شیوانی زندہ ہو میرے پوتے کو اس کی ماں مل جائے تو تم کیا ہارنا چاہو گے؟"

"پہلے تم بولو۔"

"ہمارے پاس مال و زر کی کمی نہیں ہے۔ ہم روپے پیسے کی بازی نہیں لگا سکتے۔ ایسا کرتے ہیں، اگر میں ہار جاؤں گی تو تین دنوں تک تین راتوں تک تمہارے پاس رہوں گی اور ایک ایک لمحہ تمہاری خدمت میں گزاروں گی۔ تمہیں کھانا پکا کر دوں گی۔ تمہارے کپڑے دھویا کروں گی۔ بالکل خادمہ کی طرح زندگی گزاروں گی۔"

"چلو میں بھی یہی کہتا ہوں۔ اگر میں ہار جاؤں گا تو میں دن رات خادم کی طرح تمہاری خدمت کروں گا اور اپنے ہاتھوں سے کھانا پکا کر کھلاؤں گا۔"

وہ بولی "یہی میری جیت ہوگی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا بے تاج بادشاہ میری خدمت کرے گا۔"

پھر اس نے عدنان کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "بیٹے تم بتاؤ تمہاری پیش گوئی درست ہوگی۔ جیت تمہارے دادا کی ہوگی یا میری؟"

اس نے سونیا کے ہاتھ پر ہاتھ مارا پھر کہا "یو آر گوئنگ ٹو وِن۔"

✻

دونوں نے شرط باندھ لی۔ اگرچہ شرط مشکل یا ناقابلِ عمل نہیں تھی۔ یعنی آسان تھی۔ قابلِ عمل تھی۔ اگر سونیا ہار جاتی تو وہ تین دنوں تک دن رات میری خدمت کرتی۔ میرے لیے کھانا پکاتی۔ میرے کپڑے دھوتی اور ایسا تو عورتیں کرتی ہی ہیں۔ سونیا کے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا۔

لیکن ہمارے معاملات میں یہ بات ذرا مختلف تھی۔ کیونکہ ہم یہ گھر گرہستی والے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کے عادی نہیں تھے۔ زندگی کے عملی میدان میں اور دنیا کے ایک سرے سے آخری سرے تک دشمنوں سے اس طرح نمٹتے رہتے تھے کہ کبھی ہم کو اپنا ذاتی کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ ہمارے کھانے پینے کپڑے دھونے اور دوسرے ضروری کام کرنے کے لیے ملازم حاضر رہا کرتے تھے۔

اگر سونیا کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا کہ اسے خود اپنے ہاتھوں سے پکا کر اپنے شوہر اور بچوں کو کھلانا چاہیے تو وہ ایک وقت کھانا پکا کر اپنا یہ شوق پورا کرلیا کرتی تھی لیکن ایسا دو چار برسوں میں ہی ہوا کرتا تھا۔ ہمارے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں، ان کے مطابق سونیا کو مسلسل تین دنوں تک پابند رہنا تھا اور ہانڈی چولھے میں گھسے رہنا تھا۔ یہ ایک طرح سے بہت ہی پیاری خوب صورت سی سزا تھی۔ جس کی وہ عادی نہیں تھی۔

اگر میں بازی ہار جاتا تو میرے لیے بھی اس شرط پر عمل کرنا ایک ذرا مشکل یوں بھی ہوتا کہ میں اپنے ہاتھوں سے کھانا پکانے کا عادی نہیں تھا۔ کبھی بہت ضرورت پیش آتی تو ایک وقت کا پکا کر کھا سکتا تھا لیکن یہاں تین دنوں تک سونیا کے احکامات کا پابند رہ کر مجھے کھانا پکانا پڑتا۔ وہ اس بات سے خوش تھی کہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا بادشاہ اس کے لیے کھانا پکایا کرے گا۔

میں نے کہا "تم اپنی شرائط کو اپنے الفاظ میں دہراؤ۔ تاکہ بعد میں تم بات کو بدل نہ سکو۔"

"باتیں بدلنے کی عادت تمہاری ہے۔ میں جھوٹی فریبی نہیں ہوں۔ جو کہتی ہوں وہ کر دکھاتی ہوں۔"

"تم نے یہ کہا ہے کہ شیوانی زندہ ہے۔ وہ جو تمہارے سامنے مرچکی تھی، شیوانی نہیں تھی۔ ایک فریب تھا شاید شیوانی کے دھوکے میں کسی دوسری عورت کی تدفین ہوگئی۔"

"ہاں۔ یہ میرا اندازہ ہے کہ شیوانی زندہ ہے کیونکہ میرا پوتا باربار اس کی آوازیں سن رہا ہے اور اس سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہے۔"

"ایک مستحکم فقرے میں کہو کہ تم شیوانی کو زندہ سمجھتی ہو۔ جبکہ میں کہتا ہوں کہ وہ مرچکی ہے۔ کوئی دوسری شیوانی اس دنیا میں نہیں ہے۔ ہمارا پوتا دھوکا کھا رہا ہے اور اپنی ماں کے لیے بھٹک رہا ہے۔"

"اور میں کہتی ہوں کہ میرا پوتا کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا۔ جو بات بھی کرتا ہے وہی ہمارے سامنے آتی ہے۔"

"ہاں۔ تو پھر یقین سے کہو کہ تم شیوانی کو زندہ کہہ رہی ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "میں یقین سے کیسے کہہ سکتی ہوں؟"

"جب یقین سے نہیں کہہ سکتیں تو پھر شرط کس بات کی لگا رہی ہو؟"

"دیکھو۔ میں سمجھ رہی ہوں کہ میرے پوتے کے خیال کے مطابق وہ زندہ ہے۔ میں بھی اسے زندہ سمجھتی ہوں لیکن کوئی ایسی بات ہوسکتی ہے کہ وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ صرف ہمارے پوتے کو نظر آتی رہے تو کیا تب بھی تم اسے زندہ تسلیم نہیں کرو گے؟"

"زندہ اسے تسلیم کیا جاتا ہے... جس کا کوئی وجود ہوتا ہے۔"

"اگر کوئی نادیدہ ہو۔ نظر نہ آتا ہو لیکن اس کی آواز سنائی دیتی ہو۔ وہ اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہا ہو تو کیا تم اسے زندہ نہیں کہو گے؟"

"چلو میں اسے تسلیم کرلوں گا کہ وجود نہ ہونے کے باوجود وہ زندہ ہے لیکن شیوانی کی آواز ہمیں سنائی دینی چاہیے۔ وہ ہم سے گفتگو کرے گی۔ تب ہی ہم اسے زندہ تسلیم کریں گے۔"

"پھر تو سمجھو تم بازی ہار چکے ہو۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"چلی میں پورس ایک لڑکی دلربا میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس لڑکی دلربا کا سامنا ہمارے عدنان سے ہوا تھا۔ تب عدنان کے اندر کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ اس نے دلربا کو چیلنج کیا تھا کہ وہ پورس سے دور رہے ورنہ اس کا انجام برا ہوگا۔ پورس اور پارس اس بات کے گواہ ہیں کہ اس وقت سے دلربا بہت سہمی ہوئی ہے۔"

"دیکھو! یہ کوئی شیوانی کے وجود کا ثبوت نہیں ہوا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدنان کے اندر سے دلربا نے کسی دوسری عورت کی آواز سنی تھی۔ یہ اس کا فریبِ سماعت بھی ہوسکتا

ہے۔ سننے میں کسی طرح کا دھوکا ہو سکتا ہے۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ جس عورت کی آواز سنائی دی وہ شیوانی تھی پھر یہ کہ اگر دلربا وہشت زدہ ہوتی ہے۔ اس کے اندر کوئی خوف پیدا ہوتا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ شیوانی زندہ ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ تم اس بات کو مان چکے ہو کہ اگر اس کی آواز سنائی دے گی اور وہ ہم سے گفتگو کرے گی تو تم اس کے وجود کو تسلیم کرلو گے۔"

"بے شک دو باتیں لازمی ہیں۔ ایک تو اس کی آواز سنائی دے۔ دوسری بات یہ کہ وہ ہم سے بات کرے۔ اس کے بعد ہی تم بازی جیت سکو گی۔ ورنہ ہار جاؤ گی۔"

"تم مجھ سے بحث کررہے ہو۔ تمہیں جاکر دیکھنا چاہیے اس طیارے کے سلسلے میں کیا ہورہا ہے؟ میں کہہ چکی ہوں کہ اپنے پوتے کے ساتھ اس روم میں رہنا چاہتی ہوں اور ہمیں قانون کے مطابق اس جہاز سے اترنے نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی شہر کے اندر جانے کی اجازت دی جائے گی۔"

"میں ابھی جاکر دیکھتا ہوں۔ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔"

طیارہ رن وے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس جہاز کے پائلٹ کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ ائرپورٹ کے اعلیٰ حکام برازیل اور فرانس کے سفارت خانے والے سب مل کر اس پائلٹ کا محاسبہ کررہے تھے۔ طرح طرح کے سوالات کررہے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ روٹ بدل کر طیارے کو وہاں کیوں لے آیا ہے؟

وہ ہر سوال کا یہی جواب دے رہا تھا کہ اسے کچھ معلوم نہ ہوسکا وہ تو معمول کے مطابق اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ طیارے کو اپنی منزل کی طرف لے جارہا تھا پھر وہ کیسے روٹ بدل کر ادھر چلا آیا۔ یہ بات خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

ایک نے سوال کیا "تم اپنے اندر کسی کو بولتے ہوئے سنتے ہو؟"

"میں نے اپنے اندر کسی کی آواز نہیں سنی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ بعض اوقات یہ خیال خوانی کرنے والے اپنے معمول اور آلۂ کار کو غائب دماغ بنادیتے ہیں اور وہ کچھ سمجھ نہیں پاتا کہ وہ غائب دماغ ہونے کی مدت تک کہاں تھا؟ کیا کرتا رہا تھا؟ یہی سب کچھ اس پائلٹ کے ساتھ ہوا ہے۔"

الپا اور عبداللہ بڑی دیر سے اس پائلٹ کے اندر تھے۔ انہیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اب تک سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس جہاز کو کس مقصد کے لیے...... وہاں لایا گیا ہے۔

روم ائرپورٹ کے اعلیٰ حکام کہہ رہے تھے کہ ایک گھنٹے کے اندر جہاز میں ایندھن بھروا دیا جائے اور پھر یہاں سے اس جہاز کو لے جایا جائے۔ اس جہاز کی آمد غیر قانونی ہے۔ اسے یہاں زیادہ دیر رکنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

میں نے اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سے کہا "اسے ابھی یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔ سونیا اور عدنان اس جہاز سے اتریں گے اور اس شہر میں رہیں گے۔"

الپا نے پوچھا "کیا ہم اس سلسلے میں رکاوٹیں پیدا کریں؟"

"تھوڑی دیر اور انتظار کرلو۔ میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ جہاز کو یہاں کس مقصد کے لیے لایا گیا ہے؟ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پائلٹ کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ وہ اپنا مقصد ضرور حاصل کرنا چاہے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ائرپورٹ کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

"میں کوئی بھی ہوں آپ کو وارننگ دیتا ہوں کہ اس جہاز کو ابھی یہاں سے روانہ نہیں ہونا چاہیے۔"

اس اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہمیں معلوم تو ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ تمہارے مقاصد کیا ہیں؟ تم نے اس جہاز کو یہاں کیوں پہنچایا ہے؟"

"ہمارے مقاصد نہ پوچھو جو کہتے ہیں وہ کرو۔ اس جہاز کے تمام مسافروں کو اترنے کی اجازت دو۔ یہ اعلان کردو کہ تمام مسافر آج شام تک روم کی سیر کرسکتے ہیں پھر واپس آکر طیارے میں بیٹھ سکتے ہیں۔ پیرس جانے والے تمام مسافروں کو ان کی منزل تک ضرور پہنچایا جائے گا۔"

اس اجنبی کی آواز سنتے ہی ہم سب نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ وہ غائب دماغ ہے۔ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ جو کچھ اس کے دماغ میں بولا جارہا ہے۔ وہی وہ زبان سے ادا کررہا ہے۔

الپا نے مجھ سے کہا "پاپا! کیا ہم اس چھپنے والے کو مخاطب کریں؟"

میں نے کہا "ابھی کچھ نہ بولو ورنہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ ہم جہاز کے مسافروں میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔ کیا ہمارا کوئی عزیز رشتے دار مسافروں میں شامل ہے؟ ہم اپنی کوئی کمزوری اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں دیں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ہمیں اس عمل کرنے والے آلۂ کار کے اندر آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا "میرا تعلق امریکا سے ہے۔ میں ایف' بی آئی کا ایک ایجنٹ ہوں اور ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ جب ہمیں پتا چلا کہ اس طیارے کو بڑے پُراسرار انداز میں ہائی جیک کیا گیا ہے تو میں تفصیلات معلوم کرنے آیا ہوں۔"

اب ہمارا شبہ یقین میں بدل گیا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس طیارے کے اغوا کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ "تم جو کوئی بھی ہو مجھ سے کھل کر باتیں کرو۔"

خاموشی چھا گئی۔ اس کے جواب کا انتظار کیا جارہا تھا۔ اس نے اس آلۂ کار کی زبان سے کہا "میں کوئی بھی ہوں۔ تم میری اصل آواز اور لہجے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ خوامخواہ انکوائری میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ جو حکم دے رہا ہوں' ان پر یہاں کے اعلیٰ حکام سے عمل کراؤ۔ اسی میں جہاز کے تمام مسافروں کی بہتری ہے۔"

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا "کیا تم کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے ایسا کررہے ہو؟"

"تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ میں صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ آدھے گھنٹے میں جہاز خالی ہوجانا چاہیے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ تمہارا یہ مطالبہ نہ پورا کیا گیا تو نتیجہ کیا ہوگا؟"

"نتیجہ بہت برا ہوگا۔ اس طیارے کو مسافروں سمیت تباہ کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ طیارہ اور مسافر صحیح سلامت رہیں لیکن اس طیارے کو یہاں سے کوئی اڑا نہیں سکے گا۔ جو بھی پائلٹ اندر آئے گا' وہ مارا جائے گا۔ مسافروں کے لیے کھانا سپلائی کیا جائے گا۔ علاج معالجے کے لیے دوائیں بھیجی جائیں گی تو وہ وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گی۔ کوئی ڈاکٹر بھی اندر نہیں جاسکے گا۔ جو بھی طیارے کے قریب جائے گا۔ وہ مارا جائے گا۔"

یہ باتیں اس امریکن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بھی ہورہی تھیں اور یہی باتیں ٹیلی فون پر بھی کہی جارہی تھیں۔ ائرپورٹ کے اعلیٰ حکام یہ تمام باتیں سن رہے تھے اور آپس میں مشورے کررہے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟

اس نے آدھے گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اس سے پوچھا گیا "اگر اس کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ جہاز کے مسافروں کو یہاں سے اتر کر شہر میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ تو کیا شام تک پھر واپس ان مسافروں کو جہاز میں آنے اور یہاں سے پیرس جانے دیا جائے گا؟"

ٹیلی فون سے کہا گیا "بے شک ہم وعدے کے خلاف نہیں کریں گے۔ ان مسافروں کو شام تک یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

میں نے سونیا سے کہا "ہمارے پوتے کی مراد پوری ہورہی ہے۔ تمام مسافروں کو جہاز سے اترنے اور شہر میں جانے کی اجازت دی جارہی ہے۔ یہ جہاز یہاں سے شام کو پیرس کے لیے روانہ ہوگا۔"

میں نے اسے بتایا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی خاص مقصد کے تحت طیارے کو یہاں لایا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمام مسافر یہاں سے اتر کر شہر میں جائیں۔ کیونکہ ان مسافروں میں اس کا کوئی خاص آدمی [illegible] بھی ہوگا اور کئی بھی ہوسکتے ہیں یا پھر وہ کوئی خاص چیز اسمگل کرا رہا ہے۔ یہاں سے وہ چیز لے جاکر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچائی جائے گی۔

الپا نے کہا "پاپا! میں نے اعلیٰ بی بی نے اور عبداللہ نے اس جہاز کے ایک ایک مسافر کے خیالات پڑھے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلۂ کار نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اپنے چور خیالات سے پکڑا جاتا۔"

"الپا! تم یہ سوچو کہ ہم پائلٹ کو نہ پکڑ سکے جبکہ وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ وہ بڑی چالاکی سے کام کررہا ہے۔ پائلٹ کی طرح یہاں کے ایک یا چند مسافروں کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کسی کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں اور اس کے لیے چلی سے کوئی خاص چیز اسمگل کرکے لارہے ہیں اور اسی طرح غائب دماغ رہ کر وہ چیز اس تک پہنچانے والے ہیں۔"

عبداللہ نے کہا "ہمیں پھر سے ایک ایک مسافر کے اندر جانا ہوگا اور ان پر گہری نظر رکھنی ہوگی۔"

"مسافر بہت ہیں اور ہم خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم ہے پھر بھی کوشش کی جائے گی کہ کوئی مسافر ہماری نظروں سے نہ بچے۔ ہم ایک ایک کی حرکت پر نظر رکھیں گے۔"

کبریا اور بابا صاحب کے ادارے کے چند مزید خیال خوانی کرنے والوں کو بلایا گیا اور انہیں وہاں کے حالات بتا کر

کہا گیا "جہاز کے ایک ایک مسافر کی نگرانی ضروری ہے۔"

ہم یہ سب کچھ کرنے کے دوران میں بڑی ذہانت سے یہ سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کررہے تھے کہ طیارے کو کس نے اغوا کیا ہوگا؟ پہلے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر شبہ تھا۔ اب یہ شبہ نہیں رہا۔ کیونکہ وہ خود ایف 'بی' آئی کے ایجنٹ بن کر اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے خلاف انکوائری کررہے تھے۔

ان کے علاوہ چند دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی تھے... جن پر شبہ کیا جاسکتا تھا۔ مثلاً وہ ہتھیار سپلائی کرنے والے جیک کلر اور مہا دھابی بھی ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور میں انہیں اچھا خاصا نقصان پہنچا چکا تھا۔ ژاؤ کوم کوبرا بہت عرصے سے خاموش تھا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں کہیں اپنے وجود کا ثبوت نہیں دے رہا تھا۔ خاموشی سے زندگی گزار رہا تھا۔ ہوسکتا ہے اس نے ایسی کوئی حرکت کی ہو؟

ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی یہودی عورت تھی۔ اس کا نام کرونا تھا۔ وہ بہت عرصے تک پارس کے زیر اثر رہی تھی۔ روس میں پہنچی تھی۔ جس طرح الپا کی حکمرانی پورے اسرائیل میں تھی... اسی طرح وہ روس پر حکمرانی کرنا چاہتی تھی لیکن وہاں راسپوٹین نے اسے اپنی کنیز اور معمول بنالیا تھا۔ بہرحال وہ بہت پیچیدہ حالات سے گزر کر ہندوستان جا پہنچی تھی۔ اس کے بعد ہم نے پھر اس کی کوئی خبر نہیں لی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کررہی ہے؟ ہوسکتا ہے اس نے بھی اپنے پر پھیلائے ہوں۔ اسے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں برتری حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ لہٰذا وہ کچھ بھی کرسکتی تھی۔

ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی تو ہم جہاز کے تمام مسافروں کی نگرانی کرتے رہیں گے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔ اگر ناکامی ہوگی تو پھر ژاؤ کوم کوبرا 'کرونا' جیک کلر اور مہا دھابی وغیرہ کا محاسبہ کریں گے۔

طیارے میں اعلان کیا گیا کہ وہ جہاز شام کے بعد پیرس کے لیے روانہ ہوگا۔ لہٰذا مسافروں کو جہاز سے اترنے اور شہر میں گھومنے پھرنے کی اجازت دی جارہی ہے۔ انہیں شام پانچ بجے تک واپس آجانا چاہیے۔

تمام مسافر کئی گھنٹوں سے جہاز کے اندر بیٹھے ہوئے تھے' حبس بے جا میں محسوس کررہے تھے۔ جب انہیں اترنے کی اجازت ملی تو خوش ہوگئے۔ سب جہاز سے باہر آنے لگے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان مسافروں کے دماغوں میں جارہے تھے اور توجہ سے دیکھ رہے تھے کہ کون کیا کررہا ہے؟ کس سے مل رہا ہے؟ اور کیوں مل رہا ہے؟

سونیا نے جہاز سے اُترنے کے بعد عدنان سے پوچھا "بیٹے! اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا "گرینڈ مما! آپ جہاں جائیں گی۔ وہاں میں چلوں گا۔"

"نہیں بیٹے! تم یہاں اپنی ماں کو تلاش کرنے آئے ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم میری لاعلمی میں مجھے چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔ تم نے وعدہ کیا ہے جہاں جاؤ گے میرے ساتھ جاؤ گے۔"

"اور آپ نے بھی وعدہ کیا ہے' میں جو کہوں گا آپ میری بات مانتی رہیں گی۔"

"ہاں بیٹے! مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ کیا تم روم کے کھنڈرات کی طرف جانا چاہو گے؟"

"ابھی نہیں۔ ابھی ہم کسی ہوٹل میں جاکر آرام کریں گے پھر شام کو کسی وقت باہر جائیں گے۔"

وہ دونوں ائرپورٹ سے باہر آکر ایک بڑے سے ہوٹل میں پہنچے۔ وہاں ایک کمرا حاصل کیا۔ میں نے کہا "پتا نہیں تمہیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟ شام کو اسی فلائٹ سے پیرس نہیں جاسکو گی۔ لہٰذا تمہارے پاسپورٹ کے مطابق انٹیلی جنس والے تمہیں تلاش کریں گے۔ تم میک اَپ کے ذریعے اپنا چہرہ اور حلیہ تبدیل کرلو۔"

ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جہاز کے مسافروں کی نگرانی کررہے تھے۔ کبریا اس ایجنٹ کے اندر پہنچا ہوا تھا... جو جیک کلر اور مہا دھابی کے لیے کام کررہا تھا۔ اس نے ائرپورٹ سے بھیڑ میں گزرتے وقت اپنا بریف کیس کسی اجنبی کے ہاتھ میں تھما دیا تھا پھر آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ اس کی اس حرکت سے کبریا چونک گیا۔ اس نے فوراً ہی حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے۔ اسے لڑکھڑانے پر مجبور کیا۔ وہ ایک عورت سے ٹکرا گیا۔ اس عورت نے ناگواری سے کہا۔ "کیا دیکھ کر نہیں چل سکتے؟"

اس نے کہا "سوری۔"

پھر آگے بڑھ گیا۔ کبریا اس عورت کے دماغ میں آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس اجنبی کی طرف جانے لگی۔ جس کے پاس وہ بریف کیس تھا۔ کبریا نے اسے غائب دماغ بنادیا تھا۔ وہ اپنی مصروفیات بھول چکی تھی۔ صرف کبریا کی مرضی کے مطابق اس کا تعاقب کررہی تھی۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی نے اس سے پوچھا "کبریا! تم کیا کررہے ہو؟ کچھ معلوم ہورہا ہے؟"

"ہاں۔ بہت کچھ معلوم ہورہا ہے۔ تم صحیح وقت پر آئی ہو۔ دیکھو میں جس عورت کے دماغ میں ہوں۔ اس کے آگے ایک شخص جارہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں براؤن کلر کا ایک بریف کیس ہے۔ تم عبداللہ کو بلاؤ۔ ہم چاہتے ہیں اس عورت کے علاوہ ہمارے اور بھی آلۂ کار پیدا ہوں اور وہ اس بریف کیس والے کو نظروں میں رکھیں۔ دور ہی دور سے دیکھتے رہیں کہ یہ کہاں جاتا ہے کیا کرتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے عبداللہ کو بلالیا پھر انہوں نے اس عورت کے ذریعے اس ائرپورٹ میں دو اور آدمیوں کو اپنا آلۂ کار بنایا پھر ان کے ذریعے بھی اس بریف کیس والے کی نگرانی کرنے لگے۔ وہ بہت محتاط تھے۔ اس سے دور ہی دور تھے تاکہ اس کے اندر چھپے ہوئے... ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی بھی طرح کا شبہ نہ ہونے پائے۔

وہ بریف کیس بہت اہم تھا۔ اس کے اندر جدید اسلحہ کے نئے ڈیزائن تھے۔ جیک کلر ان نئے ڈیزائنوں کے ساتھ اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ خریدار پارٹی اسے رقم دینے کے لیے تیار تھی۔ وہ اس سے رقم لینے اور فیکٹری اس کے حوالے کرنے کے لیے وہاں موجود تھا۔ اس شہر میں اس کا اپنا ایک بنگلا تھا۔ وہ اس بنگلے کے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا آرام سے خیال خوانی کررہا تھا۔

وہ اور مہا دھابی اپنے اس ایجنٹ کے دماغ میں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ایجنٹ کے پاس وہ بریف کیس نہ رہے۔ ان کے کسی دوسرے آلۂ کار کے پاس پہنچ جائے۔ اس نے کہا تھا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پیچھے پڑگئے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی اس ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کی نگرانی کرسکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی اس ایجنٹ سے وہ بریف کیس لے لیا جائے۔

اس مقصد کے لیے جیک کلر نے اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ مہا دھابی اس ایجنٹ کو ائرپورٹ کے اندر بھیڑ میں سے گزارتا ہوا لے گیا۔ اس ایجنٹ نے اس کی مرضی کے مطابق وہ بریف کیس اس آلۂ کار کے حوالے کردیا۔ جس کے دماغ میں جیک کلر موجود تھا۔ جیک کلر اپنے اس آلۂ کار کو وہاں سے آگے بڑھا کر ائرپورٹ کی عمارت کے باہر لے آیا۔ مہا دھابی اپنے ایجنٹ کے اندر موجود رہا اور یہ دیکھتا رہا کہ کہیں اس کی نگرانی تو نہیں ہورہی ہے۔

وہ مطمئن ہونا چاہتا تھا کہ بریف کیس کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے وقت کسی نے دیکھا ہے یا نہیں؟

کبریا نے اتنی ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لیا تھا کہ مہا دھابی اور جیک کلر کو کسی طرح کا شبہ نہیں ہورہا تھا۔ جیک کلر اپنے بیڈ روم میں آرام سے بیٹھا ہوا خیال خوانی میں مصروف تھا اور اس آلۂ کار کے دماغ میں رہ کر اسے اپنی مرضی کے مطابق وہاں سے دور لے جارہا تھا۔

وہ کسی وقت بھی بڑی رازداری سے اس آلۂ کار کے پاس جاکر وہ بریف کیس لے سکتا تھا لیکن جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ کئی گھنٹوں تک محتاط رہ کر اس آلۂ کار کو دیکھتا رہے گا۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا کر یہ معلوم کرتا رہے گا کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے یا نہیں؟

اس نے اس آلۂ کار کو ایک ریسٹورنٹ میں پہنچایا۔ وہ وہاں چائے پینے کے لیے بیٹھ گیا۔ ہمارے تین آلۂ کار بھی اسی ریسٹورنٹ میں داخل ہوکر مختلف میزوں پر چلے گئے۔ روپوش رہنے والے جیک کلر تک پہنچنا اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ اپنی حفاظت کرنا خوب جانتا تھا اور بہت زیادہ محتاط تھا۔

اس ریسٹورنٹ میں جوان عورتیں ویٹرس کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ کبریا کے آلۂ کار نے ایک ویٹرس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "یہاں کھانے کے لیے کیا ہے؟"

ویٹرس اسے بتانے لگی کہ وہاں صرف اسنیکس' چائے اور کافی مل سکتی ہے۔

اس نے چائے کا آرڈر دیا۔ وہ وہاں سے جانے لگی۔ کبریا اسے اس بریف کیس والے کے پاس لے گیا۔ وہ وہاں جاکر بولی "سر! آپ کیا پسند کریں گے؟"

اس نے کہا "سینڈوچز اور چائے لے آؤ۔"

ویٹرس وہاں سے چلی گئی۔ کبریا اس بریف کیس والے کے اندر پہنچ گیا پھر اعلیٰ بی بی کے پاس آکر بولا "اب اپنے تمام آلۂ کاروں کو چھوڑ دو۔ ان کی ضرورت نہیں رہی۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں اس بریف کیس والے کے اندر پہنچا رہا ہوں۔"

وہ تینوں اس کے اندر پہنچ گئے۔ اب انہیں کسی آلۂ کار کی ضرورت نہیں تھی اور کسی طرح جیک کلر کو کبھی شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کے اس آلۂ کار کا تعاقب کیا جارہا ہے۔

کبریا نے اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس ویٹرس کے دماغ میں ضرور جائے گا۔ لہٰذا ابھی تھوڑی دیر تک ہم لوگوں کو اپنے اپنے آلۂ کاروں کے دماغ میں رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے آلۂ کار یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں اور وہ شبہ کریں کہ کھانے کا آرڈر دینے کے بعد وہ لوگ کھائے پیے بغیر کیوں چلے گئے ہیں۔ کیا

وہ دشمن تھے؟

وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لیے پھر ان آلۂ کاروں کے دماغوں میں چلے گئے۔

اس کا وہ بریف کیس والا آلۂ کار ابھی اسی ریسٹورنٹ میں بیٹھا سینڈوچز کھا رہا تھا اور چائے پی رہا تھا۔ جیک کلر تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ریموٹ کنٹرول اٹھا کر اس نے ٹی وی کو آن کیا۔

ٹی وی اسکرین پر ایک تین برس کا بچہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے متعلق کہا جا رہا تھا کہ یہ بچہ پچھلے دو دنوں سے لاپتا ہے اگر کسی کو دکھائی دے تو وہ ہمارے بتائے ہوئے پتے پر اسے پہنچا دے۔ اس بچے کا نام اور پتا بتایا جا رہا تھا۔

جیک کلر اس بچے کو دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر عدنان یاد آیا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی نے اسے بتایا تھا کہ وہ تین برس کا بچہ کس قدر خطرناک ہے کہ اس کی جان کے درپے ہو گیا ہے۔

سینڈی گرے اس بچے سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا لیکن اس کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ جیک کلر اور مہا دھالی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس بچے سے دور رہیں گے۔ ایک تو وہ بچہ کچھ عجیب و غریب سا ہے دوسرا یہ کہ وہ فرہاد علی تیمور کا پوتا ہے پھر اس کی دادی سونیا اس کے ساتھ موجود ہے۔

جیک کلر کو اچانک ہی ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ٹی وی میں نظر آنے والی بچے کی تصویر متحرک ہو گئی ہے۔ وہ بچہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "ہائے۔۔۔! میں اپنی دادی کے ساتھ یہاں آچکا ہوں۔"

جیک کلر ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پلکیں جھپکا کر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ پتا چلا کہ وہ تصویر متحرک نہیں، ساکت ہے۔ یہ تو محض اس کا وہم تھا کہ اس کے بچے کو متحرک دیکھا تھا۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اندر بے چینی سی پیدا ہو گئی۔ اس نے پہلے احتیاطاً اپنے بریف کیس والے آلہ کار کے اندر پہنچ کر دیکھا، مطمئن ہوا کہ وہ خیریت سے ہے اور بریف کیس اس کے پاس موجود ہے۔ ابھی وہ چائے پینے میں مصروف ہے۔

وہ پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ اب اسکرین پر بچے کی تصویر نہیں تھی۔ پروگرام بدل گیا تھا مگر وہ بچہ جانے کیوں اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا تھا۔ ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا۔

وہ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ یہ بات اسے چبھ رہی تھی کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اگر یہ محض وہم تھا اور خیال تھا تو اسے ایسا کیوں سنائی دیا؟ اسے وہ بچہ کیوں متحرک دکھائی دیا؟

اس کے ذہن میں بات آئی کہ عدنان کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟

سینڈی گرے نے بتایا تھا کہ وہ اس بچے کی جان لینا چاہتا تھا۔ اس کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ اسے کسی طرح پکڑ کر مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن پھر جانے کیسے بازی الٹ گئی تھی؟ وہ بچہ اس کا پیچھا کرنے لگا تھا۔ سینڈی اس سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ آخر اس بچے نے اس کی جان لے ہی لی۔

یہ باتیں جیک کلر کو یاد آ رہی تھیں۔ اس نے اسی وقت خیال خوانی کی پرواز کی پھر عدنان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا کہ وہ سونیا کے ساتھ بیٹھا ناشتے میں مصروف ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ چلی سے پیرس جانے کے لیے روانہ ہوا تھا لیکن اس نے اپنی دادی سے کہہ دیا تھا کہ وہ پیرس نہیں جائے گا۔ اٹلی کے دارالحکومت روم میں پہنچے گا۔

اس کی دادی نے کہا تھا کہ یہ جہاز پیرس جا رہا ہے۔ روم نہیں جائے گا۔

اس نے اپنی دادی سے بحث نہیں کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ جہاز کا روٹ خواہ پیرس کی طرف کیوں نہ ہو۔ وہ روٹ بدل جائے گا اور وہ روم میں ضرور پہنچے گا اور اب وہ پہنچ گیا ہے۔

جیک کلر یہ خیالات پڑھتے ہی ایک دم سے گھبرا گیا۔ یہ بات تقریباً ناممکن تھی کہ پیرس جانے والا جہاز روم کی طرف چلا آئے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ اس بچے عدنان کی خواہش کے مطابق اس جہاز کو پیرس کے بجائے اس شہر میں لے آیا ہے۔

اسے پھر سینڈی گرے کی باتیں یاد آئیں۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں اس بچے سے دشمنی نہ کرتا تو وہ بھی مجھ سے دشمنی نہ کرتا اور یوں میرے پیچھے نہ پڑ جاتا۔

اب یہی جیک کلر کے ساتھ ہو رہا تھا۔ جیک کلر نے اس کے اور سونیا کے خلاف سازش کی تھی۔ امریکی اکابرین کو بتا دیا تھا کہ سونیا اپنے پوتے عدنان کے ساتھ اسی شہر میں ہے۔ انہیں گھیرا جا سکتا ہے۔ گرفتار کیا جا سکتا ہے یا اسے گولی ماری جا سکتی ہے۔

۔ اس نے بڑی رازداری سے امریکی اکابرین کو سونیا کا پتا

ٹھکانا بتا دیا تھا لیکن مجھے معلوم ہو گیا تھا اور میں نے اچھا خاصا انتقام لیا تھا۔ اس کے اسلحے کے کئی گودام تباہ کر دیے تھے۔ اسے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔ وہ زبردست نقصان اٹھانے کے بعد یہ دھندا بند کر رہا تھا۔ اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو آج وہاں فروخت کرنے والا تھا۔ اسی لیے روم شہر میں آیا ہوا تھا۔

اب عدنان کی اس شہر میں موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ بچہ اس سے ضرور انتقام لے گا۔ کیونکہ دشمنی کی ابتدا جیک کلر نے کی تھی۔ انہیں چلی شہر میں پریشان کیا تھا۔ دادی اور پوتے کو ایک دوسرے سے جدا ہونے پر مجبور کیا تھا۔ اب یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس بچے نے سینڈی گرے کا پیچھا کرتے کرتے اسے مار ڈالا تھا۔ اسی طرح وہ اس کا پیچھا کرتا ہوا اس شہر میں آ گیا ہے۔ اس کی موت بن کر آ گیا ہے۔ سینڈی کی طرح اسے بھی وہ ضرور ہلاک کرے گا۔

جیک کلر ایک دم سے تن کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔ دماغ سے سمجھایا کہ اس بچے کو ڈھیل دینا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ ذرا بھی غفلت برتے گا تو مارا جائے گا۔ اس سے پہلے ہی اس بچے کو ختم کر دینا چاہیے۔

ابھی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ جب اس شہر میں ہے تو وہ اس شہر کے کس ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ ابھی اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اس کا کام تمام کیا جا سکتا تھا۔

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچا تو اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ عدنان کے اندر مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہیں تھا۔ ایسے وقت دنیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی سوچ نہیں پڑھ سکتا تھا۔

اور وہ بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ آفت کا پرکالہ موت کا ہرکارہ اس شہر میں کہاں ہے؟

وہ ائرکنڈیشن بیڈ روم میں تھا لیکن اس کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ رہا تھا۔

٭٭٭

چنڈال جوگیا نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جے ٹونی کو اپنا معمول اور غلام بنایا تھا۔ انڈین آرمی کے یوگا جاننے والے چھ افسران خوشی سے پھول رہے تھے۔ چنڈال کی خوب تعریفیں کر رہے تھے۔ اس کی پیٹھ تھپک رہے تھے۔ اس سے مصافحہ کر رہے تھے۔ اس کی پیشانی کو چوم رہے تھے۔ وہ سب خوشی سے دیوانے ہو رہے تھے۔

ایک افسر مانک لال نے کہا "دیکھو چنڈال! تم نے عیاشی چھوڑ دی۔ تم دوسرے فضول معاملات میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو صرف ہمارے حکم کے مطابق خیال خوانی کر رہے ہو تو کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تمہاری توجہ صرف ایک ہی طرف مرکوز رہتی ہے۔"

دوسرے افسر جگدیش راٹھور نے کہا "تم اسی طرح ہمارے مشوروں پر عمل کرتے رہو گے تو اور زیادہ کامیابیاں حاصل کرو گے خود بھی اچھا خاصا تجربہ حاصل کرو گے اور اپنے دیس کو بھی فائدہ پہنچاتے رہو گے۔"

وہ بولا "میں تو دیش کی سیوا کر ہی رہا ہوں۔ آپ لوگوں کا ہر حکم مانتا رہتا ہوں لیکن کتنے دن ہو گئے ہیں۔ مجھے بالکل خالی خالی سا لگتا ہے۔ جب تک جاگتا رہتا ہوں۔ خیال خوانی کے سوا میرا کوئی کام نہیں ہوتا۔ کوئی دوسری مصروفیت نہیں ہے کوئی تفریح نہیں ہے۔ عجیب سا لگتا ہے۔ میرا کچھ خیال کریں۔"

"تمہارا دل بہلانے کے لیے یہاں بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا ہے۔ پوری دنیا کے کسی چینل سے رنگین و سنگین پروگرام دیکھ سکتے ہو۔ اپنا دل بہلا سکتے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں رنگین اور سنگین پروگرام تو دیکھتا ہوں مگر دیکھ دیکھ کر دل خراب ہوتا ہے۔ تنہا رہا نہیں جاتا۔ کوئی تو ساتھی ہونا چاہیے؟"

وہ چھ افسران آپس میں مشورے کرنے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا "آج تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس خوشی میں انعام کے طور پر ہم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے کسی کو بھیج دیں گے۔ تم کم از کم دو گھنٹے کسی حسین ساتھی کے ساتھ گزار سکو گے۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "صرف دو گھنٹے سے کیا ہوتا ہے؟ میرے حال پر رحم کریں۔ میں عورتوں کی فوج نہیں مانگوں گا۔ صرف ایک ساتھی دن رات کے لیے دے دیں۔"

"سوری۔ ہم ابھی تمہیں اتنی رعایت نہیں دیں گے۔ جو کہہ رہے ہیں وہی ہو گا۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "ہاں۔ اگر تم اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کر کے یہاں لے آؤ گے اور اسے ہمارا قیدی بنا دو گے تو انعام کے طور پر تمہیں ضرور ایک ساتھی دن رات کے لیے مل جائے گی۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے میرا معمول ہے۔ میں اسے آج ہی کسی فلائٹ سے یہاں آنے پر مجبور کروں گا۔ وہ

آج وہاں سے چلے گا تو کل تک پہنچ جائے گا پھر مجھے کل سے دن رات کے لیے ایک ساتھی ضرور مل جانی چاہیے۔"

"ایک عورت کو حاصل کرنے کے لیے کبھی جلد بازی نہ کرنا۔ کام بگڑے گا تو تمہیں انعام کے بدلے ایسی سزا ملے گی کہ سر سے پاؤں تک کانپ جاؤ گے۔ سزا کی تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے موت مانگو گے تو تمہیں موت بھی نہیں ملے گی۔"

"میں جلد بازی نہیں کروں گا۔ بڑی سہولت سے اسے یہاں آنے پر مائل کروں گا۔ وہ آرام سے پوری تیاریوں کے ساتھ یہاں آئے گا۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔"

"یہ ہم سوچیں گے۔ ہم پلاننگ کریں گے کہ اسے وہاں سے کس طرح یہاں لایا جائے۔ یہ شام تک ہدایت دی جائیں گی۔ تم ان ہدایت کے مطابق عمل کرو گے۔"

وہ تمام افسران وہاں سے اٹھ گئے۔ ایک نے کہا "ابھی ایک گھنٹے کے اندر تمہارے پاس کسی کو بھیج دیا جائے گا۔ جب وہ آئے تو گھڑی میں وقت دیکھ لینا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد اسے واپس بلالیا جائے گا۔"

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ اسے ہیڈ کوارٹر کے اندر ہی ایک چھوٹے سے بنگلے میں رکھا گیا تھا لیکن اس بنگلے کا احاطہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ احاطے کی دیواریں بہت اونچی تھیں۔ وہاں خاردار تار لگے ہوئے تھے۔ کسی آرمی افسر کو بھی وہاں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ کسی کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ تمام آرمی کے جوان اور افسران یہی سمجھتے تھے کہ آرمی سے تعلق رکھنے والے کسی خاص شخص کو وہاں چھپا کر رکھا گیا ہے تاکہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس شخص کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

اس بنگلے کے اندر تمام کمروں میں کوریڈورز اور ٹوائلٹ وغیرہ میں خفیہ کیمرے اور مائیک نصب کیے گئے تھے۔ وہ چھ افسران اپنے اپنے بنگلے میں بیٹھ کر چنڈال کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے تھے۔ وہ تنہائی میں کچھ بڑبڑاتا تھا تو وہ اس کی بڑبڑاہٹ کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ وہ ہر پہلو سے اس کی کڑی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

تنویمی عمل کے ذریعے چنڈال جوگیا کے دماغ کو بہت زیادہ پابندیوں میں رکھا گیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ چھ آرمی افسران کی اجازت کے بغیر کبھی خیال خوانی نہیں کرے گا۔ کسی سے بھی دماغی رابطہ نہیں کرے گا۔

وہ اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا سے بھی رابطہ نہیں کرتا تھا۔ اس کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ جہاں بھی ہے خوش حال ہے۔ کسی پرابلم میں نہیں ہے۔ اسے اپنی بیٹی انیتا کی بہت یاد آتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یاد آتا تھا کہ فرمان اس کی مٹھی میں آنے کے بعد پھر اس کی گرفت سے نکل گیا ہے۔ پتا نہیں اس کی بیٹی کے ساتھ وفا کررہا ہے یا نہیں؟ یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ وہ باپ سے انتقام لینے کے لیے بیٹی پر ظلم کررہا ہو۔

اس وقت وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ وہ آرمی افسران اسے اپنے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ ایسے وقت ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ صرف فکرمند ہے یا ایسی ویسی باتیں سوچ رہا ہے یا خاموش رہ کر خیال خوانی کررہا ہے۔ جب کہ اسے ان کی اجازت کے بغیر خیال خوانی کرنا نہیں چاہیے تھی۔

انہوں نے تنویمی عمل کرنے والے سے اس سلسلے میں بات کی تھی اور اپنے شبہے کا اظہار کیا تھا۔ اس عامل نے کہا "آپ میرے عمل پر یقین کریں۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ کبھی آپ لوگوں کی اجازت کے بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا۔"

اعلیٰ افسران مانک لال نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ ہر تیسرے چوتھے دن تم اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا کرو اور یہ معلوم کیا کرو کہ وہ پوری طرح تمہارے عمل کے زیر اثر ہے یا نہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ چوری چھپے خیال خوانی کرتا رہتا ہو۔ ہمیں ایک ایک بات کا علم ہونا چاہیے۔"

اس عامل نے کہا "ٹھیک ہے کل صبح جب منہ اندھیرے وہ خالی پیٹ ہوگا تو میں آپ لوگوں کی موجودگی میں اس پر مختصر سا تنویمی عمل کروں گا۔"

مانک لال اس عامل سے فون کے ذریعے گفتگو کررہا تھا اور اسکرین پر چنڈال جوگیا کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ادھر چنڈال جوگیا نے اپنے فون کا ریسیور اٹھایا نمبر ڈائل کیے۔ تو مانک لال کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ کیا بات ہے؟"

چنڈال نے کہا "سر! مجھے اپنی بیٹی کی یاد آرہی ہے۔ میں تنہائی کی ایک ساتھی چاہتا تھا۔ آپ ابھی میری یہ فرمائش پوری کرنے والے ہیں لیکن میں ایک باپ بھی ہوں۔ اپنی بیٹی کو بہت چاہتا ہوں۔ کیا میں اس سے دماغی رابطہ کرسکتا ہوں؟"

مانک لال نے کہا "چنڈال! تم بہت مکار ہو۔ ہمارے عامل نے تم پر مکمل عمل نہیں کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں تم نے ہم سے بہت ساری باتیں چھپائی تھیں۔"

وہ انجان بن کر بولا "میں نے آپ سے کیا بات چھپائی ہے؟"

"تم نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے داماد کو اپنا غلام بنا رکھا تھا اور اسے ہم سب کے سامنے باڈی گارڈ بنایا تھا۔ ہمیں یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ وہ ہمارا سسر داماد کا معاملہ تھا میں اپنے ذاتی معاملات آپ لوگوں کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔"

"تم نے ہم سے اتنی بڑی بات چھپائی۔ اتنی بڑی حماقت کی۔ اگر ہمیں بتادیتے تو ہم اس داماد کو تمہارے ہاتھ سے نکلنے نہ دیتے۔ اس وقت ہمارے پاس وہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے دیس کی خدمت کرتا رہتا۔"

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ اب وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے تو پچھتا رہا ہوں۔ ویسے آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں آپ کا پوری طرح فرماں بردار ہوں۔ آپ لوگوں کی اجازت کے بغیر خیال خوانی بھی نہیں کرتا ہوں۔ جب بھی موقع ملے گا میں اپنے داماد کو ضرور ٹریپ کروں گا اور اسے آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر کروں گا۔"

"تم اپنی بیٹی سے دماغی رابطہ کرنا چاہتے ہو۔ ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ تم بیٹی کے ذریعے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے داماد کو ٹریپ کرو۔"

اس نے پوچھا "تو پھر آپ کی اجازت ہے۔ میں اپنی بیٹی سے رابطہ کرسکتا ہوں؟"

"ابھی نہیں تم ہمارے عامل کی موجودگی میں رابطہ کرو گے۔ ایسے وقت وہ تمہیں اپنی تنویمی عمل کی گرفت میں رکھے گا۔ اس طرح تم اسے ٹریپ کرنے کے سلسلے میں نہ تو کوئی غلطی کرو گے اور نہ ہی ہمیں کسی طرح کا دھوکا دو گے۔"

یہ کہہ کر مانک لال نے ریسیور رکھ دیا۔ اسکرین پر دیکھنے لگا۔ چنڈال کو کال بیل کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بنگلے کے اندرونی حصوں سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا پھر اسے کھول کر دیکھا تو ایک بہت ہی حسین عورت کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھل گیا۔ ایک طرف ہٹ کر بولا "آؤ اندر آجاؤ۔ تمہارا ہی گھر ہے۔"

وہ اندر آئی۔ اس نے دروازے کو بند کردیا۔ ایسے وقت ان چھ افسران کا اخلاقی فرض یہ تھا کہ ٹی وی بند کردیتے لیکن وہ اسکرین پر دونوں کو دیکھنے لگے۔ چنڈال جلوت میں ہو یا خلوت میں محفل میں ہو یا تنہائی میں وہ اس کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

وہ بیڈ روم میں پہنچ کر اس عورت پر قربان ہونے لگا۔ اپنے جذبوں کی سرگرمیاں دکھانے لگا پھر اس نے وہاں کی لائٹ آف کردی۔ کمرا بالکل تاریک ہوگیا۔ مانک لال کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ایسے وقت وہ لائٹ آف کرے گا تو خفیہ کیمرے اسے ٹی وی اسکرین پر نہیں دکھا سکیں گے۔

وہ چھ افسران فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرنے لگے اور پوچھنے لگے ایسے وقت کیا کیا جائے؟ کیا چنڈال پر بھروسا کیا جائے؟ اسے تاریکی میں چھوڑ دیا جائے؟ کہا گیا کہ مجبوری ہے وہ ہمیں دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ ایسے وقت تو سب ہی لائٹ آف کردیتے ہیں۔

ایک اور افسر نے کہا "گھنٹے دو گھنٹے کی تو بات ہے۔ ہمیں اس پر بھروسا کرلینا چاہیے۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "اندھیرے میں صرف دس پندرہ منٹ رہا جاتا ہے۔ باقی وقت اجالے میں رہ کر ساتھی کے حسن و شباب کو دیکھا جاتا ہے اور اس سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔"

انہوں نے پندرہ بیس منٹ تک انتظار کیا پھر مانک لال نے فون کے ذریعے چنڈال سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر ادھر سے ایسی ٹون سنائی دی جیسے فون مصروف ہو۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ چنڈال نے ریسیور کو کریڈل سے الگ رکھا ہوا ہے۔

مانک لال نے غصے سے کہا "یہ تو ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ اس نے ریسیور کو کریڈل سے الگ کیوں رکھا ہے؟"

جگدیش راٹھور نے کہا "بھئی غصہ نہ کرو۔ ذرا اپنے طور پر بھی سوچو۔ ہم بھی جب ایسی رفاقتوں میں ہوتے ہیں تو ریسیور الگ رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ باہر سے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ اس نے بھی یہی کیا ہے۔ وہ کوئی جان بوجھ کر دھوکا نہیں دے رہا ہے۔"

بات معقول تھی' وہ افسران اس کے بیڈ روم میں روشنی ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ ایسے وقت مانک لال نے فون کے ذریعے تنویمی عمل کرنے والے کو مخاطب کیا "ابھی تمہاری ضرورت ہے فوراً چلے آؤ۔"

چنڈال کوئی نادان بچہ نہیں تھا۔ وہ خفیہ کیمروں کو اور

مائیک وغیرہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ہیڈ کوارٹر کے اس بنگلے میں قیدی بننے کے بعد وہ ایسی خفیہ چیزوں کو دیکھ چکا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ کس طرح اس کی سختی سے نگرانی کی جارہی ہے۔

وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھا۔ ان کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ ان سے جھگڑا نہیں کرسکتا تھا۔ بے اختیار ان کی فرماں برداری پر مجبور ہوجاتا تھا لیکن دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ اس طرح قیدی بن کر کب تک زندگی گزارے گا۔ راہِ نجات کیسے ملے گی؟

وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھا اسے اپنے آقاؤں کے خلاف سوچنا نہیں چاہیے تھا لیکن وہ جسمانی طور پر اور دماغی طور پر بہت مضبوط تھا۔ فولاد کی طرح سخت تھا۔

جن لوگوں کی قوتِ ارادی مضبوط ہوتی ہے اور جو اپنے ارادوں اور فیصلوں پر پہاڑ کی طرح اٹل رہتے ہیں۔ اپنی جگہ سے ہلتے نہیں ہیں' ان کا دماغ بڑا فولادی ہوتا ہے۔ ان پر کوئی بھی عمل اثر تو کرتا ہے مگر وہ اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ دو دن پہلے اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ عمل اب ایک ذرا کمزور ہوگیا تھا۔ اس لیے وہ راہِ نجات کے متعلق سوچ رہا تھا۔

اس عارضی رفیقہ کی آمد پر اس نے جان بوجھ کر اپنے بیڈ روم میں اندھیرا کیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے چھ یوگا جاننے والے آقا اب اسے اسکرین پر نہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اس نے کمرے میں اندھیرا کرتے ہی اس عورت کے دماغ پر قبضہ جما کر فوراً ہی اسے گہری نیند سلا دیا۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اسے دو گھنٹے میں بہت کچھ کر گزرنا تھا۔ اس نے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اسے حکم دیا کہ تم یہاں سے جانے کے بعد بالکل نارمل رہو گی اور موقع پاکر میرے بیٹے سے فون پر رابطہ کرو گی۔ وہ یہاں کا انٹیلی جنس ڈی جی ہے۔ اس کا نام رنجیت ورما (ہنس راج جوگیا) ہے۔ تم اس سے کہو گی کہ آرمی والوں نے مجھے ہیڈ کوارٹر میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ مجھ پر کیے ہوئے تنویمی عمل کا اثر کمزور پڑ رہا ہے۔ میں جلد ہی یہاں سے رہائی حاصل کرلوں گا۔ میری بیٹی کو تلاش کرو اور میرے داماد انیل شرما کو کسی بھی طرح ٹریپ کرو۔

وہ یہ باتیں سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ اس لیے مانک لال جگدیش راٹھور اور دوسرے یوگا جاننے والے افسران مائیک کے ذریعے اس کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ اس نے اس عورت کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ ایک دو دن میں تنویمی عمل کے اثر سے نکل آئے گا لیکن یہی ظاہر کرتا رہے گا کہ وہ ان چھ افسران کا غلام بنا ہوا ہے پھر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا عرف رنجیت ورما سے دماغی رابطہ کرے گا۔

اس نے یہ باتیں اس عورت کے ذہن میں نقش کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ پندرہ منٹ تک تنویمی نیند سوتی رہے گی پھر بیدار ہوجائے گی۔ بیدار ہونے کے بعد اسے یاد نہیں رہے گا کہ چنڈال جوگیا نے کمرے میں اندھیرا کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ ایسی کوئی بات یاد نہیں رکھے گی یہاں سے جانے کے بعد غیر شعوری طور پر اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

وہ اس کے عمل کے مطابق پندرہ منٹ تک گہری نیند سوتی رہی پھر بیدار ہوگئی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اسے بھول گئی پھر وہ جو کچھ اس کے ساتھ کرنے لگا۔ اسے یاد رکھنے لگی۔ تاریکی میں وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک ایک دوسرے کو ڈھونڈتے رہے پھر چنڈال نے دو گھنٹے سے پہلے ہی کمرے میں روشنی کردی۔ ان افسران نے اسکرین پر دیکھا۔ وہ دونوں نظر آرہے تھے۔ بڑے ہشاش بشاش تھے۔ ایک دوسرے سے خوش تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔ ایک دوسرے پر صدقے واری جارہے تھے۔ تاریکی میں دل نہیں بھرا تھا۔ روشنی میں بھی ناز و انداز کی چہلیں کررہے تھے۔

مانک لال ناگواری سے کہہ رہا تھا "کم بخت کو دو دنوں سے عورت نہیں ملی تھی۔ اب اسے پاکر دیوانہ پاگل ہورہا ہے۔ اسے کم از کم ریسیور کو تو کریڈل پر رکھنا چاہیے۔"

اس نے فون کے ذریعے اس بنگلے کے سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "کال بیل بجا کر اس عورت کو باہر نکالو اور اشاروں کی زبان سے چنڈال سے کہو کہ وہ فون پر رابطہ کرے۔"

سیکیورٹی افسر نے اس کے حکم کی تعمیل کی دروازے پر آکر دستک دی۔ چنڈال نے دروازہ کھولا تو اس نے اشارے سے اس عورت کو باہر آنے کو کہا۔ ان سب کو سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ چنڈال کے سامنے گونگے بن کر رہیں گے۔ اس نے اشاروں میں کہا کہ وہ ابھی فون پر اعلیٰ افسران سے رابطہ کرے۔

وہ حسینہ باہر آگئی۔ سیکیورٹی افسر نے دروازے کو بند کرکے لاک کردیا۔ چنڈال نے بیڈ روم میں آکر ریسیور کو اٹھایا پھر مانک لال سے رابطہ کیا۔ مانک لال نے غصے سے کہا "یہ تم کیسی ذلیل حرکتیں کررہے تھے؟ کمرے میں اندھیرا کیوں کیا تھا؟"

"سر! اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ ایسی ذلیل باتیں اندھیرے میں ہی کی جاتی ہیں۔"

"تم نے فون کا رابطہ کیوں منقطع کیا تھا؟"

"یہ بھی آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ایسے وقت کوئی بھی کسی کی بھی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ آپ لوگوں نے دو گھنٹے کی آزادی دی تھی۔ میں ان دو گھنٹے میں جو کچھ بھی کررہا تھا۔ پلیز آپ اس پر اعتراض نہ کریں۔"

وہ بولا "آزادی کے دوران میں بھی کچھ ضروری پابندیاں ہوتی ہیں۔ آئندہ تم کبھی فون کا رابطہ منقطع نہیں کرو گے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر میں فون کا رابطہ قائم رکھوں گا۔"

"گھڑی دیکھو! بارہ بج چکے ہیں۔ آدھی رات گزر چکی۔ اب تمہیں سو جانا چاہیے۔"

"جی ہاں۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

اس نے تمام لائٹس آف کرکے زیرو پاور کا بلب روشن کیا پھر بیڈ پر جاکر لیٹ گیا۔ اسکرین پر وہ مٹا مٹا سا دکھائی دے رہا تھا لیکن یہ معلوم ہورہا تھا کہ واقعی سونے چلا گیا ہے اور تھوڑی دیر میں گہری نیند سو جائے گا۔

وہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے اس حسینہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس ہیڈ کوارٹر سے نکلنے کے بعد آرمی والوں کی نگرانی میں اپنے گھر پہنچ گئی تھی اور وہاں جاکر غسل کرنے کے بعد سونے جارہی تھی۔ جب وہ سو گئی تو چنڈال کو اطمینان ہوا کہ اس پر کوئی شبہ نہیں کیا گیا اور آئندہ وہ عورت موقع ملتے ہی اس کے بیٹے ہنس راج سے ضرور رابطہ کرے گی۔

وہ اندر ہی اندر اس بات سے خوش ہورہا تھا کہ اس پر تنویمی عمل تیزی سے بے اثر ہورہا تھا۔ اسے امید تھی کہ صبح تک وہ اس عمل سے نجات حاصل کرلے گا۔

وہ عامل اور یوگا جاننے والے چھ افسران سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ صرف تین دنوں میں ہی اس پر کیا ہوا تنویمی عمل کمزور پڑ جائے گا اور وہ اتنی جلدی زنجیریں توڑ کر فرار ہونے کی کوشش کرنے لگے گا۔

وہ بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا اور پلاننگ کررہا تھا کہ یوگا جاننے والے افسران میں سے کسی ایک کو زخمی کرے گا۔ موقع ملا تو دو کو زخمی کرے گا۔ ایک کے دماغ پر قبضہ جمائے گا۔ دوسرے کو گن پوائنٹ پر رکھے گا پھر انہیں یرغمال بنا کر وہاں سے لے جانا چاہے گا تو کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکے گا۔

صبح پانچ بجے اس کے کمرے میں الارم کی آواز گونجنے لگی۔ وہ آنکھیں کھول کر بیزاری سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے لائٹ آن کی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا "جی! میں بول رہا ہوں۔"

مانک لال کی آواز سنائی دی "واش روم میں جاؤ۔ ایک گھنٹے کے اندر تیار ہوجاؤ۔ ہم ٹھیک چھ بجے آرہے ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر باتھ روم میں غسل کرنے چلا گیا۔ فکرمندی سے سوچنے لگا کہ اسے اتنی جلدی پانچ بجے کیوں جگایا گیا ہے؟ اور وہ چھ افسران اتنی صبح اس کے پاس کیوں آرہے ہیں؟

وہ غسل کررہا تھا اور اچھی طرح یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھا جارہا ہے۔ اس کے اندر یہ اندیشہ پیدا ہورہا تھا کہ شاید اس کی کوئی غلطی پکڑی گئی ہے یا اس پر کسی قسم کا شبہ کیا جارہا ہے یا پھر وہ لوگ اس پر مزید تنویمی عمل کرانا چاہتے ہیں۔

اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا کہ اس بار وہ تنویمی عمل کو کامیاب ہونے نہیں دے گا۔ انہیں ناکام بنائے گا اور ان سے کسی نہ کسی طرح نجات حاصل کرے گا۔

ٹھیک چھ بجے وہ چھ یوگا جاننے والے افسران اس کے بنگلے کے اندر آگئے۔ اسے آپریشن روم میں چلنے کا حکم دیا۔ وہ پریشان ہوکر بولا "آپ لوگ مجھے آپریشن روم میں کیوں لے جارہے ہیں؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ جو کہا جارہا ہے وہ کرو۔"

وہ ان کے آگے آگے چلتا ہوا آپریشن روم میں داخل ہوا۔ وہاں اذیت پہنچانے کے بہت سے آلات رکھے ہوئے تھے۔ ایک کرسی تھی جس پر بٹھا کر الیکٹرک شاک پہنچایا جاتا تھا۔ ایک بیڈ تھا جس پر لٹا کر اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ پلٹ کر وہاں سے جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ دو اعلیٰ افسران نے ریوالور نکال لیے تھے۔ اس کی ذرا سی حرکت پر اسے زخمی کیا جاسکتا تھا۔

مانک لال نے کہا "چلو! اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "میرا قصور کیا ہے؟ مجھے یہاں کیوں بٹھایا جارہا ہے؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ جو کہا جارہا ہے وہ کرو۔"

وہ چپ چاپ آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہتھوں پر ہاتھ رکھے تو ان ہتھوں کے ساتھ ہی اس کو ہتھکڑیاں

پہنادی گئیں وہ وہاں سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔

جگدیش راٹھور نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے کہا "تم کیا سمجھتے ہو۔ ہم سے زیادہ مکار اور چالاک ہو؟ ہمیں دھوکا دو گے اور ہمیں معلوم نہ ہوگا۔"

وہ ڈھٹائی سے بولا "مجھے کچھ معلوم تو ہو کہ میں نے کیا دھوکا دیا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم ہم سے یہ بات چھپا رہے تھے کہ تم پر کیا ہوا تنویمی عمل کمزور پڑ چکا ہے اور تم اس کے اثر سے نکل چکے ہو۔"

وہ چیختے ہوئے بولا "یہ غلط ہے۔ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں اب بھی آپ لوگوں کا معمول ہوں۔ غلام ہوں۔"

"غلام اپنے آقا کو دھوکا نہیں دیتے۔ اس سے جھوٹ نہیں بولتے۔"

"میں کیسے یقین دلاؤں کہ میں کسی طرح کا دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔"

مانک لال نے آگے بڑھ کر منہ پر ایک گھونسا مارتے ہوئے کہا "تم جھوٹ بولنے سے باز نہیں آؤ گے۔"

اس کے منہ پر دو چار ضربیں پڑی تھیں۔ ناک سے خون کی پتلی سی دھار بہنے لگی۔ مانک لال نے کہا "جب تم نے بیڈ روم میں اس عورت کے ساتھ پہنچ کر لائٹ آف کی جب ہی مجھے شبہ ہوا تھا کہ تم کوئی گڑبڑ کر رہے ہو۔ ہمیں دھوکا دے رہے ہو۔ کیا تم نے اس عورت پر تنویمی عمل نہیں کیا تھا؟"

چنڈال نے چونک کر مانک لال کو دیکھا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ہونٹوں کو سختی سے بند کرلیا۔ اب اس کا جھوٹ نہیں چل سکتا تھا۔ حقیقت کھل گئی تھی۔

ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا "جب وہ عورت یہاں سے اپنے گھر گئی تو ہم نے اسے کچھ نہیں کہا ہمیں شبہ تھا کہ تم اس کے دماغ میں رہو گے اور دیکھنا چاہو گے کہ ہم اس عورت کا محاسبہ کس طرح کرتے ہیں؟ اور تمہارے بارے میں اس سے کچھ سوالات کرتے ہیں یا نہیں؟"

دوسرے افسر نے کہا "وہ عورت اپنے گھر جا کر غسل کرنے کے بعد سو گئی۔ تم بھی مطمئن ہوگئے کہ اب اس کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا لیکن صبح چار بجے ہمارے عامل نے اس کے گھر پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کیا۔ اسے اپنی معمول بنا کر اس سے یہ حقیقت اگلوالی کہ تم نے بہت مختصر سا تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے ذریعے اپنے بیٹے رنجیت ورما کو پیغام بھیجا ہے۔ یہ یقین ظاہر کیا ہے کہ جلد ہی تم ہمارے کیے ہوئے عمل سے نجات حاصل کرلو گے اور ہماری قید سے بھی نکل بھاگو گے۔"

چنڈال نے سر جھکالیا۔ اب وہ انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ مانک لال نے بڑے دکھ سے کہا "تم ہندوستانی ہو اور اپنے دیش کی سیوا کرنے سے کترا رہے ہو۔ ہمیں دھوکا دے رہے ہو۔ بھگوان کی کرپا سے ہمیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ملا ہے تو وہ تم ہو۔ تم اپنے پورے دیش کو کتنا فائدہ پہنچا سکتے ہو؟ ساری دنیا میں اپنا اور اپنے دیش کا نام اونچا کرسکتے ہو لیکن تمہیں ان باتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ تم خود غرض ہو لالچی ہو۔ عیاش ہو ہوس پرست ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کیا ہے۔ اسے ہمارا غلام بنا کر یہاں لاؤ گے ذرا سوچو تو سہی۔ تم نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے باوجود ہمیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ تم اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں ہمارے پاس لے کر آؤ۔ تم خود ہی ہماری سرپرستی سے نکل جانا چاہتے ہو۔ ہمیں اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔"

وہ بولا "دشمن کیوں نہ سمجھوں مجھ سے جانوروں کی طرح برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ میں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرکے آپ لوگوں کے لیے بہت بڑا کام کیا ہے؟ کیا یہ کام کوئی دوسرا بھی کرسکتا تھا۔"

جگدیش راٹھور نے کہا "تمہارے سوا کوئی ایسا نہیں کرسکتا لیکن تم مکمل طور پر ہمارے نہیں ہو۔ اپنے دیش کے وفادار نہیں ہو۔ ہم نے تمہیں پہلی بار بڑے مان مرتبے سے رکھا تھا۔ بڑی عزت دی تھی۔ تمہارے لیے بے شمار کنیزیں خدمت کے لیے رکھی تھیں۔ ہر طرح کا عیش و آرام تھا۔ تم سوچو کہ تم نے ہمارے اعتماد کو کیسے دھوکا دیا؟"

مانک لال نے کہا "صرف ایک سہاگن دیوی کی خاطر ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ اگر میں تمہیں گولی مار کر زخمی نہ کرتا تو تم خیال خوانی کے ذریعے ہم سب کو نقصان پہنچاتے اور یہاں سے فرار ہو جاتے۔ اسی لیے تمہیں یہاں جانور بنا کر رکھا گیا ہے اور آئندہ بھی تم جانور بن کر یہاں رہو گے۔"

وہ سر جھکا کر بولا "میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ ایک بار مجھے موقع دو۔ پہلے کی طرح مجھے عزت اور مان مرتبہ دو۔ اسی طرح غلامانہ انداز میں مجھے زندگی گزارنے دو۔ تمہارے حکم کی تعمیل میں رہ کر تمہارے لیے ایک وفادار رہوں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "سوری! تم ہمارا اعتماد کھو چکے ہو۔ فی الحال تو ہم تمہیں جانوروں سے بدتر بنا کر رکھیں گے۔ اپنے احکامات کی تعمیل کراتے رہیں گے۔ جب تم ہمارے لیے بڑے بڑے کام کرتے رہو گے... تو ہم انعام کے طور پر تمہاری کوئی نہ کوئی خواہش پوری کرتے رہیں گے۔ اس سے زیادہ تمہیں کوئی رعایت نہیں ملے گی۔"

وہ بولا "اعتماد کے بغیر نہ تو رشتے داری قائم رہتی ہے۔ نہ دوستی مستحکم ہوتی ہے۔ مجھ پر تو اعتماد کرنا ہی ہوگا۔ نہیں کرو گے تو پچھتاؤ گے۔ مجھ سے کچھ حاصل نہیں کرسکو گے۔ زبردستی کب تک خیال خوانی کراتے رہو گے؟"

جگدیش راٹھور نے کہا "جب تک ہم تمہیں شکنجے میں رکھ سکتے ہیں رکھیں گے۔ تم سے جبراً خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرسکتے ہیں کریں گے۔ جب دیکھیں گے کہ تم ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچانے لگے ہو تو ہم تمہیں گولی مار دیا کریں گے۔"

"میں تو جان سے جاؤں گا مگر ہمیشہ کے لیے اس دیش کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ختم ہو جائے گا پھر کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔" اس نے ان تمام افسران کو دیکھتے ہوئے کہا "تم سب میرے خلاف طاقت استعمال کرو گے۔ میں تمہیں نہیں روک سکوں گا لیکن میری موت کے بعد اپنے اور اپنے دیش کو کتنا بڑا نقصان پہنچاؤ گے، اس پر بھی غور کرو۔ عقل مندی یہی ہوگی کہ نہ زیادہ طاقت استعمال کرو اور نہ زیادہ مجھے غلام بنا کر رکھو۔ ایک درمیانی راستہ اختیار کرو۔"

"ہم تمہاری درخواست پر غور کریں گے۔ فی الحال ہمیں اس امریکن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی فکر ہے۔ ہم جلد سے جلد اسے یہاں لانا چاہتے ہیں لیکن جب تک تم پوری طرح قابو میں نہیں رہو گے اور ہم سے سچ نہیں بولو گے۔ ہمیں دھوکا دینے سے باز نہیں آؤ گے۔ اس وقت تک وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری مرضی کے مطابق ہمیں نہیں ملے گا۔ اسے قیدی بنا کر رکھنا چاہیں گے اور تم کوئی گڑبڑ کرتے رہو گے۔"

تنویمی عمل کرنے والا ماہر اس آپریشن روم کے اندر تھا۔ چنڈال کو دیکھتے ہوئے بولا "پہلی بار میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تو یہ سمجھ نہیں پایا کہ تم کتنی زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہو؟ تمہارا دماغ فولاد ہے۔ میں نے پورے اعتماد اور پورے تجربات سے تم پر عمل کیا تھا لیکن یہ عمل دو دن کے بعد اپنا اثر قائم نہ رکھ سکا۔ تیسرے دن کمزور ہو گیا اور چوتھے دن بالکل ہی ختم ہو چکا ہے۔ تم میرے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرچکے ہو۔"

مانک لال نے اس عامل سے پوچھا "تم اس پر مضبوطی سے کس طرح عمل کرسکتے ہو کہ یہ تمہارے عمل سے نجات حاصل نہ کرسکے۔"

عامل نے کہا "اسے ذہنی طور پر زیادہ سے زیادہ کمزور بنانا ہوگا اور ہمیشہ جسمانی اور دماغی کمزوری میں مبتلا رکھنا ہوگا۔"

جگدیش راٹھور نے پوچھا "اگر اسے دماغی کمزوری میں مبتلا رکھیں گے تو یہ خیال خوانی کیسے کرے گا؟"

"اسے اس حد تک توانائی دی جائے کہ یہ خیال خوانی کے قابل رہا کرے۔ میں ہر دوسرے دن اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرکے معلوم کرتا رہوں گا کہ یہ کس حد تک دماغی توانائی حاصل کر رہا ہے۔ اسی کے مطابق اسے ایسے انجکشن لگائے جائیں گے کہ یہ پھر دماغی طور پر کسی حد تک کمزور ہو جائے اور ہمیں دھوکا دینے کے قابل نہ رہے۔"

وہ ان سب کو بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولا "کیوں مجھ سے دشمنی کر رہے ہو۔ بھگوان کے لیے ایک بار مجھ پر بھروسا کرو۔ مجھے جسمانی اور دماغی طور پر کمزور نہ بناؤ۔ یہ عامل روز مجھ پر تنویمی عمل کرتا رہے گا تو پتا چل جائے گا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، دھوکا دے رہا ہوں یا سچا اور وفادار بن چکا ہوں؟"

عامل نے کہا "جب تک تمہارے دماغ میں توانائی رہے گی۔ تم پوری طرح میرے معمول نہیں بن سکو گے۔ عارضی طور پر میرے عمل سے متاثر ہو جاؤ گے پھر اسی طرح ایک دو روز میں میرے عمل سے نجات حاصل کرلو گے۔ اب ہم ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لیں گے۔ تمہیں دماغی اور جسمانی طور پر کمزور بنانا لازمی ہو گیا ہے۔"

چنڈال جوگیا کے بازو میں ایک انجکشن لگایا گیا۔ ذرا سی دیر میں وہ اپنے اندر کمزوری محسوس کرنے لگا۔ کرسی کی پشت سے سر ٹیک کر نڈھال سا ہو گیا۔ اس کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں۔ اسے سہارا دے کر بیڈ پر لا کر لٹا دیا گیا۔

عامل اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے گہری اور چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "جس کا دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ وہ عامل سے فوراً ہی متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لیے تمہارے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہے۔ اس وقت تم میری آنکھوں میں دیکھ رہے ہو اور دیکھتے رہو گے۔ میرے حکم کے خلاف آنکھیں نہیں چراؤ گے۔"

وہ ذہنی کمزوری کے باعث واقعی اس کی آنکھوں سے متاثر ہورہا تھا۔ اس سے پہلے کہ پوری طرح تاثر قائم ہوتا۔ وہ اپنا ایک ناخن اپنی ران میں چبھونے لگا۔ اس طرح تکلیف کا احساس عامل کی طرف سے دھیان ہٹانے لگا۔

وہ پہلے ہی یہ دل میں طے کرچکا تھا کہ اب تنویمی عمل سے متاثر نہیں ہوگا۔ اس کے لیے سوچ لیا تھا کہ کیا کرنا چاہیے جس طرح ایک معمول ہاتھ پاؤں سیدھے رکھ کر چاروں شانے چت لیٹ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ لیٹا ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ سیدھا ران کی طرف رکھا ہوا تھا۔ اس طرح وہ ناخن اپنے جسم میں چبھو رہا تھا کہ کسی کو اس کی اس حرکت کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ تمام افسران عامل کو اور معمول کو دیکھتے رہے اور یقین کرتے رہے کہ اس بار عمل [illegible] ہوگا۔

☆☆☆

رات بہت گزر چکی تھی۔ [illegible] کے باہر اس ریسٹ ہاؤس کے چاروں طرف گہری [illegible] اور خاموشی طاری تھی۔ اس ریسٹ ہاؤس سے سو دو سو گز کے فاصلے پر دوسرے مکانات بنے ہوئے تھے۔ اس طرح وہ ریسٹ ہاؤس پہاڑ کی [illegible] پر الگ تھلگ دکھائی دے رہا تھا۔

اس ریسٹ ہاؤس کے پیچھے تین سرونٹ کوارٹر تھے۔ ان میں ایک باورچی ایک مالی اور ایک ملازم مل کر رہتے تھے۔ ریسٹ ہاؤس میں [illegible] کرے تھے۔ وہ سب خالی تھے چونکہ سمادان دیوی وہاں آکر رہنے والی تھی۔ اس لیے اس ریسٹ ہاؤس کو خالی رکھا گیا تھا۔ جینا اور کبریا ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے باتیں کررہے تھے۔ انہیں خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ انسپکٹر ٹھاکرے جینا کو قتل کرنے کی غرض سے ادھر آرہا ہے۔

جینا نے پریشان ہوکر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کو کیوں قتل کرتا ہے؟ کیوں لالچ کرتا ہے کیا وہ دو لاکھ روپے اس سیاست داں سے لے کر ساری زندگی گزار دے گا؟ کیا وہ حرام کی کمائی اس کے بیوی بچوں کو پالے گی؟"

کبریا نے کہا "ایسا سب سوچتے نہیں ہیں۔ یہی سمجھتے ہیں کہ حرام کی کمائی سے زیادہ سے زیادہ دولت مند ہوتے جائیں گے۔ کتنے ہی حرام کمانے والے، ڈکیتی کرنے والے حرام موت مرتے ہیں۔ ان کے بیوی بچوں کا مستقبل تباہ ہوجاتا ہے پھر بھی یہ دوسروں کے برے نتائج سے سبق حاصل نہیں کرتے۔"

پھر وہ جینا کا ہاتھ تھام کر بولا "کیا تم خوف زدہ ہو؟"

وہ بولی "جب تک تم میرے ساتھ ہو۔ میں موت سے بھی نہیں ڈرتی۔ جب موت کو آنا ہوگا تب آئے گی۔ اس سے پہلے تم آنے والی موت کو ٹال دیا کرو گے۔"

اس نے اپنا ہاتھ کبریا کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ سر جھکا کر بولی "تنہائی میں میرا ہاتھ پکڑتے ہو تو مجھے عجیب سا لگتا ہے کچھ ایسے احساسات پیدا ہوتے ہیں کہ میں پریشان ہوجاتی ہوں۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ صرف تمہارا ہاتھ پکڑا کروں گا۔ تمہیں چھو لیا کروں مگر تمہارے مزاج کے خلاف اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ کیا تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"

"تم پر تو بھروسا ہے۔ اپنے آپ پر نہیں ہے۔ پہلے میں ایسے احساسات سے بالکل عاری تھی۔ کچھ سمجھتی نہیں تھی اور نہ سمجھنا چاہتی تھی تم نے میرے قریب آکر پتا نہیں کیسے کیسے جذبوں کو جگا دیا ہے! میں ان سے لڑتی رہتی ہوں۔ انکار کرتی رہتی ہوں۔ پلیز! مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"ٹھیک ہے میں دوسرے کمرے میں جارہا ہوں۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"جانا ہی چاہیے۔ دوسروں نے دیکھ لیا کہ ایک مسلمان تمہارے ساتھ کمرے میں تنہا ہے۔ تو باتیں بنائی جائیں گی۔ تم خوامخواہ بدنام ہوجاؤ گی۔"

"میں ایسی خوامخواہ کی بدنامی سے نہیں ڈرتی۔ جو مجھے الزام لگا دے گا۔ اسے منہ توڑ جواب دوں گی پھر تم خیال خوانی کے ذریعے بھی میری پارسائی ثابت کرسکتے ہو۔"

"ایسے حالات پیش آئیں گے تو دیکھا جائے گا۔ ابھی رات بہت ہوچکی ہے تمہیں آرام کرنا چاہیے۔ سونا چاہیے بہت تھک گئی ہو۔"

"ویسے تو تم بھی بہت تھک گئے ہو۔ تمہیں بھی سونا چاہیے لیکن اس آنے والے قاتل کا استقبال نہیں کرو گے؟"

"میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر بھی بہت کچھ کرسکتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تم بے خوف ہوکر دروازے کو اندر سے بند کرکے آرام سے سو جاؤ۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ جینا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"پلیز۔ نہ جاؤ۔ جب وہ دشمن واپس چلا جائے گا۔ تب چلے جانا۔ ابھی ہم باتیں کرتے رہیں گے۔"

کبریا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیکھا تو اس نے جلدی سے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ مسکرا کر بولا ”کوئی بات نہیں۔ تم میرا ہاتھ پکڑ سکتی ہو۔ میں نے وعدہ کیا ہے تمہارا ہاتھ نہیں پکڑوں گا۔“

وہ پھر بیٹھ گیا۔ جینا نے کہا ”یہ ٹیلی پیتھی ہمارے لیے باعثِ رحمت ہے۔ تم دشمنوں کے خیالات پڑھ لیتے ہو۔ اس لیے ہمیں خطرات کا علم پہلے سے ہو جاتا ہے۔“

”ہاں۔ جب سے یہاں آیا ہوں۔ ایک ایک کے خیالات پڑھتا جا رہا ہوں۔ دوستوں اور دشمنوں کو پہچانتا جا رہا ہوں۔“

وہ سوچتے ہوئے بولی ”ایک دشمن رہ گیا ہے۔ تمہیں اس کے خیالات ضرور پڑھنے چاہئیں۔“

کبریا نے پوچھا ”کون سا دشمن؟“

”شکنتلا کا بھائی دھیرج پتا نہیں وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ انسپکٹر ٹھاکرے نے تو اسے اس شہر [illegible] گا دیا ہے تمہیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں گیا ہے [illegible] نہیں کہ وہ ممبئی پہنچ جائے اور وہاں شکنتلا اور جان محمد سے دشمنی کرے۔“

”میں نے دھیرج کی آواز نہیں سنی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تصویر فی الحال حاصل ہو سکتی ہے۔ ٹھہرو مجھے ذرا سوچنے دو۔“

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر چٹکی بجا کر بولا ”میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے انسپکٹر ٹھاکر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ انسپکٹر اپنی جیپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی جیپ ایک شراب خانے کے سامنے تھی اور وہ ایک پوا پی رہا تھا۔ قتل جیسی واردات کرنے سے پہلے سُر میں آنا چاہتا تھا۔ شراب آدمی کو نڈر بنا دیتی ہے۔ وہ نڈر بن رہا تھا۔ کبریا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی ”پتا نہیں دھیرج اس شہر سے جا چکا ہے یا نہیں؟ اگر چلا گیا ہے تو اس وقت کہاں ہو سکتا ہے؟ اس نے بوتل کو منہ سے لگا کر ایک گھونٹ پیتے ہوئے سوچا کہ ایسے چور بدمعاش کتے کی زندگی گزارتے ہیں۔ ایک جگہ سے لات جوتے کھا کر دوسری جگہ جاتے ہیں۔ پتا نہیں اب جوتے کھانے کے لیے کہاں گیا ہوگا؟

کبریا نے اس کے خیالات سے معلوم کیا تھا کہ دھیرج کے پاس موبائل فون ہے۔ کبریا نے فون کے ذریعے اسے رابطہ کرنے کے لیے مائل کیا۔ وہ اپنا موبائل نکال کر دھیرج [illegible] نمبر [illegible] کرنے لگا۔ ساتھ ہی [illegible] ایک گھونٹ پیتا جا رہا تھا۔ رابطہ ہونے پر دھیرج کی آواز سنائی دی ”ہیلو۔ کون ہے۔“

انسپکٹر نے نشے کی ترنگ میں کہا ”تمہارا باپ ٹھاکرے بول رہا ہوں۔ ابے! کہاں ہے تو؟ کیا اسی شہر میں مر رہا ہے؟“

”نہیں انسپکٹر صاحب! آپ کی مہربانی ہے۔ مجھے پہلے ہی خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ میں اس شہر سے نکل آیا ہوں۔ اب مجھے کوئی گرفتار نہیں کر سکے گا۔“

کبریا نہیں چاہتا تھا کہ جان محمد پر قاتلانہ حملہ کرنے والا زندہ سلامت چلا جائے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ اس شہر سے دور نہیں گیا تھا بلکہ وہیں ریسٹ ہاؤس کے قریب ایک گھنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ادھا پی رہا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنی زمین جائداد چھوڑ کر بھاگنا نہیں چاہتا ہے۔ اسے پکڑنے والی اسے الزام لگانے والی سہاگن دیوی ہے۔ اگر وہ مر جائے گی تو پھر کوئی اسے مجرم ثابت نہیں کر سکے گا۔ یہ الزام نہیں لگا سکے گا کہ اس نے جان محمد پر حملہ کیا تھا یا ہندو مسلم فسادات شروع کرائے تھے۔

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جینا کو دیکھا۔ وہ اسے تک رہی تھی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے کہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا ”کیا ہوا۔ دھیرج کا کچھ پتا چلا؟“

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا ”ہاں۔ اچھا ہوا ہم نے عین وقت پر اس کے خیالات پڑھ لیے۔ وہ بدمعاش قاتل تو ہمارے بالکل قریب ہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”کیا کہہ رہے ہو؟ کیا وہ ریسٹ ہاؤس کے کسی کمرے میں ہے؟“

”نہیں یہاں سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر درخت کے سائے میں بیٹھا شراب پی رہا ہے اور تمہیں قتل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ ذرا سُر میں آنے کے بعد وہ ادھر آئے گا۔“

سُر میں آنا اسے کہتے ہیں کہ ہلکا سا نشہ طاری ہو جائے کیف اور سرور کی حالت میں دنیا پہلے سے زیادہ حسین دکھائی دے لیکن وہ تو سرور میں نہیں تھا بلکہ نشے میں آؤٹ ہو رہا تھا۔ دیسی شراب خالص پی جائے تو وہ دماغ الٹا دیتی ہے۔ ابھی اس کا دماغ الٹا نہیں تھا۔ وہ کچھ ہوش میں تھا اور کچھ مدہوشی طاری ہو رہی تھی۔ سامنے جتنے درخت تھے ایک ایک کے دو دو نظر آ رہے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے درخت اچھی طرح دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ بوتل خالی ہو چکی تھی۔ اس نے بوتل کو ایک طرف پھینکا پھر لباس سے ریوالور نکال کر اسے چیک کیا۔ اس کے چیمبر بھرے ہوئے تھے۔ پوری چھ گولیاں تھیں۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے پلٹ کر ریسٹ ہاؤس کو دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔

کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا اور اب کبریا کی مرضی کے مطابق اسے ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

انسان کے دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی حس کا تعلق دماغ سے ہے۔ اگر دماغ غیر حاضر رہے تو چھونے سے پتا نہیں چلتا کہ چیز ٹھنڈی ہے یا گرم۔ سونگھنے سے کوئی مہک محسوس نہیں ہوتی۔ چکھنے سے کسی لذت کا پتا نہیں چلتا۔ کانوں سے سنائی دیتا ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا۔ پاؤں کے سامنے کوئی چیز پڑی ہوتی ہے مگر وہ دکھائی نہیں دیتی۔ جب دماغ حاضر ہوتا ہے اور دماغی قوت ساتھ دیتی ہے۔ تب ہی پانچوں حواس اپنا کام کرتے ہیں۔ دماغ چاہتا ہے تب ہی دکھائی دیتا ہے۔ سنائی دیتا ہے۔ تمام احساسات بیدار رہتے ہیں۔

اس وقت دھیرج غائب دماغ تھا۔ صرف کبریا کے دماغ سے سوچ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا اور کبریا سمجھا رہا تھا کہ ریسٹ ہاؤس وہاں سے غائب ہو چکا ہے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اندازے سے ادھر جانے لگا۔ جدھر خیال تھا کہ ریسٹ ہاؤس پہلے ہوا کرتا تھا۔

وہ ریسٹ ہاؤس کے آگے پیچھے دائیں بائیں جاتا رہا اور سمجھتا رہا کہ وہ اس پورے حصے میں گھوم رہا ہے۔ جہاں وہ ریسٹ ہاؤس تھا اور اب واقعی وہاں نہیں ہے۔

وہ سوچتا ہوا شہر کی طرف جانے لگا۔ کبریا اس کے اندر یہ خیال پیدا کر رہا تھا کہ شہر میں جا کر یہ عجیب و غریب بات سنائے گا تو سب حیران رہ جائیں گے۔ وہاں آ کر دیکھیں گے تو ریسٹ ہاؤس کو وہاں نہیں پائیں گے۔

کچھ دور جانے کے بعد اسے ایک راہ گیر دکھائی دیا۔ وہ کان پر ہاتھ رکھ کر تان اڑاتا ہوا۔ ایک گانا گاتا ہوا آ رہا تھا۔ دھیرج نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے آواز دی ”اے بھائی! رکو رک جاؤ۔“

وہ قریب آ کر رک گیا پھر اس سے بولا ”کیا بات ہے؟ کیا راستہ بھول گئے ہو؟“

کبریا اس راہ گیر کے اندر پہنچ گیا۔ دھیرج نے اس سے کہا ”میں راستہ نہیں بھولا ہوں مگر یہاں تو غضب ہو گیا ہے۔ یہاں جو ریسٹ ہاؤس تھا۔ وہ غائب ہو گیا ہے۔“

راہ گیر نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا ”وہ غائب نہیں ہوا ہے۔ میں نے ابھی دو گھنٹے پہلے دیکھا تھا۔ وہ جو سہاگن دیوی ہیں۔ وہ اس ریسٹ ہاؤس کو اٹھا کر لے جا رہی تھیں۔ میں نے پوچھا ’دیوی جی! آپ اسے کہاں لے جا رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا خبردار! کسی سے نہ کہنا میں یہ ریسٹ ہاؤس چوری کر کے لے جا رہی ہوں۔ پولیس والوں کو معلوم ہوگا تو وہ مجھے پکڑ لیں گے۔ خبردار! کسی سے نہ کہنا۔“

دھیرج نے خوش ہو کر اس راہ گیر کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا ”وہ مارا۔ اب میں ثابت کر سکوں گا کہ سہاگن دیوی چور ہے۔ جھوٹی ہے وہ ہمارا ریسٹ ہاؤس چرانے کے لیے احمد آباد آئی تھی۔ اگر اسے فوراً گرفتار نہ کیا گیا تو وہ ریسٹ ہاؤس لے کر ممبئی پہنچ جائے گی اور اسے کہیں چھپا دے گی۔“

راہ گیر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ”بھئی! تم نے کتنی پی لی ہے۔ تمہارا تو دماغ الٹ گیا ہے۔ اپنے گھر تک کیسے جاؤ گے؟ تمہیں تو بھگوان ہی پہنچائے گا۔“

وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ دھیرج شہر کی طرف جانے لگا۔ تیز تیز قدم بڑھانے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ تھانے میں جا کر جلد ہی ریسٹ ہاؤس کی چوری کی رپورٹ درج کروائے اور اپنے لوگوں کو یہ عجیب و غریب خبر سنا کر حیران کر دے۔ کوئی یقین تو نہیں کرے گا لیکن جب لوگ آ کر دیکھیں گے تو ریسٹ ہاؤس کو وہاں نہ پا کر حیران رہ جائیں گے۔

کبریا نے اس کے اندر سے یہ خیال بھلا دیا تھا کہ اعلیٰ افسر نے اس کی گرفتاری کا حکم جاری کیا ہے۔ وہ شہر جائے گا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ وہ یہ سب کچھ بھول کر نشے کی حالت میں ادھر چلا جا رہا تھا۔ انسپکٹر ٹھاکرے نشے کی حالت میں جیپ ڈرائیو کرتا ہوا دوسرے راستے سے آ رہا تھا۔ جس پہاڑی ٹیلے پر وہ ریسٹ ہاؤس تھا۔ ادھر پہنچ کر وہ رک گیا۔ دور دور تک دیکھنے لگا۔ اسے بھی ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے حیرانی سے سوچا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ابھی شام تک ریسٹ ہاؤس یہیں موجود تھا پھر کہاں غائب ہو گیا ہے؟

وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا وہاں آیا پھر جیپ سے اتر کر اندازے سے وہاں جانے لگا جہاں اس کا خیال تھا کہ وہاں ریسٹ ہاؤس ہوا کرتا تھا۔

وہ بھی آگے، پیچھے، دائیں، بائیں بھٹکتا رہا۔ کبریا نے اسے ریسٹ ہاؤس کی دیوار سے ٹکرانے نہیں دیا۔ اس کے

اندر یہی خیال پیدا کرتا رہا کہ جہاں وہ ریسٹ ہاؤس تھا۔ وہاں وہ چہل قدمی کررہا ہے۔ گھوم رہا ہے۔ اب وہاں خالی میدان رہ گیا ہے۔

وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر کسی نے ریسٹ ہاؤس کو توڑا ہے تو یہاں اسے کھنڈر کی صورت میں دکھائی دینا چاہیے۔ اس کا تو ملبا بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے؟

وہ سہاگن دیوی کو قتل کرنے آیا تھا لیکن وہ ریسٹ ہاؤس سہاگن دیوی کے ساتھ غائب ہوگیا تھا۔ کبریا اس کے سامنے آیا۔ وہ کبریا کو اس کی مرضی کے بغیر پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم!"

کبریا نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور! مائی باپ! میں اس ریسٹ ہاؤس کا ملازم ہوں۔ ادھر سرونٹ کوارٹر میں رہتا ہوں۔"

"اچھا ہوا تم آگئے۔ یہ ریسٹ ہاؤس کہاں گیا؟"

"کیا بتاؤں سرکار سہاگن دیوی اسے اٹھا کر لے گئی ہیں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ کیسے اٹھا کر لے جائیں گی؟"

"میں کیسے بتاؤں۔ وہ کیسی جادوگرنی ہے۔ اس نے ایک چاقو لے کر ریسٹ ہاؤس کو نیچے سے کاٹنا شروع کیا۔ وہ پورا ریسٹ ہاؤس چاروں طرف سے کٹ گیا۔ اس نے اس ریسٹ ہاؤس کو اٹھا کر اپنے مسلمان ساتھی حمزہ کے سر پر رکھا۔ وہ بے چارہ اسے سر پر اٹھا کر اس کے ساتھ چلا گیا۔"

وہ بے یقینی سے بولا "کیا بکواس کررہے ہو؟ یہ کوئی ماننے والی بات ہے؟"

"آپ نہ مانیں لیکن خود دیکھ رہے ہیں کہ یہاں ریسٹ ہاؤس نہیں ہے۔ آپ پولیس والے ہیں۔ آپ کو فوراً ہی اس چوری کے خلاف کچھ کرنا چاہیے۔ چوری کرنے والی سہاگن دیوی کو گرفتار کرنا چاہیے۔"

انسپکٹر ٹھاکرے کچھ نشے میں تھا۔ کچھ ہوش میں تھا۔ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ پورا ریسٹ ہاؤس غائب ہوگیا ہے تو وہ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی جیپ میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی جانب جانے لگا۔

وہ اپنے سب سے بڑے افسر کے بنگلے کی طرف جارہا تھا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ اس عجیب و غریب چوری کی بات پر اس کا اعلیٰ افسر یقین کرے گا یا نہیں؟

اس نے سوچا کہ یقین نہیں کرے گا تو خود آنکھوں سے جاکر دیکھے گا یا اپنے دوسرے ماتحتوں کو بھیجے گا۔ تب اس بات کی تصدیق ہوجائے گی کہ سہاگن دیوی چور ہے فراڈ ہے۔ اگرچہ ریسٹ ہاؤس کو اس کی جگہ سے اکھاڑ کر نہیں لے جاسکتی لیکن وہ جادوگرنی ہے۔ شعبدے باز ہے۔ اس نے جادو سے ایسا کیا ہے۔

وہ شہر میں داخل ہوکر سیدھا آئی جی پولیس کے بنگلے کی طرف آیا۔ اس بنگلے کا مین گیٹ بند تھا۔ اس نے جیپ کو تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس مین گیٹ سے ٹکرا دیا۔ خود اس کا سر جیپ کی اسٹیئرنگ سے ٹکرا گیا۔ سخت چوٹیں آئیں۔ پیشانی سے خون بہنے لگا۔ وہاں پہرا دینے والے سپاہی دوڑتے ہوئے آئے پھر انسپکٹر کو دیکھ کر اسے جیپ سے باہر نکالنے لگے۔ وہ ان کے سہارے چلتا ہوا ٹوٹے ہوئے گیٹ سے گزرتا ہوا۔ جب بنگلے کے دروازے پر آیا تو آئی جی شور سن کر باہر آگیا تھا۔ نائٹ گاؤن پہنتے ہوئے پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے یہ کیا ہورہا ہے؟"

ایک ماتحت افسر نے کہا "سر! یہ انسپکٹر ٹھاکرے ہیں۔ انہوں نے اپنی جیپ آپ کے مین گیٹ سے ٹکرا دی ہے۔"

آئی جی نے غصے سے انسپکٹر ٹھاکرے کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تم نشے میں ہو؟"

ماتحت نے کہا "یس سر! ان کے منہ سے بو آرہی ہے۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "سر! آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں نشے میں ہوں۔ میں ایک ایسی خبر سنانے آیا ہوں کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ کبھی یقین نہیں کریں گے۔"

"ایسی کیا خبر ہے؟ کیا تمہاری ماں مرگئی ہے؟ تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ شراب پی کر ہمارے سامنے آسکو؟"

"سر! پہلے میری رپورٹ سن لیں۔"

"جلدی سناؤ۔ کیا بات ہے؟"

"سر! وہاں شہر کے باہر جو ریسٹ ہاؤس ہے۔ اسے سہاگن دیوی چرا کر لے گئی ہے۔"

آئی جی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے پوچھا "کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا وہ ریسٹ ہاؤس کوئی چھوٹا سا پرس ہے یا بریف کیس ہے جسے وہ اٹھا کر لے گئی ہیں۔ تم ایک ایسی ناممکن بات کہہ رہے ہو۔ جو نشے میں بھی نہیں کی جاتی۔"

وہ اپنے ماتحت سے بولا "انسپکٹر ٹھاکرے کو گرفتار کرلو۔ اس نے نشے کی حالت میں میرے مین گیٹ کو توڑا ہے۔ پتا نہیں اور کیا کچھ کرتا ہوا آیا ہوگا؟ یہاں آکر ایسی احمقانہ باتیں کررہا ہے کہ میں بڑی مشکل سے اپنا غصہ برداشت کررہا ہوں۔ اسے میرے سامنے سے لے جاؤ۔ میں اسے عارضی طور پر ملازمت سے برخاست کررہا ہوں۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "سر! آپ مجھے گرفتار کرلیں۔ چاہیں تو پھانسی چڑھا دیں لیکن ایک بار وہاں جاکر دیکھیں۔ ریسٹ ہاؤس نہیں ہے چوری ہوچکا ہے اتنی بڑی چوری کو آپ نظر انداز نہیں کرسکتے۔ آپ! کیسے انسپکٹر جنرل ہیں؟ دیوی یہاں آکر ہمارا برسوں پرانا ریسٹ ہاؤس چرا کر لے گئی ہیں اور آپ ان کے خلاف کوئی ایکشن لینا نہیں چاہتے۔ الٹا مجھے گرفتار کررہے ہیں۔"

ایسے وقت ایک ماتحت نے آکر آئی جی کے سامنے سلیوٹ کیا کہا "سر! دھیرج یہاں سے فرار ہوگیا تھا۔ وہ خود ہی نشے کی حالت میں واپس آیا ہے۔ ہم نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔ کم بخت نشے میں کہہ رہا ہے کہ دیوی جی! ریسٹ ہاؤس کو چرا کر ممبئی شہر لے گئی ہیں۔ اب وہ ریسٹ ہاؤس وہاں نہیں ہے۔"

آئی جی نے حیرانی سے انسپکٹر ٹھاکرے کو دیکھا پھر کہا "یہ کم بخت بھی وہی بات کہہ رہا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ریسٹ ہاؤس اپنی جگہ سے غائب ہوجائے؟"

اس ماتحت افسر نے کہا "سر! دھیرج تو نشے کی حالت میں ایسا کہہ رہا ہے مگر ہمارے ٹھاکرے صاحب نشے میں نہیں ہیں۔"

"یہ بھی نشے میں ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نشہ کرنے والوں کی آنکھوں کے سامنے سے کیا مکانات غائب ہوجاتے ہیں؟ عمارتیں چرائی جاتی ہیں۔ کوئی کتنا بھی نشہ کرلے وہ ایسی بے تکی باتیں نہیں کرتا۔"

ٹھاکرے نے ہاتھ جوڑ کر کہا "سر! میں آپ سے بنتی کرتا ہوں۔ ایک بار وہاں چل کر دیکھ لیں۔ بے شک میں نے شراب پی ہے لیکن اس قدر نشے میں بھی نہیں ہوں ہوش و حواس میں رہ کر بول رہا ہوں۔"

آئی جی نے اپنے ماتحتوں سے کہا "ٹھاکرے کی وردی اتارو۔ اسے حوالات میں بند کرو۔ میں فون کرکے ان کی خیریت معلوم کرتا ہوں۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے اپنا موبائل نکال کر کہا "سر! میں ابھی آپ کے سامنے دیوی جی سے رابطہ کرتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ وہ وہاں موجود نہیں ہیں۔ ریسٹ ہاؤس لے کر فرار ہوچکی ہیں۔"

اس نے ایک ماتحت سے ریسٹ ہاؤس کا فون نمبر پوچھا پھر نمبر پنچ کیے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آئی جی نے اس سے موبائل فون لے کر اپنے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے جینا کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں سہاگن دیوی بول رہی ہوں۔"

"ہیلو۔ میں انسپکٹر جنرل آف پولیس بول رہا ہوں۔ آپ کی خیریت پوچھنے کے لیے فون کیا ہے۔ رات بہت زیادہ ہوگئی ہے اور میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔"

"آپ! معافی مانگ کر شرمندہ نہ کریں۔ آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ایک وہ پولیس انسپکٹر ٹھاکرے ہے وہ اپنا فرض بھول کر مجھے قتل کرنے آیا تھا۔ اپنی گن کا رخ ریسٹ ہاؤس کی طرف کرکے للکار رہا تھا۔ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں باہر آؤں وہ مجھے گولی مارنا چاہتا ہے۔ میرے ساتھی حمزہ صاحب نے باہر جانے سے منع کیا اور بتایا کہ انسپکٹر ٹھاکرے نشے میں ہے۔ وہ خود ہی چلا جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد پتا نہیں کیا ہوا۔ وہ جیپ میں بیٹھ کر چلا گیا۔"

"دیوی جی! آپ کوئی چنتا نہ کریں۔ ہم نے انسپکٹر ٹھاکرے کو گرفتار کرلیا ہے اور اقدامِ قتل کے الزام میں اسے ہم عدالت پہنچائیں گے۔"

آئی جی نے فون بند کرکے ٹھاکرے کو گھورتے ہوئے کہا "تم دیوی جی کو قتل کرنے گئے تھے اور یہاں آکر الٹی سیدھی ہانک رہے ہو۔"

وہ انسپکٹر انکار کرنا چاہتا تھا لیکن کبریا کی مرضی کے مطابق ہاتھ جوڑ کر بولا "سر! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ دراصل دیوراج پٹیل صاحب چاہتے تھے کہ میں اسے قتل کروں۔ وہ اس سلسلے میں مجھے کل دو لاکھ روپے دینے والے ہیں۔"

آئی جی نے کہا "اب تم اتنے بڑے سیاست داں پر الزام لگا رہے ہو۔"

"میں الزام نہیں لگا رہا ہوں۔ ابھی فون کرتا ہوں۔ آپ ان کی باتیں سن لیں۔"

آئی جی نے کہا "اندر آؤ اور میرے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں وائڈ اسپیکر پر دونوں کی باتیں سنوں گا۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ آئی جی نے فون کے ذریعے دیوراج پٹیل سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "پٹیل صاحب! مبارک ہو آپ نے جو کام مجھے سونپا تھا۔ وہ میں کرچکا ہوں۔ میں نے دیوی جی کو گولی

ماردی ہے۔"

دیوراج پٹیل نے پوچھا "کیا وہ مرچکی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے ایک نہیں دو گولیاں ماری ہیں۔ وہ بچ ہی نہیں سکتی تھی۔ اب آپ وعدے کے مطابق کب پے منٹ کررہے ہیں؟"

دیوراج پٹیل نے کہا "کل صبح ہوتے ہی میں بینک سے دولاکھ نکالوں گا اور تمہارے حوالے کروں گا۔"

"آپ مجھے یہ پے منٹ کہاں کریں گے؟"

"کل تم گیارہ بجے میرے بنگلے میں آجاؤ۔ وہاں پے منٹ ہوجائے گی۔"

"ٹھیک ہے میں کل گیارہ بجے آپ کے بنگلے میں آجاؤں گا۔"

آئی جی نے فون بند کردیا۔ اس ٹیلی فون سے ایک ریکارڈ منسلک تھا۔ اس میں ان دونوں کی گفتگو ریکارڈ ہوچکی تھی۔ آئی جی نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا "انسپکٹر ٹھاکرے کو اس طرح قیدی بنا کر رکھو کہ باہر کسی کو پتا نہ چلے۔ اگر اس سیاست داں کو معلوم ہوگا تو وہ محتاط ہوجائے گا پھر گرفت میں نہیں آئے گا۔"

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جینا کو دیکھا پھر کہا "اس انسپکٹر ٹھاکرے کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ کل اس سیاست داں دیوراج پٹیل کو بھی گرفتار کرلیا جائے۔ اب تم سوجاؤ۔ ادھر کوئی دشمن نہیں آئے گا۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ جینا اسے سوالیہ نظروں سے اور بڑی اپنائیت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ گے۔ یہاں میں اکیلی رہوں گی۔ مجھے ڈر لگے گا۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟ میں ساتھ والے کمرے میں ہوں پھر خیال خوانی کے ذریعے جب چاہوں گا تمہارے پاس چلا آؤں گا۔"

وہ سر جھکا کر آہستگی سے بولی "نہیں۔ میں کمرے میں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

"تم چاہتی ہو میں باقی رات تمہارے ساتھ رہوں؟"

اس نے کچھ نہیں کہا۔ سر جھکائے کھڑی رہی۔ کبریا نے کہا "اس کا مطلب سمجھتی ہو۔"

وہ دھیمی آواز میں بولی "کیا ہمارے دل اور دماغ اتنے مضبوط نہیں ہیں یا ہم اپنے اندر اتنے قابلِ اعتماد نہیں ہیں کہ خود کو قابو میں رکھ سکیں۔"

"میں مضبوط ارادوں کا مالک ہوں۔ جو فیصلہ کرلیتا ہوں۔ وہ پتھر کی لکیر بن جاتا ہے لیکن تم کمزور ہو میری قربت نے اور میری دوستی نے تمہیں نئے جذبوں اور احساسات سے روشناس کروایا ہے۔ تم میرے متعلق کشمکش میں رہتی ہو۔ میرے قریب آنا چاہتی ہو۔ میری دھڑکنوں سے لگ کر زندگی گزار دینا چاہتی ہو۔ میں تمہارے اندر کے احساسات خوب سمجھتا ہوں۔ تم بہک جاؤ گی۔ میں کبھی نہیں بہک سکوں گا۔ آزما کر دیکھ لو۔"

وہ بولی "میرا اپنے بارے میں بھی یہی خیال ہے۔ میرے ارادے بھی مضبوط ہوا کرتے ہیں۔ میں بہکنے والی نہیں ہوں۔ تم یہیں رہو گے۔"

کبریا نے بیڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہاں ایک ہی بستر ہے اس پر تم سوجاؤ۔ میں صوفے پر سوجاؤں گا۔"

"نہیں۔ میں صوفے پر لیٹ جاؤں گی۔ رات گزار لوں گی۔ تم بیڈ پر چلے جاؤ۔"

"یہ ہو نہیں سکتا۔ تم پھول ہو' پھول گلدان میں اور جوانی بستر پر اچھی لگتی ہے۔ میری بات مان کر بستر پر جاؤ گی تو میں یہاں رہوں گا۔ ورنہ دوسرے کمرے میں چلا جاؤں گا۔"

"تم بہت ضدی ہو۔ ہمیشہ اپنی باتیں منواتے رہتے ہو۔"

"یہ غلط ہے۔ میں تو تمہاری باتیں مانتا رہتا ہوں۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔ جو بات میں ماننا نہیں چاہتی اسے چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے منوالیتے ہو اور سمجھتے ہو کہ مجھے معلوم نہیں ہورہا ہے۔ میں سمجھتے ہوئے بھی انجان بن جاتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "جب تم جانتی ہو کہ میں اپنی باتیں منوالیتا ہوں تو پھر چپ چاپ جا کر بیڈ پر سوجاؤ۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ کبریا اس کے اندر پہنچا تو وہ بے اختیار پلٹ کر آہستہ سے چلتی ہوئی بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی پھر بولی "یہ میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ تم نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ اب میں نہ چاہتے ہوئے بھی یہاں لیٹ جاؤں گی اور تھوڑی دیر میں گہری نیند سوجاؤں گی۔"

"تم بہت سمجھ دار بچی ہو۔ چلو آرام سے سوجاؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "میں سونا نہیں چاہتی۔ تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ سوجاؤں گی تو تم گم ہوجاؤ گے۔ کمرا تنہا ہوجائے گا۔ یہ تنہائی نہیں رہے گی۔ میں غافل رہ کر آنکھیں کھولوں گی تو صبح ہوچکی ہوگی۔ تنہائی کے یہ خوب صورت لمحات گزر چکے ہوں گے۔"

ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی خواہشات کروٹیں بدلتے بدلتے جوان ہوجاتی ہیں۔ تم تنہائی میں بہت ہی خوب صورت لمحات گزارنا چاہتی ہو۔ قریب رہ کر بھی فاصلے رکھنا چاہتی ہو۔ صرف راز و نیاز کی باتیں کرنا چاہتی ہو۔ باتوں کے دوران میں ہم اندر ہی اندر ایک دوسرے سے کہے بغیر ایک دوسرے کی آرزو کرتے رہیں گے۔ زبان سے کچھ نہیں بولیں گے مگر ایک دوسرے کے جسم کو دیکھتے جائیں گے۔ تم میری شخصیت سے متاثر ہوتی رہو گی۔ میں تمہارے جسم کی چاندنی میں نہاتا رہوں گا۔ ہم کچھ نہیں بولیں گے۔ کچھ نہیں کریں گے لیکن اپنی اپنی آنکھوں سے شاعری کرتے رہیں گے۔ یہی شاعری دور تک ہماری خواہشات کو ابھارتی رہے گی اور ہم بے چین ہوتے رہیں گے۔ کیا یہ مناسب ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھ سے کوئی ایسا سوال نہ کرو جس کا جواب نہ دے سکوں۔ تم اتنی دور کیوں ہو؟ پاس آکر بیٹھو گے تو کیا ہمیں آگ چھولے گی؟"

کبریا نے اسے بھرپور نظروں سے دیکھا۔ ایک گہری سانس لی پھر اس کے پاس بیٹھ کر کہا "تم! مجھے آزمائش میں مبتلا کررہی ہو۔ کوئی بات نہیں میں بھی خود کو آزمانا چاہتا ہوں کہ مجھ میں کتنی قوتِ برداشت ہے۔"

آدمی ارادہ کرلے تو پہاڑ کی طرح اٹل ہوجاتا ہے پھر اسے کوئی ہلا نہیں سکتا۔ ویسے یہ کہنے کی باتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ جب عملی طور پر آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب پتا چلتا ہے کہ پہاڑ کی طرح اٹل رہنا کتنا مشکل ہے۔ وہ صرف حسین اور جوان ہی نہیں تھی۔ بلکہ اداؤں سے بھی بھرپور تھی۔ اس کی ایک ایک ادا نگاہوں کو پکارتی تھی۔ وہ بولتی تھی تو کانوں میں رس گھلتا تھا۔ ہنستی تھی تو جذبے گنگناتے تھے۔ وہ چپ رہتی تھی تو تجسس پیدا ہوتا تھا کہ جیسے وہ ایک راز ہو کھلنا چاہتی ہو۔ کوئی کھولنے والا تو ہو۔

کبریا نے سوچا کہ جو پیار و محبت کی باتیں ابھی ہورہی تھیں۔ وہ دن کو بھی ہوسکتی ہیں۔ دن کے وقت تنہائی اتنی پراسرار نہیں ہوتی جتنی رات کو ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا رات سونے کے لیے ہوتی ہے تو سونا چاہیے اور کسی طرح اسے سلا دینا چاہیے۔

وہ باتوں کے دوران میں آہستہ آہستہ خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپکنے لگا۔ وہ غنودگی محسوس کرنے لگی۔ کبریا نے اس کے اندر خیال پیدا کیا کہ ذرا لیٹ کر باتیں کرنا چاہیے۔

وہ اس کے سامنے لیٹنا نہیں چاہتی تھی مگر اس کی مرضی کے مطابق تھکن محسوس کرتے ہوئے لیٹ گئی۔ وہ کچھ بول رہی تھی لیکن پوری طرح بول نہ سکی۔ آنکھیں بند ہوگئیں پھر اسے پتا نہ چلا کہ نیند کیسے اس پر غالب آگئی۔

کبریا وہاں سے اٹھ گیا۔ اس سے دور ہو کر ایک کرسی پر منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔ تاکہ وہ نظر نہ آئے۔ مشکل یہ تھی کہ خوابیدہ حسن کچھ اور زیادہ سحر انگیز ہوجاتا ہے۔ حسن اور جوانی نیند کی حالت میں بے ترتیبی سے پڑے ہوں تو نگاہوں کو پکارتے ہیں دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔

اسی لیے وہ منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے دیوراج پٹیل کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمانا ضروری تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دیوراج پٹیل کسی دوسرے سے سہاگن دیوی کی موت کی تصدیق کرے۔ اسے کل بینک سے رقم نکالنے اور انسپکٹر ٹھاکرے کو پے منٹ کرنے تک اسی خوش فہمی میں رہنا تھا کہ دیوی جی مرچکی ہے۔ اس کے راستے کا کانٹا نکل چکا ہے۔

اس نے ابھی ابھی سہاگن دیوی کی موت کی خبر سنی تھی اور بہت خوش ہورہا تھا۔ آرام سے بستر پر جا کر سونے والا تھا۔ کبریا نے اسے گہری نیند سلایا اور اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس نے اس کے ذہن پر یہ بات نقش کی کہ اس نے آج تک سیاست میں رہ کر جتنی ہیرا پھیری کی ہے۔ اپنی قوم سے بد دیانتی کی ہے اور ناجائز طریقوں سے جتنی دولت کمائی ان کا تمام حساب کتاب ابھی بیٹھ کر لکھے گا اور اعتراف کرے گا کہ وہ جھوٹا' مکار' لالچی' بد دیانت' بدکار سیاست داں ہے اور اپنے ہوش و حواس میں رہ کر یہ تمام جرائم قبول کررہا ہے۔

کبریا نے پھر اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ کل انسپکٹر ٹھاکرے کو پے منٹ کرنے تک کسی بھی سیاست داں سے یا کسی بھی رشتے دار سے ملاقات نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی سے سہاگن دیوی کے بارے میں گفتگو کرے گا۔ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد ان تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

کبریا نے اسے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ کمرا رومان پرور ہوگیا تھا۔ ایک حسین نوخیز دوشیزہ پھول کی پنکھڑیوں کی طرح بستر پر بکھری پڑی تھی۔ بکھرے ہوئے سامان کو سمیٹ کر رکھنا چاہیے۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اب یہ اس کی نیت پر تھا۔ جذبۂ شوق کو ہوا دیتی تھی یا اپنے نفس کو کچل دینا تھا۔ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ وہ کرسی سے اٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ وہ ڈبل بیڈ تھا وہاں

دوسرے کی گنجائش تھی۔ اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر اسے دیکھا پھر آہستگی سے اس کے پاس ہی لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ صبح تک گہری نیند سوتا رہے۔ اس دوران میں کوئی غیر معمولی بات ہو۔ کوئی خطرہ پیش آئے تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ ورنہ وہ صبح چھ بجے بیدار ہوگا۔

یہ ہدایت دینے کے بعد وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے سمجھایا تھا کہ جب تک آپریشن نہ ہو۔ اسے جینا سے فاصلہ رکھنا چاہیے۔ اس نے اپنے روحانی بزرگ کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ اگر عمل نہ کرتا تو بدن کے خوب صورت شہر میں بھٹکتا جاتا۔ ہوس پرستی کا تقاضا تھا کہ پوری روٹی نہ ملے آدھی ہی ملے۔ پیٹ نہ بھرے۔ دل تو بھر جائے۔ حسن کی کوئی تو سوغات ملے لیکن وہ ہوس پرستی پر لعنت بھیج کر سو گیا تھا۔

مزاج میں شائستگی ہو۔ ارادے نیک ہوں۔ نیت صاف ہو تو ایک دوسرے کی قربت میں بھی پارسائی کے ساتھ رات گزر جاتی ہے۔ جینا بے خبر تھی۔ اس نے نیند کی حالت میں کروٹ لی تو اس کے بدن سے لگ گئی پھر بھی بے خبر رہی۔ خواب کی وادیوں میں جانے کہاں کہاں بھٹکتی رہی پھر اس کا ذہن روشن ہوگیا۔ اسے دھندلا دھندلا سا منظر دکھائی دینے لگا پھر وہ منظر واضح ہوتا چلا گیا۔ وہ ایک اسپتال میں تھی۔ اسے اسٹریچر پر لٹا کر آپریشن تھیٹر لے جایا جا رہا تھا۔ وہ پریشان تھی گھبرا رہی تھی۔ آپریشن سے انکار کر رہی تھی لیکن اسے آپریشن تھیٹر میں پہنچا دیا گیا۔ دروازے کو بند کردیا گیا۔

وہ تجسس میں مبتلا تھی کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے کبریا اسے تسلی دے رہا تھا "اطمینان رکھو۔ ابھی تم ایک مکمل لڑکی بن جاؤ گی پھر ہم شادی کریں گے۔ شادی کے بعد تم ایک مکمل عورت کہلاؤ گی۔"

وہ تسلیاں دے رہا تھا لیکن وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی پھر وہی ہوا جس کا اسے اندیشہ تھا آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا۔ ڈاکٹر نے باہر آکر کبریا کے سامنے سر جھکا کر کہا "سوری۔ ہم سہاگن دیوی کو نہ بچا سکے۔ آپریشن ناکام رہا ہے۔"

پھر جینا کو دکھائی دیا کہ آپریشن تھیٹر میں اس کی لاش پڑی ہوئی ہے اور اس پر سفید چادر ڈال دی گئی ہے۔ منظر کے جاتے ہی ذہن میں ہونے والی روشنی آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔ آگاہی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

وہ خواب بھی تھا اور قدرتی طور پر آگاہی بھی تھی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ پہلے تو وہ سمجھ نہیں پائی کہ کہاں سو رہی تھی پھر اس نے چونک کر کبریا کو دیکھا۔ وہ اس کی سانسوں کے بالکل قریب سو رہا تھا اور وہ اس سے لپٹی ہوئی تھی۔ ۔۔۔ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ کیا یہ بھی کوئی خواب ہے؟

"نہیں۔۔۔؟"

اس نے سوچا' میری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ ذہن جاگ رہا ہے۔ میں اسے چھو رہی ہوں۔ سمجھ رہی ہوں کہ یہ میری دھڑکنوں سے لگا ہوا ہے۔ اے بھگوان! جو سوچتی تھی۔ جس کی کلپنا کرتی تھی وہ میری رگِ جان کے قریب ہے لیکن یہ سب کیسے ہوا؟ یہ تو مجھ سے فاصلہ رکھنا چاہتا تھا۔

لیکن یہ زبان کا دھنی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ فاصلہ رکھے گا اور قریب رہ کر بھی فاصلہ رکھے ہوئے ہے۔ میرے پاس اتنے قریب رہنے کے باوجود اس نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ میں ہی کروٹ بدل کر اس کے پاس آگئی ہوں۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کمرے کے اندر دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا رات گزر چکی ہے۔ دن نکل آیا ہے اور اتنا سارا وقت بڑی پارسائی سے گزر گیا۔ شاید اس لیے کہ وہ بے خبر سو رہی تھی لیکن وہ تو بے خبر نہیں تھا۔ پاس آکر لیٹتے وقت اس نے اسے بھرپور انداز میں دیکھا ہوگا۔ اس کے باوجود اس نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ چپ چاپ سو گیا۔

اب تو وہ بے خبر نہیں تھی۔ آنکھ کھلنے کے بعد اسے اپنے اتنے قریب دیکھ رہی تھی۔ دل تیزی سے پاگلوں کی طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ اسے چھو رہی تھی۔ دل ہی دل میں جیسے اس کے اندر جذب ہو رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ پوری کی پوری اس کے اندر سما جائے۔

وہ جھجک رہی تھی۔ شرما رہی تھی اور بے باکی سے سوچ رہی تھی کہ دریا میں اتر چکی ہے۔ پیروں تک پانی میں ڈوب چکی ہے تو پھر پوری کی پوری کیوں نہ ڈوب جائے!

کبریا نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ اس کی آنکھ صبح چھ بجے کھل جائے گی اور اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ اس سے پہلے ہی بیدار ہوجائے اور جینا کی قربت ایک غیر معمولی بات تھی۔ ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ اس لیے وقت سے پہلے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ وہ مقناطیس بنی ہوئی ہے تو اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہونے لگا کہ وہ جس قدر محتاط رہتی تھی اور دور بھاگتی تھی۔ قریب ہونے کے بعد

ی قدر جنون میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس کے لیے جیسے پاگل ۔۔ئی ہے۔ اس کے بازوؤں میں ٹوٹ کر بکھر جانا چاہتی ہے۔ ۔۔۔نا چور ہوجانا چاہتی ہے۔

پھر وہ اچانک ہی اس سے دور ہوگئی۔ جتنی خوش ہو رہی ۔۔ اتنی ہی پریشان ہوگئی تھی۔ جیسے ناچتی ہوئی مورنی کو ۔۔نے بھدے پاؤں دکھائی دیئے ہوں۔ وہ بستر پر اٹھ بیٹھی۔ ۔۔تی ہوئی نظروں سے کبریا کو دیکھنے لگی۔ اسے خواب یاد ۔۔ رہا تھا۔ خواب میں ملنے والی آگاہی یاد آرہی تھی۔ آپریشن ۔۔ اپنی لاش' آپریشن کا انجام۔ آپریشن کیوں کیا گیا؟

وہ آگاہی اب بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔ ۔۔یشن کے مرحلے سے کیوں گزرا جائے۔ کیا موت کے منہ ۔۔ں جانے کے لیے؟

عقل نے سمجھایا "اگر وہ مکمل لڑکی نہیں بننا چاہے گی تو ۔۔یشن ضروری نہیں ہوگا۔"

پھر دل نے کہا "اگر وہ مکمل لڑکی نہیں بنے گی تو اسے ۔۔ریا کی یہ قربت کبھی حاصل نہیں ہوسکے گی۔ ساری زندگی ۔۔ سے دور دور رہے گی۔ اس کے پیار سے محروم رہے گی۔ ۔۔ اس سے لگ کر سر سے پاؤں تک اس کے لمس کو ۔۔وس کرتے ہوئے وہ ہوا میں اڑ رہی تھی۔ وہ صرف ۔۔اگن دیوی بن کر ایسی محبتیں ایسا حسن اور دل کی کائنات ۔۔ بکھری ہوئی ایسی مسرتیں حاصل نہیں کرسکتی جو ابھی ۔۔اصل ہوئی تھیں۔

اگر وہ ایسی مسرتیں اور ایسی قربتیں حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے آپریشن کے مرحلے سے گزرنا ہی ہوگا۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ بیڈ سے نیچے اتر گئی۔ آنکھیں ۔۔ پھاڑ کر کبریا کو دیکھنے لگی۔ وہ آنکھیں بند کیے خیال خوانی ۔۔ ذریعے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ذہنی حالت کو سمجھ رہا ۔۔ وہ کشمکش میں مبتلا ہوگئی تھی۔ کوئی فیصلہ نہیں کرپا رہی ۔۔ کہ قریب آنا چاہیے یا دور ہی دور رہنا چاہیے۔

وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ اسے نیند ۔۔ دوران میں آگاہی حاصل ہوئی تھی اور یہ بات اس کے ۔۔ میں بیٹھ گئی تھی کہ جب بھی آپریشن ہوگا۔ وہ ناکام ہوگا ۔۔ زندگی ہار جائے گی۔

اس کے خیالات کبریا کو بتا رہے تھے کہ وہ موت سے ۔۔ ڈرتی۔ کبھی زندگی کو ہارنا ہوگا تو ہار جائے گی لیکن وہ ۔۔ کبریا کو نہیں ہارنا چاہتی تھی اس لیے زندہ رہنا چاہتی ۔۔ اور زندہ رہنے کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ آپریشن کے ۔۔ سے نہ گزرے۔

کبریا چاہتا تھا کہ وہ اس مسئلے میں ابھی نہ الجھے۔ اسے ذہنی سکون پہنچانے کے لیے وہ ذرا کسمسانے لگا۔ جیسے نیند سے بیدار ہو رہا ہو پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

سامنے کھڑی ہوئی جینا دکھائی دے رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا "او خدایا! میں یہاں تمہارے بیڈ پر آکر سو گیا تھا۔ شاید اسی لیے تم یہ بستر چھوڑ کر وہاں کھڑی ہوئی ہو۔ کیا تم ساری رات اسی طرح کھڑی رہیں؟ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا۔ مجھے یہاں آکر نہیں سونا چاہیے تھا۔"

وہ جلدی سے بولی "نہیں۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو صبح تک یہاں سوتی رہی تھی۔ اٹھ کر دیکھا تو تم بھی میرے پاس ہی سو رہے تھے۔"

"ہاں۔ میں اپنے آپ کو آزما رہا تھا کہ تمہارے معاملے میں کس قدر نیک نیت ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں پوری نیک نیتی سے سوتا رہا۔ تمہیں بھی اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے۔"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "بے شک تم انسان نہیں فرشتہ ہو۔ میں تم پر فخر کرتی ہوں۔"

"فخر کرتی ہو تو وہاں کیوں کھڑی ہو؟ کیا تم نے نیند پوری نہیں کی ہے؟"

"نہیں نہیں..... میں کہہ تو رہی ہوں کہ گہری نیند سوتی رہی تھی۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

"تو پھر بیدار ہونے کے بعد تمہیں غسل کرنے کے لیے جانا چاہیے۔ ذرا آئینہ دیکھو کیسی پریشان نظر آرہی ہو۔ جیسے کسی بڑے مسئلے میں الجھ گئی ہو۔"

اس نے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "کیا تم نے میرے خیالات پڑھے ہیں؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ابھی تو میری آنکھ کھلی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں گہری نیند میں بھی خیال خوانی کرتا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں غسل خانے میں جا رہی ہوں۔"

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ کبریا نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

ملازم کی آواز سنائی دی "صاحب! میں ہوں آپ کی سیوا کے لیے آیا ہوں۔ کچھ ناشتا پانی کریں گے؟"

"ہاں۔ آدھے گھنٹے کے بعد ناشتا لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے جینا سے کہا "تم اس غسل خانے میں جاؤ۔ میں دوسرے کمرے کے غسل خانے میں جا رہا ہوں۔ تاکہ ہم آدھے گھنٹے میں فارغ ہو کر ناشتا کرسکیں۔"

وہ اس کمرے سے نکل کر باہر آیا۔ جینا نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ وہ دوسرے کمرے کے غسل خانے میں آکر غسل کرنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ دیوراج پٹیل نے اس کے احکامات کے مطابق کیا کیا ہے؟ اس نے پچھلی رات ہی کئی صفحات پر مشتمل اپنے کالے کارنامے لکھے تھے اور اپنے خلاف جو دستاویزی ثبوت تھے۔ انہیں اپنے اعتراف نامے کے ساتھ سیف میں بند کردیا تھا۔ صبح اس کے سیاست داں ساتھی مراری اور بھنڈاری نے فون پر اس سے گفتگو کرنی چاہی لیکن اس نے ملازم کے ذریعے بہانہ کردیا کہ صاحب سو رہے ہیں۔

کبریا نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ انسپکٹر ٹھاکرے کو پے منٹ کرنے سے پہلے وہ کسی عزیز رشتے دار سے رابطہ نہیں کرے گا۔ کسی سے باتیں نہیں کرے گا اور نہ ہی سہاگن دیوی کے متعلق کسی سے گفتگو کرے گا۔

وہ دونوں آدھے گھنٹے کے اندر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرکے ایک کمرے میں پھر یک جا ہوگئے۔ وہاں بیٹھ کر پوری بھاجی کھانے اور چائے پینے لگے۔ جینا نے کہا "تم نے انسپکٹر ٹھاکرے اور دھیرج کو گرفتار کروا دیا ہے۔ اب وہ دیوراج پٹیل رہ گیا ہے۔ وہ میرے خلاف زہر اگلتا رہے گا پھر مجھے قتل کرانے کے منصوبے بناتا رہے گا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ تم ذرا انتظار کرو۔ ابھی گیارہ بارہ بجے تک دیوراج پٹیل اپنے برے انجام تک پہنچنے والا ہے۔"

وہ چائے پینے لگا اور اسے بتانے لگا کہ پچھلی رات اس نے کس طرح دیوراج کو ٹریپ کیا ہے۔ وہ اب وہی کرے گا جو اس کی مرضی کے مطابق اس کے دماغ میں نقش ہوچکا ہے۔

جینا سن رہی تھی۔ چائے پی رہی تھی۔ مسکرا بھی رہی تھی پھر بولی "آج کے دور میں ٹیلی پیتھی سب سے بڑی قوت ہے۔ یہ بڑے سے بڑے شہ زور کو بھی کچل کر رکھ دیتی ہے۔ تمہیں یہ کمال حاصل نہ ہوتا تو مجھے اتنی عزت اور شہرت کبھی نہ ملتی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مجھے ہر طرف سے تحفظ حاصل ہو رہا ہے۔"

"یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اس نے میرے پاپا کو اور ہمارے خاندان والوں کو اس علم سے نوازا ہے۔ ہم اس معبود کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔"

ریسٹ ہاؤس کے باہر شہر سے بہت سے لوگ آرہے تھے۔ شام چار بجے سے چھ بجے تک سہاگن دیوی ان سب سے ملاقات کرنے والی تھی۔ اس لیے وہ سامنے میدان میں ایک بڑا سا اسٹیج بنا رہے تھے۔ شامیانے لگا رہے تھے وہ دونوں ریسٹ ہاؤس سے باہر آکر انہیں دیکھنے لگے۔ ان سے ملنے اور باتیں کرنے لگے۔ وہ سب خوش ہو رہے تھے اور دیوی جی کا شکریہ ادا کررہے تھے کہ وہ ان کے دکھ درد دور کرنے آئی ہے۔ ایک شخص نے کہا "دیوی جی! آپ کی ہر بات سچ ثابت ہو رہی ہے۔ دھیرج کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اس نے بھی اپنے جرم کا اقبال کیا ہے۔"

شہر والوں کو صرف دھیرج کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ گرفتار ہوچکا ہے۔ انسپکٹر ٹھاکرے کے بارے میں یہ بات چھپائی گئی تھی۔ کوئی اس کی گرفتاری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جینا سے ملنے آرہے تھے۔ وہ ساڑھے دس بجے تک ان سب سے ملتی رہی۔ باتیں کرتی رہی پھر اس نے کہا "اب میں ریسٹ ہاؤس میں جاکر آرام کروں گی پھر کسی وقت باہر آؤں گی۔"

وہ دونوں ریسٹ ہاؤس کے کمرے میں واپس آگئے۔ کبریا نے کہا "تم! یہاں بیٹھ کر کچھ میگزین وغیرہ پڑھتی رہو۔ میں ذرا ان لوگوں کی خبر لیتا ہوں۔"

وہ بولی "رسالے کیا پڑھوں گی۔ میرے لیے سوچنے اور فکر کرنے کے لیے اور بہت کچھ ہے۔ میں سوچتی رہوں گی۔"

وہ انسپکٹر ٹھاکرے کے پاس پہنچ گیا۔ آئی جی پولیس اور دوسرے ماتحت اس کے آس پاس تھے۔ وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا دیوراج پٹیل کے بنگلے کی طرف جارہا تھا۔ جب اس بنگلے کے قریب پہنچنے لگا تو تمام افسران پولیس والے پیچھے رہ گئے۔ پہلے اسے تنہا وہاں جانے دیا۔

دیوراج پٹیل اپنے بنگلے میں اس کا انتظار کررہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "آؤ ٹھاکرے! تم نے تو سہاگن دیوی کو نرک میں پہنچا کر میرا راستہ آسان کردیا ہے۔ میرے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔"

انسپکٹر نے پوچھا "میرے کام کا انعام لائے ہو یا نہیں؟"

"کیسے نہ لاتا؟ بینک کھلتے ہی پہنچ گیا تھا۔ تمہارے دو لاکھ روپے لاکر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ دیکھو سینٹر ٹیبل پر نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی ہیں۔"

ٹھاکرے نے پوچھا "پٹیل صاحب! آپ نے دیوی جی کے بارے میں تصدیق نہیں کی۔ یہ معلوم تو کرنا چاہیے تھا وہ مرچکی ہے یا زندہ رہ گئی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "وہ کیسے زندہ بچے گی۔ گولی تم نے ماری ہے اور وہ بھی ایک نہیں دو دو گولیاں۔ اس کے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم کھڑے کیوں ہو؟ آگے بڑھو ان گڈیوں کو اپنے بریف کیس میں رکھ لو۔"

"آپ مجھے انعام دے رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر یہ گڈیاں دینی چاہئیں۔ تب مجھے خوشی ہوگی کہ میں انعام حاصل کررہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے سینٹر ٹیبل پر جھکا وہاں سے دو گڈیاں اٹھا کر ٹھاکرے کی طرف بڑھائیں۔ ٹھاکرے نے انہیں لینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت فلیش لائٹ کا جھماکا ہوا۔ دیوراج نے چونک کر ایک طرف دیکھا تو دروازے کے پاس ایک فوٹوگرافر کھڑا ان کی تصویریں اتارتا دکھائی دیا تھا۔ اس نے گرج کر پوچھا "تم کون ہو؟ اندر کیسے آئے ہو؟"

اس کے پیچھے آئی جی پولیس داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی دیوراج پٹیل کا چہرہ زرد پڑگیا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "آ۔۔۔ آپ آئی جی صاحب! آپ آنے کی اطلاع دیتے تو میں آپ کے استقبال کے لیے باہر آتا۔"

"کوئی بات نہیں ہم تمہارا استقبال کرنے آئے ہیں اور تمہیں اپنے ساتھ ہتھکڑیاں پہنا کرلے جائیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "مجھے آپ ہتھکڑیاں پہنائیں گے۔ میں برسرِ اقتدار پارٹی کا بہت بڑا لیڈر ہوں۔ آپ کسی جرم کے بغیر میرا ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکتے۔"

"ابھی تمہارا ایک جرم نہیں کئی جرائم ثابت ہوں گے۔"

ایک ماتحت نے ٹیپ ریکارڈر سے اسے اس کی آواز سنائی۔ پچھلی رات انسپکٹر ٹھاکرے نے اس سے جو گفتگو کی تھی۔ وہ سب سنائی دے رہی تھی۔ آئی جی نے کہا "تم اس فون کال پر اعتراف کرچکے ہو کہ سہاگن دیوی کو قتل کرانے کے لیے دو لاکھ روپے انسپکٹر ٹھاکرے کو دینے والے ہو اور یہ نوٹوں کی گڈیاں ثابت کررہی ہیں کہ تم اسے دو لاکھ کی پے منٹ کررہے ہو۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال کر اسے آن کیا۔ ابھی دیوراج پٹیل سے اس کی جو گفتگو ہوچکی تھی۔ وہ سب اس ٹیپ ریکارڈر سے سنائی دینے لگی۔ اس میں بھی اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ سہاگن دیوی کے قتل کے سلسلے میں انعام کے طور پر اسے دو لاکھ روپے دے رہا ہے۔"

انسپکٹر ٹھاکرے نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا "سر! اس کے بیڈ روم کی تلاشی لینا چاہیے۔ اس کے خلاف ہمیں بہت سے ثبوت مل سکتے ہیں۔"

آئی جی نے ماتحتوں کو حکم دیا کہ اس کے بیڈ روم کی تلاشی لی جائے۔ وہ سب وہاں پہنچ گئے۔ چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے پھر انہوں نے الماری کے سیف کو کھولا تو اس میں بہت سی دستاویزات رکھی ہوئی تھیں۔ وہ تمام کاغذات بھی تھے۔ جن پر اس نے تحریری طور پر اپنے جرائم کو قبول کیا تھا۔

یہ سب چیزیں آئی جی کے سامنے پیش کی گئیں۔ انہیں پڑھا گیا پھر پٹیل سے پوچھا گیا "کیا یہ تمہاری تحریر ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا "ہاں، تحریر تو میری ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے اسے کب لکھا تھا؟"

اس نے ان کاغذات پر اپنے تمام جرائم لکھے تھے اور ان دستاویزات کا بھی حوالہ دیا تھا جو ابھی سیف میں سے نکالی گئی تھیں۔ یہ سب کچھ اس کے خلاف ٹھوس ثبوت تھے۔ وہ پریشان ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟

اسی وقت اس کے دماغ میں دیوی جی کی آواز سنائی دی "ادم نمستے وا، ادم نمستے وا۔۔۔"

دیوراج پٹیل نے چونک کر انسپکٹر ٹھاکرے کو دیکھا پھر پوچھا "کیا دیوی جی زندہ ہیں؟"

"ہاں، زندہ ہیں۔ میں نے انہیں گولی نہیں ماری ہے۔"

آئی جی پولیس کے حکم سے دیوراج پٹیل کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جینا کو مسکرا کر دیکھا پھر کہا "دشمن اپنے انجام کو پہنچ رہے ہیں۔ دھیرج اور انسپکٹر ٹھاکرے کل رات ہی گرفتار ہوگئے تھے۔ ابھی دیوراج پٹیل کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ وہ اپنے لاکھ سیاسی ہتھکنڈے آزمائے۔ تب بھی سزا سے نہیں بچ پائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "بھگوان کا شکر ہے کہ ایک بہت بڑے سیاسی پاکھنڈی سے نجات مل رہی ہے۔"

"ہماری دنیا میں شیطانوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے نجات ملتی ہے۔ دوسرا آپہنچتا ہے۔ ابھی یہاں ہندو مسلم کے اتحاد کا مسئلہ رہ گیا ہے۔ دونوں کے درمیان نفرتیں کم نہیں ہوئی ہیں۔ ایسے میں شکنتلا اور جان محمد کو یہاں آکر ازدواجی زندگی گزارنی ہے۔ وہ کب آئیں گے؟ کیا یہاں کے لوگ ایک مسلم مرد اور ہندو عورت کی ازدواجی زندگی کو برداشت کرسکیں گے؟"

یہ ایسی بات تھی کہ جینا نے سر اٹھا کر کبریا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کی نظروں میں سوال تھا کہ ہمارا کیا

بنے گا؟ تم بھی تو مسلمان ہو۔ میں بھی تو ہندو ہوں۔ ہمارا میل کیسے ہوگا؟ پھر دنیاوی رکاوٹوں کے علاوہ قدرتی رکاوٹ بھی ہے۔ یہ کیسے دور ہوگی؟
"اے بھگوان! یہ تونے کیسی آگاہی دی ہے؟ میرا کبریا مجھ سے قریب رہ کر بھی دور رہو تا دکھائی دے رہا ہے۔"

O☆O

شانتا بائی دولت مند تھی۔ بڑی خوش حال تھی لیکن کانٹوں میں گھری رہتی تھی۔ میں نے پچھلے باب میں اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اعلیٰ بی بی اس کی بیٹی نیہا بن کر اس کے پاس آگئی تھی اور میں نیہا کا سرپرست بن کر ان دونوں ماں بیٹی کے ساتھ رہنے لگا۔

ہماری دنیا میں دولت کی اہمیت ہے۔ شانتا بائی دولت مند تھی۔ اس لیے تمام رشتے دار اس کے آگے جھکتے تھے۔ اس کے آس پاس رہنے کی کوششیں کرتے تھے۔ اسے متاثر کرنا چاہتے تھے۔ جب تک نیہا جوان نہیں ہوئی تھی۔ تب تک یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ شانتا بائی ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کرے گی لیکن اس نے کسی سے شادی نہیں کی تھی۔ بیوہ رہ کر زندگی گزار رہی تھی۔

اب اس کی بیٹی نیہا جوان ہوگئی تھی۔ پہلے جو آس ماں سے لگائی گئی تھی وہ اب بیٹی سے لگائی جارہی تھی۔ جو بوڑھے ہو چکے تھے وہ اب اپنے جوان بچوں کو نیہا سے منسوب کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد سے وہ زیادہ سے زیادہ محبتیں ظاہر کر رہے تھے اور نیہا کو حاصل کرنے کے لیے سازشیں بھی کر رہے تھے۔

ایک سازش یہ بھی تھی کہ اگر شانتا بائی کسی طرح مرجائے تو صرف نیہا دولت و جائداد کی تنہا وارث رہے گی۔ چونکہ وہ ابھی سولہ برس کی ہے۔ نادان ہے۔ اس نادان لڑکی کو اپنی طرف مائل کرلیا جائے گا۔ تمام رشتے داروں کی یہی خواہش اور یہی کوشش تھی۔

ایسی ہی کوشش میں ان لوگوں نے شانتا بائی کو زہر کھلانا چاہا۔ اس کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مجھ جیسا سرپرست بن کر آنے والا ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ان کے اندر کی باتیں معلوم کر رہا ہے۔ اگر یہ میں معلوم نہ کرتا اور شانتا بائی وہ زہریلا کھانا کھا کر مرجاتی تو بے چارے باورچی پر شبہ کیا جاتا۔ وہ باورچی بہت پرانا ملازم تھا۔ اس نے شانتا بائی کو گود میں کھلایا تھا۔ نہایت ہی وفادار اور ایمان دار تھا۔ شانتا بائی اس کی بہت عزت کرتی تھی۔ اس پر بھروسا کرتی تھی۔

میں نے ٹیلی پیتھی کا حربہ آزمایا اور شانتا بائی کو وہ زہریلا کھانا نہیں کھانے دیا۔ ایک بلی نے کھایا اور وہ وہیں تڑپ کر مرگئی۔ تب بھید کھلا کہ اتنے رشتے داروں میں کتنے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ کون اسے مارنا چاہتے ہیں؟ سب نے باورچی کو الزام دینا چاہا۔ شانتا بائی نے سختی سے کہہ دیا کہ میں کبھی اس پر شبہ نہیں کروں گی۔ یہ میرے باپ جیسا ہے۔ یہ مجھے کبھی زہر نہیں دے گا۔

سوال پیدا ہوا کہ کس نے زہر دینے کی کوشش کی تھی؟ وہاں شانتا بائی کا ایک چچا تھا۔ اس کے باپ کا سگا بھائی تھا۔ اس کا نام امیش بھاسکر تھا۔ اس نے بھائی کے مرتے ہی شانتا کی دولت و جائداد پر قبضہ جمانے کی بہت کوششیں کی تھیں لیکن شانتا مقدمہ جیت گئی تھی۔ ان دونوں میں برسوں تک دشمنی رہی تھی پھر اس کے چچا امیش بھاسکر نے ہاتھ جوڑ کر شانتا بائی سے کہا کہ بیٹی! میں غلطی پر تھا۔ میں بڑا ہو کر تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے معاف کردو۔ ہم سب ایک ہی خون سے منسلک ہیں۔ سگے رشتے دار ہیں۔ ہمیں دشمن بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ آئندہ میں سرپرست بن کر باپ کی طرح تم سے محبت کروں گا اور تمہاری حفاظت کروں گا۔"

شانتا بائی نے کہا تھا کہ نہ تو مجھے آپ کی محبت کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں حفاظت کے سلسلے میں کسی کی محتاج ہوں پھر بھی آپ بزرگ ہیں۔ اس لیے آپ کو معاف کرتی ہوں۔ ہماری رشتے داری قائم رہے گی لیکن دور ہی دور سے' شادی بیاہ میں یا ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے لیے ملا کریں گے۔ جب تک مجھے کوئی ضروری کام نہ ہو تب تک کوئی رشتے دار مجھ سے ملنے نہیں آئے گا۔

شانتا بائی ان سب سے بہت محتاط رہتی تھی۔ چونکہ بیٹی کے ساتھ نیویارک سے آئی تھی اس لیے اس کے استقبال کے لیے تمام رشتے دار اس کے بنگلے میں جمع ہوگئے تھے۔ ایسے ہی وقت ان میں سے کسی کو زہر دینے کا موقع مل گیا تھا۔

اب یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ زہر کس نے دیا ہے؟ سب ہی رشتے دار ایک دوسرے پر شبہ کر رہے تھے اور ایک دوسرے کو الزام دے رہے تھے۔ ان میں سے اس کا چچا امیش بھاسکر تو ازلی دشمن تھا۔ اس پر سب ہی شبہ کر رہے تھے لیکن دوسرے بھی کچھ کم نہیں تھے۔

شانتا بائی کی پھوپی اپنے جوان بیٹے کندن پورے نیہا کی شادی کروانا چاہتی تھی۔ اس کے سامنے بھی یہی ایک راستہ تھا کہ شانتا بائی مرجاتی تو اس کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں رہتا۔ وہ نیہا کو بہلا پھسلا کر اپنی بہو بنا سکتی تھی۔

شانتا بائی کا ایک ماموں تھا۔ اس کا نام آنند مراٹھے تھا۔ وہ اپنے بیٹے یوگیش چندر سے نیہا کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ شانتا اپنی بیٹی کی شادی رشتے داروں میں نہیں کرے گی۔ اس کی موت کے بعد ہی وہ نیہا کو اپنی بہو بنا سکتا تھا۔

امیش بھاسکر کی ایک بیٹی بندیا بھاسکر تھی۔ وہ ہمیشہ دولت مند بننے کے خواب دیکھتی رہتی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ شانتا بائی مرجائے گی تو اس کی ساری جائداد امیش بھاسکر یعنی اس کے باپ کو ملے گی اور جب باپ کو ملے گی تو ساری دولت اسی کے کام آئے گی۔

بندیا بھاسکر اٹھائیس برس کی جوان لڑکی تھی۔ اب تک لڑکی اس لیے تھی کہ شادی نہیں کی تھی۔ بہت حسین اور مغرور تھی۔ کسی بہت بڑے..... دولت مند سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن خوب صورت ہونے کے باوجود کوئی دولت منداس کے شکنجے میں نہیں آرہا تھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ حد سے زیادہ مغرور تھی۔

میں معلوم کر چکا تھا کہ کھانے میں زہر کس نے ملایا تھا؟ لیکن کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر کسی کو الزام دینا نہیں چاہتا تھا۔ اگر یقین سے کہتا تو یہ شبہ ہوتا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور مجھے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپائے رکھنا تھا۔

شانتا بائی نے تمام رشتے داروں کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کے بنگلے سے چلے جائیں اور جب تک اصل مجرم بے نقاب نہیں ہوگا۔ اس وقت تک وہ اپنے بنگلے میں کسی کو آنے دے گی اور نہ ہی کسی سے بات کرے گی۔

وہ چاہتی تو یہ معاملہ پولیس والوں تک پہنچا سکتی تھی۔ اسے ہلاک کرنے کی سنگین واردات کی گئی تھی کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن پولیس والوں تک یہ بات پہنچتی تو اپنی ہی ہنسی ہوتی کہ اس کے خاندان کے لوگ کتنے کم ظرف اور کمینے ہیں۔

اس کے تمام رشتے داروں نے کہا "تم کسی کے خلاف پولیس کارروائی نہیں کر رہی ہو۔ یہ اچھی بات ہے ہم خود ہی اس مجرم کو بے نقاب کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس نے زہر دینے کی کوشش کی تھی' وہ ہمارے ہی درمیان ہے ہم سے چھپا نہیں رہ سکے گا۔"

اس کے جواب میں شانتا بائی نے کہا تھا "جو مجرم کو بے نقاب کرے گا۔ میں اسے عزت دوں گی اور اپنے گھر میں آنے کی اجازت بھی دوں گی۔"

شانتا بائی کی یہ آفر ایسی تھی کہ سب ہی ایک دوسرے کے پیچھے پڑگئے۔ وہ چاہتے تھے کہ مجرم کو گرفتار کر کے شانتا کا دل جیت لیں۔ اسی طرح وہ نیہا کو بہو بنانے کے لیے بھی جیت سکتے تھے۔

اس نے ان سب کو اپنے بنگلے میں آنے سے منع کیا تھا۔ لہٰذا وہ کسی نہ کسی بہانے سے ہیڈ آفس میں آکر اس سے نیہا سے یا مجھ سے ملاقات کرتے تھے اور قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلانا چاہتے تھے اور وعدہ کرتے تھے کہ جلد ہی اس مجرم کو بے نقاب کریں گے۔

اتنے رشتے داروں میں ایک بندیا ایسی مغرور تھی کہ وہ دولت مند ماں بیٹی سے ملنے نہیں آتی تھی پھر اسے رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگا کہ شانتا بائی نے اپنے تمام کاروباری معاملات میرے حوالے کردیئے ہیں۔ مجھے انچارج بنا دیا ہے یہاں تک کہ میں بڑی بڑی رقموں کے چیک پر دستخط کرتا ہوں۔ یہ بات سب کو ناگوار گزر رہی تھی کہ شانتا بائی کو ایک غیر پر اتنا اعتماد کیوں ہے؟ پورا کاروبار میرے حوالے کیوں کیا ہے؟ وہ اب میرے خلاف بھی سازشیں کرنا چاہتے تھے۔ شانتا کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ میں فراڈ ہوں اور اسے بہت بڑا نقصان پہنچا کر جانے والا ہوں۔

وہ شانتا بائی اسپتال کی مالک تھی۔ وہ اسپتال اتنا مشہور اور معروف تھا کہ دور دور سے مریض علاج کے لیے آتے تھے۔ ایک تو وہ اسپتال مہنگا نہیں تھا پھر وہاں بڑی توجہ سے اور کامیابی سے علاج ہوتا تھا۔ اسپتال کا انچارج میرے آنے سے خوش نہیں تھا۔ کیونکہ وہ پہلے کی طرح آزادی اور من مانی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔

دراصل وہ شانتا بائی کے دشمن چچا امیش بھاسکر سے سازباز کرتا رہا تھا اور وہ دونوں مل کر اسپتال کی آمدنی میں سے ہیرا پھیری کرتے رہتے تھے۔

اس اسپتال میں کئی تجربے کار ڈاکٹر تھے۔ شانتا بائی کی پھوپی نے وہاں کے سب سے سینئر ڈاکٹر سے دوستی کر رکھی تھی۔ وہ سینئر ڈاکٹر بوڑھا تھا مگر ہوس پرست تھا۔ پھوپی نے اپنی جوان بیٹی ادما کو اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ تب سے ان کی گہری دوستی ہوگئی تھی۔ اس طرح اس کی پھوپی بھی اسپتال کے ایک بہت ہی اہم معاملے میں ہیرا پھیری کر رہی تھی۔ میں یہ تمام باتیں رفتہ رفتہ بیان کرتا رہوں گا۔

میرا اور اعلیٰ بی بی کا تو اہم معاملہ یہ تھا کہ ہمیں انڈین آرمی اور انٹیلی جنس والوں سے چھپ کر رہنا تھا۔ لہٰذا ہم کامیابی سے روپوش رہ کر وہاں وقت گزار رہے تھے اور کچھ اہم معلومات حاصل کر رہے تھے۔

ان چھ بھارتی آرمی افسران نے اپنے حکمرانوں کو بھی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے چنڈال جوگیا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اسے سب ہی سے چھپا کر رکھے ہوئے تھے۔ ان کی پوری کوشش یہ تھی۔ ہم جیسے خیال خوانی کرنے والوں کو بھی چنڈال کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم ہونے نہ پائے۔

ان چھ آرمی افسران کو یہ خوش فہمی تھی کہ ہم ان کی معلومات کے پراسرار ذرائع تک نہیں پہنچ پائیں گے یا نہیں سمجھ پائیں گے کہ وہ دوسروں کے اندرونی راز کیسے معلوم کررہے ہیں۔

انہوں نے چنڈال جوگیا کو اچھی طرح سمجھا دیا ہوگا کہ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر کبھی خود کو ظاہر نہ کرے۔ خاموشی سے خیال پڑھ کر واپس آجائے اور وہ یہی کررہا ہوگا۔ اسی لیے وہ عملی میدان میں اہم کامیابی حاصل کررہے تھے۔

میں نے سوچا کہ بھارتی حکمرانوں سے چنڈال جوگیا کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کہاں ہے؟ شاید کوئی آرمی افسر جانتا ہو۔ اس لیے میں خیال خوانی کے ذریعے آرمی افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ صرف وہ چھ یوگا جاننے والے افسران ایسے تھے جن کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا اور فی الحال ان کے دماغوں کو چھیڑنا مناسب بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے بغیر ہی میں بہت سی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر کے خیالات نے بتایا کہ یہاں ہیڈ کوارٹر میں ایک چھوٹا سا بنگلا ہے۔ اس کے چاروں طرف دور تک احاطے کی چار دیواری ہے۔ اس بنگلے میں کسی کو بڑی رازداری سے لاکر رکھا گیا تھا اور چاروں طرف مسلح گارڈز کا پہرا تھا۔ کسی آرمی افسر کو بھی اس بنگلے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا یہ تجسس پیدا نہیں ہوتا کہ اس بنگلے میں کون ہے جس کے لیے اتنی رازداری برتی جارہی ہے؟"

اس کے خیالات نے جواب دیا "بے شک۔۔۔ تجسس پیدا ہوتا ہے لیکن یہ آرمی کے معاملات ہیں اور چھ بڑے اعلیٰ افسران کا حکم ہے کہ یہ ہماری آرمی کا کوئی راز ہے اس لیے ہم اس سلسلے میں زیادہ تجسس میں مبتلا نہیں رہتے۔"

میں نے اس کے اندر یہ پیدا کیا "کیا وہاں صرف چھ آرمی کے افسران جاتے ہیں اور کوئی نہیں جاتا؟"

"ان کے علاوہ ایک شخص ہے جو تنویمی عمل کا ماہر سمجھا جاتا ہے وہ وہاں دو بار جاچکا ہے۔"

بات میری سمجھ میں آرہی تھی۔ میں نے پوچھا "اور کون جاتا ہے؟"

"پچھلی رات ایک حسین عورت بنگلے میں گئی تھی پھر دو گھنٹے بعد وہاں سے باہر آگئی اسے جہاں سے لایا گیا تھا وہاں پہنچا دیا گیا۔"

میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا "اگر میں اس بنگلے کے اندر جانا چاہوں تو؟"

اس کے خیالات نے کہا "میں اندر جاکر کیا کروں گا؟ وہاں کوئی نہیں ہے۔ بنگلا خالی ہوچکا ہے۔ پتا نہیں جس شخص کو لایا گیا تھا۔ اسے کہاں چھپا دیا گیا ہے؟ آرمی کے یوگا جاننے والے چھ افسران میں سے دو جن کے نام مانک لال اور جگدیش راٹھور ہیں نظر نہیں آرہے ہیں وہ بھی کہیں چلے گئے ہیں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا کہ وہ یوگا جاننے والے افسران بہت زیادہ احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ چنڈال جوگیا آرمی ہیڈ کوارٹر میں زیادہ دنوں تک محفوظ رہ سکے گا اور نہ ہی رازداری سے اسے وہاں رکھا جاسکے گا۔ اس لیے انہوں نے اسے دوسری جگہ منتقل کردیا تھا۔ یوگا جاننے والے دو افسران بھی اس کے ساتھ کہیں چلے گئے تھے۔

پتا نہیں اسے کہاں لے جاکر چھپایا گیا تھا؟ اسے ہر حال میں ڈھونڈ نکالنا تھا۔ فوراً ہی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کس طرح جلد سے جلد ان روپوش ہونے والوں تک پہنچا جاسکتا ہے؟

میں بڑی دیر تک ٹہلتا رہا۔ سوچتا رہا پھر اچانک کچھ یاد آیا۔ میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "یس پاپا! کیا بات ہے؟"

"بیٹی! تم نے بتایا تھا کہ فرمان اس چنڈال جوگیا کی بیٹی کی طرف مائل ہوگیا ہے اور اس کے ساتھ رہنے لگا ہے اس کی بیٹی کا نام کیا ہے؟"

"اس کی بیٹی کا نام انیتا ہے اور فرمان کا موجودہ نام انیل شرما ہے۔"

"کیا چنڈال اپنی بیٹی اور فرمان سے رابطہ رکھتا ہے؟"

"شاید رابطہ رکھتا ہوگا۔ میں فرمان کے معاملات میں دلچسپی نہیں لے رہی ہوں۔ آپ کہیں تو میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

اس کے دماغ میں جاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں اس کے اندر پہنچ کر خود معلومات حاصل کروں گا۔"

میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں آگیا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، فرمان کے دماغ میں جانا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔ خیال خوانی کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ تب پتا چلا کہ فرمان کا موجودہ لب ولہجہ بدل چکا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے انیتا کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے کہا "اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ کوئی بات نہیں ہمیں فرمان کا دماغ نہیں ملا۔ انیتا کا دماغ تو مل گیا ہے۔ میں راستہ بنالوں گا۔

اعلیٰ بی بی چلی گئی۔ میں نے پھر انیتا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ یوگا کی ماہر نہیں تھی۔ صرف تنویمی عمل کے اثر سے ایسا کررہی تھی۔ اس کے دماغ میں بار بار جاتے رہنے سے وہ پریشان ہوجاتی تو سانس روک نہیں پاتی۔ مجبور ہو کر جب سانس لینے لگتی تو مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل جاتی۔

پھر میں نے یہی کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں باہر آگئیں۔ میں نے دس سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا پھر باہر آگیا۔ اس طرح ہر دس سیکنڈ کے بعد میں اس کے دماغ میں پہنچتا رہا اور باہر آتا رہا۔ آخر وہ تھک ہار کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ انیل کو آوازیں دینے لگی "انیل تم کہاں ہو؟ میرے دماغ میں آؤ۔ دیکھو میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ پتا نہیں کون میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے؟"

اس کے خیالات سے پتا چلا کہ فرمان اس وقت وہاں موجود نہیں ہے۔ کسی کام سے کہیں گیا ہوا ہے۔ میں نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ انیل موجود نہیں ہے تو اپنے پتا جی کو بلانا چاہیے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں وہ مدد کریں گے۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ پتا جی کو کیسے بلاؤں؟ پتا نہیں وہ کہاں ہیں؟ آرمی والوں نے انہیں کہاں چھپایا ہے؟ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے؟ انیل نے کئی بار خیال خوانی کے ذریعے انہیں تلاش کرنا چاہا لیکن ناکامی ہوئی ہے۔

مجھے مایوسی ہوئی کہ انیتا اور فرمان کے ذریعے بھی اس کم بخت چنڈال تک پہنچا نہیں جاسکتا تھا۔ ایسے وقت فرمان اس کے پاس آگیا۔ وہ بولی "تم کہاں رہ گئے تھے؟ یہاں کوئی بار بار میرے اندر آنا چاہتا تھا۔ میں سانس روک روک کر پریشان ہوگئی تھی۔ اب مسلسل سانس لے رہی ہوں۔ شاید وہ میرے اندر پہنچا ہوا ہے۔"

فرمان نے پوچھا "تم! کون ہو؟ اگر انیتا کے اندر ہو تو مجھ سے بات کرو۔"

میں نے پوچھا "کیا تمہیں اپنی اصلیت یاد ہے کہ تم انیل شرما نہیں فرمان ہو۔"

اس نے کہا "ہاں۔ مجھے یاد ہے لیکن میں انیتا کی خاطر انیل شرما بن کر رہتا ہوں۔ میں اسے دکھ دینا نہیں چاہتا کہ میں اس کا انیل نہیں ہوں۔ کوئی اور ہوں۔ بائی دا وے تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ یہ تو بتاؤ کہ کون ہو؟"

میں نے اپنے اصل لب ولہجے میں کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ ایک دم سے جیسے الرٹ ہوگیا۔ خوش ہو کر بولا "سر! آپ ہیں۔ آپ نے ہمیں کیسے یاد کیا؟"

"فرمان! تم مسلمان ہو۔ قاہرہ کے رہنے والے ہو لیکن تمہیں پاکستان سے محبت ہونی چاہیے۔"

"سر! پاکستان آپ کا وطن ہے۔ جب مجھے آپ سے محبت ہے تو آپ کے وطن سے بھی محبت ہوگی۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"چنڈال جوگیا ہمارے وطن کے خلاف کام کررہا ہے۔ وہاں سے کوئی اہم راز چرانے والا ہے۔ اس سے پہلے ہی میں اسے ناکام بنا دینا چاہتا ہوں لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ پتا نہیں آرمی والوں نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اسے آرمی ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا ہے۔"

"یہ میں معلوم کرچکا ہوں۔ اب اسے کہیں اور رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ دو آرمی کے افسران بھی گئے ہیں۔"

"سر! پھر تو اس کا سراغ لگانے میں بڑی دشواری ہوگی۔ ان چھ یوگا جاننے والے افسران میں سے کسی ایک کو ٹریپ کرنا ہوگا۔"

"کیا تم میرے لیے یہ کام کروگے؟"

"سر! آپ حکم کریں۔ اگرچہ میں اعلیٰ بی بی سے دور ہوگیا ہوں لیکن آپ لوگوں کی محبتوں اور اپنائیت کو کبھی بھلا نہ پاؤں گا۔ آپ جب حکم دیں گے۔ آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوجایا کروں گا۔ میں ابھی جارہا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ان چھ میں سے کسی نہ کسی کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی کوشش کررہا ہوں۔ تم نے اپنا لب ولہجہ بدل لیا ہے۔ کیا مجھے اپنے دماغ میں آنے دوگے؟"

"سر! آپ ایسا سوال کرکے مجھے شرمندہ کررہے ہیں۔

میں آپ کا فرماں بردار ہوں۔ آپ میرا موجودہ لب ولہجہ سن رہے ہیں جب چاہیں میرے اندر آسکتے ہیں۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ایسے ہی وقت کبریا نے آکر کہا "پاپا! میں ایک پاکستانی اعلیٰ افسر کے پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ آپ میرے اندر آجائیں میں آپ کو وہاں پہنچا رہا ہوں۔ آپ خود اس کے خیالات پڑھ لیں۔"

میں کبریا کے ذریعے اس پرسنل سیکریٹری کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام امجد حسین تھا۔ وہ ایک ایسے اعلیٰ افسر کا پرسنل سیکریٹری تھا جس کا تعلق پاکستان کے نیوکلیائی معاملات سے تھا۔ اس شعبے کے ایک خفیہ ریکارڈ روم میں حساس معلومات حفاظت سے رکھی جاتی تھیں۔

ان میں سے ایک راز کا تعلق اس اعلیٰ افسر سے تھا۔ امجد حسین نے پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے وہ کمپیوٹر ڈسک دیکھی تھی۔ جس میں وہ راز محفوظ تھا۔ فی الحال وہ ڈسک ریکارڈ روم میں تھی۔

امجد حسین کے خیالات نے بتایا کہ وہ اس دن کے انتظار میں ہے جب اس کا اعلیٰ افسر کسی ضرورت کے تحت وہ ڈسک دوبارہ ریکارڈ روم سے نکالے گا تو وہ موقع پاکر اس ڈسک کی ایک دوسری کاپی تیار کرلے گا۔

میں نے معلوم کیا کہ وہ ایسا کیوں اور کس لیے کرنا چاہتا ہے؟

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ مارگلہ میں ایک بہت بڑا پلاٹ خریدنا چاہتا ہے۔ اس پلاٹ کی قیمت پندرہ لاکھ روپے ہے پھر اس پر ایک خوب صورت کوٹھی تعمیر کرنے کے لیے اسے کم از کم پچاس لاکھ روپوں کی ضرورت تھی۔ وہ کم از کم ستر لاکھ روپے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت چنڈال خیال خوانی کرتا ہوا۔ مختلف افسران اور عہدے داروں کے دماغوں سے گزرتا ہوا امجد حسین کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ ضرورت مند ہے اور پاکستان کے ایک اہم راز کا حامل بھی ہے۔

اس نے اس کے ذریعے اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں بھی پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پتا چلا..... وہ اعلیٰ افسر پانچ وقت کا نمازی ہے۔ نہ تو شرابی ہے نہ ہوس پرست ہے۔ اسی لیے اس کا ذہن اتنا حساس ہے کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے۔

چنڈال کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اسے امجد حسین کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ اس نے اسے خیال خوانی کے ذریعے بھارتی سفارت خانے کے ایک افسر تک پہنچا دیا۔ اس افسر نے امجد حسین سے دوستی کی پھر کہا کہ وہ اس کی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ اسے ستر لاکھ روپے دے سکتا ہے۔ اس صورت میں اسے وہ نیوکلیائی معلومات اس کے حوالے کرنا ہوں گی۔

امجد حسین انکار نہیں کرسکتا تھا۔ ایک تو وہ ضرورت مند تھا ستر لاکھ روپے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا یہ کہ انکار کرتا بھی تو چنڈال اس کے دماغ پر قبضہ جما کر جبراً اس سے اپنا کام نکلوا سکتا تھا۔

مانک لال نے اسے سمجھایا تھا کہ جبر نہ کیا جائے۔ ستر لاکھ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سہولت سے کام نکلوایا جائے۔ اگر تم اس عبادت گزار اعلیٰ افسر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اس کے دماغ میں گھسنا چاہو گے تو بھید کھل جائے گا۔ پاکستانی حکام ہوشیار ہوجائیں گے پھر وہ راز ہمارے ہاتھ نہیں لگے گا۔

انہیں یقین تھا کہ ایک آدھ روز میں وہ سی ڈی ریکارڈ روم سے نکالی جائے گی تو امجد حسین ان کی مرضی کے مطابق وہ کام کردے گا۔ میں امجد حسین کے ذریعے بھارتی سفارتی افسر کے دماغ میں بھی گیا۔ اس کے خیالات پڑھے ہر پہلو سے یہ معلوم ہوا کہ چنڈال صرف امجد حسین کے ذریعے کامیاب ہوسکتا ہے۔ اگر یہ نہ رہا تو اس کی کامیابی ناکامی میں بدل جائے گی پھر اس راز تک پہنچنے کے لیے اسے ہفتے اور مہینے لگ جائیں گے۔ اتنے دنوں میں تو میں چنڈال کی شہ رگ تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے امجد حسین کو مخاطب کیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں تھا۔ اپنے دماغ میں میری آواز سن کر پریشان ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا "حیران نہیں ہونا چاہیے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر پہنچا ہوا ہوں اور تم سے بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا رہا ہے لیکن تم نے اسے اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خاموش رہتا تھا۔"

اس نے پوچھا "وہ میرے اندر کیوں آتا تھا؟ اور تم کیوں آئے ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارا سچ اور جھوٹ جاننا چاہتا ہوں۔ کیا تمہیں ستر لاکھ روپے کی ضرورت ہے؟"

"ہاں۔ ضرورت ہے اور یہ ضرورت پوری ہونے والی ہے۔"

"کیسے پوری ہونے والی ہے؟ کیا وطن کو بیچ کر شان دار کوٹھی بناؤ گے؟ پتا نہیں تمہارے جیسے ضمیر فروشوں کو پاکستان کے اتنے حساس اداروں میں نوکری کیسے مل جاتی ہے؟"

"تم مجھے ضمیر فروش کہہ رہے ہو۔ میری توہین کررہے ہو۔"

"جو عزت دار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی توہین محسوس کرتے ہیں۔ تم تو بے غیرت ہو۔ میں کہوں گا کہ شرم سے مرجاؤ تو تم کبھی نہیں مرو گے۔ لہٰذا میں تمہیں مرنے پر مجبور کررہا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ رائٹنگ ٹیبل پر جاکر بیٹھ گیا۔ کاغذ قلم لے کر لکھنے لگا "میں مسمی امجد حسین اپنے پورے ہوش و حواس میں رہ کر لکھ رہا ہوں کہ مجھے ستر لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ میں مارگلہ میں ایک پلاٹ خرید کر شان دار کوٹھی تعمیر کروانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پڑوسی ملک کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے دماغ میں آکر ستر لاکھ روپے کی آفر کی اور اس کے عوض پاکستان کے ایٹمی نظام کا ایک اہم راز حاصل کرنا چاہا۔ میں راضی ہوگیا۔ معاملات طے ہوگئے لیکن اب میرے ضمیر نے ملامت کی۔ میں اپنے اندر ضمیر کی مار کھا رہا ہوں۔ زندہ نہیں رہ سکتا اس لیے خودکشی کررہا ہوں۔ اپنی جان دینے سے پہلے اپنے آرمی افسران کو تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پڑوسی ملک کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے بعد کسی اور کو ٹریپ کرکے اس راز تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ اس سے ہوشیار رہیں۔ میں آپ حضرات کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔ لہٰذا ہمیشہ کے لیے منہ چھپا رہا ہوں۔"

اس نے اپنی تحریر کے نیچے اپنا نام لکھا۔ دستخط کیے پھر موبائل فون کے ذریعے بھارتی سفارت خانے کے افسر سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "تم سب کتے ہو۔ مجھے بھی کتا بنانا چاہتے تھے لیکن اپنے وطن کے خلاف کوئی سنگین جرم کرنے سے پہلے ہی جان دے رہا ہوں۔ تم سب کبھی ہمارے رازوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ لو گولی چلنے کی آواز سنو۔"

اس نے ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑ رکھا تھا۔ یہ کہتے ہی ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ میں اس کے مردہ دماغ سے نکل آیا پھر اسی لمحے میں بھارتی افسر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فون پر گولی چلنے کی آواز سن کر پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے مخاطب کیا "مسٹر امجد! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں کیسی آواز سن رہا ہوں؟"

اسے جواب سنائی نہیں دیا۔ اس نے اپنے سفیر سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! امجد حسین نے مجھ سے ابھی فون پر بات کی تھی اور کہہ رہا تھا کہ ہمارا کام نہیں کرے گا اور اپنے وطن کا سودا نہیں کرے گا۔ اس سے پہلے اپنی جان دے رہا ہے۔ میں نے گولی چلنے کی آواز سنی پھر خاموشی چھاگئی۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا ہے۔"

سفیر نے کہا "تم اس کے فون پر رابطہ کرو۔ نہیں تو موبائل پر رابطہ کرو۔ معلوم کرو حقیقت کیا ہے؟"

اس سیکریٹری نے امجد حسین کے گھر پر فون کیا۔ بڑی دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر اس کی بیوی کی روتی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو! کون ہے؟"

"میں امجد حسین کا دوست ہوں۔ اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ روتے ہوئے بولی "کس سے بات کریں گے بھائی صاحب! وہ تو ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے خودکشی کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ ان کے پیچھے ان کے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟"

اس کی بیوی نے ریسیور رکھ دیا۔ جب بھارتی افسر کو یقین ہوگیا کہ واقعی امجد حسین نے اپنی جان دے دی ہے تو اس نے ای میل کے ذریعے انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ میں نے اس اعلیٰ افسر کا نام اور ای میل ایڈریس نوٹ کیا۔ وہ افسر اسے بتا رہا تھا کہ امجد حسین نے جان دے دی ہے اور ہمارے لیے اہم مسئلہ پیدا کردیا ہے۔ اس نے بہت بڑی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا ہے۔

اعلیٰ افسر نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم نے اچھی طرح تصدیق کی ہے؟ کیا واقعی وہ مرچکا ہے؟ وہ تو ستر لاکھ روپے میں بک چکا تھا۔"

"ہاں سارے معاملات طے ہوگئے تھے۔ ہمارا کام بننے والا تھا مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ بنتا ہوا کام بگڑ گیا ہے۔"

میں اس انڈین افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ای میل سے رابطہ ختم کرنے کے بعد ان یوگا کرنے والے افسران میں سے ایک کو مخاطب کررہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ جسے مخاطب کررہا ہے۔ اس کا نام راج تلک اروڑھا ہے۔ میں نے اس کا ذاتی فون نمبر نوٹ کرلیا۔ وہ اعلیٰ افسر نہیں جانتا تھا کہ راج تلک اروڑھا کہاں رہتا ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ یوگا جاننے والے تمام چھ کے چھ افسران صبح تک ہیڈ کوارٹر میں تھے پھر مانک لال اور جگدیش راٹھور پہلے وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد بقیہ چاروں یوگا جاننے والے افسران بھی ایک ایک کرکے ہیڈ کوارٹر سے جاچکے ہیں۔ پتا نہیں انہوں نے کہاں رازداری سے اپنا ٹھکانا بنایا ہے؟ مجھ سے اور میری سطح کے تین افسران فون کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ ہم سے تعلق رکھنے والے معاملات پر گفتگو کرتے ہیں۔ کچھ اہم سوالات کرتے ہیں پھر رابطہ ختم کردیتے ہیں۔

ابھی اس نے بتایا کہ اس کی سطح کے تین اور افسران فون کے ذریعے ان یوگا جاننے والوں سے باتیں کرتے ہیں۔ میں اس کے ذریعے ان تین افسران کے دماغ میں بھی گیا۔ ان چاروں کے پاس ان یوگا جاننے والے افسران کے فون نمبر تھے۔ وہ تمام نمبر میں نے نوٹ کرلیے۔

ان تمام نمبروں کا تعلق ایک مشہور موبائل فون کمپنی سے تھا۔ میں نے بڑی خاموشی سے اس کمپنی کے مختلف دفاتر میں پہنچ کر معلوم کیا کہ ان نمبروں کے فون کن کے پاس ہیں؟ پتا چلا کہ آرمی افسران کے پاس یہ فون ہیں اور ان کا بل آرمی ہیڈ کوارٹر سے ادا کیا جاتا ہے۔ یعنی اس سلسلے میں مجھے کسی سے خاص آرمی افسر کا پتا ٹھکانا اور نام معلوم نہ ہوسکا۔ میں چنڈال کا پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ امجد حسین کی خودکشی نے ان یوگا جاننے والے افسران کو چونکا دیا تھا کہ میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ ہوچکے ہیں۔ ہم کسی نہ کسی طرح چنڈال تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ لٰہذا وہ اور زیادہ محتاط ہوگئے تھے۔

میں مطمئن تھا۔ میں نے ایک اہم راز کو دشمنوں تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ آئندہ وہ پاکستانی اکابرین کو اپنا آلہ کار بنانے سے کترایا کریں گے۔ اپنے چنڈال جوگیا کے تحفظ کی خاطر پاکستان کے اہم سیاسی معاملات میں مداخلت آسانی سے نہیں کریں گے۔ اگر کرنا ہوگا تو سو بار سوچیں گے پھر ان سے ٹکرانے کا حوصلہ کریں گے۔

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میں اس وقت شانتا بائی کے اسپتال کے ایک کمرے میں تھا۔ وہ کمرا سب سے اوپری منزل پر تھا اور میرے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ وہاں میں نے دیوار پر، سامنے اور دائیں بائیں ٹی وی مانیٹر لگادیے تھے تاکہ وہاں بیٹھ کر اسپتال کے ہر حصے کے ڈاکٹرز کی اور وہاں کے پورے عملے کی مصروفیات پر نظر رکھ سکوں اور یہ بھی دیکھ سکوں کہ مریضوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جارہا ہے؟

اسی وقت مجھے کال بیل سنائی دی۔ میں نے ایک بٹن آن کیا تو سامنے اسکرین پر بندیا بھاسکر دکھائی دی۔ جو بھی دروازے پر آتا تھا میں اس کی آمد سے پہلے ہی اسے دیکھ لیتا تھا اور اس کی آواز بھی سن لیتا تھا۔ بندیا کے بارے میں بتاچکا ہوں وہ شانتا بائی کے چچا امیش بھاسکر کی بیٹی تھی۔ میں نے دروازے کا اسپیکر آن کرکے کہا "اندر آجاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی، زیرِ لب مسکراتی ہوئی میرے سامنے میز کے دوسری طرف ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ جبکہ وہ کبھی مسکراتی نہیں تھی۔ کسی سے بھی گفتگو کرتے وقت تیوریاں یوں چڑھی رہتی تھیں جیسے وہ خود کو برتر اور اپنے سامنے والے کو کمتر سمجھ رہی ہو۔

وہ بولی "کسی اپائنٹمنٹ کے بغیر آئی ہوں۔ کیا آپ کے کام میں حرج ہو رہا ہے؟"

"اگر کام میں حرج ہوتا تو میں تمہیں اندر آنے کی اجازت نہ دیتا۔ پلیز پانچ منٹ تک خاموش بیٹھو۔ میں ذرا یہ فائل نمٹالوں پھر تم سے بات کرتا ہوں۔"

میں فائل پر جھک گیا۔ جیسے اسے پڑھ رہا ہوں۔ جبکہ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ شانتا بائی کے تمام رشتے دار یہ دیکھ رہے تھے کہ اس کا تمام کاروبار میں چلا رہا ہوں۔ اس کے بینک اکاؤنٹ کو بھی آپریٹ کررہا ہوں، میں بڑی بڑی رقموں کے چیک پر دستخط کرتا ہوں اور بڑے بڑے معاملات شانتا بائی کے مشورے کے بغیر نمٹاتا رہتا ہوں۔

میری آزادی اور خود مختاری کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ میں شانتا بائی کی تمام دولت اور جائداد کے معاملات میں سیاہ و سفید کا مالک بن چکا ہوں۔ امیش بھاسکر نے اپنی بیٹی کے ذہن میں یہ بات ڈالی تھی کہ میں ایک بوڑھا شخص ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے حسن و شباب سے ٹریپ کرے گی تو میں آسانی سے پگھل جاؤں گا، پھسل جاؤں گا پھر اس کے اشاروں پر ناچنے لگوں گا۔ اس طرح وہ میرے ذریعے شانتا بائی کی تمام دولت و جائداد کو رفتہ رفتہ حاصل کرتی رہے گی اور میرے ذریعے اس کا سارا خزانہ خالی کردے گی۔

وہ اپنے مزاج اور غرور کے مطابق یہی سوچتی تھی کہ کسی ایسے مرد سے رشتہ کرے جو بے انتہا دولت مند ہو اور اس کے اشاروں پر ناچتا رہے۔ جوان عورت کے اشاروں پر کوئی بوڑھا ہی ناچتا ہے۔ لٰہذا وہ میرا انتخاب کرچکی تھی۔

○☆○

جیک کلر کا سکون برباد ہوگیا۔ وہ بڑے آرام اور بڑی رازداری سے اسلحہ ساز فیکٹری کو فروخت کرنے کے لیے

ں شہر میں آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے کوئی پہچان نہیں یے گا اور نہ ہی کوئی دشمن اس کا تعاقب کرسکے گا۔ وہ کسی کی ظروں میں آئے بغیر اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو فروخت کرکے ورا ہی وہاں سے جانے والا تھا۔ اچانک ہی پتا چلا کہ وہ ننھا ماد شمن اس کی شامت بن کر جلی سے یہاں آگیا ہے۔

اس نے سینڈی گرے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا برا انجام دیکھا تھا۔ سینڈی نے اس بچے سے دشمنی کی تھی۔ اسے مار ڈالنا چاہتا تھا مگر اس کے برعکس اس بچے نے سینڈی موت کے منہ میں پہنچادیا تھا۔ جیک کلر نے بھی اس سے شمنی کی تھی۔ وہ اسے اور اس کی دادی کو امریکی اکابرین کی ید میں پہنچانا چاہتا تھا لیکن اس کا یہ منصوبہ ناکام رہا تھا وہ اپنی ادی کے ساتھ زندہ سلامت تھا اور اب اسے بھی سینڈی رے کی طرح موت کے گھاٹ اتارنے آگیا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھی مہادھابی کو مخاطب کیا "تم کہاں ہو؟ فوراً میرے پاس آؤ۔"

مہادھابی نے کہا "میں تمہارے آلہ کار کے دماغ میں وں۔ تمہارا بریف کیس اس کے پاس ہے۔ مجھے اب تک اطمینان ہو رہا ہے کہ کوئی اس کا پیچھا نہیں کررہا ہے۔ تم پاہو تو اس سے مل کر اپنا بریف کیس لے سکتے ہو۔"

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ تم ورا میرے پاس آؤ۔ وہ بچہ موت بن کر یہاں آگیا ہے۔"

مہادھابی نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "تم کس بچے کی بات کررہے ہو؟"

"کیا تم عدنان کو بھول گئے ہو؟ فرہاد اور سونیا کا پوتا۔"

"ہاں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جس طیارے کو ہم اغوا کرکے یہاں لائے ہیں۔ وہ اسی طیارے میں آیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، میں خود اپنی موت کو اغوا کرکے اپنی رف لے آیا ہوں۔"

"او مائی گاڈ! کیا سونیا بھی اس کے ساتھ ہے؟"

"ہاں۔ وہ اس کے ساتھ ہے اور پتا نہیں کتنے خیال وانی کرنے والے اس کے آگے پیچھے ہوں گے؟"

"تم نے اسے کہاں دیکھا ہے؟"

"میں نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی کچھ باتیں سنی ہیں۔ اس کے خیالات پڑھے ہیں پھر اچانک ہی اس کے خیالات گڈمڈ ہوگئے تھے۔ جیسا کہ اس کے دماغ میں ہوتا رہتا ہے پھر میں یہ معلوم نہ کرسکا کہ وہ اپنی دادی کے ساتھ کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے، وہ دونوں ائرپورٹ سے نکل کر کسی ہوٹل میں قیام کررہے ہوں گے۔"

"وہ جہاں بھی ہو، سونیا اس کے ساتھ ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ کتنی خطرناک عورت ہے ہمارے ہتھیار بھی اس کے آگے بیکار ہوجائیں گے اور ہم اس بچے کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"اس طرح بزدلی سے سوچو گے تو وہ تم پر حاوی ہوکر تمہاری موت بن جائے گا۔"

"تم مجھے جوش نہ دلاؤ۔ کتنے ہی شہزور جوش و جنون میں آکر، سونیا سے ٹکرا کر فنا ہوچکے ہیں۔ ہمارے پاس فرہاد اور سونیا کی پوری ہسٹری موجود ہے۔ تم بھی دیکھ چکے ہو اور ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکے ہو۔ ان سے دور رہنے میں ہی ہماری سلامتی ہے۔"

"جیک! اس وقت تم بدحواس ہو اور بری طرح گھبرائے ہوئے ہو۔ ذرا سکون سے بیٹھو اور ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ یہ ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ اس بچے کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے اندر قدرتی طور پر کچھ غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ ایسی ہی صلاحیتوں کے باعث وہ اس طیارے میں بیٹھ کر یہاں آگیا ہے۔"

"یہی تو میں سوچ رہا ہوں اور سہم رہا ہوں کہ یہاں سے اگر کسی دوسری جگہ جاؤں گا تو اسے آگہی مل جائے گی کہ میں کہاں ہوں اور کہاں چھپ رہا ہوں؟ جس طرح کوئی جاندار موت سے نہیں چھپ سکتا اسی طرح میں اس سے چھپ نہیں سکوں گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"جب مرنا ہی ہے تو ڈرنا کیا؟ تم بھی اس کی موت بن جاؤ۔ پہلے تو یہ کوشش کرو کہ اس سے دور رہ سکو۔ اس شہر کو چھوڑ کر ابھی چلے جاؤ۔ اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کو فروخت کرنے کا ارادہ فی الحال ملتوی کردو خریدار سے کہہ دو، کسی دوسرے دن لین دین ہوگا۔"

"جدید اسلحہ کے ان نئے ڈیزائنز کا کیا ہوگا جو اس بریف کیس میں ہیں اور وہ بریف کیس اس آلہ کار کے پاس ہے۔"

"اس کی پروا نہ کرو۔ میں اس آلہ کار کو معمول بنا کر رکھوں گا۔ جدید اسلحہ کے تمام جدید ڈیزائنز محفوظ رہیں گے۔ تم اپنی فکر کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا "میں اسی شہر میں چھپ کر رہوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ وہ بچہ اپنی دادی کے ساتھ یہاں کیوں آیا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے؟ جب اس کی مصروفیات معلوم ہوں گی تو ہم اسی کے مطابق پلاننگ کریں

گے کہ آگے کیا کرنا چاہیے؟"
مہادھابی نے قائل ہو کر کہا "ہاں۔ خوامخواہ سہم جانے سے بات نہیں بنے گی۔ ہو سکتا ہے' وہ تم سے دشمنی کرنے یہاں نہ آیا ہو۔ اس کے آنے کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ ہمیں پہلے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔"
اس شہر میں ان دونوں کے کئی آلہ کار تھے۔ وہ ان کے ذریعے دادی اور پوتے کو تلاش کر سکتے تھے۔ یہ معلوم کر سکتے تھے کہ وہ کہاں قیام کر رہے ہیں۔ مہادھابی نے کہا "پہلے اس آلہ کار سے کہا جائے کہ وہ بریف کیس لے کر اپنے گھر چلا جائے اور اسے حفاظت سے کہیں چھپا کر رکھے۔ ہم آئندہ اس سے رابطہ کریں گے پھر اسے اپنے پاس بلائیں گے۔"
کبریا اس آلہ کار کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ جیک کلر نے اس کے اندر آکر پہلے خاموش رہ کر سن گن لینے کی کوشش کی۔ یہ سمجھنا چاہا' کوئی دشمن موجود ہے یا نہیں؟ جب اطمینان ہو گیا تو اس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو۔ میں تمہارا عامل بول رہا ہوں۔"
"یس باس! کیا حکم ہے؟ میں اس بریف کیس کو لے کر کہاں جاؤں؟"
"ابھی تم اپنے گھر جاؤ اور اسے حفاظت سے کہیں چھپا کر رکھو۔ جب تک میں اس بریف کیس کو تم سے نہ لے لوں تب تک تم اپنا گھر چھوڑ کر اور اس بریف کیس کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔"
"او کے باس! میں اسے لے کر اپنے گھر جا رہا ہوں پھر گھر سے باہر نہیں نکلوں گا۔ آپ کے اگلے حکم کا انتظار کرتا رہوں گا۔"
وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ جیک کلر نے پوچھا "جب تم ائر پورٹ سے آرہے تھے تو وہاں تم نے ایک بچے کو کسی خاتون کے ساتھ دیکھا تھا؟"
کبریا یہ باتیں سن کر چونک گیا۔ فوراً ہی یہ سمجھ میں آگیا کہ اس آلہ کار کے دماغ میں آکر بولنے والا عدنان اور سونیا کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ اس آلہ کار نے کہا "باس! اس ائر پورٹ میں دو چار بچے تھے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ تھے۔"
"میں صرف ایسے بچے کو پوچھ رہا ہوں جو تین چار برس کا ہے' بہت تیز طرار ہے اور اپنی دادی کے ساتھ ہے۔ اس کی دادی زیادہ بوڑھی نہیں ہے۔ جوان لگتی ہے۔"
کبریا نے اسے اپنی مرضی کے مطابق بولنے پر مجبور کیا۔

اس نے کہا "ہاں۔ میں نے ایک ایسے بچے کو دیکھا ہے۔ اس کی دادی ٹیکسی والے سے کہہ رہی تھی کہ وہ انہیں لگژری ہوٹل میں لے چلے۔"
"ہوں۔ تو وہ بچہ اپنی دادی کے ساتھ لگژری ہوٹل میں ہے۔ ٹھیک ہے' تم اپنے گھر جاؤ۔"
وہ وہاں سے جانے لگا۔ کبریا تھوڑی دیر تک اس کے اندر موجود رہا پھر سمجھ گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر سے جا چکا ہے اور اب وہ یقیناً لگژری ہوٹل کی طرف جائے گا یا اپنے کسی آلہ کار کو بھیجے گا۔
اس نے الپا' اعلیٰ بی بی اور عبداللہ کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے ایک آلہ کار کے ذریعے اس لگژری ہوٹل کا فون نمبر معلوم کیا' فون کے ذریعے کاؤنٹر گرل کی آواز سنی پھر عبداللہ اس کاؤنٹر گرل کے اندر رہ کر انتظار کرنے لگا۔ جیک کلر کا کوئی آلہ کار وہاں آکر ابھی سونیا اور عدنان کے بارے میں معلوم کرنے والا تھا۔
کبریا نے سونیا سے کہا "مما! کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن آپ کی اور عدنان کی ٹوہ میں ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ دونوں نے کہاں قیام کیا ہے؟ میں نے اسے لگژری ہوٹل کی طرف بھٹکا دیا ہے۔ ویسے آپ کس ہوٹل میں ہیں؟"
وہ مسکرا کر بولی "واہ بیٹے! بہت خوب... یہ تو تمہیں پہلے معلوم کرنا چاہیے تھا۔ میں اسی لگژری ہوٹل کے ایک کمرے میں ہوں۔"
وہ چونک کر مسکراتے ہوئے بولا "یہ بھی عجیب اتفاق ہے۔ میرے ذہن میں اسی ہوٹل کا نام آیا تھا۔ کوئی بات نہیں' اس کے آلہ کار کو آنے دیں۔ ہم اسے بھٹکا دیں گے۔"
"اسے نہ بھٹکاؤ۔ میری طرف آنے دو یا اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرو' کیا کسی طرح اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ لگایا جا سکتا ہے؟"
تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوٹل کی کاؤنٹر گرل' منیجر اور تمام ویٹرز کے اندر پہنچ رہے تھے۔ جیک کلر کے آلہ کار نے کاؤنٹر گرل کے پاس آکر کوئی معلومات حاصل نہیں کی تھیں بلکہ ایک ویٹر سے بات کی تھی۔ باتوں کے دوران میں جیک کلر اس ویٹر کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اب اس کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ عدنان ساتویں فلور کے کمرا نمبر سات سو سات میں ہے اور وہ ویٹر اس کے لیے آئس کریم لے کر جا رہا ہے۔

جیک کلر نے اس ویٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے اس بات پر مجبور کیا وہ اس آئس کریم میں زہریلا پاؤڈر چھڑک کر لے جائے۔ اس بے چارے نے اس کی مرضی کے مطابق ہی کیا۔ زہریلا پاؤڈر چھڑکنے کے بعد آئس کریم لے کر ساتویں فلور پر پہنچ گیا پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا تو وہ لاک تھا۔ یعنی اندر کوئی نہیں تھا۔ ویٹر کی سوچ نے بتایا "ابھی پندرہ منٹ پہلے وہ بچہ کمرے میں موجود تھا اور اس نے فون کے ذریعے آئس کریم کا آرڈر دیا تھا پھر اس کی دادی کمرا مقفل کر کے کہاں چلی گئی ہے؟"
جیک کلر سوچنے لگا "کیا اس بچے کو اس کی سازش کا علم ہو گیا ہے؟ وہ پہلے سے ہوشیار ہو گیا ہے' اپنے بچاؤ کے لیے کہیں چلا گیا ہے یا کہیں سے چھپ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟"
اس کے ذہن میں طرح طرح کے خدشات اور سوالات ابھر رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ پھر ایک بار عدنان کے اندر جا کر دیکھنا چاہیے۔ اگر اس کا ذہن ایک ہی خیال پر مرکوز ہو گا تو پھر اس کے خیالات پڑھے جا سکیں گے۔

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور عدنان کے اندر پہنچ گیا۔ اسے مایوسی نہیں ہوئی۔ اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس وقت سونیا اس سے کہہ رہی تھی "بیٹے! تم بہت پریشان کرتے ہو۔ اچانک مجھے ہوٹل سے کھینچ کر یہاں لے آئے اب مجھے یہاں سے کہاں لے جاؤ گے؟"
عدنان نے کہا "گرینڈ مما! میں ابھی کھنڈرات کی طرف جاؤں گا۔ میرا دل ادھر کھنچا جا رہا ہے میری ممی مجھے بلا رہی ہیں۔"
سونیا نے پوچھا "کیا تم کولیسئیم کی طرف جاؤ گے؟"
"ہاں۔ میں ابھی کولیسئیم کی طرف جاؤں گا۔"
آج ہم جسے اسٹیڈیم کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں اسے روم والے کولیسئیم کہتے تھے۔ وہاں اسٹیڈیم کی طرح دائرے کی صورت میں تماشائیوں کے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی اور درمیان میں ایک کھلا میدان تماشا کرنے والوں کے لیے بنایا گیا تھا۔ تماشائیوں کے بیٹھنے کے لیے پتھروں سے سیٹیں بنائی گئی تھیں۔ وہاں اسی محرابی دروازے تھے۔ جن میں سے بادشاہ سلامت' شاہی خاندان کے افراد اور بلند سیاسی مرتبہ

رکھنے والے مخصوص دروازوں سے گزر کر اندر آتے تھے۔ باقی دوسرے شہری اپنے سماجی مرتبے کے مطابق بیٹھا کرتے تھے۔ اس زمانے میں انسانی آبادی کم تھی مگر اس کے باوجود روم میں ایک لاکھ افراد آباد تھے۔ اس اسٹیڈیم میں پچاس ہزار افراد کی گنجائش تھی۔ اس وسیع و عریض اسٹیڈیم کو سینتیس ہزار غلاموں اور قیدیوں نے تعمیر کیا تھا۔

جیک کلر عدنان کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہا تھا کہ وہ سونیا کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کولیسیئم کی طرف جارہا ہے۔ مہا دھابی نے اس سے کہا "جیک! اس سے اچھا اور کوئی موقع نہیں ملے گا۔ تم اس کھنڈر میں چھپ کر کہیں سے بھی اسے شوٹ کرسکتے ہو۔ وہ بچہ اور اس کی دادی دونوں ہی تم سے غافل ہیں۔ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاؤ۔"

جیک کلر نے اپنا گن باکس اٹھایا۔ اس باکس کے اندر ایک بہت جدید طرز کی گن اور ٹیلی اسکوپ رکھے ہوئے تھے۔ وہ اسے اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسی کولیسیئم کی طرف جانے لگا۔

کولیسیئم سے پہلے ایک اور کھنڈر ہے وہ ایک بہت بڑی عبادت گاہ کا کھنڈر ہے۔ اس عبادت گاہ کو آرک آف ٹیٹس کہتے ہیں۔ عدنان کے ساتھ جو واقعات پیش آرہے تھے۔ ان کے پیش نظر آرک آف ٹیٹس کا ذکر ضروری ہے۔ اس عبادت گاہ میں دن رات آگ روشن رکھی جاتی تھی اور اسے روشن رکھنے کی ذمے داری چھ کنواری لڑکیوں پر ہوتی تھی۔ ان لڑکیوں پر یہ پابندیاں عائد کی جاتی تھیں کہ وہ اس آگ کو کبھی بجھنے نہیں دیں گی اور وہ چھ کنواریاں کم از کم تیس برس تک شادی نہیں کریں گی۔ کسی مرد کے قریب نہیں جائیں گی۔ جو لڑکی اس پابندی کے خلاف کسی مرد کے قریب جاتی تھی اسے زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔

یہ پابندیاں فطرت کے خلاف تھیں۔ پتا نہیں اس عبادت گاہ میں مقدس آگ کو روشن رکھنے کے لیے کتنی کنواریوں کو زندہ درگور کیا جاچکا تھا؟ نہ جانے کتنی کنواریاں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر پابندیاں توڑ کر بھاگنے کی کوشش کرتی تھیں یا کسی سے قریب ہوجاتی تھیں تو موت ان کا مقدر بن جاتی تھی۔

وہاں کی بڑی بوڑھی عورتیں آج بھی یہ کہتی ہیں کہ کبھی چاندنی رات میں اس کھنڈر کی طرف جاؤ تو وہی مقدس آگ روشن دکھائی دیتی ہے اور اس کے چاروں طرف سفید کفن پوش لڑکیاں گھومتی، پھرتی، رقص کرتی اور ماتم کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ یہ وہی مظلوم لڑکیاں ہیں۔ جنہیں زندہ درگور کردیا گیا تھا۔

عدنان اور سونیا اس کھنڈر کے قریب سے گزرتے ہوئے کولیسیئم میں پہنچ گئے۔ ٹیکسی سے اتر کر محرابی دروازے سے اس تاریخی اسٹیڈیم میں داخل ہوئے۔ جیک کلر ان سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس اسٹیڈیم کے سب سے اونچے حصے پر پہنچ کر ایک ستون کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ گن باکس میں سے گن نکال کر ایک ٹیلی اسکوپ کو اس سے منسلک کر رہا تھا۔ اس ٹیلی اسکوپ کے ساتھ ٹارگٹ لینز لگا ہوا تھا۔ اس نے گن کو لوڈ کیا پھر اسے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کی دوربین سے آنکھ لگائی تو ٹارگٹ لینز کے ذریعے اسے عدنان دکھائی دیا۔ وہ اسٹیڈیم کے درمیانی میدان میں سونیا کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور ٹھیک نشانے پر تھا۔

سونیا نے اس سے کہا "بیٹے! یہ کھنڈرات دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اپنی ماں کی تلاش میں کہاں کہاں بھٹکو گے؟ وہ یہاں نہیں ہے۔"

عدنان نے اِدھر اُدھر دور تک نظریں دوڑائیں پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ اس نے جس طرف اشارہ کیا تھا ادھر جیک کلر گن اٹھائے اس کا نشانہ لے رہا تھا۔

وہ بڑی معصومیت سے بولا "گرینڈ مما! ادھر دیکھیں۔ میری ممی وہاں کھڑی ہوئی ہیں۔"

جیک کلر کی ایک آنکھ ٹارگٹ لینز سے لگی ہوئی تھی اور وہ ٹارگٹ لینز بتا رہا تھا کہ عدنان صحیح نشانے پر ہے۔ اس نے اپنی انگلی ٹریگر پر رکھی۔ وہ اسے دبانا ہی چاہتا تھا کہ ایک دم سے رک گیا۔ ایک نازک سا اور خوب صورت سا ہاتھ اس کے شانے پر آیا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس عبادت گاہ کی مقدس آگ کو روشن رکھنے والی کنواریوں میں سے ایک کفن پوش کنواری ٹھیک اس کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔

وہ سفید کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ بھی کفن میں لپٹا ہوا تھا۔ صرف دو خوب صورت بڑی بڑی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور وہ شیوانی کی آنکھیں تھیں۔

آنکھیں۔ ایسی پرکشش آنکھیں۔ ایسی غضب ناک۔ ایسی خوب صورت آنکھیں کہ ان سے نظریں ملاتے ہی جیک کلر کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر گر پڑی۔

❋

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہاتھوں میں ہتھیار ہوں تو کوئی بھی میدان مار سکتا ہے۔ جیک کلر کے ہاتھوں میں جدید ڈیزائن کی ایک گن تھی۔ جس کے ذریعے صحیح نشانہ لیا جاسکتا تھا۔ اس کے مقابلے پر ننھا سا عدنان نہتّا تھا۔ نہ اس کے پاس ہتھیار تھا اور نہ ہی وہ ہتھیار کا استعمال جانتا تھا۔ وہ تو اب تک اپنی معصومیت سے اور اپنے مقدر سے میدان مارتا آیا تھا۔

اس بار بھی یہی ہوا تھا۔ جیک کلر کی انگلی ٹریگر پر تھی لیکن وہ گولی نہ چلا سکا۔ اسی لمحے میں اس نے سر گھما کر دیکھا تو کفن پوش کنواری کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ سر سے پاؤں تک کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ صرف اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں بڑی غضب ناک اور بڑی پرکشش تھیں۔ وہ ان آنکھوں کی طرف کھنچتا چلا گیا۔

روم میں یہی تاریخی داستان سینہ بہ سینہ چلی آ رہی تھی۔ ہر بوڑھی دادی نانی اپنے بچوں کو چھ کنواریوں کی کہانیاں سنایا کرتی ہے۔ وہ عبادت گاہ کی مقدس آگ کو دن رات روشن رکھنے کے لیے کبھی شادی نہیں کرتی تھیں۔ اگر ان میں سے کوئی چھپ کر شادی کر لیتی یا کسی کے ساتھ بھاگ جاتی یا اپنا کنوارہ پن قائم نہ رکھتی تو اسے گرفتار کر کے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا پھر اس کی جگہ کسی دوسری کنواری کو لایا جاتا تھا۔ تاکہ چھ کی تعداد پوری ہو سکے۔

مظلوم کنواریوں کی یہ کہانی بوڑھوں اور بچوں کو یاد ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کنواریاں آج بھی کفن پہنے اس عبادت گاہ میں مقدس آگ کے اطراف گھومتی پھرتی رقص کرتی اور ماتم کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

چودہ تاریخ کو جب چاند پورا ہوتا ہے تو اس کی چاندنی میں دور کہیں آگ کے شعلے دکھائی دیتے ہیں اور اس کے آس پاس سفید کفن لہراتے رہتے ہیں۔ وہاں کے مصنفین ان کنواریوں کی فریاد کو اپنے طور پر لکھتے ہیں، طرح طرح کی کہانیاں بناتے ہیں۔ وہاں کے مصوران کفن پوش کنواریوں کی تصاویر بناتے ہیں۔ انہیں اس مقدس آگ کے گرد رقص کرتے ہوئے اور ماتم کرتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی روایتی اور تاریخی داستان کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

جیک کلر نے بھی ایسی کہانیاں پڑھی تھیں، ایسی تصویریں دیکھی تھیں۔ اس موضوع پر ایک فلم بھی بنائی گئی تھی۔ اگرچہ ایسی کہانیاں حقیقت سے دور ہوتی ہیں، خیالی ہوتی ہیں پھر بھی وہ حواس پر چھائی رہتی ہیں۔ اس وقت جیک کلر اس کفن پوش کنواری کو دیکھ کر ایک دم سے بوکھلا گیا تھا، حیران رہ گیا تھا۔ وہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ جو کچھ پڑھتا آیا ہے، فلموں میں اور تصویروں میں جن کنواریوں کو دیکھتا آیا ہے ان میں سے ایک کنواری اس کے قریب چلی آئی ہے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے اس کنواری کا وجود تھا۔ وہ انکار اس لیے بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا دل، اس کا ذہن اور اس کی نظریں اس کنواری کی غضبناک آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ جیسے وہ لوہے کا ایک ذرہ ہو اور اس مقناطیس سے چپک کر رہنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

عدنان نے پہلے ہی انگلی کے اشارے سے سونیا کو بتایا تھا کہ اس کی مما وہاں اس بلندی پر ایک جگہ کھڑی ہوئی ہیں۔ سونیا نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس وقت تک جیک کلر شیوانی سے سحر زدہ ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر پتھریلی دیواروں، چھجوں اور محرابی دروازوں سے ٹکراتی ہوئی نیچے آ کر گر پڑی تھی۔

سونیا نے اس گن کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ وہی دشمن ہے جو عدنان کو تلاش کرتا ہوا ہوٹل تک پہنچنے والا تھا۔ اب یہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی اس میدان سے گزرتی ہوئی، اسٹیڈیم کی سیٹوں پر چڑھتی ہوئی جیک کلر کی طرف آ رہی تھی۔ وہ سحر زدہ سا گم صم سا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق حرکت کیوں نہیں کر پا رہا ہے؟ ان آنکھوں کے شکنجے سے کیوں نہیں نکل پا رہا ہے؟

اس نے گھبرا کر چیخ ماری، آواز دی "مہا دھابی! تم کہاں ہو؟ میری مدد کرو، مجھے ان آنکھوں کے شکنجے سے نکالو......"

مہا دھابی نے کہا "میں تمہارے اندر ہوں اور یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارا دماغ اس کے شکنجے میں آ چکا ہے۔ مجھے سمجھنے دو کہ یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ جھنجلا کر بولا "جب تک تم سمجھتے رہو گے تب تک یہ بلا مجھے مار ڈالے گی۔ یہ تو وہی کفن پوش کنواری دوشیزہ ہے۔ جس کے قصے ہم بچپن سے سنتے آ رہے تھے اور جو مقدس آگ کے گرد دیکھی جاتی ہیں۔"

"تم اس ایک بلا سے ڈر رہے ہو۔ ادھر دوسری بلا بھی تمہاری طرف چلی آ رہی ہے۔ سونیا......"

اس نے چونک کر سر گھما کر دیکھا، دور سونیا دکھائی دی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف چلی آ رہی تھی۔ وہ شیوانی کی آنکھوں سے سحر زدہ ہو کر تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ وہ دادی اور پوتے کو ہلاک کرنے والا تھا۔ انہیں باری باری

مارنا چاہتا تھا۔ پہلے پوتے کی باری تھی پھر دادی کی باری آتی لیکن یہاں بازی پلٹ گئی تھی۔ خود اسی کے مرنے کی باری آ گئی تھی۔

سونیا بڑے طیش میں تھی۔ اس نے آتے ہی اس کے منہ پر ایک زور کی ٹھوکر ماری پھر کہا "تو میرے پوتے کو ہلاک کرنے آیا تھا۔ میں تجھے بتاتی ہوں کہ موت کیا ہوتی ہے؟ اور کیسے تڑپا تڑپا کر آتی ہے؟"

اس نے اٹھ کر حملہ کرنا چاہا پھر مار کھا گیا، یاد آ گیا کہ مقابلہ سونیا سے ہے۔ وہ اسے ایک انگلی سے بھی چھو نہیں سکے گا اور بری طرح مار کھا کھا کر مر جائے گا۔

اس کی لاتیں اور گھونسے ایسے برس رہے تھے جیسے ہتھوڑے برس رہے ہوں۔ پہلے ہی دو چار ہاتھ کھا کر وہ خیال خوانی بھول گیا۔ جسم اور ذہن بری طرح کمزور ہو گیا تھا۔ کئی جگہ سے چہرے اور بدن کی جلد پھٹ گئی تھی۔ خون رس رہا تھا۔ وہ چیختے ہوئے بولا "مہا دھابی! تم کہاں ہو؟ فار گاڈ سیک...... میری مدد کرو۔ مجھے اس موت سے بچاؤ......"

اسے اپنے دیرینہ ساتھی مہا دھابی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شاید وہ جا چکا تھا یا پھر اسے موت کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی تھے۔ اب سے چند روز پہلے ان کے تیسرے ساتھی سینڈی گرے پر بھی ایسی ہی مصیبتیں نازل ہوئی تھیں۔ اس وقت جیک کلر اور مہا دھابی اس کی موت کا تماشا دیکھتے رہے تھے کہ ان کا ایک ساتھی مر جائے گا تو وہ اس کی جگہ پر قبضہ جما لیں گے۔ پورے امریکا کی مارکیٹ ان کے ہاتھ میں آ جائے گی اور وہ اپنا اسلحہ وہاں بھی فروخت کیا کریں گے۔

اب مہا دھابی بھی یہی سوچ رہا تھا کہ جیک کلر کو مر جانا چاہیے۔ سینڈی گرے کے وقت اس لیے مداخلت نہیں کی گئی تھی کہ وہ میرے پوتے کو چھیڑ کر، مجھ سے دشمنی مول لے کر مجھ سے اور میری فیملی سے ٹکرانا نہیں چاہتے تھے پھر دوسرا مقصد وہی ہوتا تھا کہ تین دوستوں اور تین بزنس پارٹنرز میں سے ایک کا خاتمہ ہو جائے۔ سینڈی گرے کی طرح جیک کلر بھی ختم ہو جاتا تو مہا دھابی کو یورپ کی مارکیٹ مل جاتی۔ وہ وہاں سے بے انتہا منافع حاصل کر سکتا تھا۔

جیک کلر مار کھاتے کھاتے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! اسے چھوڑ دیں۔ پہلے عدنان کی خبر لیں۔ میں پھر اس کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔"

سونیا نے چونک کر دور میدان کی طرف نظریں دوڑائیں، میدان خالی تھا۔ وہاں عدنان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر اسے خیال آیا۔ اس نے یہاں ایک کنواری کفن پوش کو دیکھا تھا لیکن اب وہاں بھی کسی کا وجود نہیں تھا۔ قریب ہی زمین پر سفید کفن پڑا ہوا تھا۔ اب اس کفن کے اندر نہ کوئی زندہ تھی، نہ کوئی مردہ تھی۔ وہ کفن اس کنواری کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔

سونیا نے تیزی سے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں پھر ایک طرف بڑھتے ہوئے دیکھا، شاید عدنان سیڑھیاں چڑھتا ہوا آ رہا ہو لیکن وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کنواری کے ساتھ کہیں گم ہو گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی، کبریا، الپا اور عبداللہ سب ہی سونیا کے دماغ میں آ گئے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ پھر کیا ہو گیا ہے؟ عدنان پھر کہاں گم ہو گیا ہے؟ کیا وہ کنواری اسے لے گئی ہے؟

جیک کلر بے ہوش ہو چکا تھا۔ کبریا نے عبداللہ سے کہا۔ "اسے یونہی پڑا رہنے دو۔ کوئی اٹھا کر اسے اسپتال پہنچا دے گا۔ جب یہ ہوش میں آئے تو اسے قابو میں کر لینا۔ ہم اس سے بعد میں نمٹ لیں گے۔ ابھی پتا نہیں عدنان ہمیں کہاں کہاں دوڑائے گا؟"

بے ہوش رہنے والا چونکہ غافل رہتا ہے۔ اس لیے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کس حالت میں ہے؟ اور کب تک ہوش میں آئے گا؟ عبداللہ اس کے دماغ میں رہ کر کسی طرح کی معلومات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سوچا "جب یہ ہوش میں آ جائے گا تو میں اس پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے اپنا معمول بنا کر چھوڑ دوں گا تاکہ یہ پھر کہیں جا کر روپوش نہ ہو سکے۔ یہ جہاں بھی جائے گا، ہماری نظروں میں رہے گا۔"

اس شہر میں دور تک کھنڈرات پھیلے ہوئے تھے۔ سونیا دور تک اِدھر اُدھر دوڑتی جا رہی تھی۔ اسے پکارتی جا رہی تھی، پریشان ہو رہی تھی کہ ایک نامعلوم بلا نہ جانے کہاں سے آئی تھی؟ اور اس کے پوتے کو اپنے ساتھ نہ جانے کہاں لے گئی ہے؟

وہ یقین سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ کوئی بلا تھی۔ کیونکہ عدنان نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا تھا کہ وہی میری ممی ہیں۔ سونیا نے ادھر بلندی کی طرف دیکھا تھا۔ وہاں جیک کلر گن لیے نظر آیا تھا اور اس کے قریب ہی ایک سفید کفن پوش ہستی دکھائی دے رہی تھی لیکن قریب جا کر جیک کلر کی پٹائی کرنے کے بعد اس نے اس ہستی کی طرف دھیان دیا تو وہ گم ہو چکی تھی۔

اگر وہ شیوانی تھی، عدنان کی ماں تھی تو پھر کہاں چلی گئی تھی؟ کیا عدنان کو بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی؟ وہ کیسی ماں تھی؟ اپنے بیٹے کی دادی سے تو ملتی، اپنے بارے میں کچھ تو بتاتی کہ وہ شیوانی ہے تو اتنے عرصے تک کہاں غائب رہی تھی؟ کن حالات سے گزرتی رہی تھی؟ اور اب ان کھنڈرات میں کفن پوش کنواریوں کی طرح کیوں بھٹک رہی تھی؟

مہا دھابلی اپنے نفع و نقصان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کو زندہ رہنا چاہیے یا مرجانا چاہیے؟

وہ اس کی موت سے بہت سے فائدے حاصل کرسکتا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو مہا دھابلی کے کسی کام نہ آتا۔ سینڈی گرے بھی ان کے کام نہیں آیا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس کے برے وقت میں اس کا خاتمہ کرادیا تھا۔ اب اگر جیک کلر کے برے وقت میں وہ اسے ختم نہیں کرے گا تو کبھی اس پر برا وقت آیا تو جیک کلر اسے ختم کردے گا۔

ٹیلی پیتھی کی دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی کسی دوسرے پر بھروسا نہیں کرتا۔ جیسے ہی موقع ملتا ہے وہ دوسرے پر حاوی ہوجاتا ہے اور پہلی خواہش جو اس کے اندر جنم لیتی ہے۔ وہ یہی ہوتی ہے کہ اگلا ہمارا معمول اور محکوم بن جائے۔

مہا دھابلی کے ذہن میں بھی یہی بات آئی کہ جیک کلر کی موت سے فائدہ تو حاصل ہوسکتا ہے لیکن اس کی زندگی سے اور زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ وہ اسے اپنا محکوم اور معمول بنا کر اپنی خیال خوانی کی طاقت میں اضافہ کرسکتا ہے۔ اس نے اپنے آلہ کاروں کو حکم دیا کہ وہ اس کھنڈر میں جائیں۔ وہاں جیک کلر بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اسے اسپتال پہنچائیں اور اس کے علاج پر توجہ دیں۔

اب وہ انتظار کرنے والا تھا کہ جیک کلر اسپتال پہنچ جائے۔ اس کا علاج ہوتا رہے اور وہ ہوش میں آجائے۔ تب وہ اسے اپنا محکوم اور معمول بنالے گا۔ ایک سوال اسے پریشان کررہا تھا کہ وہ کفن پوش کنواری کون تھی؟ جسے دیکھ کر جیک کلر گھبرا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر گرگئی تھی۔

وہ کون تھی؟ اس کی آنکھوں میں کس بلا کی کشش تھی؟ کہ جیک کلر ان میں گرفتار ہوگیا تھا اور اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ کہاں چلی گئی ہے؟

یہی سوال پورس کو پریشان کررہا تھا۔ اس سے محبت کرنے والی دلربا بری طرح خوف زدہ تھی۔ اس نے عدنان کی آنکھوں کے پیچھے شیوانی کی پرکشش آنکھیں دیکھی تھیں۔ شیوانی نے اسے وارننگ دی تھی کہ وہ اس کی سوکن نہ بنے۔ پورس سے دور رہا کرے۔ تب سے وہ سہمی ہوئی تھی۔ پورس سے دور بھاگ رہی تھی۔

ایک بار دلربا نے اس سے دور جاکر فون کے ذریعے رابطہ کیا تھا۔ اس سے باتیں کی تھیں اور صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آئندہ اس سے نہیں ملے گی۔ اگرچہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے لیکن کوئی ایسی ہے جو اس کے ساتھ اسے زندگی نہیں گزارنے دے گی۔

اس کے فون پر گفتگو کرنے کے دوران پورس نے اچانک ہی شیوانی کی آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ تمہیں شرم نہیں آتی؟ اپنے بچے کی ماں کو بھول گئے ہو اور اس کی سوکن سے دل لگا رہے ہو۔

اس نے صاف طور سے شیوانی کی آواز اور لب و لہجہ سنا تھا پھر فون پر دلربا کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا تھا کہ دلربا! کیا تم نے ابھی آواز بدل کر کچھ کہا تھا؟

اس نے کہا تھا کہ نہیں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کہا تھا۔ میرے منہ سے بے اختیار ایسی آواز و الفاظ نکل گئے تھے۔

اس بات نے پورس کو چونکا دیا تھا۔ اسے سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کیا تھا کہ واقعی شیوانی اس کے بیٹے کے اندر بھی بولتی ہے اور اس وقت دلربا کے اندر بھی آکر بول رہی تھی۔ اس نے پارس سے کہا ''سمجھ میں نہیں آتا شیوانی کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے؟ وہ مرچکی ہے پھر کیسے بول رہی ہے؟ ہمیں اس کی آواز کیسے سنائی دے رہی ہے؟''

پارس نے کہا ''کچھ باتیں فوری طور پر سمجھ میں نہیں آتیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جو ایک پراسرار راز تھا وہ اب راز نہیں رہا۔ ایک سیدھی سادی سی بات ہے جواب سمجھ میں آرہی ہے۔''

''میں دلربا کو کیسے سمجھاؤں؟ اس نے مجھ سے ملنے سے صاف انکار کردیا ہے۔''

''وہ بری طرح سہمی ہوئی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اس سے فی الحال نہ ملو۔ اپنے بیٹے کے ساتھ رہو۔ دیکھو کہ اس کے اندر شیوانی بول رہی ہے اور اسے اپنی طرف بلا رہی ہے اور وہ ماں کی تلاش میں بھٹک رہا ہے۔ ایسے وقت تمہیں اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ رہنے سے کوئی ایسی بات سامنے آسکتی ہے۔ جس کی توقع ہم ابھی نہیں کررہے ہیں۔''

پورس نے سوچا کہ بہتر یہی ہے۔ جب دلربا سہمی ہوئی ہے اور اس سے ملنے سے انکار کررہی ہے تو وہ یہاں تنہا رہ کر [illegible] کرے گا؟ بیٹے کے پاس جاکر رہے تو رفتہ رفتہ معلوم [illegible] سکے گا کہ بیٹے کو جو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا تعلق [illegible] شیوانی سے ہے یا وہ کسی اور کی آواز سن کر دھوکا کھا رہے [illegible] کہ شاید شیوانی بول رہی ہے۔

پورس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ چلی شہر میں نہیں رہے گا۔ [illegible] بیٹے کے پاس جائے گا۔ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ سونیا اور [illegible] نان جس جہاز میں پیرس جارہے تھے۔ وہ اپنا روٹ بدل [illegible] روم پہنچ گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ایسا عدنان کی پیش [illegible] کے مطابق ہوا ہے اور اب وہ اپنی دادی کے ساتھ اسی [illegible] میں ہے۔

اسی وقت عبداللہ نے آکر بتایا کہ اس کا بیٹا عدنان پھر [illegible] گم ہوگیا ہے اور ایک نئی پریشانی شروع ہوگئی ہے۔ [illegible] اللہ نے اسے تفصیلی واقعات بتائے کہ کس طرح روم کے [illegible] کھنڈر میں اس نے ایک کفن پوش کنواری کو دیکھا تھا۔ [illegible] اپنی ماں کہہ رہا تھا۔ کنواری اسے اپنے ساتھ لے گئی [illegible]۔

یہ بات تشویش ناک تھی۔ پورس نے سوچا ''وہ شیوانی [illegible] تو اسے اپنے ساتھ کیوں لے گئی ہے؟ اسے تو چاہیے تھا [illegible] مما کے پاس آتی ان سے ملتی اور اپنے حالات بتاتی۔''

پھر اس نے اپنا سر جھٹک کر سوچا ''میں بھی کیا سوچ رہا [illegible]؟ وہ مرچکی ہے کہاں سے آئے گی؟ کیوں مما سے ملے [illegible]؟ وہ ضرور کوئی دوسری عورت ہے۔ میرے بیٹے کے [illegible] لیے کوئی ڈراما پلے کررہی ہے۔''

اس نے عبداللہ سے کہا ''مجھے جلد سے جلد اپنے بیٹے کے [illegible] پہنچنا چاہیے۔ میں کسی بھی پہلی فلائٹ سے جانا چاہتا [illegible]۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک سیٹ او کے کروادو۔''

عبداللہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ سر جھکا کر سوچنے [illegible] ''اگر وہ شیوانی ہے اور اس نے اپنے بیٹے کو اپنے پاس [illegible] ہے تو مجھے بھی اپنے پاس بلائے گی۔ اسی لیے تو وہ مجھے [illegible] سے ملنے سے روک رہی ہے۔ دیکھتا ہوں کیا ہونے والا [illegible]؟''

☆☆☆

مس شانتا بائی اسپتال کی عمارت کے ایک دفتر میں بیٹھا [illegible] تھا۔ وہ دفتر میرے لیے مخصوص تھا۔ اس وقت بندیا بھاسکر [illegible] مغرور حسینہ مجھ سے ملنے کے لیے وہاں آئی ہوئی تھی اور [illegible] سامنے میز کی دوسری طرف بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے اسے کہا تھا کہ وہ صرف پانچ منٹ تک خاموش رہے تاکہ میں ایک فائل کا مطالعہ کرلوں پھر اس کے بعد اس سے باتیں کروں گا پھر میں ایک فائل پر جھک کر اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا اور یہ معلوم کرتا رہا تھا کہ وہ مجھے پھانسنے کی نیت سے یہاں آئی ہوئی ہے۔

وہ ایسی مغرور تھی کہ اپنے چاہنے والوں کو ٹھکراتی رہتی تھی۔ اس کے ذہن میں بس ایک ہی بات تھی کہ وہ شانتا بائی سے بھی زیادہ دولت مند بن جائے۔ اس کے لیے وہ کسی ایسے دولت مند شخص کو پھانسنا چاہتی تھی جو شادی شدہ نہ ہو اور صرف اسی کا غلام بن کر اس کے اشاروں پر ناچتا رہے۔

اس نے اور اس کے باپ امیش بھاسکر نے یہ دیکھا تھا کہ شانتا بائی مجھ پر اندھا اعتماد کرتی ہے۔ کاروبار کے تمام معاملات میرے ہاتھ میں ہیں تو ان باپ بیٹی نے یہ منصوبہ بنایا کہ مجھے پھانسنا چاہیے۔ اگر میں اس کے حسن و شباب کا دیوانہ بن جاؤں گا تو اس کے ناز نخرے اٹھاتا رہوں گا۔ شانتا بائی کو راستے سے ہٹا دوں گا پھر صرف اس کی بیٹی نیہا رہ جائے گی جو ہمیشہ میری محتاج رہے گی اور اس طرح رفتہ رفتہ نیہا کی تمام دولت و جائداد بندیا کے نام منتقل ہوتی رہے گی۔

بندیا اس وقت بڑی زبردست پلاننگ کے ساتھ آئی تھی۔ میں نے فائل کو بند کیا پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اسے سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''ہاں...... اب بولو۔ کیسے آئی ہو؟''

اس نے ایک ادائے ناز سے اپنی زلفوں کو ادھر سے ادھر کیا پھر مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ''کیا یہاں آنے کے لیے کوئی کام ضروری ہے؟ کیا میں یونہی نہیں آسکتی؟''

''بے شک...... کوئی کام نہ ہو اور ملاقات کرنی ہو تو گھر میں آسکتی ہو۔ دفتر میں تو کام ہی کام ہوتا ہے۔''

''تمہارا تو کوئی اپنا گھر نہیں ہے۔ میری بڑی ماں (شانتا بائی) کے گھر میں رہتے ہو اور وہاں ہمارا داخلہ ممنوع ہے۔ جرم کسی نے کیا اور ہم پر خوامخواہ شبہ کیا جارہا ہے۔''

میں نے کہا ''تم پر تو کسی نے شبہ نہیں کیا ہے۔ وہ تو احتیاطاً سب ہی کو گھر آنے سے منع کیا گیا ہے۔ اصولاً یہی ہونا چاہیے۔ جب تک کہ اصل مجرم گرفتار نہ ہو، یہ معلوم نہ ہو کہ شانتا کو زہر کس نے دیا تھا؟ اس وقت تک تمام رشتے داروں پر شبہ کیا جائے گا۔ اس لیے سب ہی کو وہاں آنے سے منع کردیا گیا ہے۔''

وہ بولی ''ہم وہاں نہیں آسکتے، مگر آپ تو ہمارے پاس

آسکتے ہیں۔"

"چند روز انتظار کرو۔ اصل مجرم بے نقاب ہو جائے گا تو میں بھی آؤں گا اور تم سب کو بھی اس بنگلے میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔"

"میں اسے اپنی توہین سمجھتی ہوں کہ ہمیں مجرم سمجھ کر راستہ روکا گیا ہے۔ میں تو کبھی اس بنگلے میں نہیں جاؤں گی۔"

"بے شک...... جو مجرم نہیں ہیں، انہیں اپنی توہین کا احساس ہوگا۔ میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں لیکن کیا کیا جائے؟ مجبوری ہے۔"

وہ میرے سامنے میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھک گئی۔ اس نے کھلے گریبان کا کسا ہوا بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر بولی "وقت کاٹے نہیں کٹتا۔ میرے من کے اور میرے مزاج کے مطابق کوئی ساتھی ہی نہیں ملتا۔ میں تنہا بھٹکتی رہتی ہوں۔ آپ کی شخصیت میں عجیب سی کشش ہے۔ آپ کی تو کئی گرل فرینڈز ہوں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "کیسی باتیں کرتی ہو؟ میری عمر دیکھو۔ کیا میں اس بڑھاپے میں کسی کو گرل فرینڈ بناتا پھروں گا؟"

وہ بناوٹی حیرانی سے بولی "بڑھاپا......؟ آپ اپنے آپ کو بوڑھا کہہ رہے ہیں؟ تعجب ہے۔ ستر اسی برس کے بوڑھے خود کو جوان کہتے ہیں اور آپ تو مشکل سے چالیس برس کے ہوں گے۔ مجھے تو آپ کسی زاویے سے بوڑھے نظر نہیں آرہے ہیں۔ ایک قد آور باڈی بلڈر دکھائی دیتے ہیں۔"

"میں اس عمر میں بھی ہیلتھ کلب جاتا ہوں اور اپنی صحت کا خیال رکھتا ہوں۔ روزانہ صبح اٹھ کر جاگنگ کرتا ہوں۔ اسی لیے صحت مند دکھائی دیتا ہوں۔ ورنہ میں جوان نہیں، بوڑھا ہوں۔"

"پلیز۔ آپ خود کو بوڑھا نہ کہیں۔ کیوں خوامخواہ خود پر بڑھاپا طاری کر رہے ہیں؟ کیا آپ نے شادی نہیں کی؟"

"نہیں...... مجھے میری پسند اور مزاج کے مطابق کوئی عورت نہیں ملی۔"

اس نے مجھے خمار آلود نظروں سے دیکھا پھر میٹھے انداز میں مسکرا کر پوچھا "اگر کوئی مل جائے تو؟"

"اب تو بہت وقت گزر چکا ہے۔ کسی سے رومانس کروں گا اور شادی کروں گا تو لوگ ہنسیں گے۔"

"آپ عجیب باتیں کرتے ہیں۔ دنیا والوں کو گولی ماریں۔ آپ بوڑھے نہیں ہیں۔ اچھا آپ بتائیں آج شام کیا کر رہے ہیں۔"

"کوئی خاص کام تو نہیں ہے۔ بس گھر جاؤں گا۔ وہاں لائبریری میں بیٹھ کر کتابیں پڑھوں گا یا ٹی وی دیکھوں گا۔"

"آپ کیسی بور زندگی گزار رہے ہیں؟ میں کچھ نہیں جانتی آپ آج کی شام میرے ساتھ گزاریں گے۔ تھوڑی دیر میں دفتر کا ٹائم ختم ہو رہا ہے۔ یہاں سے آپ میرے ساتھ نکلیں گے۔"

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا "کیسی باتیں کر رہی ہو۔ یہاں لوگ دیکھیں گے۔ تو میری کیا عزت رہے گی؟"

وہ ناراض ہو کر بولی "کیا میرے ساتھ چلیں گے تو بے عزتی ہو گی؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم حسین ہو۔ بھرپور جوان ہو۔ میں تم سے عمر میں بہت زیادہ ہوں۔ مجھے تمہارے ساتھ دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ بڈھا گھوڑا لال لگام۔"

"آپ! بہت ہی احساسِ کمتری میں مبتلا رہتے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ یہاں سے چلنے اور گھومنے پھرنے میں فخر محسوس کروں گی اور آپ ہیں کہ کترا رہے ہیں۔"

میں نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں لیکن مجھے یہاں سے اٹھ کر سیدھے گھر جانا ہے۔ میں نے نیہا سے وعدہ کیا ہے کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔"

وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی "آپ تو مجھے مایوس کر رہے ہیں۔"

"میں مایوس نہیں کروں گا۔ نیہا کو گھر پہنچا کر پھر تم سے ملنے آؤں گا۔ یہ بتاؤ کہاں ملنا چاہو گی؟"

وہ بولی "آپ برسوں نیویارک شہر میں رہ کر آئے ہیں۔ دہلی شہر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے جہاں میں کہوں گی وہاں کیسے پہنچ سکیں گے؟"

"میں نے یہ شہر پوری طرح نہیں دیکھا ہے پھر بھی جہاں کہو گی کسی نہ کسی طرح پہنچ جاؤں گا۔"

"تاج محل ہوٹل بہت مشہور ہے۔ وہاں آسانی سے پہنچ سکیں گے۔ میں ٹھیک آٹھ بجے وزیٹرز لابی میں آپ کا انتظار کروں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ٹھیک وقت پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے خوش ہو کر مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ مصافحہ مختصر سا ہوتا ہے لیکن اس نے میرے ہاتھ کو جیسے نزاکت سے جکڑ لیا تھا۔ میرے

...رے کے تاثرات نے اسے سمجھایا کہ میں اس کے لمس سے ...تاثر ہو رہا ہوں۔ مسحور ہو رہا ہوں۔

پھر وہ ہاتھ چھڑا کر کھڑی ہوئی۔ آفس سے باہر چلی گئی۔ ...سپتال سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئی پھر موبائل فون کے ...ذریعے اپنے باپ امیش بھاسکر سے رابطہ کیا "ہائے ڈیڈ! کیا ہو رہا ہے؟"

دوسری طرف سے امیش بھاسکر نے پوچھا "تم اپنی ...ناؤ۔ تم تو اس بڈھے دھرم ویر سے ملنے گئی تھیں، کیا بنا؟"

وہ بڑے فخر سے بولی "میں کسی کے سامنے جاؤں اور ...کام نہ بنے۔ میں نے اسے ذرا سی لفٹ دی تو وہ ایک دم ...سے میرا دیوانہ ہو گیا۔"

"تعجب ہے دیکھنے میں تو بہت ہی سنجیدہ، سخت، فولاد جیسا ...دکھائی دیتا ہے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تم سے ایک ہی ملاقات ...میں بہک جائے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ڈیڈ! آپ بھی تو بڈھے ہیں۔ اس ...عمر میں بھی جوان عورتوں کو دیکھ کر بہک جاتے ہیں۔"

وہ بھی ہنستے ہوئے بولا "یہ بتاؤ اسے آج رات کے لیے ...پھانسا ہے یا نہیں؟ ہماری پلاننگ تو یہی ہے نا۔"

"ہاں۔ جو پلاننگ ہے اسی کے مطابق میں نے آج ...رات آٹھ بجے ہوٹل تاج محل میں بلایا ہے۔ اس کے ساتھ ...رات کا کھانا کھاؤں گی۔ ہم تھوڑی سی پئیں گے پھر میں اسے ...لے کر اوپر اس کمرے میں چلی جاؤں گی۔ جسے آپ ابھی ...میرے لیے ریزرو کرائیں گے۔"

"میں ابھی تاج محل جا رہا ہوں۔ وہاں اپنے بک ...کروائے ہوئے کمرے میں ایسے انتظامات کروں گا کہ صبح وہ ...دھرم ویر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ وہ شخص ...ہماری انگلیوں کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچتا رہے ...گا۔"

امیش بھاسکر میرے خلاف کیا کرنے والا تھا؟ اور اس ...ہوٹل میں کیسے انتظامات کرنے والا تھا؟ یہ ساری باتیں میں ...نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیں پھر دماغی طور پر ...حاضر ہو گیا۔ اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ تین گھنٹے ...بعد مجھے ہوٹل تاج محل جانا تھا۔ میرا ذہن چنڈال کی طرف ...لگا ہوا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ ...اس کا سراغ نہ لگایا تو وہ پھر پاکستان کے اعلیٰ افسران اور ...حکمرانوں کے خیالات پڑھتا رہے گا۔ کسی نہ کسی کو پھر آلہ کار ...بنا کر وہاں سے اہم راز چرانے کی کوشش کرے گا۔

ایک بار تو میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا۔ اس سے پہلے

کہ وہ دوسری بار ایسی کوشش کرتا۔ مجھے اس کی شہ رگ تک ضرور پہنچنا تھا۔

فی الحال اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ میں نے انڈین آرمی کے چند افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی جو چھ یوگا جاننے والے افسران سے فون پر رابطہ رکھتے تھے۔ میں ان چھ افسران کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ دوسرے افسران کے دماغوں سے پتا چلا کہ چنڈال جوگیا کو پہلے ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا تھا پھر وہاں سے اچانک ہی کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا ہے اور اتنی رازداری سے اسے منتقل کیا گیا تھا کہ کسی کی معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ چھ افسران بھی ایک کے بعد دیگرے ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں؟

وہ اس قدر محتاط تھے اور اس قدر ہوشیاری سے کام کر رہے تھے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہیں بڑے نصیبوں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہندوستانی مل گیا تھا۔ وہ اسے ہر قیمت پر دشمنوں سے بچا کر اچھی طرح سنبھال کر رکھنا چاہتے تھے اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو رہے تھے۔

الپا اعلیٰ بی بی، کبریا اور عبداللہ میرے ساتھ مختلف معاملات میں مختلف ممالک میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچتے رہتے تھے اور اپنے فرائض انجام دیتے رہتے تھے۔ یہ چاروں پاکستانی حکمرانوں اور ..... اعلیٰ افسروں کی نگرانی نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیشہ ان کے دماغوں میں رہ کر چنڈال جوگیا کی سازشوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ میں نے جناب تبریزی سے درخواست کی کہ بابا صاحب کے ادارے سے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پاکستانی حکمرانوں کی نگرانی کے لیے مامور کیا جائے۔ وہ دن رات باری باری ان کے دماغوں میں آتے جاتے رہیں گے اور چنڈال جوگیا کی سازشوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ جب تک وہ چنڈال ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔ تب تک یہ بہت ضروری ہے۔

فی الحال یہی کیا جا رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پاکستانی اکابرین کی نگرانی کی جا رہی تھی۔ ایسے انتظامات کر دیے گئے تھے کہ چنڈال ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو آلہ کار نہ بنا سکے۔

جیسا کہ میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ چنڈال جوگیا پاکستانی اعلیٰ افسر کے سیکریٹری کو آلہ کار بنا چکا تھا اور اس کے ذریعے وہاں کا ایک بہت ہی اہم راز چرا کر لانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا اور اس کے پرسنل سیکریٹری کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے خودکشی سے پہلے جو خط لکھا تھا۔ انڈین آرمی والے چھ افسران کو اس سے بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ یہ یقین ہو گیا تھا کہ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے خودکشی پر مجبور کیا گیا ہے۔ یعنی میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ ایک بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہ حرکتیں کر رہا ہے۔

میں نے بھارتی وزیر خارجہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تم! میری آواز سن رہے ہو۔ تمہارا بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تمہارے دماغ میں آتا ہوگا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "نہیں۔ میرے دماغ میں کوئی بھارتی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آتا۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے۔ اپنے ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے ابھی کسی طرح رابطہ کرو اور ان سے کہو کہ میں نے ان کی بہت بڑی سازش ناکام بنا دی ہے۔ ان کے ایک پاکستانی آلہ کار کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اب میں تمہارے جیسے بڑے بڑے عہدے داروں کو خودکشی کرنے پر مجبور کروں گا۔ اگر تم سب اپنی سلامتی چاہتے ہو تو ان چھ افسران کو بتا دو کہ میں ان سے فون پر رابطہ کروں گا۔ وہ مجھ سے باتیں کریں۔ اگر مجھ سے کترائیں گے۔ چھپیں گے تو میں ان کا کچھ نہیں بگاڑوں گا لیکن تم سب کی شامت آ جائے گی۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد میں ان میں سے کسی سے بھی رابطہ کرنے والا ہوں۔"

میری یہ باتیں ان یوگا جاننے والے چھ افسران تک پہنچائی گئیں۔ وہ سب پریشان ہو گئے۔ وہ اس وقت کسی ایک جگہ نہیں تھے۔ مختلف علاقوں میں پہنچے ہوئے تھے۔ مجھے جو بعد میں معلوم ہوا وہ میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

ان چھ افسران نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ ہیما چل پردیش کے مختلف علاقوں میں جا کر عام شہریوں کی طرح زندگی گزاریں گے۔ ایک دوسرے سے دور دور رہیں گے لیکن ان میں سے صرف دو اعلیٰ افسران چنڈال کے ساتھ رہائش اختیار کریں گے اور اس کی کڑی نگرانی کرتے رہیں گے۔

ان افسران نے اپنی وردیاں اتار دی تھیں اور عام شہری لباس میں لیکن پوری طرح مسلح رہا کرتے تھے۔ انہوں نے باڈی بلڈر نوجوانوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ جو یوگا کے ماہر اور ان کے تابعدار بھی تھے۔ انہیں اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ جس شخص کو بنگلے کے اندر قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ اس سے کبھی بات نہ کی جائے اور وہ کوئی بہت ضروری بات کرنا چاہے تو تحریر کے ذریعے اس کا جواب دیا جائے۔

جس بنگلے میں چنڈال کو رکھا گیا تھا۔ وہاں مانک لال

ور جگدیش راٹھور کے علاوہ وہ عامل بھی رہنے لگا تھا۔ وہ بیوی بچوں والا نہیں تھا۔ بالکل تنہا رہتا تھا۔ اس لیے اسے بھی ساتھ رکھ لیا گیا تھا اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اس بنگلے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ وہ بھی ضرورت یا تفریح کے لیے ان افسران کے ساتھ جا سکے گا۔

وہ عامل پچھلی بار اس پر عمل کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ چنڈال جوگیا کا دماغ فولادی ہے۔ اس پر جو تنویمی عمل کیا جاتا ہے۔ وہ دیرپا نہیں رہتا۔ دو تین دن بعد اس کا زائل ہونے لگتا ہے۔ ان افسران نے عامل کو حکم دیا تھا کہ روز صبح نہار منہ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا کرے اور اس کے دماغ کو چیک کیا کرے۔ جیسے ہی معلوم ہو کہ تنویمی عمل کا اثر کمزور پڑ رہا ہے تو وہ عمل دوبارہ پورے استحکام سے کرے۔

وہ عامل اور وہ تمام افسران اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ چنڈال جوگیا ان کا معمول بن گیا ہے۔ جبکہ اس نے خود کو اس کے عمل سے بچا لیا تھا۔ پچھلی رات جب وہ اس پر عمل کر رہا تھا تو اس عمل کے دوران میں جوگیا اپنے جسم میں ناخن چبھتا رہا تھا۔ تکلیف محسوس کرتا رہا تھا۔ جس کے باعث وہ عامل سے سحر زدہ نہ ہو سکا اور نہ ہی اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر آ سکا لیکن وہ انہیں دھوکا دیتا رہا۔ اب بھی انہیں اسی خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا کہ ان کا معمول اور فرمانبردار رہے گا۔

میرے پاس ان چھ یوگا جاننے والے افسران کے موبائل نمبر تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کے نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آرمی کے ایک اعلیٰ افسران راج کمار اروڑھا کی آواز سنائی دی "ہیلو..... کون ہے؟"

میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم سب کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ میں تم میں سے کسی ایک سے ابھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اسی اطلاع کے مطابق تم سے رابطہ کر رہا ہوں۔"

"ہاں۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ بولو..... کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کہتا کم ہوں اور جب کہتا ہوں تو پھر کر گزرتا ہوں۔ میرا ایک اصول ہے کہ پہلے نرمی سے سمجھاؤ۔ سمجھ میں نہ آئے تو یہ نہ سمجھنے والے کی بدقسمتی ہوتی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کھل کر بات کرو....."

"تم لوگ آج تک ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم تھے۔ اب ہتھیار مل گیا ہے تو اسے پاکستانی حکمرانوں پر آزما

رہے ہو۔ جبکہ یہ جانتے ہو، وہ میرا وطن ہے اور میں اس کے خلاف کوئی سازش برداشت نہیں کرتا ہوں۔''

''تم ہمارے بارے میں غلط سوچ رہے ہو۔ ہم نے تمہارے وطن کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔''

''تمہارے چنڈال نے ایک اہم پاکستانی اعلیٰ افسر کے پرسنل سیکریٹری امجد حسین کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے اور پاکستان میں تمہارے سفارت خانے کا جو سیکریٹری ہے میں اس کے خیالات بھی پڑھ چکا ہوں۔ سب یہی کہہ رہے ہیں کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان کے دماغ میں آتا ہے اور انہیں ہدایتیں دیتا ہے۔ وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے پاکستان کے ایک اہم راز تک پہنچ چکے تھے اور اسے حاصل کر کے یہاں پہنچانے والے تھے لیکن اس سے پہلے ہی میں نے تمہارے منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے۔''

''تم نے یقیناً ان کے خیالات پڑھے ہوں گے؟ مگر ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارے ملک کے چنڈال نے ہی یہ سب کچھ کیا ہے۔ کسی دوسرے ملک کے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں ٹریپ کیا ہوگا۔ ان کے پاس آتا ہوگا اور تم ان سے دھوکا کھا رہے ہو۔''

''زیادہ باتیں بنانے کی کوشش نہ کرو۔ کسی دوسرے ملک کا ٹیلی پیتھی جاننے والا انگریزی بولتا ہے۔ اسے ہندی بولنی نہیں آتی۔ جبکہ ان کے دماغوں میں آنے والا ٹھیٹ ہندی بولتا رہتا ہے۔''

''میں تم سے بحث نہیں کروں گا، اتنا ہی کہوں گا کہ تم جو الزام ہمیں دے رہے ہو۔ ہم اسے کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ غلط ہے۔''

''تم لوگ ہمیشہ کے ڈھیٹ ہو۔ اپنی ڈھٹائی سے باز نہیں آؤ گے۔ میں چاہتا تھا، تمہارے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا موجود رہے اور میں اس سے دشمنی نہ کروں لیکن اب تم مجھے دشمنی پر مجبور کر رہے ہو۔ میری یہ پہلی اور آخری وارننگ لکھ کر رکھ لو کہ اب کسی بھی پاکستانی حکمران یا اعلیٰ افسر کے دماغ میں چنڈال جو گیا جائے گا تو پھر واپس نہیں آسکے گا۔ میں اسے اپنا غلام بنالوں گا۔ میری یہ وارننگ اپنے باقی پانچ یوگا جاننے والے افسران تک بھی پہنچا دو۔''

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ راج تلک اروڑھا نے فون کے ذریعے اپنے پانچوں یوگا جاننے والے ساتھیوں کو میرے بارے میں بتایا۔ میری وارننگ بھی سنائی۔ وہ سب پریشان ہو گئے۔ جگدیش راٹھور نے کہا ''اگرچہ ہم نے چنڈال کی حفاظت کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں اور بڑی چالاکی سے کام لے رہے ہیں۔ یہاں تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا پھر بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ فرہاد کے اندر شیطانی دماغ کام کرتا ہے۔ وہ پتا نہیں کس طرح پاتال سے بھی اپنے دشمنوں کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''ہم فی الحال چنڈال کو پاکستانی حکمرانوں کے خلاف استعمال نہ کریں تو بہتر ہوگا۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم یہ خطرہ مول لیں اور اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہو جائیں۔''

دوسرے افسر نے بھی تائید میں کہا ''بے شک ہمیں بڑا نقصان اٹھانے سے پہلے سنبھل جانا چاہیے اور عارضی طور پر ہی سہی چنڈال کو ان پاکستانی حکمرانوں سے دور رکھنا چاہیے۔ ہم فرہاد کو بھڑکانے والا کوئی کام نہ کریں۔ فی الحال یہ بہتر ہوگا۔''

انہوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا۔ دانش مندی یہی ہے کہ چنڈال کو پاکستانی حکمرانوں کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔ پتا نہیں اس نے وہاں کیسے کیسے انتظامات کر رکھے ہوں گے۔ اگر چنڈال وہاں جائے گا تو ان کے شکنجے میں آجائے گا۔ فرہاد کسی طرح اس کا سراغ لگا کر اس خفیہ بنگلے تک پہنچ جائے گا۔ ایسا ہونے سے پہلے ہی انہوں نے عارضی طور پر توبہ کر لی۔

میں نہیں جانتا تھا کہ وہ میری وارننگ سے کس حد تک مرعوب ہوں گے اور جواباً کیا کریں گے؟ ویسے ایک اندازہ تھا کہ وہ چنڈال کو اندھا دھند داؤ پر نہیں لگائیں گے۔ اس کی حفاظت کے لیے اس سے محدود خیال خوانی کرائیں گے۔

میں رات کے ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل تاج محل پہنچ گیا۔ بندیا وزیٹرز لابی میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر استقبال کرتے ہوئے کہا ''اکثر یہ ہوتا ہے کہ عاشق اپنی محبوبہ کا انتظار کرتے ہیں لیکن مجھے دیکھو کہ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

میں نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا ''تم تو مجھے عاشق بنا رہی ہو۔ جبکہ یہ ہماری دوسری ملاقات ہے۔''

وہ بولی ''میں بہت تیز رفتار ہوں۔ تمہیں دیکھتے ہی آنکھیں بند کر کے دوڑ پڑی ہوں۔''

''بے شک محبت اندھی ہوتی ہے لیکن آنکھیں بند کر کے دوڑنے والے اوندھے منہ گرتے ہیں۔ تمہیں ڈر نہیں لگتا؟''

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر بولی ''میرا ہاتھ تھام لو پھر ڈر نہیں لگے گا۔ تم جو سنبھالنے والے ہو۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بولی ''میں نے ڈائننگ ٹیبل ریزرو کرائی ہے۔ چلو! پہلے کچھ پئیں گے پھر کچھ کھائیں گے۔''

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ڈائننگ ہال میں آیا۔ وہاں ایک گوشے میں اس نے میرے نام سے ایک میز ریزرو کرائی تھی۔ وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی بولی ''تم لوگوں سے ڈرتے ہو۔ جھجکتے ہو کہ مجھ جیسی جوان لڑکی کے ساتھ تماشا نہ بن جاؤ۔ اس لیے میں نے اس کونے والی میز کا انتظام کیا ہے۔''

ہم وہاں آکر بیٹھ گئے۔ اسے میز کی دوسری طرف میرے روبرو بیٹھنا چاہیے تھا مگر وہ میری برابر والی کرسی پر مجھ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا ''تم سوچے سمجھے بغیر آگے بڑھ رہی ہو۔ اتنی قربت کا انجام کیا ہوگا؟''

''وہی جو ہونا چاہیے۔ ہماری شادی ہو جائے گی۔ کیا مجھے اپنی لائف پارٹنر نہیں بناؤ گے؟''

''تم برا نہ ماننا۔ میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔''

''ممکن کیوں نہیں ہے؟ تم آزاد ہو۔ خود مختار ہو۔ تمہارا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے پھر رکاوٹ کیا ہے؟''

''ہماری عمر کا فرق بہت زیادہ ہے۔ میں نے ایک باپ کی طرح نیہا کی پرورش کی ہے۔ بچپن سے اسے پڑھاتا لکھاتا اور دیکھ بھال کرتا آیا ہوں۔ وہ مجھے باپ کی طرح سمجھتی ہے۔ ایک جوان بیٹی کی موجودگی میں تمہارے جیسی جوان لڑکی سے شادی کروں گا۔ تو وہ کیا سوچے گی؟ شانتا بائی بھی اس عمر میں میرے شادی کے فیصلے پر اعتراض کریں گی۔''

''کیا تم شانتا بائی کے محتاج ہو؟ ان کے زرخرید غلام ہو؟''

''میں کسی کا محتاج یا غلام نہیں ہوں۔ شانتا بائی کا مشیر ہوں۔ وہ مجھ پر بہت اعتماد کرتی ہیں۔ میں ان کی مرضی کے خلاف شادی نہیں کرسکوں گا۔''

''چلو میں ابھی شادی کے لیے نہیں کہوں گی لیکن دوستی تو کرسکتے ہو؟ کیا مجھے اپنی دوستی سے بھی محروم رکھو گے؟''

اس نے ویٹر کو وہسکی کی ایک بوتل لانے کا آرڈر دیا۔ وہ چلا گیا پھر اس نے کہا ''پہلے ایک پیگ پی لو۔ شراب بڑا حوصلہ دیتی ہے۔ بزدلوں کو شہ زور بنا دیتی ہے۔''

میں نے کہا ''تم! جوان ہو۔ شراب پی کر تو بہک جاتی ہوگی؟''

''ہرگز نہیں آج تک کوئی میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکا۔ جب تم مجھے ہاتھ لگاؤ گے تو یقین کرلو گے۔''

بوتل آگئی۔ دو گلاس بھی آگئے۔ میں نے بوتل کھول کر دونوں گلاسوں میں دو دو پیگ کے برابر شراب انڈیلی پھر ایک گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے گلاس ہاتھ میں لے کر میرے گلاس سے ٹکراتے ہوئے کہا ''چیئرز۔''

میں نے بھی چیئرز کہتے ہوئے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا اور ایسے ہی وقت اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ پینے لگی۔ میں نے اپنے گلاس کو اپنے ہونٹوں پر لگائے رکھا لیکن شراب کی ایک بوند بھی ہونٹوں تک پہنچنے نہیں دی۔ اس نے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پینے کے بعد خالی گلاس کو میز پر رکھا۔ میں نے اس کا گلاس اپنی طرف کیا پھر اپنا بھرا ہوا گلاس اس کے سامنے رکھ دیا۔

پھر میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ ڈھیل دی۔ اس کے بعد کہا ''یہ کیا تم نے صرف ایک چسکی لی؟ اور گلاس کو رکھ دیا۔ ادھر دیکھو میں گلاس خالی کرچکا ہوں۔''

اس نے میرے گلاس کو دیکھا پھر سوچتی ہوئی نظروں سے اپنا گلاس دیکھنے لگی پھر بولی ''پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا؟ شاید میں نے ایک ہی چسکی لی ہے اور اسے رکھ دیا ہے۔ لو ابھی خالی کردیتی ہوں۔''

اس نے میرے گلاس کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا پھر غٹاغٹ پی کر اسے بھی خالی کردیا۔ یعنی صرف پانچ منٹ کے اندر اس نے چار پیگ پی لیے۔ میں نے پھر دونوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس بار وہ ٹھہر ٹھہر کر پینے لگی۔ اتنی شراب تیزی سے پینے کے باعث شراب سر پر چڑھ گئی تھی۔ اسے نشہ ہو رہا تھا۔ وہ خمار آلود نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''تمہیں سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔''

میں نے پوچھا ''کیسا سرپرائز؟''

وہ میرے بازو سے لگ گئی پھر بولی ''میں نے اس ہوٹل میں ایک کمرا بک کروایا ہے۔ ہم ابھی وہاں جائیں گے۔''

میں نے کہا ''یہ تو تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ یہاں لوگوں کے درمیان بیٹھ کر پینے کا مزہ نہیں آتا۔ ہم کمرے میں جاکر پئیں گے اور کھائیں گے اور...... اور...... اور......''

یہ کہہ کر میں ہنسنے لگا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہنسنے لگی پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی ''چلو! ہم ابھی کمرے میں چلیں گے۔''

اس نے ویٹر کو بلا کر کہا ''یہ بوتل گلاس اور کھانے کی چیزیں ہمارے کمرے میں بھیج دو۔ میرا روم نمبر ہے 406۔''

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے لڑکھڑانے لگی۔ میں نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سہارا دیا پھر اسے لفٹ تک لے آیا۔ لفٹ کے ذریعے ہم چوتھی منزل پر پہنچے پھر چار سو چھ نمبر کمرے کے دروازے پر آئے۔ وہ اپنا پرس کھولنے لگی۔ اس کا ہاتھ پرس کی زپ پر بہک رہا تھا۔ میں نے اس سے پرس لے کر کھولا۔ اس کے اندر سے کمرے کی چابی نکالی پھر دروازہ کھول کر اسے اندر لے آیا۔ دروازے کو لاک نہیں کیا۔ کھلا رہنے دیا۔

وہ کمرا شام کو اس کے باپ نے بک کروایا تھا پھر اس کمرے میں آکر اپنے کاریگر کے ذریعے خفیہ کیمرے اور مائیک نصب کروائے تھے۔ وہاں دو کیمرے ایسی جگہ رکھے گئے تھے کہ ایک کیمرے سے پورا کمرا دکھائی دیتا تھا۔ دوسرے کیمرے سے بیڈ نظر آتا تھا۔ امیش بھاسکر نے اپنی بیٹی کے ساتھ میری متحرک فلم تیار کرنے کے سارے انتظامات کر رکھے تھے۔

انہیں یہ یقین تھا کہ میں ایک عزت دار آدمی ہوں۔ اپنی بدنامی کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر یہ ثبوت دنیا والوں کے سامنے پیش کردیا جائے کہ میرے بندیا سے تعلقات ہوچکے ہیں اور ہم ان تعلقات کی حدیں پار کرچکے ہیں تو میں اس سے شادی کرنے سے انکار نہیں کرسکوں گا اور شرم کے مارے کبھی یہ نہیں چاہوں گا کہ وہ فلم کسی کو دکھائی جائے۔ لہٰذا وہ اس ویڈیو فلم کے ذریعے مجھے بلیک میل کرسکتے تھے۔

میں نے دروازے کے پاس ہی بندیا سے کہا ''تم اندر چلو۔ میں اس ویٹر کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ بوتل اور گلاس لا رہا ہوگا۔ میں اسے کھانے کا بھی آرڈر دوں گا۔''

وہ اندر چلی گئی۔ میں باہر آگیا لیکن اس کے دماغ میں موجود رہا۔ اس کے باپ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ کمرے کے اندر پہنچ کر سوئچ بورڈ کے ایک مخصوص بٹن کو دبائے گی تو وہ خفیہ کیمرے اور مائیک آن ہوجائیں گے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق اس سوئچ بورڈ کے پاس جاکر مخصوص بٹن کو دبا دیا پھر مستی میں آکر اس کمرے میں ٹہلنے لگی۔ رقص کے انداز میں ادھر سے ادھر جانے لگی۔ وہ دو کیمرے اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ ادھر ویٹر ایک ٹرے میں بوتل اور گلاس لے کر آرہا تھا۔ اس نے قریب آکر پوچھا ''سر! آپ کھانے میں کیا پسند کریں گے؟''

میں نے کہا ''میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ اب واپس نہیں آؤں گا۔ تم میڈم کے پاس جاؤ اور یہ بوتل اسے پلاؤ۔''

میں نے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا ''یہ پانچ ہزار ہیں۔ تم میڈم کا دل جس قدر خوش کرو گے۔ میں اسی قدر تمہیں انعام دوں گا۔ صبح مزید پانچ ہزار روپے تمہیں مل سکتے ہیں۔''

وہ خوش ہوکر بولا ''سر! آپ جو کہیں گے، میں وہ کروں گا۔ آپ بتائیں، میں میڈم کو کس طرح خوش کروں؟''

''اس طرح کہ میڈم جو بولیں، وہ مان لینا۔ جو کرنے کو کہیں وہی کرنا۔ کبھی انکار نہ کرنا۔ انکار کرو گے تو میں یہ پانچ ہزار بھی تم سے چھین لوں گا۔ ورنہ تمہیں صبح تک مزید پانچ ہزار ملنے والے ہیں۔''

وہ خوش ہوکر، دروازہ کھول کر کمرے کے اندر چلا گیا۔ اس نے صوفوں کے درمیان پہنچ کر شراب کی ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔ میں نے بندیا کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ ویٹر کو دیکھتے ہوئے بولی ''ہائے دھرم ویر! تم کہاں چلے گئے تھے؟ بڑی دیر کردی۔ آؤ...... میرے قریب آؤ۔''

ویٹر نے بوکھلا کر اسے دیکھا پھر کہا ''میڈم! میں دھرم ویر نہیں ہوں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''تم مجھے نشے میں سمجھ رہے ہو۔ کیا میں تمہیں پہچانتی نہیں ہوں؟ آؤ...... میرے پاس آؤ......''

وہ آگے بڑھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس سے لپٹ گئی پھر بے اختیار اسے چومنے لگی۔ میں نے ویٹر کو بڑی رقم کا لالچ دیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ جوان تھا، صحت مند تھا۔ جذباتی تھا۔ ایک حسین اور جوان لڑکی اس سے لپٹی جارہی تھی پھر بھلا وہ کیسے دور رہ سکتا تھا؟ جبکہ میں نے اسے اجازت دے دی تھی کہ اسے میڈم کی ہر بات ماننا ہوگی۔ لہٰذا وہ بھی خم ٹھونک کر میدان میں اتر آیا۔

میں زینے سے اتر کر نیچے جانے لگا۔ میں لفٹ سے بھی جاسکتا تھا لیکن آرام آرام سے خیال خوانی کرتا ہوا نیچے ویٹنگ لابی میں پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ شانتا بائی کی تمام دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے وہ باپ بیٹی بے حیائی اور بے غیرتی کی حدوں کو چھو رہے تھے۔

میں بھی انہیں انتہا تک پہنچنے کا موقع فراہم کررہا تھا۔ جب باپ خود یہ چاہتا تھا کہ اس کی جوان کنواری بیٹی کی ایک شرمناک ویڈیو فلم تیار ہوجائے تو پھر وہ فلم تیار ہو رہی تھی۔ اس فلم میں میں نہیں تھا، کوئی اور تھا۔ ہیروئن وہی تھی، ہیرو بدل گیا تھا۔ کوئی مضایقہ نہیں، فلم تو تیار ہو رہی تھی۔

اس ویٹر کی تو عید ہوگئی تھی۔ وہ ایسی دولت مند حسینہ کو کبھی خواب میں بھی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ جبکہ وہ سچ مچ اسے

حاصل ہو رہی تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولتی جا رہی تھی ''دھرم ویر! میں ساری زندگی تمہاری باندی بن کر رہوں گی۔ بس تم میرا ایک کام کر دو۔ شانتا بائی کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ اس کے بعد تمام دولت اور جائداد تمہارے ہاتھوں میں رہے گی۔ نیہا ابھی سولہ برس کی ہے۔ وہ دولت اور جائداد کا حساب نہیں جانتی ہے۔ تم اسے جیسا حساب سمجھاؤ گے، وہ ویسا ہی سمجھے گی۔''

ویٹر اس کے جواب میں کہہ رہا تھا ''میڈم! میں نہیں جانتا، تم نہ جانے کس دولت اور جائداد کی بات کر رہی ہو؟ مجھے تو تم ہی ایک بہت بڑے خزانے کی طرح مل رہی ہو۔ بس...... اس کے بعد مجھے اور کوئی خزانہ نہیں چاہیے۔''

''تم یہ خزانہ لوٹ رہے ہو، اس کی بات چھوڑو۔ کام کی بات کرو۔ شانتا بائی کا اسپتال دہلی کا سب سے بڑا، سب سے مشہور اور سب سے منافع بخش اسپتال ہے۔ میں اسے اپنے نام کرنا چاہتی ہوں۔ اس کا سارا منافع حاصل کرنا چاہتی ہوں اور تم یہ سب کچھ کر سکتے ہو۔''

میں نے اس کے دماغ میں سوال پیدا کیا ''یہ کام تم خود کیوں نہیں کر لیتیں؟ تمہارا باپ بھی بہت شاطر ہے۔ وہ کسی کو قتل کرنے سے ذرا بھی نہیں چوکتا۔''

وہ بولی ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ میرے ڈیڈی نے ایک کوشش کی تھی۔ شانتا بائی کے کھانے میں زہر ملایا تھا مگر وہ قسمت کی دھنی ہے۔ اس وقت وہ بچ گئی۔ تم کوشش کرو گے تو نہیں بچے گی۔''

وہ ہانپ رہی تھی، تھک رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ کو ایک ذرا سی ڈھیل دی تو وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے ایک ویٹر کو دیکھا جو اس پر چھایا ہوا تھا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلی پھر بستر سے اتر کر تیزی سے لباس پہنتے ہوئے چیخ چیخ کر بولنے لگی ''تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ کیسے آئے ہو؟''

وہ اپنے ہوٹل کی وردی پہنتے ہوئے بولا ''میڈم! آپ نے خود ہی مجھے بلایا تھا۔ میں تو واپس جا رہا تھا مگر آپ نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ میرے یہ کپڑے آپ نے زبردستی اتروائے ہیں۔''

وہ حلق کے بل چیخ کر بولی ''بکواس مت کرو۔ ایک شریف لڑکی کے کمرے میں گھس کر اس کی عزت سے کھیلتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی؟''

''جب شریف لڑکی کو شرم نہیں آئی تو مجھے کیوں آئے گی؟''

''میں تمہیں شوٹ کر دوں گی۔ تم نے میرے بدن کو چھونے کی جرأت کیسے کی؟ بڑے بڑے دولت مند مجھے دیکھ کر للچاتے رہتے ہیں، مجھے حاصل کرنے کے لیے ترستے رہتے ہیں مگر میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتی۔''

''مگر آپ نے میرے آگے تو گھاس ڈال دی ہے۔ میرا پیٹ بھر گیا ہے اب میں جا رہا ہوں۔''

وہ جانا چاہتا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے بولی ''رک جاؤ۔ پہلے یہ بتاؤ، تم نے مجھ پر کیا جادو کیا تھا؟ میں تم جیسے چھوٹے لوگوں کو کبھی منہ نہیں لگاتی۔ تم جیسے لوگ مجھے مٹی میں رینگنے والے کیڑے دکھائی دیتے ہیں۔ سچ بتاؤ! تم نے مجھ پر کیا جادو کیا تھا؟''

''میں کیا بتاؤں؟ سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس شراب کی بوتل کو دیکھیں۔ آپ آدھی سے زیادہ خالی کر چکی ہیں۔ آپ نشے میں مست ہو رہی تھیں۔ اپنے آپ کو ہی بھول رہی تھیں پھر مجھے کیسے سمجھتیں؟ میں نشے میں آپ کو ویٹر نہیں کوئی دھرم ویر دکھائی دے رہا تھا۔ آپ مجھے اسی نام سے پکار رہی تھیں اور خود کو پیش کر رہی تھیں کہ آؤ صنم...... آ جاؤ صنم...... گھر تمہارا ہے۔''

وہ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی، سوچ رہی تھی۔ اسے اس بات پر رونا آ رہا تھا کہ اس نے اپنے خوب صورت بدن کو آج تک سنبھال کر رکھا تھا۔ کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا اور جب پہلی بار ہاتھ لگایا بھی تو کس نے......؟ ہوٹل کے ایک معمولی ویٹر نے......؟ چھی......

اسے اس طرح لٹ جانے کا افسوس ہو رہا تھا لیکن مجھے نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ بدنیت اور مکار تھی۔ شانتا بائی کو اور اس کی بیٹی کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ ان کا سب کچھ حاصل کر لینا چاہتی تھی اور یہ سب کچھ حاصل کرنے کی خاطر میرے ساتھ کیمرے کے سامنے بے حیائی کا کھیل کھیلنا چاہتی تھی۔ وہ کھیل میں نے نہیں کھیلا...... کوئی اور کھیل گیا۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ اسے تو عزت لٹانی تھی سو اس نے لٹا دی۔

اس نے اپنے پرس میں سے مٹھی بھر نوٹ نکالے۔ وہ ہزار ہزار کے نوٹ تھے۔ وہ انہیں ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''یہ تمہاری زبان بند رکھنے کی قیمت ہے۔ خبردار! کسی سے ذکر نہ کرنا کہ تم میرے ساتھ اس طرح وقت گزار چکے ہو۔ اگر میری ذرا سی بھی بدنامی ہو گی تو میرا باپ تمہیں گولی مار دے گا۔''

وہ خوش ہو کر نوٹ گنتے ہوئے بولا ''یہ تو دس ہزار ہیں۔ بری زبان زندگی بھر نہیں کھلے گی۔ ایسے بند رہے گی، جیسے بما مر چکا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔''

وہ نوٹوں کو اپنی جیبوں میں ٹھونستا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا تو میں وہاں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جیب سے پانچ ہزار روپے نکال کر اسے دیے پھر اس کے شانے کو تھپک کر کہا ''جاؤ عیش کرو۔''

اس ویٹر کی تو چاندی ہو گئی تھی۔ اسے دونوں طرف سے دس ہزار روپے ملے تھے۔ وہ چلا گیا میں لفٹ کے ذریعے اوپر آیا۔ وہ واش روم میں تھی۔ میں نے کمرے میں آ کر دونوں خفیہ کیمروں سے ویڈیو کیسٹس نکالیں پھر وہاں سے چپ چاپ چلا آیا۔

اسے بچپن ہی سے اپنی خوب صورتی پر ناز تھا۔ جوان ہوئی تو اپنے بدن کو اس طرح صاف ستھرا رکھنے لگی جیسے آئینے کو صاف و شفاف اور چمکیلا بنا کر رکھا جاتا ہے۔ اس آئینے میں ایک ذرا سا بال نہیں آنے دیا جاتا۔ اسی طرح اس نے اپنے آئینے جیسے بدن پر ایک نقطہ برابر بھی دھبا نہیں لگنے دیا تھا۔

آج ایک نقطہ تو کیا......؟ اس کا پورا وجود دھبا بن کر رہ گیا تھا۔ وہ شاور کے نیچے کھڑی بھیگ رہی تھی۔ صابن سے بدن کو رگڑ رگڑ کر صاف کر رہی تھی اور روتی جا رہی تھی۔

وہ کیوں رو رہی تھی؟

میں اس کے بدن سے کھیلتا تو کیا وہ داغ دار نہ ہوتی؟

بے شک...... اس وقت بھی وہ داغ دار ہوتی مگر اسے رونا نہ آتا کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے بدن کو بھاری قیمت میں کیش کروا رہی تھی۔

رونا اس بات پر آ رہا تھا کہ پھول جیسے بدن کو نزاکت سے، حفاظت سے سنبھال کر رکھنے کے باوجود وہ دو کوڑی کا ہو گیا تھا۔

اچانک ہی اسے یاد آیا کہ وہاں کمرے میں دو مووی کیمرے آن تھے۔ ان میں تمام باتیں اور مناظر ریکارڈ ہو چکے ہوں گے۔ انہیں فوراً ہی نکال کر ضائع کرنا ہو گا۔ وہ اپنے باپ کو بھی نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے؟

اس نے شاور کو بند کیا۔ تولیے سے بدن کو پونچھا پھر لباس پہن کر واش روم سے باہر آئی۔ اس کے باپ نے بتا دیا تھا کہ ان دو کیمروں کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ وہ ایک کیمرے کے پاس آئی اور دیکھا تو وہ آن نہیں تھا۔ اس نے اسے کھول کر کیسٹ نکالنی چاہی تو اندر کیسٹ بھی نہیں تھی۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی ''کیا یہ کیمرا اب تک خالی تھا؟ اور بند پڑا تھا؟''

وہ دوسرے کیمرے کے پاس آئی۔ اسے بھی کھول کر دیکھا تو وہ خالی تھا۔ اس نے فون کے ذریعے باپ سے رابطہ کیا پھر کہا ''ہائے ڈیڈ! میں بول رہی ہوں۔''

''ہائے ڈارلنگ! اچھا خاصا وقت گزر چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اسے شیشے میں اتار چکی ہو گی۔''

وہ اک ذرا چپ رہی۔ وہ مجھے اپنے بدن کے شیشے میں کیا اتارتی؟ وہ تو چکنا چور ہو چکی تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا ''ڈیڈ! آپ نے دونوں کیمرے خالی کیوں رکھے تھے؟''

باپ نے حیرانی سے پوچھا ''کیا کہہ رہی ہو؟ وہ دونوں کیمرے خالی نہیں تھے۔ ان میں کیسٹس رکھے ہوئے تھے۔ کیا تم نے اس مخصوص بٹن کو دبا کر آن نہیں کیا تھا؟''

''میں نے وہ بٹن آن کیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اندر سے خالی ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ وہ کبھی خالی نہیں ہو سکتے۔ کیا تم نے زیادہ پی لی ہے؟''

''نہیں ڈیڈ! وہ سارا کا سارا نشہ اتر چکا ہے جو پینے سے چڑھا تھا۔ میں ناکام رہی ہوں۔ پتا نہیں وہ دھرم ویر کہاں چلا گیا ہے؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تم تو بڑی سمجھ دار ہو۔ چالاک ہو۔ کسی بھی صورت حال سے نمٹنا جانتی ہو پھر وہ تمہارے ہاتھ سے پھسل کر کہاں چلا گیا؟''

''بس کیا بتاؤں؟ میں نے زیادہ پی لی تھی۔ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ وہ کب مجھے چھوڑ کر چلا گیا؟ اور کیوں چلا گیا؟''

''اوہ گاڈ! میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ زیادہ نہ پینا اسے زیادہ پلانا۔ تاکہ وہ بہکتا رہے اور تم اسے شیشے میں اتارتی رہو لیکن یہ تو بازی ہی الٹ گئی۔ تم اسے ابھی فون کرو معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے؟ تمہیں کیوں چھوڑ کر چلا گیا؟''

''میں اس کمرے سے جا رہی ہو۔ باہر جا کر اسے فون کروں گی۔ آپ اپنے ملازم سے کہہ دیں کہ یہاں سے یہ ساری چیزیں ہٹا لے۔''

وہ اس ہوٹل سے باہر آ کر میرے موبائل پر رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اپنا موبائل بند کر دیا۔ ایک مووی میکر کی دکان میں جا کر ان دو کیسٹوں کی دو کاپیاں تیار کروائیں۔ اس مووی میکر کو غائب دماغ رکھا۔ تاکہ وہ اس کیسٹ کے مناظر کو نہ دیکھ سکے نہ سمجھ سکے پھر ان کیسٹوں کی کاپیوں کو اچھی

طرح پیک کرنے کے بعد امیش بھاسکر کا پتا لکھ کر اس دکان دار کو دیا پھر دو ہزار روپے دیتے ہوئے کہا ''یہ بہت بڑی رقم ہے ابھی ٹیکسی میں جاؤ اور یہ پیکٹ اس پتے پر پہنچا کر واپس چلے آؤ۔''

وہ میرے حکم کے مطابق دکان بند کر کے وہ کیسٹیں لے کر چلا گیا۔ میں اپنے بنگلے میں واپس آ گیا۔ وہاں اعلیٰ بی بی نیہا کی حیثیت سے شانتا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دھرم انکل کہا کرتی تھی۔ اس نے پوچھا ''دھرم انکل! آپ کہاں رہ گئے تھے؟ ہم بہت دیر انتظار کرنے کے بعد کھانا کھا چکے ہیں۔''

شانتا بائی نے کہا ''آپ یہاں بیٹھیں میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔''

میں نے کہا ''نہیں۔ تم یہاں آرام سے بیٹھو۔ میں تھوڑی دیر بعد کھاؤں گا۔ ذرا آرام سے لیٹنا چاہتا ہوں۔''

میں بیڈ روم میں آ کر بیڈ پر آرام سے بیٹھ کر امیش بھاسکر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دکان دار اسی وقت اس کے بنگلے کے دروازے پر پہنچا تھا اور کال بیل کا بٹن دبا رہا تھا۔ ملازم نے دروازہ کھول کر پوچھا ''کیا بات ہے؟''

دکان دار نے کہا ''صاحب کے نام یہ پارسل ہے۔ انہیں دے دو۔''

وہ ملازم کو دونوں کیسٹیں دے کر چلا گیا۔ ملازم انہیں لے کر امیش بھاسکر کے پاس آیا پھر بولا ''صاحب! ایک آدمی آیا تھا۔ اس نے یہ پیکٹ دیا ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا ''تم نے کسی اجنبی سے یہ پیکٹ کیوں لیا؟ ایسے پیکٹوں میں بم چھپا کر رکھے جاتے ہیں یا کوئی غیر قانونی چیز چھپا کر بھیجی جاتی ہے۔ خوامخواہ پولیس کے چکر میں پھنسوا دیا جاتا ہے۔ اسے جلدی سے کھول کر دیکھو۔''

ملازم نے اس کے ریپر کو ہٹایا تو دو کیسٹ دکھائی دیئے۔ امیش بھاسکر نے اطمینان کا سانس لیا پھر انہیں دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ کون آیا تھا؟ یہ دو کیسٹ کیوں دے گیا ہے؟

میں نے اس کے اندر خیال پیدا کیا کہ مجھے اپنے بیڈ روم میں جا کر اپنے ٹی وی پر دیکھنا چاہیے کہ ان کیسٹ میں کیا ہے؟

اس نے کمرے میں آ کر ٹی وی اور وی سی آر کو آن کر کے ایک کیسٹ کو وی سی آر میں رکھا۔ ریموٹ کنٹرول لے کر دور جا کر صوفے پر بیٹھ کر ٹی وی اور وی سی آر کو ریموٹ سے آن کیا تو ہوٹل والے پورے کمرے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی بیٹی بندیا ویٹر کو دھرم ویر کہہ کر اس سے لپٹ رہی تھی۔ اسے چوم رہی تھی۔ امیش بھاسکر حیرانی و بے یقینی سے دیکھنے لگا کہ اس کی بیٹی کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ اتنی نشے میں ہے کہ ویٹر کو دھرم ویر سمجھ رہی ہے؟

وہ دیکھ رہا تھا اور نظریں چرا رہا تھا۔ شرم کی حدیں پار کی جا رہی تھیں۔ اس نے بٹن دبا کر وی سی آر کو بند کر دیا پھر وہاں سے اٹھ کر وہ کیسٹ نکال کر اس نے دوسری کیسٹ کو چلایا تو اسکرین پر بیڈ کا بالکل قریبی منظر دکھائی دینے لگا۔ بندیا ایک ویٹر کے ساتھ ایسی حالت میں تھی۔ جسے بیہودہ باپ کی آنکھیں بھی نہ دیکھ سکیں۔ اس نے فوراً ہی اسے بند کر دیا۔

باہر کار کا ہارن سنائی دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ بیٹی ہوٹل سے آئی ہے۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ وہ کار سے اتر کر اندر آ رہی تھی۔ اس نے پوچھا ''کیا نشہ اتر گیا؟''

وہ تھکے ہوئے انداز میں اپنے کمرے کی طرف جانے لگی پھر بولی ''ہاں...... ناکامی نشہ اتار دیتی ہے۔ ہوش اڑا دیتی ہے۔''

''ادھر نہ جاؤ۔ میرے بیڈ روم میں آؤ۔ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔''

وہ اس کے ساتھ بیڈ روم میں آئی۔ اس نے پوچھا ''کیا تم نے دھرم ویر سے رابطہ کیا تھا؟''

''ہاں مگر اس کا فون بند ہے۔''

''تمہیں دھرم ویر کے ساتھ اس کمرے میں جانا چاہیے تھا پھر تم نے ویٹر کو کیوں بلایا؟ دھرم ویر کو کہاں بھگا دیا تھا؟''

''میں نے اسے کہیں نہیں بھگایا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مجھ سے کیسے بچھڑ گیا اور اس کی جگہ ویٹر کیسے آ گیا؟''

وہ غصے سے گرج کر بولا ''اس طرح آ گیا کہ تم نشے میں تھیں۔ تمہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ زیادہ نہیں پینی چاہیے۔''

''ڈیڈ پلیز! آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ میرے مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں۔ میں آپ کا غصہ بھی برداشت نہیں کرتی ہوں۔ ابھی یہ گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔''

''جانے سے پہلے میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی کوئی اجنبی آیا تھا۔ وہ دو کیسٹ دے گیا ہے۔ میں نے ان کیسٹوں کو دیکھا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد میرا سر شرم سے جھک گیا ہے اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کتنی شرم آتی ہے؟ یہ لو! ریموٹ اور ٹی وی سی آر کو آن کرو۔''

وہ اسے ریموٹ کنٹرول دے کر کمرے سے باہر آ گیا اور ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بیٹی کی چیخوں کی آواز آنے لگی۔ وہ نہیں نہیں کہہ کر چیخ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ اس نے کمرے کی طرف دیکھا۔ بیٹی کے رونے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ نشے کی حالت میں اس سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ بندیا ایک صوفے پر بیٹھی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے رو رہی تھی۔ اس وقت مجھے بھول گئی تھی۔ شانتا بائی کی دولت کو بھول گئی تھی۔ بس ایک صدمہ تھا کہ اس کا حسین اور انمول بدن دو کوڑی کا رہ گیا ہے۔ اب وہ فخر سے اپنے آپ کو اچھوتی نہیں کہے گی۔ اپنا بھاؤ نہیں بڑھا سکے گی۔ وہ کیسٹ دنیا کو بتائے گا کہ وہ فٹ پاتھ پر رینگنے والوں اور ہوٹل کے ویٹر کی خوراک بننے والی ہے۔ اس کا کوئی معیار نہیں ہے۔ بازاری ہے۔

امیش بھاسکر نے کہا ''ہماری اونچی سوسائٹی میں کوئی بھی کیسٹ دیکھے گا تو ہم شرم سے مر جائیں گے۔ کسی کو منہ نہیں دکھا سکیں گے۔ ہماری آن، بان، شان سب ہی مٹی میں مل جائے گی۔''

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی ''وہ کیمرے تو آپ نے لگوائے تھے پھر یہ کیسٹ کسی دوسرے کے پاس کیسے پہنچ گئے؟ کون ہے وہ؟ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم دھرم ویر کے خلاف کچھ کرنے والے ہیں؟''

امیش نے کہا ''یہی میں سوچ رہا ہوں۔ ہمارے کئی دشمن ہیں۔ شاید کسی کو ہماری اس پلاننگ کا پتا چل گیا تھا۔ اس نے وہاں ہوٹل میں چھپ کر ہمارے یہ انتظامات دیکھے ہوں گے پھر موقع پا کر ان کیمروں سے کیسٹ نکال کر لے گیا ہے۔''

وہ جھنجلا کر بولی ''وہ کون ہے؟ وہ کیسٹ کہاں لے گیا ہے؟ کچھ معلوم تو ہونا چاہیے۔ اگر اس ویڈیو میں دھرم ویر میرے ساتھ ہوتا تو بدنامی نہ ہوتی۔ بدنامی ہونے سے پہلے ہماری شادی ہو جاتی لیکن اس ویڈیو کیسٹ میں ہوٹل کا بیرا صاف نظر آ رہا ہے۔ اس کی وردی دکھائی دے رہی ہے۔ میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں رہی۔ اب میں زندہ نہیں رہوں گی۔ آتم ہتیا کر لوں گی۔''

وہ سوچتے ہوئے بولا ''ایسا جس نے بھی کیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم دھرم ویر کو پھانس کر اس سے شادی کرو۔ وہ تمہارا کوئی عاشق دیوانہ ہو سکتا ہے۔''

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے بیڈ کے سرہانے جا کر فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا ''ہیلو......؟''

میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''تم بہت باکمال کیمرا مین ہو۔ تم نے اپنی بیٹی اور اس کے یار کی بہت اچھی ویڈیو فلم تیار کی ہے۔ اس وقت بڑے مزے سے بیٹھ کر دیکھ رہے ہو گے۔''

اس نے پوچھا ''تم کون ہو؟ اس ویڈیو کیسٹ کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟''

یہ سنتے ہی بندیا فوراً ہی اٹھ کر فون کے پاس آئی پھر اس کے وائڈ اسپیکر کو آن کر دیا۔

دوسری طرف سے میری بھرائی ہوئی آواز سنائی دینے لگی ''یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ اتنا سمجھ لو کہ نہلے پر دہلا ہوں۔ تم اپنی بیٹی کی جیسی شرمناک فلم تیار کرنا چاہتے تھے۔ وہ تیار ہو چکی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس فلم کو تیار کرنے کے لیے تمہاری بیٹی کو ہوٹل کا ویٹر ہی ملا تھا؟''

وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی ''یو شٹ اپ......! بکواس نہ کرو۔ بتاؤ تم کون ہو؟ تم نے یہ کیسٹس کیسے حاصل کیں؟ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟''

''چاہتا تو بہت تھا۔ جب سے جوان ہوئی ہو۔ میں تمہارے حسن و شباب کا دیوانہ ہوں۔ تمہیں حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اب وقت گزر چکا ہے۔ تم تو جھوٹی ہانڈی بن چکی ہو۔ اب اس ہانڈی میں کتا بھی منہ نہیں ڈالے گا۔''

وہ توہین کے احساس سے اور غصے سے حلق پھاڑ کر چلانے لگی۔ فون کی طرف لپک لپک کر اسے بند کرنا چاہتی تھی۔ باپ اسے روک رہا تھا۔ کہہ رہا تھا ''کیا کر رہی ہو؟ خاموش رہو۔ معلوم تو کرنے دو۔ یہ کون ہے؟ ہم سے کیا چاہتا ہے؟''

وہ چیختے ہوئے بولی ''یہ بلیک میلر ہے۔ اس سے بولیں کہ یہ میری انسلٹ نہ کرے۔ یہ جتنی رقم چاہتا ہے آپ اس کے منہ پر ماریں اور اسے کہہ دیں کہ اس ویڈیو کی ماسٹر کاپی ہمارے حوالے کر دے۔''

میں نے کہا ''بھاسکر! اس کتیا سے کہو بھونکنا بند کرے ورنہ کل صبح اس کی ننگی جوانی کو اشتہار بنا دوں گا۔''

امیش نے غصے سے بندیا کو دیکھا پھر ڈانٹ کر کہا ''سن رہی ہو۔ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ابھی یہ تنہائی میں فون پر تمہیں گالی دے رہا ہے تو تم غصہ دکھائی رہی ہو۔ کل جب ساری دنیا کے سامنے تم گالی بن جاؤ گی۔ تب کیا کرو گی؟ کیا تمہارے آتم ہتیا کرنے سے ہماری اور ہمارے خاندان کی عزت بحال

ہو جائے گی؟"

وہ پریشان ہو کر بے بسی سے فون کی طرف دیکھنے لگی۔ جو کوئی بھی اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ جتنی بھی گالیاں دیتا۔ اسے سننا ہی پڑتا۔

باپ نے اسے خاموش کرانے کے بعد فون پر کہا "میری بیٹی خاموش رہے گی۔ پلیز! تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"تمہاری بیٹی کو چاہتا تھا لیکن اب یہ میرے کسی کام کی نہیں رہی۔ اب اس کی حیا سوز ویڈیو فلم میرے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس کے ذریعے میں اسے بلیک میل کروں گا۔ جب میں نے اس فلم کو شروع سے آخر تک دیکھا تو اس میں تمہاری بیٹی صاف الفاظ میں اعتراف کر رہی تھی کہ تم لوگوں نے شانتا بائی کے کھانے میں زہر ملا کر اسے مار ڈالنا چاہا تھا لیکن وہ بچ گئی۔ آئندہ تم دونوں دھرم ویر کے ذریعے اسے قتل کروانا چاہتے ہو۔"

بھاسکر یہ باتیں سن رہا تھا اور گھبرا کر اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "بندیا یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تم نے نشے کی حالت میں وہ ساری باتیں اگل دی ہیں؟ کیا تم نے اعتراف کیا ہے کہ ہم شانتا کو کھانے میں زہر ملا کر دے رہے تھے اور ناکام ہو گئے ہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے کچھ یاد نہیں ہے کہ میں کیا کرتی رہی؟ کیا کہتی رہی؟"

بھاسکر نے فون پر کہا "مسٹر! ہم نے یہ ویڈیو فلم پوری نہیں دیکھی ہے۔ ہم نے یہ نہیں سنا ہے کہ بندیا نے ہمارے کسی جرم کا اعتراف کیا ہے۔ جبکہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اور نہ ہی کسی کو کھانے میں زہر ملا کر دیا تھا۔"

"سانچ کو آنچ کیا؟ ابھی جائیں ویڈیو فلم دیکھیں اور ساری باتیں سنیں۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد دوبارہ فون کروں گا۔ کال یُو لیٹر......"

میں نے فون بند کر دیا۔ بھاسکر نے فون کو کریڈل پر پٹخ کر کہا "پتا نہیں تم نے کیا بکواس کی ہے؟ اس ویڈیو فلم کو چلانا ہوگا۔ دیکھنا ہوگا سننا ہوگا کہ تم کیا بکواس کرتی رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو رہی تھی۔ جھجک رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ باہر جائیں۔ میں یہ ویڈیو دیکھتی ہوں۔"

"میں بند دروازے کے باہر کھڑا رہوں گا۔ آواز اتنی اونچی رکھو کہ میں باہر سے سن سکوں۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا باہر آ گیا۔ دروازے کو بند کیا پھر وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنی بیٹی اور اس ویٹر کی آوازیں سنائی دینے لگیں "ہائے...... وائے کی جذباتی آوازوں کے ساتھ وہ بول رہی تھی۔ بھاسکر کان لگا کر توجہ سے سن رہا تھا۔ میں نے اس سے فون پر جو کچھ کہا تھا۔ وہ سچ ثابت ہو رہا تھا۔ وہی باتیں سنائی دے رہی تھیں۔ بندیا اعتراف کر رہی تھی کہ ان باپ بیٹی نے شانتا بائی کو کھانے میں زہر ملا کر دینے کی کوششیں کی تھیں۔ اب ناکام ہونے کے بعد وہ دونوں دھرم ویر کے ذریعے شانتا اور اس کی بیٹی نیہا کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ بھاسکر نے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا "بند کرو یہ ویڈیو فلم میں اندر آ رہا ہوں۔"

وہ اندر آیا پھر غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا "تم نے یہ کیا کیا بندیا! تم نے پچھلے جرم کا بھی اعتراف کیا ہے اور آگے ہم جو کرنے والے ہیں۔ اس کا بھی اعتراف کیا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ بڑبڑا رہا تھا "یہ ویڈیو فلم ہمارے ننگے پن کو تو ثابت کر رہی تھی۔ اس پر تم نے جرائم کا بھی اعتراف کیا ہے۔ ہم اس ویڈیو فلم کے ذریعے صرف بے شرم ہی نہیں۔ مجرم بھی ثابت ہو رہے ہیں۔"

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "ڈیڈ! کسی طرح اس بلیک میلر سے اس ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپیاں لے لیں۔ وہ جتنی رقم مانگتا ہے۔ اسے دے دیں۔ ورنہ میرا غرور سے اٹھا ہوا سر جھک جائے گا اور میں سر جھکا کر زندگی نہیں گزاروں گی۔"

وہ دونوں میرے فون کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے کہا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد فون کروں گا۔ وہ امید کر رہے تھے کہ مجھ سے سمجھوتا ہو جائے گا۔ اگر میں لاکھوں روپے کا مطالبہ کروں گا تو وہ مطالبہ تسلیم کر کے مجھ سے ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپیاں حاصل کر لیں گے۔ اس کے بعد وہ شرمناک بدنامی سے بچ جائیں گے اور انہیں کوئی یہ الزام بھی نہ دے سکے گا کہ انہوں نے شانتا بائی کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کی تھی اور ناکام ہونے کے بعد آئندہ بھی ماں بیٹی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ایسا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں رہے گا۔

انہیں ہر حال میں وہ ویڈیو فلم حاصل کرنی تھی اور وہ امید کر رہے تھے کہ اسے مجھ سے حاصل کر ہی لیں گے۔

آدھے گھنٹے بعد ان کی امیدوں پر پانی پھرنے لگا۔ میں نے ان سے رابطہ نہیں کیا۔ وہ بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ مجھے لاکھوں روپے دینے کے لیے تیار تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں اور مجھ سے آئندہ کس طرح رابطہ کیا جا سکتا ہے؟ انہیں میرے فون کا انتظار تھا۔ آدھا گھنٹا تو کیا کئی گھنٹے گزر گئے۔ رات سے صبح ہو گئی۔ دونوں باپ بیٹی

اٹھتے رہے، بیٹھتے رہے، ٹہلتے رہے۔ ساری رات جاگ کر گزار دی۔ ان کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی اور آئندہ بھی ان کی راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون برباد ہونے والا تھا۔ اب انہیں شانتا بائی اور اس کی بیٹی کے خلاف سازش کرنے کی فرصت نہیں مل سکتی تھی۔

☆☆☆

جس طرح ہر ناکامی کے پیچھے ایک کامیابی چھپی رہتی ہے۔ اسی طرح کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی یہ سوچنا چاہیے کہ اس کے بعد ناکامی بھی اپنا منہ دکھا سکتی ہے۔ جینا اور کبریا اچھی خاصی کامیابیاں حاصل کر رہے تھے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے متحد تو نہیں کر سکتے تھے لیکن اپنے حسنِ سلوک سے اور مالی امداد کے ذریعے ان کے درمیان اچھا خاصا میل ملاپ پیدا کر چکے تھے۔

ان کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ فساد برپا کرنے والے مسلمان اور ہندو دونوں کو گرفتار کروا رہے تھے۔ ان کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کر چکے تھے۔ مسلمانوں میں احسان محمد اور ہندوؤں میں دھیرج، انسپکٹر ٹھاکرے اور بہت بڑے سیاست دان دیوراج پٹیل کو گرفتار کیا جا چکا تھا۔

دیوراج پٹیل اپنے ہندوؤں میں بہت مقبول تھا۔ سب ہی اسے اپنا لیڈر اور نجات دہندہ مانتے تھے۔ جب اسے گرفتار کیا گیا تو اس کے ساتھی سیاسی لیڈروں نے احتجاج شروع کیا۔ وہ ہندوؤں کو سہاگن دیوی کے خلاف بھڑکانے لگے۔ اس کے خلاف جلوس نکالنے اور جگہ جگہ جلسے کرنے لگے۔

دیوراج پٹیل کے سیاسی ساتھی مراری اور بھنڈاری ہندوؤں سے کہتے پھر رہے تھے کہ یہ دیوی جی بناوٹی ہے، فراڈ ہے، یہاں دھوکا دینے آئی ہے۔ ایک مسلمان بزنس مین حمزہ اسے اپنی انگلیوں کے اشاروں پر نچا رہا ہے۔ یہ حمزہ خان دراصل ہندوؤں کی نہیں، مسلمانوں کی مالی امداد کے لیے آیا ہے۔

بھنڈاری نے ہندوؤں کے ایک جلسے میں کہا ''یہاں آپ لوگوں کو کھل کر بے وقوف بنایا گیا ہے۔ آپ کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے لیے دیوی جی نے بڑے دل گردے کا ثبوت دیتے ہوئے آپ لوگوں کو دو کروڑ روپے دیے ہیں لیکن وہاں مسلمانوں کو اس سے دگنی رقم دی ہے۔ دیکھا جائے تو یہ آپ لوگوں کے لیے امداد نہیں ہے۔ بھیک ہے ہندوؤں کے منہ پر طمانچہ مارا گیا ہے۔''

مراری نے دوسری جگہ ہندوؤں کے جلسے میں کہا ''ہندوؤں کو بھیک کے طور پر دو کروڑ روپے دیئے گئے ہیں۔ یہ دو کروڑ روپے آپ لوگوں کو بہت زیادہ نظر آتے ہوں گے۔ آپ سوچیں کہ ایسی سیاست کیوں کھیلی جا رہی ہے؟

''صرف اس لیے کہ وہ ہماری ذات برادری کی ایک لڑکی شکنتلا کو اپنے ایک مسلمان لڑکے جان محمد کی گود میں رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی عزت اور غیرت سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ آپ کی غیرت کو کچلنے کے لیے، آپ کا منہ بند کرنے کے لیے انہوں نے دو کروڑ روپے دیئے ہیں۔ سہاگن دیوی اور حمزہ خان کی چالبازی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ دیوراج پٹیل برسوں سے آپ کے دکھ درد میں شریک رہتے آئے ہیں۔ وہ آپ کے حقوق کے لیے لڑتے ہیں، مرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے سب سے پہلے انہیں گرفتار کروا دیا، انہیں آپ سے دور کر دیا۔ تاکہ آپ کی حمایت میں بولنے والا، آپ کے لیے لڑنے والا یہاں کوئی نہ رہے۔''

جینا اور کبریا کے خلاف بڑی تیزی سے مسائل پیدا ہو رہے تھے۔ دیوراج پٹیل حکومتی پارٹی کا بہت بڑا لیڈر تھا اور ایک شعبے کا وزیر بھی تھا۔ اس کی گرفتاری عارضی طور پر ہوئی تھی پھر اعلیٰ حکام نے اسے اپنی ضمانت پر رہا کروا دیا تھا اور اس کی گرفتاری پر اعتراض کر رہے تھے۔ وہاں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس نے کہا ''دیوراج پٹیل کے خلاف ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ آپ ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں پڑھ سکتے ہیں۔''

دیوراج پٹیل نے کبریا کے زیرِ اثر رہ کر اپنے جرائم کا اعتراف تحریری طور پر کیا تھا۔ وہ تفصیلی اعتراف نامہ دس صفحات پر مشتمل تھا پھر اس نے جرائم کے اعتراف میں جو کچھ لکھا تھا۔ اس کے ثبوت کے طور پر کئی دستاویزات بھی موجود تھیں۔ وہ ایسی دستاویزات تھیں، ایسے ٹھوس ثبوت تھے کہ دیوراج پٹیل کو پھانسی پر بھی چڑھایا جا سکتا تھا اور حکمران پارٹی یہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر کے ساتھ ایسا ہو اور ان کی پوری پارٹی بدنام ہو جائے۔ وہ اسے جھوٹ اور غلط ثابت کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

دیوراج پٹیل، مراری اور بھنڈاری نے کہا ''وہ اصل میں دیوی نہیں ہے۔ اس کے پاس کوئی آتما شکتی نہیں ہے۔ وہ شعبدے باز ہے۔ کسی حد تک جادو جانتی ہے۔ اس نے جادو کے ذریعے یا کسی شعبدہ بازی سے دیوراج پٹیل کو سحر زدہ کر کے اس سے جرائم کا اعتراف نامہ لکھوایا ہے۔''

کبریا ان سب کے دماغوں میں جا رہا تھا۔ ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اب اس کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس ملک کے اعلیٰ حکام بھی دیوراج پٹیل کی حمایت میں جدوجہد کر رہے تھے۔ اسے ہر حال میں الزامات سے بچا لینا چاہتے تھے۔ جینا نے کہا ''کبریا! اسے ان الزامات سے بچنا نہیں چاہیے۔ ورنہ وہ رہا ہونے کے بعد پھر ہندو مسلم فساد برپا کرا دے گا اور ہمارے خلاف ایسی تحریک چلائے گا کہ ہمارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔''

کبریا نے کہا ''میں سمجھ رہا ہوں کہ آئندہ کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن مشکل یہ ہے کہ میں تنہا کتنے لوگوں کے دماغوں میں جاؤں؟ میرے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہیں۔ وہ آ جائیں گے تب بھی پوری ہندو جنتا کے دماغوں میں نہیں جا سکیں گے۔ کیونکہ یہ لوگ جگہ جگہ جلسے کر کے سب ہی کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔''

کبریا فکرمند ہو گیا تھا کہ اسے ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ جو لوگ دیوراج پٹیل کو بچا لینا چاہتے ہیں، ان میں کئی یوگا کے ماہر ہیں۔ جن کے دماغوں میں وہ پہنچ نہیں پائے گا۔ یہ نہیں جان سکے گا کہ وہ پٹیل کو بدنامی اور الزام سے بچانے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟

ریسٹ ہاؤس کے سامنے کھلے میدان میں شامیانہ لگا کر اور ایک اونچا سا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ جینا نے ہندوؤں اور مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شام چار بجے سے چھ بجے تک ان سے ملاقات کرے گی اور ان کے درمیان بیٹھ کر باتیں کرے گی، ان کے دکھ درد سنے گی۔ ان کی مدد بھی کرے گی۔

اس وقت تک ہندو لیڈروں نے سہاگن دیوی کے خلاف محاذ آرائی کی انتہا کر دی تھی۔ ہندوؤں اور کچھ مسلمانوں کو اس قدر بھڑکا دیا تھا کہ اب وہ عقیدت مند بن کر دیوی سے ملنے نہیں آ رہے تھے۔ ان کے دلوں میں بڑی حد تک نفرتیں اور شکایتیں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے وہاں آئے تھے۔

جینا اور کبریا اس اونچے سے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے ہندو اور مسلمان ہزاروں کی تعداد میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جو عقیدت مند تھے وہ ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر باتیں کر رہے تھے اور ''دیوی جی کی جے'' کہہ رہے تھے۔ اس کے گن گا رہے تھے اور وہ جو مدد کر رہی تھی اس کا احسان مان رہے تھے۔

ایک ہندو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر کہا ''دیوی جی! آپ فرماتی ہیں کہ ہندو مسلمان ایک ہیں۔ ایک جیسا شریر، ایک جیسا دل اور دماغ رکھتے ہیں پھر آپ نے ہندو اور مسلمانوں کی الگ الگ مدد کیوں کی ہے؟ ہندوؤں کو صرف دو کروڑ روپے دیئے ہیں اور مسلمانوں کو دگنی سے زیادہ رقم دی گئی ہے۔''

جینا نے کہا ''آپ ذرا سمجھنے کی کوشش کریں۔ پچھلے فسادات میں ہندو صرف درجنوں کی تعداد میں مارے گئے ہیں یا انہوں نے نقصانات اٹھائے ہیں۔ ان کے مقابلے میں مسلمان ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے ہیں۔ ان کے گھر جلائے گئے ہیں۔ ان کے کاروباروں کو تباہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے بہت زیادہ نقصانات اٹھائے ہیں۔ لہذا اس حساب سے انہیں زیادہ رقم دی جا رہی ہے۔''

ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا ''آپ صرف فسادات میں مرنے والے اور نقصانات اٹھانے والے ہندوؤں کی گنتی کر رہی ہیں۔ یہ نہیں سمجھ رہی ہیں کہ عام حالات میں بھی ہندو کتنے غریب ہیں؟ اور کتنے بے روزگار ہیں۔ کتنی بیوائیں ہیں، کتنے یتیم ہیں؟ وہ ایک عرصے سے اپنی زندگیوں کو مشکل سے گزارتے آ رہے ہیں۔ آپ اس طرح گنتی کریں گی تو دکھ مصیبت اٹھانے والے ہندوؤں کی تعداد زیادہ نظر آئے گی۔''

''میں یہاں فسادات سے متاثر ہونے والے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مدد کرنے آئی ہوں۔ جہاں تک غربت اور بے روزگاری کا تعلق ہے تو ہمارے ہندوستان میں یہ مسائل آزادی کے دن سے چلے آ رہے ہیں۔ آج تک کسی حکمران نے اپنی جنتا کی غربت دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ سب ووٹ لینے کے لیے غریبی مٹانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حکمران بننے کے بعد غریبوں کو مٹانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔''

کبریا نے کہا ''یہ حکومت کا فرض ہے اور یہاں کی علاقائی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ یہاں کے غریب ہندوؤں اور مسلمانوں کی بہتری کے لیے ایک مثبت پروگرام بنائیں۔ ہم تھوڑی بہت مالی مدد تو کر سکتے ہیں مگر کسی کو روزگار نہیں دلا سکتے۔ یہ حکومت کا کام ہے۔ ہم کسی کو کاروبار سے نہیں لگا سکتے۔ یہ یہاں کی تنظیموں کا کام ہے کہ وہ آپس میں چندہ کر کے کسی کو روزگار سے لگائیں، کسی کی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے اسے آگے بڑھائیں۔''

ایک ہندو پہلوان نے مجمع سے اٹھ کر کبریا سے کہا ''اے! تم نہ بولو۔ ہم اپنی دیوی جی سے باتیں کر رہے ہیں۔ تم خاموش رہو۔''

اس پر مسلمانوں نے اٹھ کر کہا ''تم حمزہ خان صاحب سے اس طرح پیش نہیں آسکتے۔ ان سے تمیز سے بات کرو۔''

ہندوؤں نے اٹھ کر کہا ''کیا تم مسلمان ہمیں تمیز سکھانے آئے ہو؟ کیا ہم سے پھر جھگڑا کرنے اور مرنے آئے ہو؟''

جینا نے مائیک کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ''میں آپ سب سے بنتی کرتی ہوں، خاموش ہوجائیں۔ ایک دوسرے سے نہ بولیں۔ جسے بولنا ہو، وہ مجھ سے بولے۔''

ایک ہندو نے کہا ''ٹھیک ہے، ہم آپ ہی سے کہتے ہیں کہ ہم حمزہ خان کی باتیں نہیں سنیں گے۔ یہ مسلمان ہے اور ان کی حمایت میں بول رہا ہے۔''

جینا نے کہا ''بیٹھ جاؤ۔ بھگوان کے لیے بیٹھ جاؤ۔ میری بات سنو۔ یہ نہ کہو کہ حمزہ خان صرف مسلمان ہے۔ نہیں...... میں یا حمزہ خان پہلے انسان ہیں۔ یہ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ آپ سب میرے اور حمزہ خان کے اتحاد کو سمجھیں۔ یہ سبق حاصل کریں کہ آپس میں محبت ہو اتحاد ہو، تو کس قدر فائدہ پہنچتا ہے؟ حمزہ خان کی دولت اور میری محبت آپ کو فائدے پہنچا رہی ہے۔''

کبریا ایک طرف بیٹھا ہوا ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ بہت سے ہندو اور ان میں کچھ مسلمان بھی یہاں پھر سے اختلافات پیدا کرنے اور فسادات برپا کرنے آئے ہیں۔ صبح سے اب تک مراری اور بھنڈاری جیسے سیاسی لیڈروں نے انہیں اچھی طرح بھڑکایا تھا۔ وہاں مخالفت میں بولنے والے اتنے لوگ تھے کہ کبریا ان سب کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں اپنی طرف مائل نہیں کرسکتا تھا۔

جینا نے کہا ''کل میں ہندوؤں کے جلسے میں بھی تھی اور میں نے مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا تھا۔ تب لوگ ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ تب کسی نے میری مخالفت نہیں کی تھی۔ سب میری مانتے رہے تھے۔ آج بھی میں سچی اور جائز باتیں کہہ رہی ہوں لیکن دیکھ رہی ہوں کہ آپ میں سے کچھ لوگ خوامخواہ اختلافات پیدا کررہے ہیں۔ میں مخالفت کرنے والوں سے کہتی ہوں کہ صاف صاف کہہ دیں، وہ کیا چاہتے ہیں؟''

ایک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ''ہمارے دو مطالبات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہماری مدد کی جائے، ہمیں بھیک نہ دی جائے۔ اگر مسلمانوں کو پانچ کروڑ دیئے جاتے ہیں تو ہمیں دس کروڑ ملنے چاہئیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہم ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں ہمارے ہندو زیادہ بے روزگار، غریب اور محتاج ہیں۔''

ایک اور ہندو نے اٹھ کر کہا ''ہمارا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ صرف رقم دینے سے ہمارا ضمیر اور ہماری آتما مطمئن نہیں ہوگی۔ ہماری غیرت کا تقاضا ہے کہ ہمارے ہندو دھرم کی بیٹی ہماری ذات برادری سے تعلق رکھنے والی شکنتلا کو واپس لایا جائے۔ ایک مسلمان اسے بھگا کر لے گیا ہے۔ سب ہی جانتے ہیں، اس کا نام جان محمد ہے اور وہ یہاں کی ایک مل کا مالک ہے۔ اگر شکنتلا واپس نہ ملی تو ہم اس مل کو تباہ کردیں گے۔ اسے آگ لگادیں گے۔''

جینا نے کہا ''آپ اپنے ملکی قوانین کے خلاف باتیں کررہے ہیں۔ یہاں ہندو، مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں کو مل جل کر رہنے، ایک دوسرے سے شادیاں کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ گھر آباد کرنے کی اجازت ہے۔ ایسا ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر شہر میں ہورہا ہے۔ میں مثالیں دے چکی ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ کتنے ہی ہندوؤں نے مسلمان عورتوں سے شادیاں کی ہیں پھر جب کوئی مسلمان کسی ہندو عورت سے شادی کرتا ہے تو آپ اعتراض کیوں کرتے ہیں؟''

ایک شخص نے اٹھ کر کہا ''میں رشتے میں شکنتلا کا ماموں لگتا ہوں۔ ہم راجپوت ہیں۔ اپنی ذات برادری سے باہر اپنی لڑکی کسی کو نہیں دیتے۔ اگر ہمیں شکنتلا واپس نہ ملی تو یہ ہماری غیرت کو للکارنے والی بات ہوگی۔''

اب اس انداز میں چیلنج کیا جارہا تھا کہ جینا اور کبریا دونوں ہی پریشان ہوگئے تھے۔ وہ اپنی ذات برادری اور اپنی غیرت کی باتیں اٹھا کر تمام ہندوؤں کی حمایت حاصل کررہے تھے۔ کتنے ہی ہندو نعرے لگانے کے انداز میں مطالبے کررہے تھے کہ شکنتلا کو واپس لایا جائے۔ جان محمد کو اسی صورت میں معاف کیا جائے گا اور اسے یہاں اپنا کاروبار کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ جب ان کی ہندو لڑکی انہیں واپس مل جائے گی۔

پچھلے روز جو جلسہ ہوا تھا، اس میں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ شکنتلا ممبئی میں سہاگن دیوی کے پاس ہے اور جان محمد بھی وہاں پہنچا ہوا ہے۔ یہاں کے پولیس افسر نے فون کے ذریعے جان محمد سے باتیں کی تھیں۔ یہ تمام باتیں ہندوؤں اور مسلمانوں کو معلوم تھیں کہ شکنتلا اور جان محمد یہاں سے فرار ہونے کے بعد سہاگن دیوی کے بنگلے میں پناہ لے چکے ہیں۔

اب ہندو یہ کہہ رہے تھے کہ سہاگن دیوی نے جان بوجھ کر ایک ہندو لڑکی کو مسلمان کی آغوش میں پہنچایا ہے۔ یہ...... سراسر بے شرمی ہے۔ انہیں فوراً اس بنگلے سے نکالا جائے یا...

الگ رکھا جائے اور شکنتلا کو جلد سے جلد یہاں لایا جائے۔ یہ سب کچھ سہاگن دیوی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تو آج ہی ایسا کرسکتی ہے۔

ایسے مطالبات نے معاملے کو مزید پیچیدہ بنادیا تھا۔ شکنتلا اور جان محمد دل کی گہرائیوں سے ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ وہ کسی حال میں الگ نہیں ہوسکتے تھے۔ اپنی جان تو دے سکتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنے اور دور کرنے کا مطلب یہی ہوتا کہ انہیں جان بوجھ کر جیتے جی مرتے رہنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ان مخالف ہندوؤں کی تسلی کے لیے فی الحال تو کچھ کہنا ہی تھا۔ اس لیے جینا نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا ''میں شکنتلا اور جان محمد سے اس سلسلے میں بات کروں گی، انہیں سمجھاؤں گی، انہیں ایک دوسرے سے الگ کروں گی پھر شکنتلا کو آپ تک پہنچادوں گی۔ کسی کو سمجھانے اور اپنے فیصلے پر عمل کرانے کے لیے ذرا وقت لگتا ہے۔''

ایک نے کہا ''وقت نہیں لگے گا۔ آپ دیوی جی ہیں۔ سب ہی آپ کی بات مانتے ہیں۔ شکنتلا بھی آپ کی بات مانے گی۔''

جینا نے کہا ''تم غلط کہہ رہے ہو۔ سب ہی میری بات نہیں مانتے ہیں۔ اگر مانتے تو پہلے تم کیوں نہیں مان رہے ہو؟ ضد نہ کرو۔ مجھے تھوڑا سا وقت دو۔ میں یہ نہیں چاہوں گی کہ یہاں پھر سے فسادات برپا ہوں۔ میں ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے اور امن و امان قائم رکھنے کے لیے ان دونوں کو راضی کرلوں گی۔''

ان ہندوؤں کو سیاست دانوں نے بہت اچھی طرح بھڑکایا تھا۔ وہ وہاں مسائل پیدا کرنے آئے تھے۔ جب جینا نے ان کی تسلی کے لیے اتنا کچھ کہہ دیا اور یقین دلایا کہ ان کی ہندو لڑکی واپس کردی جائے گی تو انہوں نے ایک نیا مسئلہ اٹھایا۔ ایک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ''دیوی جی! آپ بھی ہندو ہیں۔ اونچی ذات کی برہمن ہیں۔ ہم یہ کیسے برداشت کریں کہ آپ ایک مسلمان کے ساتھ رہتی ہیں؟''

جینا نے پریشان ہوکر کبریا کی طرف دیکھا پھر اس کی مرضی کے مطابق کہا ''میں آپ لوگوں سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ ہم ہندو یا مسلمان بعد میں ہیں، پہلے انسان ہیں۔ یہ لاکھوں، کروڑوں روپے آپ لوگوں کی امداد کے لیے دیتے رہتے ہیں۔ اس لیے میں ان سے تعلق رکھتی ہوں۔ ان کے ساتھ جگہ جگہ جاتی آتی رہتی ہوں۔''

ایک اور ہندو نے اٹھ کر کہا ''ممبئی کے کتنے ہی دولت مند سیٹھ بھی لاکھوں کروڑوں روپے دے کر مدد کرتے ہیں مگر وہ تو آپ ساتھ نہیں گھومتے پھرتے؟ پھر یہ مسلمان آپ کے ساتھ کیوں رہتا ہے؟''

جینا نے ناگواری سے پوچھا ''کیا آپ لوگ میرے کردار پر شک کررہے ہیں؟''

''ہم جانتے ہیں، مانتے ہیں کہ آپ پارسا ہیں۔ آپ بہکنے والی نہیں ہیں لیکن دوسرا تو پارسا نہیں ہوسکتا۔ دوسرا تو بہکا سکتا ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ پر شبہ نہ کیا جائے تو بہتر ہے، آپ اس مسلمان سے دور رہیں۔ اگر اس کے دل میں ہمدردی ہے، اور یہ اپنی دولت سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتا ہے تو آپ سے دور رہ کر بھی کرسکتا ہے۔''

جینا کا دل ڈوب رہا تھا۔ کبریا سے دور رہنے کا تصور ہی اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ آخر وہی ہورہا تھا، جس کا اسے ڈر تھا۔ وہ شکنتلا اور جان محمد کے حالات دیکھ کر سہمی رہتی تھی۔ کبریا سے بھی کہہ چکی تھی کہ اس دیس میں ہندو مسلمان کے اتحاد کی بات سب ہی کرتے ہیں، مسلمان عورتوں سے شادیاں بھی کرتے ہیں لیکن جب کوئی مسلمان کسی ہندو لڑکی سے شادی کرنا چاہے تو اسے غیرت کا مسئلہ بنالیتے ہیں، فسادات برپا کردیتے ہیں۔ ہمارا کیا بنے گا؟

کبریا نے اسے سمجھایا تھا کہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا اور اب ایسا وقت آرہا تھا۔ وہ مخالفت کرنے والے ہزاروں ہندوؤں کے سامنے اسٹیج پر کھڑی ہوئی تھی۔ کبریا اس کے اندر تھا اور اس کی گھبراہٹ کو سمجھ رہا تھا۔ اسے تسلیاں دے رہا تھا ''تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا والے ہمیں لاکھ الگ کرنا چاہیں، مگر ہم جدا نہیں ہوں گے۔ تم ذرا حکمت عملی سے کام لو۔ فی الحال ان سے ایسی باتیں کرو کہ ان کی تسلی ہوجائے اور بات نہ بگڑے۔ یہ ہندو اپنے لیڈروں کے بہکانے پر یہاں بات بگاڑنے آئے ہیں۔''

وہ بولی ''کل صبح میں یہاں سے جارہی ہوں۔ حمزہ صاحب بھی چلے جائیں گے پھر مجھ جیسی ہندو لڑکی بھی آپ کو کسی مسلمان کے ساتھ نظر نہیں آئے گی۔''

''دیوی جی! ہم آپ کو جانے کے لیے نہیں کہہ رہے ہیں۔ آپ جب تک چاہیں، یہاں رہ سکتی ہیں لیکن آپ یہاں ایک رات بھی رہیں گی تو مسٹر حمزہ آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ انہیں اندھیرا ہونے سے پہلے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔''

کبریا کو ان کی ہٹ دھرمی، بے اعتمادی اور دشمنی پر غصہ آ رہا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ ابھی اٹھ کر مائیک کے سامنے آئے اور یہ اعلان کر دے کہ وہ ابھی، اسی وقت ان کی سہاگن دیوی کے ساتھ ممبئی واپس جا رہا ہے لیکن ایسا کرنے سے بات بگڑ جاتی۔ ان سے عقیدت رکھنے والے ہندو اور مسلمان انہیں وہاں سے جانے نہ دیتے اور دشمنی رکھنے والے انہیں چلے جانے پر مجبور کرتے۔ اس طرح ان کے درمیان پھر سے فسادات شروع ہو جاتے۔

اس نے اس وقت بڑے صبر و تحمل سے کام لیا۔ جینا نے اس کی مرضی کے مطابق کہا ''ٹھیک ہے۔ میں آپ لوگوں کو ناراض نہیں کروں گی۔ میں کہہ چکی ہوں، میں یہاں امن و امان قائم کرنے آئی ہوں اور اس کی خاطر میں حمزہ صاحب سے بھی الگ ہو جاؤں گی۔ یہ ابھی یہاں سے شہر چلے جائیں گے اور وہاں کسی ہوٹل میں قیام کریں گے۔ میں ان کے ساتھ ممبئی سے آئی ہوں۔ لہٰذا کل صبح ان کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی۔''

اس بات پر اس کے تمام عقیدت مند شور مچانے لگے۔ اعتراض کرنے لگے۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے ''دیوی جی! آپ اتنی جلدی نہیں جائیں گی۔ آپ یہاں رہیں گی، آپ کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے، جیسے سچ مچ کوئی دیوی ہمارے پاس آ گئی ہے۔ آپ ہمارے زخموں پر مرہم رکھ رہی ہیں، ہمارے دکھ درد دور کر رہی ہیں۔ بھگوان کے لیے...... آپ نہ جائیں۔''

اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کو کہا پھر کہنے لگی ''میری بہنو اور بھائیو! ہم سب کو ایسا عمل کرنا چاہیے جس سے بات کبھی نہ بگڑے بلکہ بنتی رہے۔ دوستی، محبت اور امن و امان قائم رہے۔ میں صرف اسی لیے جاؤں گی کہ میرے جانے سے آپ لوگوں کا بھلا ہو گا۔ یہاں رہوں گی تو پھر نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ یہاں کے سیاست دان اور مجھ سے دشمنی کرنے والے دیوراج پٹیل کبھی مجھے یہاں سکون سے نہیں رہنے دیں گے اور آپ لوگوں میں سے ایک ایک کو بھڑکاتے رہیں گے۔ کل تک جو لوگ میرے عقیدت مند تھے۔ وہ آج یہاں کھڑے ہو کر میری مخالفت میں بول رہے ہیں۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہاں میرے خلاف کیسی سازشیں کی جا رہی ہیں؟'' پھر وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ''میں آپ سے بنتی کرتی ہوں۔ یہ آپ کی اور میری بھلائی کے لیے ہے کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔ ورنہ یہ لوگ مجھے جانی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اگر مجھے کچھ ہو جائے گا تو کیا آپ لوگوں کو دکھ نہیں پہنچے گا۔''

بہت سے لوگ رونے لگے، بلند آواز میں بولنے لگے ''ہم آپ کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ آپ اپنی بھلائی کے لیے جو بہتر سمجھتی ہیں وہی کریں۔ ہم آپ کے سامنے سر جھکاتے رہیں گے۔''

وہاں سر جھکانے والے بھی تھے اور غرور سے سر اٹھا کر مخالفت کرنے والے بھی تھے اور اس وقت مخالفت کرنے والوں کا پلڑا بھاری تھا۔ ان کے اطمینان کے لیے اسے اور کبریا کو اب اس شہر سے بلکہ پورے گجرات سے نکل جانا چاہیے تھا۔ ورنہ یہ اندیشہ تھا کہ شکنتلا اور جان محمد کی طرح ان دونوں کو بھی جدا کر دیا جائے گا اور پھر کبھی ملنے نہیں دیا جائے گا۔

شام چھ بجے وہ جلسہ برخاست کر دیا گیا۔ کبریا ریسٹ ہاؤس سے اپنا سفری بیگ لے آیا۔ وہاں جانے اور آنے کے دوران میں وہ خیال خوانی کے ذریعے جینا کو سمجھاتا رہا ''تم فکر نہ کرو۔ میں شہر کے کسی ہوٹل میں رات گزاروں گا اور تمہارے دماغ میں رہ کر تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا پھر کل صبح کی فلائٹ سے ہم ممبئی چلے جائیں گے۔''

''کبریا! پچھلی رات مجھ پر قاتلانہ حملے ہونے والے تھے۔ اگر تم نہ ہوتے تو دھیرج یا انسپکٹر ٹھاکرے اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہو جاتے۔ اگر آج بھی ایسا ہوا تو کیا ہو گا؟''

''میں مسلسل تمہارے دماغ میں رہنے کی کوشش کروں گا۔ کبھی دوسری مصروفیت ہو گی یا دشمنوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے دوسری طرف خیال خوانی کرتا رہوں گا تو تم میرے موبائل پر بیل دو گی۔ میں فوراً ہی تمہارے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ اس ہوٹل کا بھی فون نمبر دوں گا۔ جہاں آج رات قیام کروں گا۔''

وہ تمام عقیدت مندوں اور تمام مخالفین کے سامنے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے شہر کی طرف چلا گیا۔ ایک عقیدت مند نے جینا سے کہا ''ہم کچھ لوگ آج کی رات اس ریسٹ ہاؤس کے اندر اور باہر رہ کر آپ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح ہم آپ کی کچھ سیوا کر سکیں گے۔''

وہ بولی ''نہیں...... اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آرام سے اور حفاظت سے یہاں دن رات گزاروں گی۔ مجھے کسی بھی محافظ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہتی۔ یہ مجھے ناگوار سا لگتا ہے کہ خود رات بھر آرام سے سوتی رہوں اور آپ لوگ میرے لیے رات کو جاگتے رہیں۔ آپ اس یقین کے ساتھ جائیں کہ مجھے کچھ نہیں

ہو گا۔''

اس کے سمجھانے کے باوجود رات آٹھ بجے تک کتنی ہی عورتیں اور مرد ریسٹ ہاؤس سے باہر اس کی خدمت کے لیے موجود رہے۔ عورتیں اس کے کمرے میں آ کر صفائی کرتی رہیں۔ انہوں نے باورچی کو کھانا پکانے نہیں دیا۔ خود پکا کر اسے کھلایا پھر آٹھ بجے کے بعد وہ سب چلے گئے۔ باہر سناٹا اور ویرانی چھا گئی۔ جینا نے دوازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر لیا۔

کبریا شہر کے ایک ہوٹل میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں ایک کمرے میں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے جینا کو اطمینان دلا رہا تھا کہ وہ آتا جاتا رہے گا۔ ابھی تھوڑی دیر کے لیے دشمنوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہے۔

یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ دیوراج پٹیل کے گرفتار ہونے کے بعد اس کے ساتھی مراری اور بھنڈاری کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے تو صبح سے اب تک ہندوؤں کو خوب بھڑکایا تھا اور ان کی مرضی کے مطابق نتائج برآمد ہو رہے تھے۔ وہ کامیاب ہو رہے تھے۔ جینا اور کبریا کو وہاں سے جانے پر مجبور کر رہے تھے۔

کبریا مجبور ہونا نہیں جانتا تھا لیکن ان حالات میں دانشمندی یہی تھی کہ گجرات سے چلا جائے۔ ورنہ پھر وہاں ہندو مسلم فساد برپا ہو سکتے تھے۔ ویسے وہ دونوں ممبئی میں بھی ایک ساتھ نہیں رہتے تھے۔ بہت محتاط ہو کر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔

اس نے مراری اور بھنڈاری کے خیالات پڑھے تو ایک دم سے حیران رہ گیا۔ پتا چلا کہ دیوراج پٹیل کو رہا کر دیا گیا ہے اور اس پر لگے تمام الزامات غلط ثابت ہوئے ہیں۔

کبریا نے فوراً ہی انسپکٹر جنرل آف پولیس کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ بہت پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہو گیا؟

اس نے دیوراج پٹیل کا لکھا ہوا اعتراف نامہ اور دیگر دستاویزات وغیرہ کو ایک فائل میں رکھا تھا۔ آج سے پہلے اس کے دفتر سے ایک فائل کی بھی چوری نہیں ہوئی تھی لیکن اس فائل کو چرا لیا گیا تھا۔ وہ حیران تھا کہ کس نے ایسا کیا ہے؟

اس نے سختی سے انکوائری کی تھی۔ دفتر کے چپڑاسی سے لے کر اپنے تمام ماتحت افسران کا محاسبہ کیا تھا لیکن سب ہی قسمیں کھا رہے تھے کہ کسی نے اس فائل کو ہاتھ لگانا تو دور کی بات ہے۔ اسے دور سے بھی نہیں دیکھا ہے۔

اعلیٰ حکام دیوراج پٹیل کی گرفتاری پر ناراض تھے۔ اسے مجرم نہیں مان رہے تھے۔ اس صوبے کے گورنر نے آئی جی پولیس سے کہا تھا کہ اگر دیوراج کے خلاف تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہے تو میں شام کے پانچ بجے تمہارے دفتر میں آ رہا ہوں اور وہ تمام ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔

صوبے کے گورنر نے یہ بات صبح کہی تھی اور دوپہر ہونے سے پہلے ہی اس فائل کو چرا لیا گیا تھا۔ شام پانچ بجے گورنر آنے والا تھا۔ آئی جی نے اپنے طور پر بڑی کوشش کی کہ کسی طرح چوری کی ہوئی فائل برآمد کر لی جائے لیکن ناکام رہا۔ اس نے فون کے ذریعے گورنر کو اطلاع دی کہ ''جناب! آپ آنے کی زحمت نہ کریں۔ وہ تمام ثبوت جو ایک فائل میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ فائل میرے دفتر سے غائب ہو گئی ہے۔ کوئی سازش کی گئی ہے کسی نے اس فائل کو چرا لیا ہے۔''

گورنر نے ناراض ہو کر کہا ''تم فضول باتیں کرتے ہو۔ خوامخواہ اتنے بڑے سیاسی لیڈر کو گرفتار کیا اور ہماری پارٹی کو بدنام کر رہے ہو۔ اسے فوراً رہا کرو۔ ورنہ تمہارے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔''

اب چونکہ دیوراج پٹیل کے خلاف کوئی ثبوت نہیں رہا تھا، اس لیے آئی جی پولیس نے مجبور ہو کر دیوراج پٹیل کو رہا کر دیا تھا۔

کبریا نے جتنی آسانی سے پٹیل کو مجرم ثابت کیا تھا۔ پٹیل اتنی ہی آسانی سے رہا بھی ہو گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ فائل کو کس نے چرایا ہے؟ اور اب وہ فائل کہاں ہے؟ اسے دوبارہ آئی جی پولیس تک کیسے پہنچایا جا سکتا ہے؟ یہ سب کبریا کے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن کسی کو آلہ کار بنا کر وہ فائل حاصل کرنے سے اور ان کی چھپائی ہوئی جگہ سے فائل کو لے کر آئی جی تک پہنچانے سے اس بات کا شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ سب کچھ یا تو جادو سے ہو رہا ہے یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے......

اس ملک کے تمام اعلیٰ حکام دیوراج پٹیل کے حمایتی تھے۔ اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ اگر اس پر دوبارہ الزام لگایا جاتا تو وہ پھر اسے بچا سکتے تھے۔ قانون ان کے ہاتھوں میں تھا وہ کچھ بھی کر سکتے تھے۔ لہٰذا کبریا نے سوچا کہ ان شیطانوں سے نمٹنے کے لیے اسے وہاں نہیں رہنا ہے۔ دوسری صبح چلے جانا ہے۔ اس چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ وہاں کے دو چار معزز مسلمان اس سے ملنے آئے تھے اور اس سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ یہ شہر چھوڑ کر نہ جائے۔

اس نے کہا ''میں بہت مجبور ہوں۔ میرے اور دیوی جی کے یہاں ساتھ رہنے سے پھر فساد برپا ہو سکتے ہیں۔ ہمارا جانا ضروری ہے۔''

اس نے دو کروڑ کا چیک لکھ کر دستخط کیے پھر انہیں دیتے ہوئے کہا ''مسلمان بھاری تعداد میں تباہ اور برباد ہوئے ہیں۔ میں ان کے لیے مزید چیک لکھ رہا ہوں۔ آئندہ بھی ضرورت ہو تو میرے موبائل فون پر رابطہ کریں۔ آپ کے پاس میرا نمبر ہے۔ اب میں سونا چاہوں گا۔ لہٰذا مجھے اجازت دیں۔''

وہ اس سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی کبریا نے اندر سے دروازہ بند کیا پھر جینا کے پاس جا کر اس کی خیریت معلوم کی۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی کروٹیں بدل رہی تھی۔ ایک تو تنہائی کی وجہ سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ دوسری یہ بے چینی تھی کہ کبریا اس سے رابطہ کرنے میں دیر کر رہا تھا۔ جب اس نے اسے مخاطب کیا تو اس نے اطمینان کی سانس لی پھر پوچھا ''کہاں رہ گئے تھے؟''

''میں ضروری معلومات حاصل کر رہا تھا۔ دیوراج سیاسی چالیں چل کر رہائی حاصل کر چکا ہے۔ اب ہم اس معاملے میں نہیں پڑیں گے۔ صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔''

''وہ پٹیل جانے کیوں مجھے قتل کروانا چاہتا تھا؟ کیا وہ مجھے یونہی زندہ ممبئی جانے کے لیے چھوڑ دے گا۔''

''فکر نہ کرو۔ میں ابھی اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔''

وہ پٹیل کے اندر پہنچ گیا۔ جینا کا اندیشہ درست تھا۔ اس وقت اس کے بنگلے میں دو کرائے کے قاتل اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ وہ ان سے سخت لہجے میں کہہ رہا تھا ''پہلے تم دونوں یہ کام کرو گے۔ اس دیوی کو قتل کرنے سے پہلے شراب کی ایک بوند بھی حلق سے نہیں اتارو گے۔ تم لوگوں کو جب نشہ ہو جاتا ہے تو پھر بنتا ہوا کام بھی بگڑ جاتا ہے۔ کم بخت انسپکٹر ٹھاکرے کو وہ ریسٹ ہاؤس نظر نہیں آ رہا تھا، بکواس کر رہا تھا کہ اسے سہاگن دیوی چرا کر لے گئی ہے۔''

ان دونوں قاتلوں نے کہا ''ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں، شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں پئیں گے۔ ہم پہلے آپ کا کام کریں گے، آپ کو خوش خبری سنائیں گے، انعام لیں گے پھر اس کے بعد جشن منانے کے لیے شراب کو ہاتھ لگائیں گے۔''

کبریا نے پٹیل کے اندر جینا کے لب و لہجے اور اس کی آواز میں کہا ''اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا......''

وہ ایک دم سے گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا ''یہ آواز پھر سنائی دے رہی ہے۔ کیا دیوی کو میرے اس منصوبے کا علم ہو رہا ہے؟''

پھر اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں۔ وہ پاکھنڈی ہے، فریبی ہے۔ اسے نہیں معلوم ہو سکتا......''

اس نے دونوں قاتلوں سے کہا ''یہاں کیا کھڑے ہو؟ جاؤ......فوراً اس کا کام تمام کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وہاں سے فرار ہو جائے۔''

ان قاتلوں میں سے ایک نے کبریا کی مرضی کے مطابق اپنا ریوالور نکال کر اسے چیک کیا پھر کہا ''یہ ریوالور پوری طرح لوڈ ہے مگر اسے آزمانا ہوگا کہ یہ صحیح چلتا ہے یا نہیں......؟''

یہ کہہ کر اس نے دیوراج پٹیل کا نشانہ لیا۔ پٹیل گھبرا کر پیچھے ہٹنا چاہتا تھا۔ لڑکھڑا کر گرتے گرتے صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا ''یہ کیا کر رہے ہو؟''

اس قاتل کے ساتھی نے بھی پوچھا ''یار! یہ کیا مذاق ہے؟''

اس نے اپنے ساتھی سے کہا ''تم اپنا ریوالور مجھے دو۔'' اس کے ساتھی نے اپنا ریوالور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا ''آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟''

وہ ریوالور لے کر بولا ''اب تم بھی نہتے ہو گئے ہو۔ میں جو کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے اس سے نہیں روکو گے۔''

یہ کہہ کر اس نے دیوراج کے ایک پاؤں میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر تڑپتا ہوا صوفے سے نیچے گر پڑا۔ کبریا نے اس کے اندر کہا ''اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا......''

پٹیل فرش پر گھسٹتا ہوا فون کے قریب آیا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر آئی جی پولیس کی آواز سنائی دی ''ہیلو......''

اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا ''میں...... دیوراج پٹیل بول رہا ہوں۔ یہاں جلدی پولیس فورس کے ساتھ آئیں۔ سہاگن دیوی مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔''

آئی جی نے حیرانی سے پوچھا ''سہاگن دیوی تو ریسٹ ہاؤس میں ہے؟ میرے آدمی دور ہی دور سے اس کی نگرانی کر رہے ہیں تاکہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانے وہاں سے یہاں کیسے آ سکتی ہے؟''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ''اس نے میری ٹانگ میں گولی ماری ہے۔ اگرچہ وہ میرے سامنے موجود نہیں ہے

لیکن مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"
"تمہاری بکواس سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تم بڑی چالا کی سے رہائی حاصل کر چکے ہو۔ اب پاگلوں کی طرح باتیں کر کے مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟"
"میں پاگل نہیں ہوں۔ ہوش میں ہوں۔ اس وقت وہ شمبھو میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور ہے۔ اس نے میری ایک ٹانگ میں گولی ماری ہے۔ آپ کی پولیس اس قاتل کو تلاش کر رہی ہے لیکن یہ ہاتھ نہیں آ رہا ہے۔ اس وقت میرے سامنے، میرے بنگلے کے اندر موجود ہے۔ آپ فوراً آئیں۔"
"ابھی تم کہہ رہے تھے کہ سہاگن دیوی تمہیں قتل کرنا چاہتی ہے؟ اور اب تم ایک قاتل شمبھو کی بات کر رہے ہو۔ سچ کیا ہے؟ کیا تم نشے میں ہو؟"
وہ غصے سے چلا کر بولا "تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے؟ یہاں کیوں نہیں آتے؟ جلدی آؤ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"
اس قاتل شمبھو نے کبریا کی مرضی کے مطابق دوسرا فائر کیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے بازو میں لگی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ دوسری طرف آئی جی نے فائر کیا آواز اور اس کی چیخ سن کر کہا "ہاں۔ میں گولی چلنے کی آواز سن رہا ہوں۔ تم چیخ رہے ہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"
وہ دو گولیاں کھا چکا تھا۔ تکلیف کی شدت سے ریسیور چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ شمبھو کو رحم طلب نظروں سے دیکھ کر بولا۔ "پلیز۔ مجھے گولی نہ مارو۔ مجھ سے جتنی رقم چاہو، لے لو۔ تم اچانک میرے دشمن کیوں بن گئے ہو؟"
شمبھو نے کہا "تم سہاگن دیوی کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ میں ان کا عقیدت مند ہوں۔ وہ سب کی بھلائی کے لیے یہاں آئی ہیں اور تم بھلائی کا راستہ روک دینا چاہتے ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ میں تمہاری زندگی کا راستہ ہمیشہ کے لیے روک دوں۔ یہ تیسری گولی تمہاری زندگی کی آخری خوراک ہوگی۔"
اس نے نشانہ لیا۔ پٹیل کے اندر سہاگن دیوی کی آواز ابھری "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا......"
وہ فوراً ہی تڑپ کر، دونوں ہاتھ جوڑ کر خلا میں تکتے ہوئے بولا "دیوی جی! مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بہت بڑی بھول ہوئی۔ میں آپ کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اب میں آپ کی آتما شکتی کا قائل ہو گیا ہوں۔ مجھے ایک بار معاف کر دیں۔ میں ساری زندگی آپ کے چرنوں میں جھکا رہوں گا۔ کبھی سر اٹھا کر بات نہیں کروں گا۔"
مجبوری سے سر جھکانے والوں کو موقع ملے تو وہ سر قلم کر دیتے ہیں۔ کبریا اس کی سیاست کو اور مکاریوں کو خوب سمجھ رہا تھا۔ اس نے آخری بار اس کے اندر کہا "اوم نمستے وا۔ اوم نمستے وا......"
ٹھائیں کی آواز کے ساتھ تیسری گولی چلی پھر خاموشی چھا گئی۔

☆☆☆

فرمان انیتا کے ساتھ ممبئی کے ایک علاقے میں رہنے لگا تھا۔ انہوں نے ایک بنگلا کرائے پر حاصل کر لیا تھا۔ چند جعلی دستاویزات کے ذریعے اپنی ایک سماجی حیثیت بنالی تھی۔ تاکہ کوئی ان پر شبہ نہ کرے۔
اس نے اپنے آپ کو ایک عالمی شہرت والا نجومی ظاہر کیا تھا۔ جنوبی افریقا کے ایک شہر سن سٹی سے آیا تھا۔ اس کے پاس وہاں کے ڈاکومینٹس وغیرہ موجود تھے۔ وہ ایک نجومی کی حیثیت سے بڑے بڑے اخبارات میں اپنے اشتہار چھپواتا تھا۔ ہر دوسرے تیسرے دن دولت مند عورتیں اور مرد اس کے پاس آنے لگے تھے۔ وہ ان سے باتیں کرتا تھا، ان کے خیالات پڑھتا تھا۔ ان کے ماضی اور حال کے متعلق جانتا تھا پھر ان کے صحیح حالات بتاتا تھا تو وہ سب متاثر ہو جاتے تھے۔ اسے منہ مانگی رقم دیا کرتے تھے۔
جب تک کوئی گاہک فون پر رابطہ نہیں کیا کرتا تھا۔ اس سے ملاقات کا وقت مقرر نہیں کرتا تھا۔ تب وہ اس سے ملنے سے انکار کر دیا کرتا تھا اور جو وقت مقرر کرنے کے لیے فون کرتا تھا۔ وہ اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ جب یہ یقین ہو جاتا تھا کہ آنے والا گاہک یوگا کا ماہر نہیں ہے اور اس کے خیالات پڑھے جا سکتے ہیں تو پھر وہ اسے ملاقات کا وقت دے دیا کرتا تھا۔
وہ بظاہر ایک کامیاب نجومی کی زندگی گزار رہا تھا اور یہ ظاہر کر رہا تھا کہ خوب دولت کما رہا ہے۔ جبکہ وہ بلیک میلنگ کے ذریعے دولت کما رہا تھا اور بہت جلد وہاں ایک بنگلا خریدنے والا تھا اور وہیں رہائش اختیار کرنے والا تھا۔
اگرچہ وہ اعلیٰ بی بی سے اور ہم سب سے جدا ہو گیا تھا لیکن ہمارا بہت ہی فرمانبردار تھا اور ہم سے بہت محبت کرتا تھا۔ میں نے اس سے کہا تھا، کسی طرح چنڈال کو تلاش کرے کہ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا تھا؟ اور وہ اسی فکر میں تھا۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔
ایک روز ایک لڑکی نے اسے فون پر مخاطب کیا اور کہا۔ "میں عالمی شہرت رکھنے والے نجومی بسواس چیٹرجی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"
فرمان نے کہا "میں ہی بسواس چیٹرجی ہوں۔ فرمایئے؟"
"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ اپنے ہاتھ کی لکیریں دکھا کر اپنے مستقبل کا حال معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"
اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ یقین ہو گیا کہ وہ اس کے خیالات پڑھ سکے گا۔ اس نے فوراً ہی کہا "ٹھیک ہے۔ آج شام پانچ بجے آ سکتی ہو۔"
اس نے رابطہ ختم کرنے کے بعد اس کے خیالات پڑھے۔ اس لڑکی کا نام بیلا اوبرائے تھا۔ اس کا باپ مہیش اوبرائے بہت مشہور تاش کا کھلاڑی تھا۔ بہت ہی شاطر پتے باز تھا۔ اس نے پتے بازی کی مہارت کے ذریعے خوب دولت کمائی تھی۔
بیلا اپنے باپ سے متاثر تھی۔ بچپن ہی سے تاش کے ایک ایک پتے کو پہچاننے اور کھیلنے کا فن سیکھتی رہی تھی۔ جوان ہونے کے بعد اس نے باپ سے ایک الگ راستہ اختیار کیا۔ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتانے کا ہنر سیکھتی رہی۔
اس میں خداداد صلاحیتیں اور ذہانت موجود تھی۔ اس نے اپنی محنت اور لگن سے بڑی مہارت حاصل کی۔ اپنے عزیز واقارب دوست واحباب میں سے کسی کو بھی تاش کے پتوں کے ذریعے ان کی قسمت کا حال بتاتی تھی تو وہ حیران رہ جاتے تھے۔ وہ کسی کو بھی گزری ہوئی زندگی کی سچی تصویر پیش کر سکتی تھی اور آنے والی زندگی کے حالات اشاروں کنایوں میں بتاتی تھی۔ مستقبل کی بھی تھوڑی سی تصویر پیش کرتی تھی مگر واضح انداز میں نہیں بولتی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟
لیکن سننے اور سمجھنے والے اپنے حالات اور واقعات کے پیش نظر اس کی باتیں سن کر اندازہ کر لیتے تھے کہ آئندہ کیا ہو سکتا ہے؟
وہ ٹھیک شام کے پانچ بجے اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی بنگلے کے احاطے میں آئی۔ فرمان نے باہر آ کر اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ بہت ہی خوب صورت اور اسمارٹ لڑکی تھی۔ یہ معلوم کر چکا تھا کہ کتنی باصلاحیت ہے۔ باہر سے بھی وہ بہت ہی پرکشش اور جاذب نظر آ رہی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی کار سے باہر آئی پھر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی "میں بیلا اوبرائے ہوں۔"
اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "اندر آ جاؤ۔ میں تمہارے ہاتھ کی لکیریں دیکھوں گا۔"
اس نے اپنے بنگلے میں ایک دفتری کمرا بنوایا تھا۔ جہاں وہ وزیٹرز سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ وہاں اس نے انیتا سے اس کا تعارف کرایا پھر اس سے کہا "یوں تو دنیا کا ہر شخص اپنے مستقبل کا حال معلوم کرنا چاہتا ہے۔ یہ فطری تقاضا ہے پھر بھی میں ہر آنے والے سے پوچھتا ہوں۔ تم سے بھی پوچھ رہا ہوں کہ تم اپنے مستقبل کے بارے میں کیوں جاننا چاہتی ہو؟"
"کسی بھی انسان کو ایک پردے کے سامنے کھڑا کر دو اور اسے یہ نہ بتاؤ کہ پردے کے پیچھے کیا ہے تو وہ اسے جاننے کے لیے بے چین ہوتا رہے گا۔ کوئی نہ کوئی تدبیر کرتا رہے گا کہ کسی طرح پردے کے پیچھے جو کچھ ہے اسے معلوم کر لے۔ کیونکہ یہ فطری تجسس ہے۔"
وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میرے مستقبل کے سامنے پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ اس پردے کے پیچھے کیسی زندگی ہے؟ کوئی بھی شخص آنکھیں بند کر کے آگے بڑھنا نہیں چاہتا۔ آنکھیں کھلی رکھ کر راستہ دیکھ دیکھ کر چلنا چاہتا ہے۔ اسی طرح میں مستقبل کا ایک ایک راستہ دیکھ کر آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔ اسی لیے ہاتھ کی لکیریں دکھانے آئی ہوں۔"
یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا بایاں ہاتھ فرمان کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے دونوں ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگا۔ اس نے پراسرار علوم جاننے والی ام عمارہ کے ساتھ رہ کر ہاتھوں کی لکیروں کو بھی پڑھنا سیکھا تھا مگر اس میں بہت زیادہ مہارت حاصل نہیں تھی۔ اسی لیے وہ خیال خوانی کے ذریعے دور تک معلومات حاصل کر لیتا تھا۔
وہ اس کے ہاتھ کی لکیروں کو تھوڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر بولا "تمہاری زندگی میں باون نمبر کی بہت اہمیت ہے۔ باون یعنی پانچ اور دو۔ یہ عدد مل کر سات بنتے ہیں لکی سیون! سات خوش قسمتی کا عدد ہے۔ تم ایک سے باون نمبر تک اتنی مہارت رکھتی ہو کہ ان نمبروں کے ذریعے دوسروں کی قسمت کا حال بتا دیتی ہو۔ یہ کیسے کرتی ہو؟ میں تم سے پوچھوں گا۔"
وہ اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "آپ! واقعی ماہر نجومی ہیں۔ میں تاش کے باون پتوں سے کھیلتی ہوں اور ایک ایک پتے سے ایک ایک کی قسمت کا حال بتا دیتی ہوں۔"
"تعجب ہے جب تم تاش کے پتوں سے دوسروں کو مستقبل کا حال بتا دیتی ہو تو پھر اپنے مستقبل کے بارے میں

کیوں نہیں معلوم کرلیتیں؟''

''میں نے اپنے بارے میں بھی معلوم کیا تھا لیکن وضاحت سے معلوم نہیں ہوسکا۔ میں سوچتی تھی کہ کسی ماہر نجومی سے رجوع کروں گی پھر اخبارات میں آپ کا نام پڑھا تو سوچا شاید آپ میری کچھ مدد کریں گے۔ اسی لیے یہاں آئی ہوں۔''

فرمان اس کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے بولا ''تم بہت دولت مند ہو۔ بڑے آرام و آسائش کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو۔ تمہیں صرف ایک ہی بات کی فکر ہے کہ تمہارا جیون ساتھی کیسا ہوگا؟ تم اسے کئی بار خواب میں دیکھ چکی ہو مگر اس کی صورت واضح نہیں ہوتی پھر بھی خواب بتاتے ہیں کہ وہ خوب رو ہے۔ قد آور اور صحت مند ہے۔ ایک دن وہ تمہاری زندگی میں آئے گا لیکن یہ نہیں معلوم کہ کب آئے گا؟ یہ معلوم نہیں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں بھی کسی خاص دن کی طرف اشارہ نہیں کرسکتا۔ یہ قسمت کے کھیل ہیں۔ پتا نہیں تمہاری قسمت کب تم پر مہربان ہوگی؟''

انیتا ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی پھر اس نے پوچھا ''کیا تمہارا جو آئیڈیل ہے۔ جس کا تمہیں انتظار ہے وہ شادی شدہ ہوگا یا کنوارہ؟''

یہ کہتے ہوئے انیتا نے فرمان کی طرف دیکھا۔ فرمان اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ رہا تھا کہ انیتا اندر ہی اندر بیلا اوبرائے کے حسن و شباب کو دیکھ کر احساسِ کمتری میں مبتلا ہورہی ہے۔ سوچ رہی ہے کہ کہیں اس کے حسن و شباب کا جادو اس کے انیل شرما پر نہ چل جائے۔

بیلا نے پھر اپنا بایاں ہاتھ فرمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''ہاں۔ مجھے یہ بھی بتائیں کہ جو میری زندگی میں آنے والا ہے۔ وہ شادی شدہ ہوگا یا کنوارہ؟''

فرمان نے اس کے ہاتھ کو توجہ سے دیکھتے ہوئے کہا ''وہ...... کنوارہ تو نہیں ہوگا لیکن شادی شدہ بھی نہیں ہوگا۔''

یہ بات سن کر انیتا کو اطمینان ہوا کیونکہ وہ انیل شرما سے مندر میں جاکر شادی کرچکی تھی۔ بیلا نے کہا 'وہ کنوارہ بھی نہیں ہوگا۔ شادی بھی نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی پلے بوائے ہوگا ہرجائی ہوگا۔ ایک پھول سے دوسرے پھول پر منڈلاتا ہوگا؟''

''سوری...... میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ تمہارے اس آئیڈیل کا ہاتھ دیکھنے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں کہ وہ ہرجائی ہوگا یا تم سے سچی محبت کرے گا۔''

فرمان نے کہا ''ڈاکٹر خود اپنا علاج نہیں کرتے۔ کسی دوسرے ڈاکٹر سے علاج کراتے ہیں۔ اسی طرح نجومی اپنے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں کرپاتے۔ تم بھی اپنی زندگی میں آنے والے کے بارے میں پوری طرح نہیں جان پارہی تھیں۔ میں نے کسی حد تک واضح کردیا۔ اسی طرح میں اپنے بارے میں بہت کچھ نہیں جانتا۔ ہوسکتا ہے تم تاش کے پتوں کے ذریعے مجھے کچھ بتادو۔''

''جو کچھ میں معلوم کرسکوں گی ضرور بتاؤں گی۔''

وہ بولا ''میں انیتا کے پتاجی کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔ وہ کہیں گم ہوگئے ہیں۔''

بیلا اوبرائے نے انیتا سے کہا ''اگر تم اپنے پتاجی کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو تو میرے سامنے آکر بیٹھو۔''

وہ خوش ہوگئی۔ اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔ بیلا نے اپنے پرس میں سے تاش کے پتوں کی گڈی نکالی پھر اسے اچھی طرح پھینٹنے کے بعد اسے انیتا کے سامنے رکھ کر کہا ''اسے کاٹو......''

انیتا نے گڈی میں سے کچھ پتے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے۔ بیلا نے باقی پتوں کو پھر پھینٹا۔ اس کے بعد اس نے پندرہ پتے بیلا کے سامنے ایک قطار میں رکھے پھر کہا ''ان میں سے ایک پتا اٹھا کر دو۔''

انیتا نے ان پتوں کو یہاں سے وہاں تک دیکھا پھر بیچ میں سے ایک پتا اٹھا کر اسے دیا۔ اس نے اس پتے کو الٹ کر دیکھا۔ وہ بادشاہ تھا پھر اس نے کہا ''اب دوسرا پتا اٹھا کر دو۔''

اس نے ایک اور پتا اٹھا کر دیا۔ اس نے الٹ کر دیکھا تو وہ اکا تھا۔ بیلا اوبرائے ان دونوں پتوں کو توجہ سے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی پھر بولی ''تمہارے پتاجی ایک غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس صلاحیت کی وجہ سے وہ بادشاہ جیسے ہیں لیکن اس بادشاہ پر اِکا حاوی ہوگیا ہے۔ وہ اس اِکے کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔''

انیتا نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''تم بالکل سچ کہہ رہی ہو۔ میرے پتاجی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں اور انہیں آرمی والوں نے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ یہ ہمیں معلوم نہیں ہورہا ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے؟ پلیز...... بتاؤ، ہم انہیں کہاں تلاش کریں؟''

اس نے اس بار پورے باون پتوں کو پھینٹ کر اس کے سامنے پھیلایا پھر کہا ''اس میں سے ایک پتا اٹھا کردو۔''

انیتا نے ایک پتا اٹھا کر اسے دیا۔ اس نے اسے الٹ کر

دیکھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسے دیکھتی رہی، سوچتی رہی پھر بولی ''میں صحیح جگہ نہیں بتاسکتی لیکن اشارے مل رہے ہیں۔''

فرمان نے کہا ''ہمیں وہ اشارے ہی بتادو۔''

وہ بولی ''برف پوش پہاڑیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ ان پہاڑیوں کے درمیان کہیں ہیں۔ تم کہتی ہو، انہیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے مگر مجھے وہ قیدی نہیں لگ رہے ہیں۔ ان کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ ان مجبوریوں نے انہیں باندھ رکھا ہے لیکن کچے دھاگے سے بندھے ہوئے ہیں۔ کسی وقت بھی انہیں توڑ سکتے ہیں۔''

انیتا نے خوش ہوکر فرمان کو دیکھا۔ وہ سوچ میں گم تھا پھر اس نے اسی وقت مجھے مخاطب کیا پھر کہا ''سر! اس وقت ایک لڑکی میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کا نام بیلا اوبرائے ہے۔ یہ تاش کے پتوں کے ذریعے بہت سی ڈھکی چھپی باتیں بتاسکتی ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ چنڈال جوگیا کو برف پوش پہاڑیوں کے درمیان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ یہ صحیح جگہ نہیں بتاسکتی پھر بھی ہمیں وہ علاقہ معلوم ہوگیا ہے۔ یہاں ہماچل پردیش میں ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیاں ہیں۔ اسے وہیں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔''

میں نے کہا ''مجھے اس لڑکی کے دماغ میں پہنچاؤ۔''

فرمان نے اس لڑکی کو مخاطب کیا۔ وہ اس سے باتیں کرنے لگی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ وضاحت سے نہیں بتاسکتی تھی کہ چنڈال کو کس جگہ رکھا گیا ہے؟ اور وہ کس حال میں ہے؟ اس کے خیالات اتنا بتارہے تھے کہ وہ قیدی بن کر رہنے کے باوجود قیدی نہیں ہے اور کسی وقت بھی زنجیریں توڑ کر نکل سکتا ہے۔

ہماچل پردیش بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ وہاں اسے آسانی سے تلاش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان چھ افسران نے اسے بڑی رازداری سے چھپا کر رکھا ہوگا۔ خود فوجی وردی میں نہیں ہوں گے۔ وہ سب سادے لباس میں عام شہریوں کی طرح رہتے ہوں گے۔

میں نے الپا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سے کہا کہ وہ چند آرمی افسروں کے دماغوں میں جائیں۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر مجبور کریں کہ وہ چھٹیاں لے کر ہماچل پردیش جائیں اور وہاں ان چھ یوگا جاننے والے افسران کو تلاش کریں۔ وہ انہیں چہروں سے پہچانتے ہوں گے اور آسانی سے انہیں تلاش کرسکیں گے۔

وہ تینوں چند آرمی افسران کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے چلے گئے۔ میں پھر چنڈال جوگیا کے بارے میں وہ باتیں بیان کررہا ہوں۔ جو مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔

میں نے چنڈال کی روداد یہاں تک بیان کی تھی کہ اس پر تنویمی عمل کیا جارہا تھا۔ ایسے وقت وہ اپنے جسم میں ناخن چبھوتا رہا تھا۔ وہ ایسی حرکتیں اس لیے کررہا تھا کہ اس عامل سے سحر زدہ نہ ہوسکے اور تکلیف میں مبتلا رہے۔

پھر یہی ہوا تکلیف کے احساس نے اسے عامل سے سحر زدہ نہیں ہونے دیا۔ وہ عمل کے دوران میں یہی ظاہر کرتا رہا کہ سحر زدہ ہورہا ہے۔ اس کا معمول اور تابعدار بن رہا ہے اور اس کی ہدایت کے مطابق آئندہ وہی کرنے والا ہے جو وہ چھ افسران چاہتے ہیں۔

وہ تنویمی عمل کے اختتام پر گہری نیند سوتا رہا۔ ان چھ افسران نے عامل سے پوچھا ''کیا تم مطمئن ہو؟ کہ یہ واقعی ہمارا معمول اور تابعدار بن چکا ہے؟''

''بے شک...... اس بار میں نے بڑی لگن سے عمل کیا ہے اور اب روزانہ صبح آکر نہار منہ اس پر مختصر سا عمل کیا کروں گا اور معلوم کیا کروں گا کہ یہ صحیح معنوں میں ہمارا تابعدار بن چکا ہے یا نہیں......؟''

وہ عامل اور چھ افسران ہر طرح سے اطمینان حاصل کررہے تھے اور چنڈال جوگیا اپنے عمل سے انہیں مطمئن کررہا تھا کہ وہ واقعی ان کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اب کبھی انہیں دھوکا نہیں دے گا۔

اس نے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ وہ چھ افسران اس کے اس کارنامے سے بہت خوش تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے امریکا سے ہندوستان آجائے تاکہ وہ اسے بھی قیدی بنا کر اس کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو استعمال کرتے رہیں۔

اسے وہاں سے یہاں لانے کے لیے لازمی تھا کہ پہلے اپنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر پوری طرح اعتماد کیا جائے۔ اب دوسری بار تنویمی عمل کرنے کے بعد اس پر اعتماد بحال ہوگیا تھا۔

انہوں نے چنڈال سے کہا ''ہم اب تم پر اعتماد کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا تم اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر جاؤ اور جتنی جلدی ہوسکے اسے ٹریپ کرکے یہاں لے آؤ۔''

وہ چھ افسران آپس میں مشورے کررہے تھے اور چنڈال کو سمجھارہے تھے کہ کس قدر محفوظ طریقوں پر عمل کرتے ہوئے وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں لاسکتا ہے۔

وہ جب چاہتا اسے ہندوستان لاسکتا تھا لیکن لانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے صرف اپنا ہی تابعدار بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے آرمی افسران سے کہا ”میں ابھی اس کے دماغ میں جاکر خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اس کے موجودہ حالات معلوم کررہا ہوں پھر اس کے مطابق سوچوں گا، سمجھوں گا اور آپ لوگوں سے مشورے لوں گا پھر اسے یہاں لانے کے طریقے پر عمل کروں گا۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ٹونی جے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں اس وقت رات تھی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بستر پر سو رہا تھا۔ اس نے اس کے خوابیدہ دماغ کو حکم دیا کہ وہ صبح اٹھتے ہی اپنے جیسے قد و قامت والے شخص کو ٹریپ کرے گا۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اسے ڈبل ٹونی جے بنائے گا۔ اسے اپنا دوسرا روپ دے گا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے ہے لیکن آزاد اور خود مختار نہیں ہے۔ چنڈال جوگیا کا معمول اور تابعدار بنا ہوا ہے۔

ٹونی جے نے ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ وہ صبح اٹھ کر کسی معقول شخص کو اپنے جیسا ٹونی جے بنائے گا۔ وہ شخص معمول اور تابعدار بننے کے بعد اپنی شخصیت بھول جائے گا اور خود کو ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے سمجھتا رہے گا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا پھر ان چھ افسران کو دیکھتے ہوئے بولا ”اس وقت وہاں رات ہے، وہ سو رہا ہے۔ اس کے خوابیدہ ذہن نے بتایا ہے کہ وہ جب چاہے یہاں آسکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے یہاں آنے پر کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنا ملک چھوڑ کر جارہا ہے۔“

وہ چھ افسران خوش ہوگئے۔ ان میں سے ایک نے کہا ”جب کوئی مسئلہ نہیں ہے تو پھر اسے کل ہی وہاں سے روانہ کرو تاکہ وہ جلد سے جلد یہاں پہنچ جائے۔“

”میں نے اس سے کہہ دیا ہے۔ وہ کل صبح اٹھنے کے بعد کسی پہلی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ او کے کرائے گا پھر یہاں کے لیے روانہ ہوگا۔ میں آپ لوگوں کو اطلاع دوں گا کہ وہ یہاں کس فلائٹ سے اور کس وقت پہنچنے والا ہے؟“

وہ افسران ضرورت کے وقت چنڈال جوگیا کے پاس آکر یکجا ہوتے تھے پھر وہاں سے اپنے اپنے علاقوں میں چلے جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ چلے گئے کیونکہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تقریباً چوبیس گھنٹے بعد آنے والا تھا۔ مانک لال اور جگدیش راٹھور اس کے ساتھ بنگلے میں رہتے تھے۔ ان کے کمروں میں ٹی وی مانیٹرز رکھے ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے وہ چنڈال جوگیا کے بیڈ روم میں اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھتے تھے۔ وہ رات کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا تھا پھر لائٹ آف کرکے زیرو پاور کا بلب آن کرنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ اب یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ وہ سو رہا ہے۔

وہ بیڈ پر لیٹنے کے بعد آنکھیں بند کرکے خیال خوانی کے ذریعے ٹونی جے کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں امریکا میں صبح ہوچکی تھی۔ وہ بیدار ہونے کے بعد غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر یہ سوچ رہا تھا کہ کس شخص کو ٹریپ کرکے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی ڈمی بنالے؟

چنڈال نے اسے مخاطب کیا ”ہیلو......ٹونی! کیسے ہو؟“

اس نے چونک کر اس کی آواز سنی پھر مسکرا کر کہا ”ہیلو مسٹر چنڈال! میں مزے میں ہوں اور اپنی ڈمی تیار کرنے کے متعلق پلاننگ کررہا ہوں۔“

”ہاں۔ ضرور کرو اور کوشش کرو کہ یہ کام چند گھنٹوں میں ہوجائے۔ تاکہ آج شام کی یا رات کی کسی فلائٹ سے تم اس ڈمی ٹونی جے کو انڈیا روانہ کرسکو۔“

”آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ میں ایسا ہی کروں گا۔“

”دیکھو ٹونی! اگر میں چاہتا تو تمہیں یہاں آنے پر مجبور کردیتا پھر تم اپنی محبوبہ جیسی بیوی ہیلنا کو چھوڑ کر یہاں چلے آتے، مجبور ہوجاتے لیکن میں تمہیں ہیلنا سے جدا نہیں کررہا ہوں۔ تمہاری جگہ تمہاری ڈمی کو بلا رہا ہوں۔“

”مسٹر چنڈال! آپ بہت اچھے ہیں۔ میرے عامل اور آقا بنے ہوئے ہیں لیکن ایک دوست کی طرح پیش آرہے ہیں۔“

”جب تک تم میرے تابعدار بن کر رہو گے اور مجھے کبھی دھوکا نہیں دو گے۔ تب تک میں تمہیں دوست بنا کر رکھوں گا۔ اگر دشمن بن گیا تو تم اگلی سانس بھی نہیں لے سکو گے۔“

ٹونی جے نے دوپہر کو خوش خبری سنائی کہ وہ ایک شخص کو ٹریپ کرکے اسے ڈمی بنا چکا ہے۔ اس نے چنڈال کو اس ڈمی کے اندر پہنچایا۔ چنڈال اس کے خیالات پڑھنے لگا پھر مطمئن ہوکر بولا ”شاباش! میں جیسا چاہتا تھا تم نے اسے ویسا ہی بنایا ہے۔ اب میں تمہیں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور اسی طریقہ کار کے مطابق اسے انڈیا کی راجدھانی دہلی روانہ کردو۔“

وہ تھوڑی دیر تک ٹونی جے کو سمجھاتا رہا پھر دماغی طور پر

حاضر ہوکر مانک لال سے بولا ”وہ کسی پہلی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ او کے کرانے والا ہے۔ جیسے ہی سیٹ کنفرم ہوگی وہ مجھے بتائے گا پھر میں آپ کو بتادوں گا۔“

مانک لال اور جگدیش راٹھور اس وقت میرے بارے میں باتیں کررہے تھے۔ انہیں یہ تشویش تھی کہ میں نے پاکستان میں ان کے ایک منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے اور آئندہ کے لیے وارننگ دی ہے کہ چنڈال جوگیا اگر پاکستان کے کسی بھی حکمران کے دماغ میں جائے گا اور کوئی سازش کرے گا تو اس کی زندگی مختصر کردی جائے گی۔

جگدیش راٹھور نے کہا ”فرہاد علی تیمور بڑا ہی خطرناک ہے۔ پتا نہیں کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے اور کیسے کیسے طریقوں سے پاتال کے اندر بھی اپنے ٹارگٹ تک پہنچ جاتا ہے؟“

مانک لال نے کہا ”ہاں۔ یہی تشویش ہے، ہم چنڈال کو بڑی کامیابی سے چھپا رہے ہیں۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ ہم بڑی رازداری سے کام لے رہے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ فرہاد ہمارے متعلق کتنی دور تک معلومات رکھتا ہے۔“

ہمارا ایک دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکا سے آرہا ہے۔ اسے یہاں تک حفاظت سے لانا ایک مسئلہ ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ فرہاد کو معلوم نہ ہوجائے۔ اگر اسے معلوم ہوگیا تو وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہم تک پہنچنے نہیں دے گا۔“

ان چھ افسران کو یہ اندیشہ تھا کہ انہوں نے پاکستان کے ایک اہم راز کے حصول ناکام سازش کی تھی۔ اب اس کے جواب میں میں ضرور کوئی انتقامی کارروائی کروں گا۔ انہیں اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔

وہ بڑی رازداری سے ٹونی جے کی حفاظت کے انتظامات کررہے تھے۔ وہ دہلی ائرپورٹ میں اترنے والا تھا۔ وہاں سے وہ اسے ایک فلائٹ میں شملہ لے جانے والے تھے پھر وہ شملہ سے کار کے ذریعے ایک خوب صورت پہاڑی علاقے منالی تک پہنچایا جانے والا تھا۔

وہ ڈمی ٹونی جے دوسری صبح آٹھ بجے دہلی پہنچ گیا۔ ائرپورٹ میں اس کی تلاشی نہیں لی گئی۔ بڑی رازداری سے اسے دوسرے راستے سے نکال کر ایک جیپ میں بٹھا کر دوسرے رن وے پر لایا گیا۔ وہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ اسے اس ہیلی کاپٹر میں سوار کرایا گیا۔ چھ یوگا جاننے والے افسران میں سے دو افسران وہاں پہنچے ہوئے تھے۔

ہیلی کاپٹر نے وہاں سے پرواز کی پھر اپنی منزل کی طرف جانے لگا۔ وہ سب بہت خوش تھے۔ ان کے دیس میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والا کا اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اچھی خاصی بڑی طاقت بننے والے تھے۔ چنڈال جوگیا اپنے دیس کا دشمن نہیں تھا۔ وہ اپنے دیس کی خدمت اپنے طور پر کرنا چاہتا تھا لیکن اسے غلام بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے معمول اور تابعدار ٹونی جے کو بھی غلام بنالیا جائے۔

اس نے ٹونی جے کو سمجھا دیا تھا کہ جب وہ اپنی ڈمی کو وہاں سے روانہ کرے تو اس کی اندرونی جیب میں ایک چھوٹا سا بم رکھ دے۔ وہ بم بعد میں اس کے کام آئے گا اور اب وہ کام آنے والا تھا۔

چنڈال جوگیا ان چھ افسران کے اس اندیشے سے فائدہ اٹھا رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کسی وقت بھی ان کے خلاف انتقامی کارروائی کرسکتا ہے۔ لہٰذا جب وہ ہیلی کاپٹر بلندی پر پرواز کرتا ہوا ہماچل پردیش کی طرف جانے لگا تو ڈی ٹونی جے نے اچانک اپنی اندرونی جیب سے اس بم کو نکالا پھر اس کی چابی کو دانتوں سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اس نے یہ سب کچھ اتنی تیزی سے کیا کہ آس پاس بیٹھے ہوئے افسر اسے روک نہ سکے۔

ایک نے گھبرا کر پوچھا ”یہ کیا ہے؟ تم کیا کررہے ہو؟“

دوسرے افسر نے بم کو اس کے ہاتھ سے چھیننا چاہا تو اس نے اسے سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ وہ دونوں تیزی سے جھک کر سیٹ کے نیچے ہاتھ بڑھانے لگے۔ اسی وقت ایک زبردست دھماکا ہوا پھر ہزاروں فٹ کی بلندی پر اس ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔

جب اس ہیلی کاپٹر کی تباہی کی اطلاع بقیہ چار یوگا جاننے والے افسران تک پہنچی تو وہ سر سے پاؤں تک لرز گئے۔ وہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کا بہت بڑا سرمایہ تھا، بہت بڑی قوت تھا۔ اس قوت کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ جو کبھی سوچا نہیں جاسکتا تھا، وہ ہوگیا تھا۔ چھ میں سے دو یوگا جاننے والے افسران بھی مارے گئے تھے۔

اب یوگا جاننے والے مانک لال، جگدیش راٹھور، راج تلک اروڑا اور ہردیو سنگھ۔ یہ چار رہ گئے تھے لیکن وہ کبھی یہ شبہ نہیں کرسکتے تھے کہ ان کا معمول اور تابعدار بن کر رہنے والے چنڈال جوگیا نے اتنی بڑی واردات کی ہے۔ وہ یقین سے سمجھ رہے تھے کہ فرہاد علی تیمور نے انتقامی کارروائی کی ہے۔

چنڈال جوگیا پر اعتماد ہونے کے باوجود ایک اعلیٰ افسر ہردیو سنگھ اس سے باتیں کررہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا ”اب تمہارے بیان کے مطابق اور ہماری اطلاع کے مطابق وہ

ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے دہلی ائر پورٹ میں جہاز سے اتر چکا ہے اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے جا رہا ہے۔ وہ جب تک یہاں نہیں پہنچے گا اس وقت تک تم میرے سامنے بیٹھ کر بولتے رہو گے، باتیں کرتے رہو گے۔"

اس نے پوچھا "آپ مجھے ایسا حکم کیوں دے رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ تم خاموش رہو گے تو ضرور خیال خوانی کرو گے اور اپنے تابعدار ٹونی جے کے اندر پہنچ کر کچھ گڑ بڑ کر سکو گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ بخیریت یہاں پہنچ جائے۔ اس کے بعد ہم اسے سنبھال لیں گے۔ تم پر بھی پہلے سے زیادہ بھروسا کریں گے لیکن ابھی ہمارا بھروسا قائم رکھو، بولتے رہو۔"

جب وہ ہیلی کاپٹر دہلی ائر پورٹ کے ایک ہیلی پیڈ سے روانہ ہوا تو اس وقت سے چنڈال جوگیا اس افسر کے سامنے بیٹھ کر بولتا رہا۔ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوتا تھا تو افسر اس کا منہ دیکھتا تھا پھر وہ مسکرا کر بولنے لگتا تھا "آپ یقین کریں، میں خیال خوانی نہیں کر رہا ہوں۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے بعد کیا بولنا چاہیے؟"

"کچھ بھی الٹی سیدھی باتیں کرتے رہو اور ہمارا اعتماد قائم رکھو۔"

وہ مسلسل بولتا رہا۔ ایسے ہی وقت مانک لال اور جگدیش راٹھور کو فون کے ذریعے اطلاع ملی کہ وہ ہیلی کاپٹر پرواز کے دوران میں تباہ ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ صرف ٹونی جے ہی نہیں بلکہ دو یوگا جاننے والے افسران بھی مارے گئے ہیں۔

ان حالات میں چنڈال جوگیا معصوم اور انجان ثابت ہوا۔ کیونکہ وہ ہردیو سنگھ کے سامنے مسلسل بولتا رہا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی فراڈ نہیں کیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ فراڈ اس کے تابعدار ٹونی جی نے کیا ہے۔ اس نے اپنی ڈمی کو وہاں پہنچنے سے پہلے ہلاک کیا ہے۔

راج تلک اروڑھا اور ہردیو سنگھ اس بنگلے میں آئے جہاں مانک لال اور جگدیش راٹھور چنڈال کے ساتھ رہتے تھے۔ انہیں بہت بڑی ناکامی ہوئی تھی۔ ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آتے آتے رہ گیا تھا اور اس کی ہلاکت یہ بتا رہی تھی کہ میں انتقامی کارروائی کرنے کے لیے ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار سکتا ہوں تو کسی وقت ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے چنڈال جوگیا کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ اب انہیں پہلے سے بھی زیادہ محتاط رہنا ہو گا اور پہلے سے زیادہ سختی سے چنڈال جوگیا کی حفاظت کرنی ہو گی۔

راج تلک اروڑھا نے کہا "ابھی ہم اپنے طور پر سوچ رہے ہیں کہ اتنی بڑی واردات فرہاد نے کی ہے مگر یہ ضروری تو نہیں ہے، کوئی اتفاقی حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا ہے۔"

ہردیو سنگھ نے کہا "پھر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم نے اب سے پہلے ویٹو مارکس کو اپنا تابعدار اور غلام بنا کر رکھا تھا۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے والے تھے۔ وہ کسی طرح فرار ہو گیا تھا اور وہ بھی ہم سے دشمنی کر سکتا ہے۔"

مانک لال نے سوچتے ہوئے کہا "ہمیں کھوج لگانا چاہیے کہ ہم سے کس نے اتنی بڑی دشمنی کی ہے؟ بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے؟"

ایک ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کی خبر کتنے ہی چینلز سے نشر کی جا رہی تھی۔ خبروں میں یہ بتایا جا رہا تھا کہ ایک ہیلی کاپٹر دہلی کے ہیلی پیڈ سے روانہ ہو کر شملہ کی طرف جا رہا تھا۔ پرواز کے دوران میں اچانک دھماکا ہوا تھا اور وہ تباہ ہو گیا۔ اس ہیلی کاپٹر میں آرمی کے دو اعلیٰ افسران بھی تھے۔

اعلیٰ بی بی نے مجھ سے کہا "پاپا! آپ نے وہ خبریں سنی ہیں؟ ایک ہیلی کاپٹر پرواز کے دوران میں تباہ ہو گیا ہے۔"

"ہاں...... میں نے چینل بدلتے ہوئے یہ خبر ایک ذرا سنی تھی۔ تم اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آرمی کے دو اعلیٰ افسران تھے اور وہ ہیلی کاپٹر شملہ کی طرف جا رہا تھا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ بولی "آپ نے کہا تھا کہ بیلا او برائے نامی ایک لڑکی تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے اور اس نے بتایا تھا کہ چنڈال جوگیا کو برف پوش پہاڑیوں میں کہیں رکھا گیا ہے۔ کیا اس ہیلی کاپٹر کا اور ان مرنے والے دو آرمی افسران کا تعلق چنڈال سے ہو سکتا ہے؟"

"تم صحیح سمت میں سوچ رہی ہو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ان افسران کے دماغوں میں جانے لگا۔ جو چھ یوگا جاننے والے افسران سے فون پر رابطہ کیا کرتے تھے۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کے سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے ہیں۔ صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ ہیلی کاپٹر آرمی کا تھا اور اس میں آرمی کے دو افسران بھی تھے۔

میں نے ان افسران کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ فون

کے ذریعے ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے باری باری رابطہ کریں۔ جب وہ رابطہ کرنے لگے تو پتا چلا کہ ان میں سے دو یوگا جاننے والے افسران سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ میں اب سے پہلے ان چھ یوگا جاننے والے افسران کی آوازیں فون کے ذریعے سن چکا تھا۔ جب ان سے رابطہ نہیں ہوا تو میں نے خیال خوانی کے ذریعے ان سے رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا کہ میری سوچ کی لہریں بھٹک رہی ہیں۔ ان کے دماغ مردہ ہو چکے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی سانسیں روک لیتے اور میری خیال خوانی کی لہروں کو واپس کر دیتے لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا۔

یہ تصدیق ہو گئی کہ دو یوگا جاننے والے افسران کی موت ہو چکی ہے اور اس ہیلی کاپٹر میں بھی دو افسران سفر کر رہے تھے اور وہ دونوں شملہ کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ پتا نہیں اور کون تھا؟

میں نے فون کے ذریعے مانک لال سے رابطہ کیا پھر کہا ''مجھے ابھی پتا چلا ہے کہ تمہارا ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا ہے اور اس میں تمہارے دو یوگا جاننے والے ساتھی موجود تھے۔ مجھے ان کی موت کا بے حد افسوس ہے۔''

وہ غصے سے بولا ''مسٹر فرہاد! تم افسوس کرنے نہیں آئے ہو۔ یہ دیکھنے آئے ہو کہ تمہاری انتقامی کارروائی پر ہم کس طرح ماتم کر رہے ہیں؟''

میں نے کہا ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی ہے۔ میں اس ہیلی کاپٹر کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ اس میں دو افسران ہیں اور کیا کچھ ہے؟ اور وہ دہلی سے شملہ کی طرف کیوں جا رہا ہے۔ تم یقین کر سکتے ہو تو کرو مگر میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر یہ میری انتقامی کارروائی ہوتی تو میں اعلانیہ اس پر فخر کرتا۔''

میری اس بات نے انہیں سوچنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بات درست تھی، میں کسی بھی دشمن سے انتقام لیتا ہوں تو ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کر دیتا ہوں کہ ایسا میں نے کیا ہے۔

وہ بولا ''مسٹر فرہاد! کیا تم مجھ سے تھوڑی دیر بعد گفتگو کر سکو گے؟''

میں نے کہا ''ضرور کروں گا۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ مانک لال نے جگدیش راٹھور، راج تلک اروڑا اور ہردیو سنگھ سے کہا ''فرہاد اس واردات سے انکار کر رہا ہے اور اس کی عادت ہے کہ جب وہ انتقامی کارروائی میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو فخر سے اعلان کرتا ہے۔ جبکہ وہ انکار کر رہا ہے۔''

ہردیو سنگھ نے کہا ''ہو سکتا ہے کہ وہ اس بار کسی مصلحت کے تحت انکار کر رہا ہو؟''

باقی دو افسران نے اس کی تائید نہیں کی۔ انہوں نے کہا ''اگر وہ انتقامی کارروائی میں کامیاب ہو کر آتا تو بڑے فخر سے آتا، ہمیں طعنے دیتا، باتیں سناتا لیکن اس بار اس کا انداز ایسا ہے، جیسے معلوم کرنا چاہتا ہو کہ اس ہیلی کاپٹر میں کیا تھا؟ اسے کیوں تباہ کیا گیا ہے؟''

میں نے دس منٹ کے بعد فون پر رابطہ کیا۔ مانک لال نے کہا ''مسٹر فرہاد! تم تو واقعی کامیابی کے بعد اعلان کرتے ہو۔ اس لیے اس بار جھوٹ نہ بولو۔ ہمارے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ تم نے اسے بھی ہم سے چھین لیا ہے۔''

میں نے حیرانی سے پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کھل کر بات کرو۔''

''میں کیا کھل کر بات کروں؟ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اس ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا موجود ہے؟ ہم اسے ایک خفیہ مقام سے نکال کر ادھر لداخ کی پہاڑیوں کی طرف لے جا رہے تھے پھر وہاں سے تبت کے ایک علاقے میں چھپا کر رکھنے والے تھے مگر نہ جانے تم کیسا شیطانی دماغ رکھتے ہو؟ تمہیں کس طرح یہ سب کچھ معلوم ہو گیا؟ اور تم نے اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا؟ ہمیں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی کر دیا ہے۔''

میں اس کی باتیں حیرانی سے سن رہا تھا۔ میں نے بے یقینی سے پوچھا ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا اس ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا تھا؟ کیا وہ مر چکا ہے؟''

''اب تو تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ تمہارے پاکستانی حکمرانوں کے اندر اب ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہے اور نہ پہنچے گا۔''

ان کی مایوسیاں اور پریشانیاں بتا رہی تھیں کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا چنڈال جوگیا واقعی مر چکا ہے۔

میں نے اس کے موجودہ لب و لہجے اور اس کی آواز کو نہیں سنا تھا۔ اگر سنا ہوتا تو ابھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر تصدیق کرتا کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے؟

میں نے اس اعلیٰ افسر مانک لال سے کہا ''میں اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو تب ہلاک کرتا ہوں۔ جب وہ میری جان کا دشمن ہو جاتا ہے یا مجھے اور میری فیملی کو بہت بڑا نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ تمہارا جوگیا پاکستان سے

اہم راز چرانے والا تھا۔ اس نے چرایا نہیں تھا اس میں اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس سے کوئی انتقام نہیں لے رہا تھا اور نہ ہی لیا ہے۔ یقین کر سکتے ہو تو کرو۔ اگر رف مجھ پر شبہ کرو گے تو اس جوگیا کا اصل قاتل محفوظ رہے ۔ دیکھو، سوچو، سمجھو کہ وہ کون ہو سکتا ہے جس نے تم لوگوں کو پیتھی کے ہتھیار سے محروم کر دیا ہے؟ میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔ اوکے...... بائے۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں اس وقت شانتا بائی والے سپتال کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے فرمان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''کیا تم نے ایک ہیلی کاپٹر کی تباہی کے بارے میں سنا ہے؟''

''جی ہاں۔ میں نے ایک چینل پر وہ خبر سنی ہے۔''

''تمہاری انیتا کے لیے یہ بری خبر ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا تھا۔''

وہ حیرانی اور بے یقینی سے بولا ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''میں ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے فون پر بھی بھی رابطہ کرتا ہوں۔ اب ان میں سے چار رہ گئے ہیں۔ دو اس ہیلی کاپٹر میں چنڈال جوگیا کے ساتھ تھے۔ وہ سب مارے گئے ہیں۔''

فرمان نے یہ خبر انیتا کو سنائی تو وہ رونے لگی۔ میں نے کہا ''تم بیلا اور برائے سے رابطہ کرو اس سے پوچھو، کیا وہ تاش کے پتوں کے ذریعے بتا سکتی ہے کہ واقعی چنڈال مر چکا ہے...... یا نہیں؟ دشمن ہمیں دھوکا بھی دے سکتے ہیں۔''

فرمان نے کہا ''وہ کہہ رہی تھی۔ اگر چنڈال جوگیا خود موجود ہوتا یا اس کی کوئی جنم کنڈلی ہوتی تو شاید وہ اس کے بارے میں کچھ بتا سکتی؟''

بیلا اور برائے بھی ہماری طرح مجبور تھی۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ ہم اس کے لب و لہجے کو نہیں جانتے تھے۔ اس کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے اور بیلا اور برائے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں صحیح باتیں بتا سکتی تھی جو اس کے سامنے کر اس کے پھینٹے ہوئے تاش کے پتوں کو اٹھاتے تھے۔ وہ ان کے اٹھائے ہوئے پتوں کو دیکھ کر دور تک بہت کچھ جان لیتی تھی۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے ریوالونگ چیئر گھوم کر دروازے کی طرف دیکھا پھر کہا ''کم اِن......''

دروازہ کھلا۔ بندیا بھاسکر دکھائی دی۔ وہ جبراً مسکرا رہی تھی مگر چہرہ بتا رہا تھا کہ بری طرح ٹوٹی ہوئی ہے، اپنی پریشانیوں کو چھپا رہی ہے۔ خوب میک اپ کر کے فریش نظر آنے کی کوشش کر رہی ہے۔

وہ مسکراتی ہوئی آ کر میز کے دوسری طرف میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر بولی ''میں تم سے شکایت کرنے آئی ہوں۔''

میں نے کہا ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ شکایت تو مجھے کرنی چاہیے۔ کل تم نے مجھے ہوٹل میں بلا کر کیا سلوک کیا؟ تمہیں کچھ یاد ہے؟''

وہ ذرا جھینپ کر بولی ''بات یہ ہے کہ میں نے جانے کیسے زیادہ پی لی تھی؟ مجھے اپنا ہوش نہیں رہا تھا۔ شراب میرے دماغ کو چڑھ گئی تھی۔''

''تم ہوش میں نہیں تھیں۔ میں اپنی بدنامی کے لیے وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے چلا آیا تھا۔''

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اگر کوئی ڈوب رہا ہو تو اسے ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا جائے؟ تم مجھے وہاں سے سنبھال کر میرے گھر تک پہنچا سکتے تھے۔''

''تم میری کوئی بات نہیں مان رہی تھیں۔ میں تمہیں کیسے تمہارے گھر تک لے جاتا؟ میں نے لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچ کر تمہیں کمرے میں پہنچانا چاہا تو تم نے دروازے پر ہی اچانک تیور بدل لیے۔ پوچھنے لگیں کہ میں کون ہوں؟ تمہارے ساتھ کمرے میں کیوں جا رہا ہوں؟ ایسے ہی وقت ایک ویٹر آ گیا تھا۔ تم اس ویٹر کو دھرم ویر کہہ کر اس سے لپٹ گئی تھیں۔ میں یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ اس لیے وہاں سے چلا آیا۔''

اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا ''کیا میں نے اس ویٹر کو دھرم ویر کہا تھا؟''

''اور نہیں تو کیا......؟ میں اپنی توہین محسوس کر رہا تھا۔ تم اس سے لپٹ گئی تھیں۔ کیا وہ تمہیں مجھ سے زیادہ خوب صورت لگ رہا تھا؟ کیا کوئی مرد اپنی انسلٹ برداشت کر سکتا ہے؟ اسی لیے میں غصے سے چلا آیا۔''

وہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی ''سوری...... مجھے معاف کر دو۔ میں بہت زیادہ نشے میں تھی۔''

میں نے اپنا ہاتھ اس سے چھڑاتے ہوئے کہا ''اتنا بھی نشہ کسی کو نہیں ہوتا کہ وہ اچھے برے کی تمیز بھول جائے۔ تم نے ایک ویٹر کو مجھ پر ترجیح دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تمہارا معیار کتنا گرا ہوا ہے! اور تم اپنی جوانی ایسے چھوٹے لوگوں میں لٹاتی رہتی ہو۔''

وہ عاجزی سے بولی ''پلیز...... مجھے ایسا الزام نہ دو۔

میں نشے میں تھی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس ویٹر کو بھی دروازے سے بھگا دیا تھا۔ میرا یہ حسن اور میرا یہ بدن صرف تمہارے لیے ہے۔ اسے آج تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔"

وہ بڑی مکاری سے سفید جھوٹ بول رہی تھی اور اپنی پارسائی کی قسمیں کھا رہی تھی۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ میں سرگوشی کی اور آہستگی سے کہا "بلیک میلر ......"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سوچنے لگی "کیا یہ آواز ابھی میرے اندر آئی تھی؟ یا یہ میری اپنی سوچ تھی؟ مجھے وہ بلیک میلر بہت یاد آرہا ہے۔ کم بخت نے رات کو فون کیا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد پھر رابطہ کرے گا۔ اس کے بعد سے اس نے اب تک کوئی رابطہ نہیں کیا ہے۔ وہ اپنا مطالبہ نہیں بتا رہا ہے۔ اس نے وہ دونوں کیسٹس واپس نہیں کی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم نے سر کیوں تھام لیا ہے؟"

وہ جلدی سے اپنا ہاتھ سر پر سے ہٹاتے ہوئے بولی "نہیں ...... کچھ نہیں۔ بس یونہی ذرا سر میں درد ہو رہا تھا۔"

میں نے کہا "بہت زیادہ پی لینے سے سر اسی طرح بھاری ہو جاتا ہے۔"

وہ بولی "میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ عجیب سی گھبراہٹ ہے۔ مجھے اس وقت تمہارا ساتھ چاہیے۔ کیا تم اپنا ضروری کام چھوڑ کر میرے ساتھ کہیں چل نہیں سکتے؟ ذرا تفریح نہیں کر سکتے؟ تمہارے ساتھ ذرا میرا دل بہل جائے گا۔"

میں نے اس کے اندر ٹوائلٹ جانے کی حاجت پیدا کی۔ وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی "میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتی ہوئی واش روم کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ میں نے اسی وقت ریسیور اٹھا کر اس کے موبائل کے نمبرز پنچ کیے۔ اسے واش روم کے اندر اپنے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا۔ "ہیلو......کون ہے؟"

میں نے اسی طرح بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں ہوں۔ مجھے میری آواز سے پہچانو۔ تمہاری ایک دکھتی ہوئی رگ میری چٹکی میں دبی ہوئی ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر بند دروازے کی طرف دیکھا پھر آہستگی سے کہا "تم کل کہاں رہ گئے تھے۔ تم نے فون کیوں نہیں کیا؟ تم اپنا مطالبہ بتاؤ۔ ہم تمہارا ہر مطالبہ پورا کریں گے۔ پلیز ...... وہ دونوں کیسٹ اور ان کی ماسٹر کاپیاں ہمارے حوالے کر دو۔"

"تم اتنی جلدی جلدی بول رہی ہو، جیسے تم نے سب کچھ طے کر لیا ہے؟ اور تمہاری مرضی کے مطابق وہی ہوگا جو تم چاہتی ہو؟ ہرگز نہیں ...... ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں۔"

"تو پھر جلدی بولو۔ تم کیا چاہتے ہو؟ میں اس وقت گھر میں نہیں ہوں۔ شانتا بائی کے اسپتال میں ہوں۔ پلیز۔ جلدی بولو۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ مجھے اس بلیک میلنگ سے نجات دلا دو۔"

"میں نے اس ویڈیو کیسٹ کے ذریعے تمہارا بدن دیکھا ہے۔ تم اس ویٹر کے ساتھ تھیں اور مجھے غصہ آرہا تھا۔ اتنا خوب صورت بدن رکھ کر تم نے اسے کوڑیوں کے مول تباہ کر ڈالا ہے۔ بہرحال ...... ایک بار غلطی کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری بار ایسا نہ کرنا۔"

"میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ قسم کھاتی ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔"

"ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم اس خوب صورت بدن کو سنبھال کر رکھو۔ میں تمہارے بدن کی اور زیادہ ویڈیو فلمیں تیار کروں گا۔ تمہاری بلیو فلمیں مارکیٹ میں بڑے مہنگے داموں فروخت ہوں گی۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں کوئی بازاری لڑکی نہیں ہوں۔"

"اب تم لڑکی کہاں ہو؟ عورت بن چکی ہو۔ تمہیں تو وہی کرنا ہوگا جو میں چاہتا ہوں۔ اچھی طرح غور کرو اور اپنے باپ سے بھی بات کرو۔ وہ تو بڑا بے غیرت ہے۔ خوشی سے راضی ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اس طرح بھی دولت ہاتھ آئے گی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہتی رہی پھر اس نے موبائل کو آف کر کے اپنے پرس میں رکھا۔ پریشان ہو کر آئینے میں اپنے عکس کو دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس کے موبائل میں میرا فون نمبر فیڈ ہو چکا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ ریسیو کی ہوئی کال کا نمبر مٹا دے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایسا ہی کیا۔ وہ پریشان ہو کر اپنا سر تھام کر سوچنے لگی کہ کس بری طرح پھنس گئی ہے؟ اس بلیک میلر سے کس طرح نجات حاصل کرے؟

اس نے ٹشو پیپر کی مدد سے اپنے چہرے کو اِدھر اُدھر سے پونچھا پھر ہلکا سا میک اپ کرنے لگی۔ تاکہ وہ مجھے فریش دکھائی دے اور اس کی پریشانی کسی طرح ظاہر نہ ہو پھر اس کے بعد وہ واش روم کا دروازہ کھول کر میرے پاس آ گئی۔ سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

میں نے پوچھا "کیا ہوا......؟"

وہ چونک کر مجھے دیکھتے ہوئے بولی "جی......؟ کچھ بھی نہیں۔ مجھے کیا ہوگا؟"

"تم واش روم میں جانے سے پہلے چہک رہی تھیں۔ واپس آئیں تو بالکل گم صم ہو؟ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟"

"نن...... نہیں تو ...... میں بھلا کیا چھپاؤں گی؟ ہاں ...... وہ میں کہہ رہی تھی کہ پلیز ...... میرا کچھ خیال کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ میری بات مان کر اپنا کام چھوڑ دو۔ مجھے کہیں کسی تفریح گاہ میں لے چلو۔"

"ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ تم جانتی ہو کہ یہاں مجھ پر کتنی بڑی بڑی ذمے داریاں ہیں۔ میں انہیں یونہی چھوڑ کر تو نہیں جا سکتا۔ ہاں اگر تم پریشان ہو تو یہ اسپتال ہے۔ یہاں ہر مرض کی دوا ہے تو پھر پریشانی کی بھی دوا مل سکتی ہے۔ ڈاکٹر تمہیں کچھ ایسی گولیاں دیں گے یا انجکشن لگائیں گے کہ تم بالکل نارمل ہو جاؤ گی۔ پریشانیوں سے نجات مل جائے گی۔ اگر تم چاہو تو تھوڑی دیر تک یہاں اسپتال کے کسی کمرے میں لیٹ سکتی ہو، آرام سے سو سکتی ہو۔ جب تک سوتی رہو گی، پریشانیوں سے نجات حاصل کرتی رہو گی۔"

"یہ نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میں تمہیں چاہتی ہوں، تمہارا ساتھ چاہتی ہوں۔ تمہارے سینے سے لگنا چاہتی ہوں۔ مجھے گلے سے لگاؤ، مجھے پیار کرو۔ پلیز ...... مجھے کہیں لے چلو۔"

وہ ضد کر رہی تھی، ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی تھی۔ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ جبکہ میں نے اسے بلیک میلر بن کر پریشان کیا تھا تاکہ وہ یہاں سے چلی جائے اور اپنے باپ کے پاس جا کر مشورے کرے کہ اس سے پہلے کہ بدنامی کو پیر لگ جائیں، اس کی وہ بے حیائی کھل کر سامنے آ جائے، وہ مجھے ٹریپ کر لینا چاہتی تھی۔ وہ جس طرح بلیک میل ہو رہی تھی۔ اسی طرح ایک بار میرے ساتھ ایک ویڈیو فلم تیار کرنا چاہتی تھی تاکہ آئندہ مجھے بلیک میل کر سکے اور میری دولت سے فائدہ اٹھاتی رہے۔ اپنے اس بلیک میلر کا منہ بھرتی رہے۔

میں ایسی عورتوں سے نجات حاصل کرنا خوب جانتا ہوں۔ میں نے اس کے اندر ابکائی کا احساس پیدا کیا۔ وہ

فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ منہ پر ہاتھ رکھ کر ابکائی لینے کے انداز میں تیزی سے چلتی ہوئی واش روم میں چلی گئی پھر وہاں واش بیسن پر جھک کر ایسے ابکائیاں لینے لگی۔ جیسے جی متلا رہا ہو اور اس کے اندر کچھ ہو رہا ہو۔ میں نے واش روم کے دروازے پر آ کر پوچھا ''یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تمہیں تو فوراً ہی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ جسٹ اے منٹ۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔''

وہ وہاں سے پلٹ کر لڑکھڑاتی ہوئی آ کر مجھ سے لپٹ گئی پھر بولی ''نہیں۔ مجھے ڈاکٹر کی نہیں۔ تمہاری ضرورت ہے۔ پلیز مجھے تھام لو۔ اتنی زور سے جکڑ لو کہ میرے ٹکڑے ہو جائیں۔''

''میں تمہارے الگ الگ حصوں کا کیا کروں گا! تمہیں فوری طور پر ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ آؤ۔ میرے ساتھ چلو۔''

میں نے اسے اپنے ساتھ چلنے پر مائل کیا تو وہ اس دفتر سے نکل کر لفٹ کے پاس آئی پھر ہم لفٹ کے ذریعے نیچے اسپتال میں ایک لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچ گئے۔ لیڈی ڈاکٹر نے فوراً ہی اٹھ کر مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا ''مس بندیا کی طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی ہے۔ پلیز...... آپ ابھی اسے چیک کریں۔''

بندیا نے کہا ''مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گی پلیز۔ یہاں سے چلو۔ میں چیک اپ نہیں کراؤں گی۔''

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ پارٹیشن کے دوسری طرف چلی گئی۔ وہاں ایک اسٹریچر بیڈ پر جا کر لیٹ گئی۔ میں معائنے کے دوران میں ڈاکٹر کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ چیک کرنے کے بعد میری مرضی کے مطابق بولی ''مسٹر دھرم ویر آپ کو مس بندیا کہہ رہے تھے۔''

وہ بولی ''جی ہاں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس مس کو دیکھا پھر کہا ''آؤ۔ چیمبر میں چلو۔''

وہ دونوں پارٹیشن سے باہر میرے پاس آئیں۔ ڈاکٹر نے پوچھا ''مسٹر دھرم ویر! آپ مس بندیا کو کس حد تک جانتے ہیں؟''

''میں کچھ زیادہ تو نہیں جانتا۔ اتنا معلوم ہے یہ کہ شانتا بائی کی رشتے دار ہیں۔ یہ مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اس سے زیادہ میں انہیں نہیں جانتا۔''

''مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، یہ مس نہیں ہیں۔ ماں بننے والی ہیں۔''

''یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟'' بندیا نے چیختے ہوئے کہا۔

لیڈی ڈاکٹر نے ناگواری سے کہا ''زبان سنبھال کر بولو۔ میں ڈاکٹر ہوں۔ بکواس نہیں کر رہی ہوں۔ جو سچ ہے، وہی کہہ رہی ہوں۔ جاؤ دنیا کے کسی ڈاکٹر سے بھی چیک کرا لو۔ رپورٹ یہی ہوگی کہ تم ماں بننے والی ہو۔''

میں نے ڈاکٹر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا ''پلیز آپ غصہ نہ کریں۔ آپ نے اس کی توقع کے خلاف ایسی رپورٹ سنائی ہے کہ یہ پریشان ہو گئی ہے۔ غصہ میں الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہے۔ میں اس کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔ یہ شانتا بائی کی رشتے دار ہیں۔ پلیز آپ ان کی عزت کا خیال کریں اور یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔''

میں بندیا کو بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا چیمبر سے باہر لے آیا پھر غصہ سے کہا ''ایک تو تم نے اتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اوپر سے ڈاکٹر کو غصہ دکھا رہی ہو۔''

وہ روتی ہوئی صورت بنا کر بولی ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں ماں کیسے بن سکتی ہوں؟''

''تم ماں کیسے بن سکتی ہو، یہ بچے کے باپ سے جا کر پوچھو۔''

وہ جھنجلا کر پاؤں پٹختی ہوئی بولی ''کیا پوچھوں؟ کس سے پوچھوں، جب ایسا کچھ ہے ہی نہیں تو پھر میں کس سے پوچھوں؟''

''اتنی زور سے پاؤں پٹخ رہی ہو۔ ننھی جان پر اثر پڑے گا۔''

اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر گیا پھر وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی ''تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔''

''مذاق تو تم اپنا اڑا رہی ہے۔ جاؤ اپنے باپ کو اور خاندان والوں کو بتاؤ کہ کیا گل کھلا رہی ہو۔ تم کتنی جھوٹی اور مکار ہو۔ تھوڑی دیر پہلے قسمیں کھا کر یقین دلا رہی تھیں کہ بڑی پارسا ہو۔ تمہیں کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ جاؤ یہاں سے...... خبردار! آئندہ میرے آفس میں قدم بھی نہ رکھنا۔''

وہ غصے سے تنتناتی ہوئی جانے لگی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ صرف ایک رات کی غلطی سے دوسری صبح بچہ اپنی آمد کا اعلان کرنے لگے گا۔ ایسا تو اس نے دیکھا تھا، نہ سنا تھا۔

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی

دوسرے اسپتال میں گئی۔ وہاں ایک لیڈی ڈاکٹر اس کی سہیلی تھی۔ اس نے ڈاکٹر شیلا کے چیمبر میں آ کر کہا ''شیلا! میں بہت پریشان ہوں۔ دوسرے مریضوں کو چھوڑ دو۔ پہلے میرا چیک اپ کرو۔ پلیز!''

وہ بولی ''ایسی بھی کیا پریشانی ہے۔ آرام سے بیٹھو۔ میں ابھی چیک اپ کروں گی۔''

''نہیں۔ فوراً اٹھو۔ دوسرے کمرے میں چلو۔''

ڈاکٹر شیلا نے دوسرے مریضوں سے معذرت چاہی پھر اس کے ساتھ چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں آ کر بولی ''کیا بات ہے؟ کبھی کوئی پریشانی تمہیں چھو کر نہیں جاتی۔ تم فکر و پریشانی کو خاطر میں نہیں لاتی ہو پھر آج کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو؟''

''ایک لیڈی ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا تھا۔ وہ بکواس کر رہی ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں۔ میں اس کا منہ نوچ لوں گی۔ پہلے تم میرا چیک اپ کرو اور یہ کنفرم کرو کہ وہ کتے کی بچی جھوٹ بول رہی ہے۔''

وہ ایک بیڈ پر لیٹ گئی۔ ڈاکٹر شیلا قریب آ کر اس کا معائنہ کرنے لگی۔ میں اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ اسے تشویش بھری نظروں سے دیکھ کر بولی ''بندیا! تم میری سہیلی ہو۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو۔ یہ بچہ کس کا ہے؟''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''جو سچ ہے، وہی کہہ رہی ہوں۔''

اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی سہیلی اس سے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی ''پلیز، اس بچے کو ضائع کر دو۔''

شیلا اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں ایک بچے کو مارنے کا پاپ نہیں کروں گی۔''

''کیا تم بڑی رقمیں لے کر ایسا نہیں کرتی ہو؟''

''کرتی تھی۔ اب نہیں کروں گی۔''

''میں تمہیں منہ مانگی رقم دوں گی۔''

شیلا نے میری مرضی کے مطابق اسے ایک زور کا طمانچہ مارا پھر کہا ''چلی جاؤ یہاں سے۔ نہ جانے کس کا پاپ اٹھائے پھر رہی ہو۔ بے شرم! تم سے تو بازاری عورتیں اچھی ہوتی ہیں۔ میں تمہارے جیسی بے شرم لڑکی کا بوجھ ہلکا نہیں کروں گی۔ پاپ کی گٹھڑی اٹھاتی پھرو۔''

شیلا نے اسے دھکا دیا ''چل۔ نکل یہاں سے......''

وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔ دوسری مریض عورتیں سن رہی تھیں۔ وہ مارے شرم کے منہ چھپاتی ہوئی، تیزی سے چلتی ہوئی اسپتال کے باہر آ گئی۔ اس کا رونے کو جی چاہ رہا تھا۔ یہ سوچ کر سر چکرا رہا تھا کہ بدنامی کو پر لگیں گے اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔

اس نے فون کے ذریعے باپ کو مخاطب کیا ''ڈیڈی! میں بہت پریشان ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ بڑی بدنامی کی بات ہے۔ میں ماں بننے والی ہوں۔''

وہ دہاڑتا ہوا بولا ''کیا بکواس کر رہی ہو؟ کیا تم کسی ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں؟''

اس نے بتایا کہ ایک نہیں دو لیڈی ڈاکٹروں نے معائنہ کیا ہے اور دونوں نے ماں بننے کی تصدیق کی ہے۔ ایش بھاسکر نے کہا ''گھر آ جاؤ۔ میں کسی ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں۔ اس بچے کو فوراً ہی ختم کرانا ہوگا۔''

میں نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا ''ہیلو۔ کیا تم مجھے آواز سے پہچان رہے ہو؟''

''تم......؟ تم کل رات فون پر رابطہ کرنے والے تھے اور اب بات کر رہے ہو۔ پلیز اس ویڈیو کیسٹ کی قیمت بتاؤ۔ کتنی رقم چاہتے ہو۔''

''فی الحال ویڈیو کیسٹس کو ایک طرف رکھو اور میری باتیں توجہ سے سنو۔ مجھے ڈاکٹر شیلا نے بتایا ہے کہ تمہاری بیٹی ماں بننے والی ہے۔ لہٰذا اسے ماں بننا چاہیے۔ اگر اس بچے کو ضائع کیا جائے گا تو میں دونوں ویڈیو کیسٹس کو تمہارے خاندان میں اور تمہاری اونچی سوسائٹی میں ہر جگہ پہنچا دوں گا۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب وہ ایسے شکنجے میں تھا اس مصیبت سے چھٹکارے کے لیے بیٹی کو کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جا سکتا تھا۔ جبکہ وہ حاملہ نہیں تھی۔ میں نے ان باپ بیٹی کو ایسی مصیبت میں مبتلا کیا تھا، جو مصیبت تھی ہی نہیں...... صرف ایک دہشت تھی۔

☆☆☆

ہائے عدنان......!

تو اسی لیے پیدا ہوا تھا کہ باپ دادا کو اور دادی کو، اپنوں کو، بیگانوں کو اور سب ہی کو اپنے پیچھے دوڑاتا رہے۔

وہ سب ہی اسے تلاش کر رہے تھے۔ روم کے اندر اور باہر جتنے بھی کھنڈرات تھے ہر جگہ اسے جا کر دیکھ لیا لیکن نہ تو وہ نظر آیا اور نہ ہی کفن پوش کنواری دکھائی دی۔ اب اسے کفن پوش بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنا کفن وہیں چھوڑ گئی تھی۔

عدنان کو تلاش کرنے کی ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ اس کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھے جائیں لیکن بعض اوقات اس کے خیالات گڈمڈ ہو جاتے تھے پھر اس کے اندر جانے کے بعد کچھ پتا نہیں چل پاتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کس کے ساتھ ہے؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

سونیا نے الپا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ وغیرہ سے کہا ''اسے صرف کھنڈرات میں تلاش نہ کرو۔ شہر میں بھی دیکھو آلۂ کار بناتے رہو اور ان کے ذریعے اسے جگہ جگہ تلاش کرتے رہو۔''

وہ تقریباً سات گھنٹے تک اسے تلاش کرتے رہے پھر سونیا تھک ہار کر واپس ہوٹل میں آ گئی۔ الپا نے کہا ''مما! میں یقین سے کہتی ہوں کہ اب عدنان اس شہر میں نہیں ہے۔ وہ پراسرار کفن پوش کنواری اسے اس شہر سے باہر کہیں بہت دور لے گئی ہے۔''

سونیا نے کہا ''میں حیران ہوں، اگر وہ شیوانی ہے تو ایسا کیوں کر رہی ہے؟ اور نہیں بھی ہے تو ہم سے اس کی دشمنی کیا معنی رکھتی ہے، جبکہ وہ اب تک دوستی کا ثبوت دیتی آئی ہے۔ وہ میرے پوتے کو تھوڑی دیر بھٹکنے تو دیتی ہے مگر پھر اسے اپنوں تک پہنچا دیتی ہے۔ میں خود بھٹک گئی تھی، سب کو بھول گئی تھی۔ اسی پراسرار شیوانی نے میرے پوتے کے ذریعے مجھے تم سب سے ملایا ہے۔''

الپا نے کہا ''ہمیں اس عورت سے اچھائی کی توقع رکھنی چاہیے۔ بے شک وہ عدنان کو تھوڑی دیر کے لیے بھٹکاتی ہے مگر ہم تک دوبارہ پہنچا دیتی ہے۔ اس بار بھی ضرور پہنچائے گی۔ آپ کا پوتا اپنی اس ماں کو آپ کے پاس ضرور لے کر آئے گا۔''

وہ سب عدنان کی تلاش میں اس قدر سرگرداں رہے کہ جیک کلر کو بھول گئے۔ عدنان کے سامنے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ پہلے اسے تلاش کرنا ضروری تھا۔ یہ سوچا گیا تھا کہ جیک کلر بھی بے ہوش ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ دماغی کمزوری میں مبتلا رہے گا۔ بعد میں اسے اپنے قابو میں کر لیا جائے گا۔

تین چار گھنٹے بعد عبداللہ کو خیال آیا کہ جیک کلر کی بھی خبر لینی چاہیے۔ باقی سب لوگ تو عدنان کو تلاش کر رہے ہیں۔ مجھے اس دشمن کے دماغ میں جا کر اسے اپنا تابعدار بنا لینا چاہیے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے سوچا ''جیک کلر یا تو دماغی توانائی حاصل کر چکا ہے یا پھر اس کے ساتھی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے؟''

اس نے سونیا سے کہا ''وہ کم بخت جیک کلر ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔''

''فی الحال اسے جہنم میں جانے دو۔ پہلے میرا پوتا مل جائے۔ اس کے بعد پھر اس سے نمٹ لیا جائے۔ آئندہ وہ دنیا کے کسی حصے میں بھی ہتھیار فروخت کرنے کا دھندا نہیں کر سکے گا۔ کرے گا تو ہماری نظروں میں آ جائے گا۔''

مہا دھابی نے اپنے ساتھی جیک کلر کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اسے اسپتال پہنچایا تھا۔ جب وہ ہوش میں آیا اور اس کی مرہم پٹی ہو گئی تو اس نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا اور اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔

مہا دھابی کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ پہلے وہ صرف ایشیا میں ہتھیار فروخت کرتا تھا۔ اس کی مارکیٹ ایشیا تک محدود تھی۔ یورپ میں جیک کلر چھایا ہوا تھا اور امریکا میں سینڈی گرے اپنی مارکیٹ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں رہے تھے۔ پہلے سینڈی گرے مر گیا اور اس کی امریکا والی مارکیٹ مہا دھابی اور جیک کلر

کے ہاتھوں میں آ گئی پھر جیک کلر مہا دھابی کا غلام بن گیا۔ اب ایشیا، یورپ اور امریکا کی پوری مارکیٹ مہا دھابی کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ مجھ سے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہمیشہ دور رہے گا اور روپوش رہ کر اپنا دھندا جاری رکھے گا۔

اعلیٰ بی بی سونیا کے دماغ میں آئی پھر خوش ہو کر بولی۔ ''مما! اب اس کے خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے ہیں۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہی ہوں۔ وہ اس وقت سمندر کے کنارے اس عورت کے ساتھ ہے۔''

سونیا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر بولی ''اس وقت آدھی رات ہونے والی ہے۔ وہ عورت اسے اس وقت سمندر کے کنارے کیوں لے گئی ہے؟''

''سمندر کے ساحل پر تاریکی نہیں ہے۔ بڑی بڑی ہیڈ لائٹس کے ذریعے ایسی روشنی کا انتظام ہے جیسے دن کا وقت ہو۔ وہاں اس وقت بے شمار مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے بھی ہیں۔''

''تو پھر جاؤ، پہلے اس سمندر کے کنارے پہنچو۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے دیکھو کہ وہ کہاں ہے؟''

''میں نے سسٹر اور عبداللہ سے کہہ دیا ہے وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے ادھر گئے ہوئے ہیں۔ اسے تلاش کر رہے ہیں۔ میں اس وقت عدنان کے خیالات پڑھ کر آپ کو بتا رہی ہوں۔ وہ وہاں بہت خوش ہے۔ ریت پر دوڑ رہا ہے۔ سمندر کی لہروں سے کھیل رہا ہے۔''

''تم اس کی ماں کی باتیں سنو اور اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔''

اعلیٰ بی بی پھر عدنان کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ہنس رہا تھا، ایک گیند اٹھا کر اسے کک مار رہا تھا۔ وہ گیند دور چلی گئی تھی۔ وہ اس کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا۔ اس کے اندر شیوانی کی آواز سنائی دے رہی تھی ''بیٹے! تم نہ جاؤ۔ میں وہ گیند لے آتی ہوں۔ کم آن......''

اعلیٰ بی بی نے اس کی آواز سنتے ہی اس کے لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی تو ایسا لگا جیسے خیال خوانی کی لہریں دماغ کے آر پار چلی گئی ہوں۔ جیسے نظریں شیشے کے آر پار چلی جاتی ہیں۔ کہیں رکتی نہیں۔ اسی طرح سوچ کی لہریں بھی اس کنواری یا شیوانی کے خیالات پڑھے بغیر آر پار گزر گئی تھیں۔

عدنان کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ گیند اٹھا کر دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی ہے۔ عدنان نے کہا ''بہت دیر ہو گئی۔ اب میں اپنی گرینڈ مما کے پاس جاؤں گا۔''

وہ بولی ''بیٹے! میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ہم ضرور جائیں گے۔ میں تمہیں تمہاری دادی سے الگ نہیں کروں گی...... لیکن ذرا انتظار کرو۔''

''آپ کیوں مجھے انتظار کرنے کو کہہ رہی ہیں؟''

''اس لیے کہ تمہارے پاپا یہاں آنے والے ہیں۔''

وہ اپنے بیٹے عدنان کے باپ پورس کا انتظار کر رہی تھی۔

اور پورس اس وقت ایک جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ چلی سے روم کی طرف آ رہا تھا۔ اپنی سیٹ پر آرام سے بیٹھا اپنے بیٹے عدنان اور شیوانی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سوچتے سوچتے اس نے ایک ذرا آنکھ بند کی تو روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ اسے عدنان مسکراتا ہوا سمندر کے کنارے ہنستا کھیلتا ہوا دکھائی دیا پھر ایک مترنم سی ہنسی سنائی دی۔ ایک رس بھری آواز نے کہا ''بیٹے! دور نہ جاؤ۔ ادھر آؤ۔''

پورس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ منظر غائب ہو گیا۔ اب جہاز کا اندرونی منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پھر سے آنکھیں بند کر لیں۔ روشنی کا پھر ایک جھماکا سا ہوا۔ ایک نہایت ہی خوب صورت سی البیلی سی دوشیزہ بڑے ناز و انداز سے ریت پر چلتی ہوئی اور مسکراتی ہوئی آ رہی تھی۔ پورس نے اسے دیکھتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ وہ منظر پھر غائب ہو گیا۔ جہاز کا اندرونی منظر دکھائی دینے لگا۔

وہ سوچنے لگا ''یہ تو بالکل شیوانی ہے۔ یہ کون ہے؟ آج مجھے اتنے واضح طور پر کیوں دکھائی دے رہی ہے؟''

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ اس بار وہ مزید واضح طور پر دکھائی دی۔ وہ شیوانی ہی تھی۔ اگرچہ شیوانی سے بہت کم عمر لگ رہی تھی۔ اس نے عدنان کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا ہوا تھا۔ وہ اسے چوم رہی تھی پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ پورس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''آؤ...... میں نے بہت انتظار کیا ہے۔ آجاؤ......''

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات (46) ویں حصے
میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 اکتوبر 2004ء میں شائع ہوگا